وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ
وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ

اَلصِّراطُ السَّوِیّ

فِی

احوالِ المہدیؑ

مصنفہ
جناب فضائل و فواضل مآب مولانا مولوی سید محمد سبطین السرسوی اعلی اللہ مقامہ

ناشر منیجر البرہان بکڈپو ۳۵۔ پدھنسٹر روڈ۔ کرشن نگر۔ لاہور

ملنے کا پتہ
امامیہ کتب خانہ
اندرون موچی دروازہ۔ لاہور ۸

فہرست مضامین کتاب مستطاب الصراط السوی فی احوال المہدیؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى وَالشَّمْسِ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَيٰسٓ وَطٰهٰ
قَدْ ضَلَّ الْإِنْسَانُ وَطَغٰى اَنْ رَاٰهُ اسْتَغْنٰى وَعَصٰى رَبَّهُ فَغَوٰى وَاسْتَحَبَّ الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى
وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَمَا يَفْنٰى وَرَفَضَ الْاٰخِرَةَ وَمَا يَبْقٰى وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى - كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى
وَتَوَلّٰى وَجَعَلَ الْقُرْاٰنَ هُزُوًا وَتَجَنَّبَهُ وَلَا يَتَجَنَّبُهُ اِلَّا الْاَشْقَى الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى
ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى فَمَا الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّهُ مِنَ الْاُوْلٰى - تَرَكَ اِمَامَ الْهُدٰى وَ
اَنْكَرَ وُجُوْدَهُ وَكَذَّبَ وَافْتَرٰى - وَكَثُرَ مَا ادَّعٰى فِيْمَا لَيْسَ لَهُ مَا يُرْجٰى لَهُ حُسْنُ الْمَثُوْبَةِ
مِنَ الْاِمَامَةِ وَالنُّبُوَّةِ دَعَا النَّاسَ اِلٰى نَارٍ تَلَظّٰى ثُمَّ لَا يَتَذَكَّرُ مَا سَعٰى وَلَا يَخْشٰى وَ
اِذَا ذُكِّرَ بِاٰيَاتِ رَبِّهِ - عَبَسَ وَتَوَلّٰى ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى وَلَا تَنْفَعُهُ الذِّكْرٰى وَلَمْ يَعْلَمْ
اَنَّ النَّارَ لَهُ الْمَاْوٰى وَاَنَّ اِلٰى رَبِّهِ الْمُنْتَهٰى - ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَعَلٰى وَمُلِئَتِ
الْاَرْضُ ظُلْمًا وَّجَوْرًا اِذْ يَغْشٰهَا مِنَ الْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ وَالْاِلْحَادِ مَا يَغْشٰى - نُصِبَتْ اَعْلَامُ
الضَّلَالَةِ وَالْغَوَايَةِ وَنُكِّسَتْ رَايَاتُ الرُّشْدِ وَالْهُدٰى وَامْحَتْ مَعَالِمُ الصِّدْقِ وَالصَّفَا
وَبِيْعَ الْاَنْفَعُ الْاَعْلٰى بِالْاَخَسِّ الْاَدْنٰى اَظْلَمَتْ اَقْطَارُ الْاَرْضِ مِنْ غَيَاهِبِ الْجَهَالَةِ وَعَمَّ رَيْنُ اَ
الْعَمٰى فَيَا رَبَّنَا الْاَعْلَى الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَقَدَّرَ فَهَدٰى بَعُدَ فَارْتَفَعَ فِي السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى
قَرُبَ فَشَهِدَ النَّجْوٰى يَعْلَمُ السِّرَّ وَمَا يَخْفٰى وَلَا يَعْزُبُ عَنْهُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَاءِ وَلَا نُجُوْمِ
السَّمَاءِ وَلَا سَرَى الرِّيْحِ فِي الْهَوٰى وَلَا دَبِيْبُ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى -
اَنْجِزْ مَا وَعَدْتَ لِحَبِيْبِكَ وَعْدَكَ الْاَوْفٰى فَقُلْتَ لَهُ فَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى
فَاَظْهِرِ ابْنَ نَبِيِّكَ الْمُصْطَفٰى وَابْنَ وَلِيِّكَ الْمُرْتَضٰى وَابْنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ - اَلْحُجَّةَ
الْمُجْتَبٰى وَالْمَهْدِيَّ الْمُرْتَجٰى الْكَلِمَةَ التَّامَّةَ وَالْاٰيَةَ الْعُظْمٰى اَلْاِمَامَ لِمَنِ اتَّقٰى وَالْهَادِيَ
لِمَنِ اهْتَدٰى وَالْمَسِيْحَ لِمَنِ اسْتَشْقٰى - بَقِيَّةَ الْاَنْبِيَاءِ خَاتَمَ الْاَوْصِيَاءِ خَلِيْفَةَ الْاَتْقِيَاءِ
وَسِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى كَاشِفَ الْغِطَاءِ صَاحِبَ الدَّوْلَةِ الْقَاهِرَةِ وَالصَّوْلَةِ الظَّاهِرَةِ
وَالْكَرَّةِ الْبَيْضَاءِ وَالْغَيْبَةِ الْكُبْرٰى - اَلطَّامِسَ لِاٰثَارِ الضِّيْقِ وَالْاَهْوَاءِ وَالْجَامِعَ الْكَلِمِ

عَلَى التَّقْوٰى. اَلْقَاطِعِ لِحَبَائِلِ الْكِذْبِ وَالْاِفْتِرَاءِ وَالْمُؤَلِّفِ لِشَمْلِ الصَّلَاحِ وَالرِّضَاءِ
وَجْهُ اللهِ الَّذِيْ يَتَوَجَّهُ اِلَيْهِ الْاَوْلِيَاءُ وَبَابُ اللهِ الَّذِيْ مِنْهُ يُؤْتٰى. اَلطَّالِبُ بِذُحُوْلِ
الْاَنْبِيَاءِ وَاَوْلَادِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْآخِذُ لِثَارِ الْمَقْتُوْلِ بِكَرْبَلَا. اَلْمُظَفَّرُ عَلٰى مَنِ اعْتَدٰى عَلَيْهِ وَ
افْتَرٰى الْمُضْطَرُّ الَّذِيْ يُجَابُ اِذَا دَعَا. اَلْمُدَّخَرُ لِتَجْدِيْدِ الْمِلَّةِ وَالشَّرِيْعَةِ الْبَيْضَاءِ
الْمُؤَمَّلُ لِاِحْيَاءِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْغَرَّاءِ وَالْمُنْتَقِمُ مِنَ الْعِدٰى الْمُبَشَّرُ بِالْاَوْلِيَاءِ وَ
الْمَذْكُوْرُ فِيْ زُبُرِ الْاَنْبِيَاءِ. اَلْمَعْرُوْفُ فِي الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى وَالْمَنْعُوْتُ فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى
صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى. اَلْمُؤَيَّدُ بِمَلَائِكَةِ السَّمَاءِ وَالْمَدْعُوُّ بِخَلِيْفَةِ اللهِ. اَلْمُكَمِّلُ
لِشَرَائِعِ الْاَنْبِيَاءِ صَاحِبُ يَوْمِ الْفَتْحِ وَنَاشِرُ رَايَةِ الْهُدٰى. اَلَّذِيْ وَعَدَ اللهُ اَنْ يُظْهِرَ
بِهٖ دِيْنَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ اَهْلُ الْغَيِّ وَالْعَمٰى وَيَمْلَاُ بِهِ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا
اَلصَّمْصَامُ الْمُنْتَضٰى وَالسَّيْفُ الْمَسْلُوْلُ عَلَى الْعِدٰى. اَلْحُجَّةُ ابْنُ الْحَسَنِ الْاِمَامُ الْمُنْتَظَرُ
الْمَنْصُوْرُ بِالْاٰيَاتِ الْكُبْرٰى. اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ فَرَجَهٗ وَسَهِّلْ مَخْرَجَهٗ وَاَوْرِدْنَا مَنَاهِلَهٗ لِنَرْوٰى
فَنَرْتَوِيْ وَنَشْفِيْ غَلِيْلَ صُدُوْرِ اَهْلِ الظَّمَاءِ وَنَنْتَفِعَ مِنْ عَذْبِ مَائِهٖ فَقَدْ طَالَ الصَّدٰى
وَاعْمُرِ اللّٰهُمَّ بِهٖ بِلَادَكَ وَاَحْيِ بِهٖ عِبَادَكَ وَانْتَقِمْ بِهٖ مِنْ خَالَفَكَ وَلَا تَتْرُكْ عَلَى
الْاَرْضِ اَحَدًا مِمَّنْ عَصٰى وَغَوٰى وَتَرَكَ سَبِيْلَ الْهُدٰى وَارْتَابَ سَيِّدَنَا وَاِمَامَنَا يَا شَدِيْدَ
الْقُوٰى. اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَّنَرَاهُ قَرِيْبًا. يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ
وَيَاْبَى اللهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ. هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ. وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ
بِاللهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ. اَتٰى اَمْرُ اللهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ. صَدَقَ اللهُ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيْثًا وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ الَّذِي
ارْتَضٰى. اِذْ اَوْحٰى اِلَيْهِ مَا اَوْحٰى اِذْ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَمَا
ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى وَلَهُ الْحَمْدُ
فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۞

تمہید

چند ضروری امور

(۱) دیانتِ اسلامیہ کا مبنیٰ اصول نظریہ و براہین عقلیہ ہیں۔ اور یہی اس کی حقیقت و صداقت کی دلیل ہے۔ عقل وجود انسانی میں ہادیٔ اوّل ہے۔ اور اسی واسطے کلام حمید مجید میں جابجا غور و فکر کرنے اور عقل سے کام لینے کی ترغیب دلائی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ”اے پیغمبر ان پر (امم سابقہ و انبیاء سابقین کے) قصے سناؤ شاید یہ لوگ ان میں غور و فکر کریں۔ اور ان سے عبرت پکڑیں“۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ”بیشک اس میں اہل فکر کے لئے بہت سی نشانیاں موجود ہیں“۔ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ”اہل فکر کے لئے ہم اپنی آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں“۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ”ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے اس میں تمہارا ذکر تمہارے لئے عبرت ہے۔ پس تم کیوں اس بارے میں عقل سے کام نہیں لیتے“۔ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ”حیف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے ہو۔ کہ یہ پتھر کی مورتیاں جن کو تم نے خود اپنے ہاتھ سے تراشا ہے اور جو محض بے حس و بے شعور ہیں۔ نہ تم کو کوئی نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان۔ قابل عبادت نہیں ہیں“۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ”ہم نے اس کلام پاک کو ایک کتاب فصیح کی صورت میں نازل کیا ہے۔ کہ شاید تم لوگ اس میں تدبر کرو“۔ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ”وہ اپنی نشانیاں تمہیں دکھاتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ تم عقل سے کام لو۔ اور غور کرو“۔ اور اسی مضمون کی بہت سی آیات ہیں۔ جن میں تدبر و تامل و تعقل اور تفکر کی رغبت دلاتا ہے۔ اور اسی واسطے کہ اصول حقہ دیانت اسلامیہ تمام اصول حقیقیہ و فطرت عالم کے مطابق ہیں۔ اور حق کو دلائل و براہین سے لینے کا حکم دیتا ہے۔ منکرین سے برہان طلب کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ”اگر تم اپنے دعوے بت پرستی و کفر وغیرہ میں سچے ہو۔ تو اس کی دلیل قطعی و یقینی بیان کرو“۔ اور فرماتا ہے۔ کہ دین کو بصیرت سے حاصل کرو۔ اور ہمارا پیغمبر بصیرت کے ساتھ دین کی دعوت دیتا ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ”اے پیغمبر کہہ دو۔ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس راستے سے بصیرت کے ساتھ لوگوں کو خدا کی دعوت دیتا اور بلاتا ہوں۔ میں بھی اور جس نے میرا اتباع کیا ہے وہ بھی از روئے بصیرت دعوت دیتا ہے“۔ پیغمبر سمجھ کر اور بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہے۔ اور لوگوں کو بصیرت ہی کے ساتھ چاہتا ہے کہ سوچ سمجھ کر دین کو اختیار کریں۔ اندھا دھند نہ آئیں۔ اور اندھی تقلید کی سخت مذمت فرماتا ہے۔ اور ان لوگوں کو سرزنش

فرماتا ہے۔ جو اندھادھند رسومات لایعنی اور عقائد باطلہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور جب ان سے دلیل و برہان طلب کیا جاتا
ہے۔ تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ اپنے آباؤ اجداد کو ایک طریقے پر پایا۔ اور ہم بھی انہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا
عَلٰی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ جو لوگ آیاتِ الٰہی۔ صحیفۂ قدرت۔ قانونِ فطرت میں غور و فکر نہیں کرتے اور
اندھوں، بہروں اور احمقوں کی طرح ان کو دیکھتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ ان کو خدا چارپایوں سے بدتر فرماتا ہے۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ
لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ان کے دل ہیں مگر ان سے ادراک نہیں کرتے۔ ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان
سے نہیں دیکھتے۔ ان کے کان ہیں مگر وہ نہیں سنتے۔ یہی لوگ مثل چارپایوں کے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر اور بھٹکے ہوئے
اور یہی دراصل غافل کہلانے کے مستحق ہیں۔"

لیکن عقل کی جلا علم سے ہوتی ہے۔ اور تجربہ و مشاہدہ شہادت دیتا ہے۔ کہ علم انسان بہت تھوڑا اور محدود ہے
اور اسی کی تائید وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (نہیں دیا گیا ہے تم کو علم میں سے مگر بہت ہی تھوڑا سا) سے ہوتی ہے
جس کی تفصیل آئندہ معلوم ہوگی۔ اس لئے ہماری عقل تمام حقائق و ماہیات اور جملہ اصول فطریہ اور قوانین قدرت پر احاطہ تامہ
نہیں رکھتی۔ اور جہاں تک احاطہ رکھتی بھی ہے وہ بھی کلیات پر نہ جزئیات پر۔ اور خدا جو ہر ایک کو تعقل کی ترغیب دیتا ہے۔
اور ہر ایک مخالف و مخاصم سے برہان (دلیل قطعی) طلب کرتا ہے۔ ضرور ہے کہ اس نے جو کتاب نازل کی ہے۔ وہ تمام اصول
عقلیہ فطریہ و جملہ قوانین قدرت پر حاوی ہو۔ اور ہر ایک امر اس میں مطابق و موافق قانون قدرت ہو۔ کیونکہ صحیفۂ قدرت
اس کی کتاب وجودی و فعلی ہے۔ اور قرآن شریف کتاب قولی۔ اور اس کا قول و فعل دونوں موافق ہونے ضروری ہیں۔ اور
اس لئے چاہیے۔ کہ مبین و مفسر و مبلغ جو اس کو ہمارے پاس لایا ہے وہ بھی عقل کل اور جملہ حقائق پر حاوی ہو۔ ورنہ وہ ایسے
قانون کا مبلغ و معلم و مفسر و مبین نہیں ہو سکتا۔ لہذا کتاب خدا برہان مطلق ہے۔ اور مبلغ کتاب اور اس کا رسول بھی برہان مجسم
اور ہر ایک شے بدلائل و براہین عقلیہ و فطریہ روشن ہے۔ اور اسی واسطے فرماتا ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا تحقیق کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے برہان مجسم آیا ہے۔ اور ہم نے
تمہاری طرف نور درخشاں نازل کیا ہے۔" پس جب ہماری عقول ناقص ہیں اور ہمارے علوم ناقص۔ اور کتاب خدا
مطابق و موافق قوانین فطرت و صحیفۂ قدرت ہے۔ اور پیغمبر عقل کل و نور مجسم ہے۔ مدرک احکام صحیفۂ وجودی کے
ساتھ کتاب اللہ و رسول اللہ ہے۔ اور بحکم مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (وہ رسول اپنی طرف
اور اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے وحی خدا ہے۔ جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے) ایک دوسرے سے
جدا اور دو چیزیں نہیں ہیں۔ قول خدا اور قول پیغمبر دونوں ایک ہی ہیں۔ صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ اس لئے اگرچہ
اصول و احکام اسلام تمام تر فطرت عالم اور اصول عقلیہ کے مطابق ہیں۔ مگر مقام وثوق و اعتماد میں ہم ناقص العقول و ناقص

العلوم کے لئے کتاب اور سنت (حدیث رسولؐ) کا مقدم رکھنا ضروری ہے۔ قوانین الٰہیہ پر ہم اپنی عقل ناقص کے اختراعات کو مقدم نہیں رکھ سکتے۔ ہمارا از روئے عقل ہی یہ فرض ہوا۔ کہ ہم اپنی عقل کو قانون الٰہی اور بیان رسالت پناہی سے صحیح و درست اور اس کے مطابق و موافق کریں۔ نہ کہ قوانین الٰہیہ کی خواہ مخواہ اپنی خواہش اور اختراعات عقلیہ کے مطابق تاویلیں کریں۔ جو ہماری عقل کے مطابق ہو۔ اس کو اختیار کریں۔ اور جو اس کے مطابق نہ ہو اس کو رد کریں۔ اور صاف انکار کر بیٹھیں۔ مقتضائے عقل یہ ہے۔ کہ جہاں تک ہمارے ادراکات عقلیہ و معلومات صحف الٰہیہ قانون خداوندی کے موافق ہوں۔ ان کو صحیح سمجھیں۔ اور جہاں مخالف ہوں اور ہماری عقل کی رسائی نہ ہو۔ وہاں ٹھہر جائیں اور غور کریں۔ عقل انسان کو مطلق العنانی کی کبھی اجازت نہیں دیتی۔ وہ اَلْعَقْلُ عِقَالٌ عقل انسان کے لئے ایک حد مقرر کرتی ہے۔ اور اس سے باہر نہیں جانے دیتی۔ فوراً روک دیتی ہے۔ فریضۂ عقل یہ ہے۔ کہ نہ تو ہر ایک کے قول و فعل کی بلا تدبر و تفکر پیروی کی جائے۔ اور نہ قانون قدرت صحیفۂ فطرت و آیات الٰہی کی اپنی عقل و سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے تکذیب کر دی جائے۔ جبکہ مسلم ہے کہ "عَدَمُ الْوِجْدَانِ لَیْسَ بِدَلِیْلِ الْعَدَمِ" کسی چیز کا نہ پانا۔ ہمارا اس تک نہ پہنچنا۔ اس کا ادراک نہ کرنا یا اس کی علت کو نہ پہچاننا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اور اس لئے کسی چیز کا محض اس لئے انکار کر دینا اور اس کی تکذیب کرنا کہ وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ دانائی نہیں محض بے عقلی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہمارا علم اور احاطۂ عقلی نہایت محدود ہے۔ اور بہت سی معلومات و ادراکات میں ہم غلطی کرتے ہیں۔ اور ایک مدت کے بعد غلطی پر مطلع ہوتے ہیں۔ اور اکثر نہیں بھی ہوتے۔ کلام خدا اور بیان رسولؐ کی طرف رجوع کئے بغیر چارہ نہیں۔ بنا بریں ہم اس کتاب میں یہی اصل مقدم رکھیں گے۔ کہ ہر ایک امر کو خدا کے قانون قولی و فعلی و بیان عقل کل و نور مطلق سے ثابت کریں۔ اور جہاں تک ہماری رسائی ہے۔ قانون قولی کو قانون فعلی و صحیفۂ قدرت سے مطابق کرتے جائیں۔ اور عقل و نقل دونو ساتھ ساتھ رہیں۔ تاکہ پڑھنے والوں کو اطمینان حاصل ہو۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ جو امر یقینی و قطعی طور پر کتاب اللہ (قرآن شریف) اور سنت رسولؐ (حدیث شریف) سے مطابق صحیفۂ قدرت و قانون فطرت ثابت ہو جائے۔ وہ کسی استبعاد عقلی سے (یعنی اس کہنے سے کہ یہ ہماری عقل سے بعید ہے۔ ہماری سمجھ سے باہر ہے) باطل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ محض تخیلات باطلہ و قیاسات رکیکہ واہیہ یا تعصبات جاہلانہ اس کے بطلان کا باعث ہو سکیں۔ اگر ایسا ہو۔ تو دنیا میں حق و باطل و صدق و کذب کوئی چیز نہ رہے گا۔ اور کسی کی صداقت و حقانیت پر کوئی دلیل قائم نہ ہو سکے گی۔ حالانکہ یہ مسلم و محقق و جملہ اہل عالم میں متفق علیہ ہے۔ کہ سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ۔ حق حق ہے اور باطل باطل۔ تمام بنی آدم بلا استثناء اس میں متفق ہیں۔ کہ رحم اچھا ہے۔ ظلم برا ہے۔ عدل و انصاف حق ہے اور ظلم و بے انصافی باطل۔ سچ اچھا ہے اور جھوٹ برا۔ وغیرہا۔ اور اسی واسطے ایسے اصول عقلیہ کو مستقلات عقلیہ کہتے ہیں۔ یقین کے مقابلہ میں ظن و گمان و قیاس کوئی چیز نہیں۔ نہ دینی امور میں اور نہ دنیاوی معاملات میں دلائل کے ہوتے توہمات و تخیلات و قیاسات رکیکہ واہیہ محض بے بنیاد ہیں۔ ہاں وہ اہل باطل کو مایہ ناز سمجھتے رہے ہیں اور سمجھتے ہیں۔

جو نور عقل سے بے بہرہ ہو چکے ہیں۔ دین الٰہی کی بنا ہرگز ظن و قیاس پر نہیں۔ فَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا "ظن ہرگز حق کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔" وَاِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ "بعض گمان گناہ شمار ہوتے ہیں۔" اور خود حق عز و جل ظن اور اہل ظن یعنی گمان پر عمل کرنے والوں کی مذمت اور ان کو سرزنش فرماتا ہے۔ وَاِنَّ دِیْنَ اللّٰهِ لَا یُصَابُ بِالْقِیَاسِ "دین خدا قیاس سے حاصل نہیں ہو سکتا۔" اوّل ہلاک کنندۂ انسان قیاس ہی ہے۔ اور عالم میں اول فتنہ قیاس ہی سے پیدا ہوا ہے اور اوّل قیاس کنندہ شیطان ہے۔ کہ اپنے جسم کو جسم آدمی پر قیاس کر کے معرفت مقام نبوت و خلافت الٰہیہ سے محروم رہ کر ہمیشہ کے لئے مردود و ملعون و رجیم ہوا۔ اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں آدمی اسی تقلید میں اس قیاس فاسد کی بدولت گمراہ ہو گئے۔

جب ایک امر ممکن اور مطابق فطرت عالم مؤید بمستقلات عقلیہ اور مستند بکتاب و سنت ہو۔ وہ صرف اس کہنے سے کہ "ایسا نہیں ہو سکتا۔" "یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔" "یہ ہوتا۔ تو یوں ہوتا۔" "ایسا ہے۔ تو یوں کیوں نہیں ہے۔" باطل اور رد نہیں ہو سکتا۔ چون و چرا اور اما و اگر چہ مگر چہ و چنانچہ۔ لما و بما و ایتما و لم و لا و لیت و لعل و غیرہ دلائل عقلیہ و براہین قطعیہ و نصوص قرآنیہ و احادیث متواترہ صحیحہ کو ساقط و باطل نہیں کر سکتے۔ جو لوگ ایسے تخیلات و توہمات و خیالات رکیکہ واہیہ اور اس قسم کی فضول و مہمل بکواس سے امور قطعیہ یقینیہ میں شک و شبہ کر بیٹھتے ہیں۔ یہ ان کے ضعف ایمانی و عدم معرفت احکام اسلام کی دلیل ہے۔ "وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ" "جس بات کا علم و یقین نہ ہو جائے محض تخیلات و قیاسات کی بنا پر اس کے پیچھے لگ جانا خلاف دیانت و مقتضائے عقل ہے۔ کفار و مشرکین جو منکر نبوت و رسالت ہیں۔ اور وہ ملحد اور دہریے جو وجود خدا سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے انکار اور تکذیب کا مبنیٰ بھی اسی قیاس اور ایسے ہی تخیلات پر ہے (جیسا کہ آئندہ مفصل بیان ہوگا) ورنہ دلائل و بینات پیغمبری کبھی بھی دراصل غلط و باطل و قابل عدم وثوق و اعتماد نہ تھیں اور نہ ہیں۔ اور آیات الٰہیہ کبھی فی الحقیقت محل شک و ریب نہیں ہو سکتیں۔ اَلْحَقُّ اَبْلَجُ "حق ہمیشہ روشن و درخشاں ہے۔" وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ "زمین میں خدا کی بےشمار نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود تمہارے وجود میں اور تمہارے نفسوں میں موجود ہیں۔ کیا تم بصیرت سے کام نہیں لیتے اور غور نہیں کرتے۔" ان استبعادات و شبہات و تخیلات و توہمات۔ و قیاسات اور جاہلانہ تعصبات سے نہ نبی کی نبوت باطل ہوئی۔ اور نہ رسول کی رسالت اور نہ خدا کی ربوبیت و الوہیت منکرین نے اپنی ہی دنیا و آخرت خراب کی اور یہی حال ان کے قدم بقدم چلنے والوں کا ہوگا۔ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ

(۲) اہل اسلام میں یہ بھی مسلم و محقق ہے۔ کہ آیات کلام حمید مجید بعض محکم ہیں۔ اور بعض متشابہ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ "بعض آیات قرآن محکم ہیں اور بعض دوسری متشابہ اور آیات محکمات ہی اصل مرجع کتاب ہیں۔ اور متشابہات محتاج تاویل ہیں۔ کیونکہ متشابہات ذی وجوہ ہیں

چند معنی کا احتمال ہے۔ اور یہ مسلّم ہے۔ کہ مقصود خدا و مطلوب الٰہی ایک ہے۔ لہٰذا اس کو اصل کی طرف لوٹانا اور اس کی تاویل کرنا ضروری ہوا۔ اور تاویل سوائے خدا اور کوئی نہیں جانتا۔ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ کیونکہ تاویل کے معنی معنی ظاہری و مفہوم ظاہری کو اصل حقیقت کی طرف لوٹانا ہے۔ اور ما صل حقائق کا اوّلاً و بالذات جاننے والا خدا ہے۔ اور بعد ازاں واقف حقائق و ماہیات اس کے اس قانون کا مبلغ اور اس کا رسولؐ ہے جو بتعلیم الٰہی سب کا علم رکھتا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ مبلغ قانون ہے۔ اور بعد پیغمبرؐ وہ شخص جس کو یہ قرآن پہنچا اور اس کے ذریعہ سے وہ ہادی اُمت اور ان کو ڈرانے والا قرار پایا۔ اُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ مجھ کو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔ تاکہ میں اس کے ذریعہ سے تم کو ڈراؤں اور ہدایت کروں۔ اور وہ شخص جس کو میرے بعد یہ قرآن پہنچے۔ بعد پیغمبرؐ وہی عالم تاویل و ماہر اصل حقائق ہے۔ جس کو کل علم قرآن من جانب اللہ عطا ہو گیا ہے۔ اور جن کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہے۔ کیونکہ اصل حقائق پر احاطہ انہی لوگوں کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جن کو خالق حقائق و ماہیات اور مجرد صاحب کلام تعلیم دے۔ اور یہی اشخاص بعد پیغمبرؐ اوصیاء و خلفاء اور جانشین پیغمبرؐ ہیں۔ جیسا کہ آئندہ ثابت ہو گا۔ پس بعد پیغمبرؐ وہی عالم حقائق و عالم تاویل ہوئے۔ لہٰذا عالم تاویل خدا ہوا یا وہ جس کو وہ تعلیم دے۔ اور وہ اس کا پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کے اوصیاء ہیں اور وہی راسخون فی العلم ہیں۔ جن کے علم میں تغیر و تبدل و زوال نہیں ہے۔ اور ان کی ذات کے ساتھ قائم و ثابت ہے۔ علماء جن کا علم ہر روز بدلتا رہتا ہے۔ اور ایک دوسرے سے اختلافات رکھتے ہیں۔ ہرگز راسخون فی العلم نہیں کہلا سکتے۔ پس ہر صورت میں خواہ اللہ پر وقف یا والراسخون فی العلم پر۔ اور راسخون فی العلم پر معطوف۔ بعد خدا تاویل کے جاننے والے پیغمبرؐ اور اوصیاء پیغمبرؐ ہیں۔ اور چونکہ تمام محکم و متشابہ کا علم رکھتے ہیں۔ ان کا قول یہ ہوتا ہے۔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور راسخون فی العلم کہتے ہیں۔ کہ ہم اس پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ کل کا کل محکم و متشابہ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ اور سب حق و صدق ہے۔ اور نہیں عبرت حاصل کرتے مگر اہل عقل۔ چنانچہ یہی اوصیاء پیغمبرؐ و ابواب علوم نبوی علیہم السلام اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ نَحْنُ الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ وَنَحْنُ نَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ اَفْضَلُ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ قَدْ عَلَّمَہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ جَمِیْعَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ التَّنْزِیْلِ وَالتَّاْوِیْلِ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُنَزِّلَ عَلَیْہِ شَیْئًا لَمْ یُعَلِّمْہُ تَاْوِیْلَہٗ وَاَوْصِیَآؤُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ یَعْلَمُوْنَہٗ کُلَّہٗ۔ ہم ہی راسخین فی العلم ہیں۔ ہم قرآن کی تاویل جانتے ہیں اور رسول خدا افضل الراسخین فی العلم ہیں۔ اللہ نے ان کو تاویل و تنزیل کا کل علم دے دیا ہے۔ اور خدا ایسا نہیں ہے کہ اپنے پیغمبرؐ پر ایک چیز نازل کرے۔ اور اس کا علم اس کو نہ دے۔ اور اس کے اوصیاء اس کے بعد کل تنزیل و تاویل کو جانتے ہیں۔

پس جو دوسرا شخص بلا تعلیم الٰہی فہم تاویل قرآن کا دعوے کرے۔ کاذب اور مفتری ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جو خدا پر افترا کرے۔ اور جھوٹ بولے۔ علماء اگرچہ جان سکتے ہیں۔ تو محض ظاہر محکمات کو نہ تاویل متشابہات۔ نہ باطن وحقائق کو اور نہ تفاصیل جزئیات نہ علل احکام۔ مگر جو بے ایمان ہیں۔ اور جن کے دلوں میں مرض نفاق و کجی ہے۔ وہ متشابہات ہی کو اپنا دام تزویر بناتے ہیں اور فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ چنانچہ خدا ان الفاظ میں ان کی خبر دیتا ہے۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ یعنی لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے۔ اور سیدھے ہی نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ متشابہات ہی کا اتباع کرتے ہیں۔ تاکہ فتنہ و فساد برپا کریں۔ اور حسب دلخواہ اس کی تاویلیں گھڑ کر عام لوگوں کو دام تزویر میں پھنسا کر دین کو لوٹنے اور زخص قیمت حطام و نبوریہ کے عوض بیچیں۔ آیات متشابہات کی اپنے دل سے تاویلیں گھڑ کر دیانت اسلام کو خراب اور اپنی دنیا کو آباد کرنا اول بیدینی ہے۔ آیات محکمات چونکہ ام الکتاب اور مرجع کتاب ہیں۔ اس لئے مسلمان کے لئے ضروری و لازمی ہے۔ کہ متشابہات کو محکمات کی طرف رد کرے۔ اگر ان کے مخالف نہ ہوں اور مطلب حل ہو جائے۔ اور بعض آیات بعض کی تفسیر کر دیں تو بہتر۔ ورنہ واجب ہے کہ قول پیغمبر کی طرف رجوع کیا جائے۔ جو مبین قرآن و مفسر قرآن و عالم تاویل و تنزیل و تبلیغ قرآن اور خدا کی زبان گویا ہے۔ اور بعد اس کے قول وصی کی طرف۔ اور صحیح تاویل قرآنی وہی ہے۔ جو صحیح قول پیغمبر یا وصی پیغمبر کے مطابق و موافق ہو۔ اپنے دل سے اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے۔ ہزار تاویلیں بنا لینا ممکن ہے۔ مگر اس کو دیانت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے اس کی قرارگاہ جہنم میں ہے) اسلم و محقق اہل اسلام ہے۔ اپنی رائے سے تفسیر کرنا بھی موجب جہنم ہے چہ جائیکہ تاویل ؟

پھر محکم و متشابہ کے سوا قرآن میں عموم و خصوص ہے۔ اطلاق و تقلید ہے۔ ابہام و تبیین ہے۔ اجمال و تفصیل ہے۔ اور نسخ و تنسیخ ہے۔ اور عام کی تخصیص مطلق کی تقلید۔ مبہم کا بیان و تفسیر۔ مجمل کی تفصیل اور ناسخ و منسوخ کی تمیز و تشخیص ضروری و لازمی ہے۔ اور قرآن کی بعض آیات تو بعض دوسری آیات کی تقلید یا تخصیص یا تفصیل کرتی ہیں۔ لیکن ہر ایک تفصیل و تعمیم و تخصیص ظاہری الفاظ قرآن سے معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ کام مبین قرآن اور مبلغ قرآن اور معلم قرآن کا ہے۔ اور اول مبین و مفسر و مبلغ اور معلم قرآن پیغمبر ہے۔ خدا نے اس کو تعلیم دیا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ رحمان نے قرآن پڑھایا۔ اور وہ دوسروں کو تعلیم دیتا ہے۔ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وہ تمہیں کتاب و حکمت پڑھاتا ہے۔ اور بعد پیغمبر وہی اوصیائے پیغمبر معلم و مبلغ و مبین قرآن ہیں۔ جو علم موہبتی لدنی رکھتے ہیں۔ لہذا جو آیات قرآن میں مثلاً مطلق ہیں۔ ان کی تقلید اور جو مبہم ہیں ان کا بیان و تفسیر اور جو مجمل ہیں ان کی تفصیل اگر خود دوسری آیات میں موجود ہو فبہا ورنہ ضروری و لازمی ہے۔ کہ اصلی مبین و مفسر و مبلغ و معلم قرآن کی طرف رجوع کیا جائے۔ ان کے اتباع بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اور جو تفصیل و تفسیر وہ کریں۔ وہ صحیح اور درست ہے۔ تمام تفاصیل و تفاسیر پر احاطہ ہم ناقص العلوم کے لئے محال ہے۔ یہ کتاب ایک کتاب ہے۔ اور اس

میں جملہ علوم ہیں نہایت اختصار واجمال کے ساتھ۔ کیوں کہ بلا معلم اور استاد اس کا علم ہم کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جبکہ معمولی معمولی کتابیں اور معمولی علوم بلا استاد حاصل نہیں ہوتے۔ کتاب پیغمبر پر نازل ہوئی ہے نہ ہم پہ پس وہی اس کا حقیقی علم رکھتا ہے۔ اور ہم سے بیان کرنے اور ہم کو سمجھانے کے لئے اور ہمیں تعلیم دینے اور ہم پر تلاوت کرنے کے واسطے پیغمبر آیا ہے۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ اے پیغمبر ہم نے نہیں نازل کیا ہے تجھ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ تو بیان کر دے ان سے وہ تمام باتیں جن میں یہ اختلاف رکھتے ہیں۔ پس مُنَزَّل علیہ پیغمبر ہے نہ ہم لوگ۔ اور لوگوں سے بیان کرنے والا پیغمبر۔ پس اگر ہم لوگ خود اس کی تمام کلیات و جزئیات و تفصیلات و تاویلات و تفسیرات کو نہ سمجھیں۔ تو کوئی ہرج اور کوئی اعتراض نہیں۔ جبکہ مبین و مفسر ان کے لئے موجود ہے۔ اس کو پہچانیں اور اس سے لیں۔ اگر کتاب تمام تفاصیل حقائق کتاب خود بتلا دیتی اور خود ہی معلم و ہادی ہوتی۔ تو پھر یقیناً پیغمبر کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اور اس لئے پیغمبر مفسر و مبیّن قرآن ہو کر آیا ہے۔ اور ہمیں قرآن اس سے لینے کی ضرورت ہے۔ اور بلا اس کی پیروی کے چارہ نہیں۔ صحیح تفسیر و تاویل وہی ہے۔ جو مبین و مفسر قرآن بتلائے۔ پس یہ ثابت ہو جائے۔ کہ فلاں بات پیغمبر نے بیان فرمائی ہے۔ فلاں آیت کی یہ تفسیر کی ہے۔ فلاں آیت سے یہ استنباط کیا ہے۔ اور ظواہر قرآن کے خلاف بھی نہ ہو۔ تو پھر خواہ اس کی علت سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ اس کو مان لینا ہمارا فرض ہے۔ ہاں سمجھنے کی کوشش کرنا ممنوع نہیں۔ لیکن نافہمی سے انکار کر دینا بے دینی ہے۔ اور مطابقت حدیث و آیت کے یہی معنی ہیں۔ کہ ظواہر آیات مخالف و مناقض احادیث نہ ہوں۔ ورنہ مطابقت بلفظہٖ محال ہے۔ فافہم ؀

(۳) احادیث بھی مثل آیات قرآن محکم۔ متشابہ۔ عام۔ خاص۔ مطلق۔ مقید۔ مبہم۔ مبیّن۔ مجمل۔ مفصل اور ناسخ و منسوخ ہیں۔ کیونکہ رسول اور اوصیاء رسول مامور ہوتے ہیں۔ کہ ہر ایک شخص سے اس کے علم و فضل و عقل و فہم اور نیز موقع و مقام کے مطابق و موافق عمل کریں۔ کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم پس جس طرح آیات میں متشابہ کی تاویل۔ عام کی تخصیص مطلق کی تقلید۔ مبہم کی تبیین و تفسیر۔ مجمل کی تفصیل اور ناسخ و منسوخ کی تفتیش و تشخیص کے لئے مبین و مفسر قرآن رسول خدا اور اوصیاء رسول کے اقوال اور دوسری آیات مفسرہ و منفصلہ کے جمع کرنے اور ان میں تطابق و توافق کرنے اور ان کی اصل مراد و مفاہیم و مصادیق معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی بعد صحت و قطعیت حدیث عمومات کی تخصیص اطلاقات کی تقلید اور متشابہات کی تاویل صحیح معلوم کرنا اور ناسخ و منسوخ کو پہچاننا ضروری ہے۔ تاکہ ان کے اصل مفہوم و معنی معلوم ہوں۔ اسی واسطے جمع بین الاحادیث ایک اہم مرحلہ ہے۔ اور اس لئے حدیث کے محض الفاظ ظاہریہ پر دار و مدار نہیں ہو سکتا۔ ان میں بھی تدبر و تفکر و تعقل ضروری ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ خواہ مخواہ اپنا دلی مدعا اور اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے حدیث کی تاویل کر لی جائے۔ بلکہ جو حال آیات کا ہے۔ وہ ہی احادیث کا۔ فافہم ؀

(۴) یہ امر اہلِ اسلام میں متفق علیہ ہے۔ کہ اسلام میں جھوٹی حدیثیں بہت بنائی گئی ہیں۔ اور آنحضرتؐ پر افترا کیا گیا ہے۔ بلکہ آنحضرتؐ کے زمانے ہی میں جھوٹی حدیثیں بننے لگ گئی تھیں۔ اور آپ نے مجمع عام میں بر سرِ منبر فرمایا۔ "اَیُّهَا النَّاسُ کَثُرَتْ عَلَیَّ الْکَذَّابُوْنَ اَلَا وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" لوگو! آگاہ رہو۔ کہ مجھ پر جھوٹ بولنے والے اور افترا کرنے والے بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ پس آگاہ رہو کہ مجھ پر عمداً جھوٹ بولے گا۔ اس کی جگہ جہنم میں ہوگی۔ اسی وقت سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور منافقین لباس اسلام میں تخریب اسلام کے لئے جھوٹے اقوال پیغمبر کی طرف منسوب کرکے مشہور کرتے تھے۔ مگر ان کے مسلمان صورت ہونے اور بظاہر بڑے متدین و متشرع و متقی نظر آنے کی وجہ سے بعض سیدھے سادے مسلمان مان لیتے اور ان سے احادیث یاد کر لیتے تھے۔ اور اس ناواقفیت کی وجہ سے ان کی تکذیب نہ کر سکتے تھے۔ اگر وہ جانتے۔ کہ یہ لوگ جھوٹے اور در اصل دشمن اسلام ہیں۔ کبھی ان سے قبول نہ کرتے پھر بنی امیہ کے زمانے میں فضائل بنی امیہ بیان کرنے اور اہل بیتؑ کا نام مٹانے کی غرض سے جس قدر احادیث وضع کی گئیں۔ وہ ان پر مزید ہیں۔ اور اسی وجہ سے اہل اسلام میں احادیث مجعولہ و موضوعہ کا وجود متفق علیہ ہے۔ اور اسی واسطے صحیح و غیر صحیح اور موضوع و غیر موضوع کے پہچاننے کے لئے اصول مقرر کئے گئے ہیں۔ رواۃ و رجال کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں جھوٹی حدیثوں کا یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ محمد ابن اسمٰعیل بخاری فرماتے ہیں۔ کہ میں نے چھ لاکھ حدیثیں دیکھیں۔ جن میں سے یہ چھ ہزار انتخاب کی ہیں۔ جو صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ یعنی باقی پانچ لاکھ چورانوے ہزار ان کے نزدیک یقینی اور قطعی طور پر باطل اور موضوع و مجعول ثابت ہوئیں۔ اور جو صحیح ثابت ہوئی ہیں یا مانی گئی ہیں۔ وہ بھی اصول علم حدیث اور درایت کی رو سے نہیں۔ بلکہ اپنے علم و فہم و قیاس کی رُو سے استخارہ دیکھ دیکھ کر انتخاب کی ہیں۔ اور کتاب میں لکھی ہیں۔ اور اس لئے اب بھی یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ جو احادیث ان کتب میں درج کی گئی ہیں۔ وہ یقینی طور پر صحیح ہیں۔ اور ان میں غلطی کا احتمال نہیں ہے۔ ابھی ایسی احادیث موجود ہیں۔ جن کو علماء محققین فریقین صحیح تسلیم نہیں کر سکتے جیسا کہ مثلاً صحیح بخاری ہی میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ "مجھ پر یونس بن متیٰ کو فضیلت و ترجیح نہ دو۔" حالانکہ خدا اپنے پیغمبر کو قرآن میں صاف حکم دیتا ہے۔ "فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ" اے پیغمبرؐ ایسا صبر کرو۔ جیسا کہ بڑے بڑے انبیاء اولو العزم نے کیا ہے۔ اور مثل صاحب حوت (یونسؑ) نہ ہو۔ حضرت یونسؑ انبیاء اولو العزم میں بھی داخل نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ جناب ختم المرسلینؐ سے افضل ہو جائیں مسلمۂ اہل اسلام ہے۔ کہ آنحضرتؐ جملہ انبیاء سابقین سے افضل ہیں۔ اور کلام حمید مجید کی بہت سی آیات دال ہیں۔ بلکہ تمام انبیاء سابقین حضرتؐ کی امت میں داخل ہیں۔ اسی طرح خدا کا جہنم میں اپنی ٹانگ ڈالنا اور جہنم کا پُر ہو جانا وغیرہ وغیرہ اسی صحیح میں مذکور ہیں۔ جن کو علماء محققین اسلام تسلیم نہیں کرتے۔ اس واسطے یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اب ان میں تدبر و تفکر، تامل و تعقل۔ جرح و قدح تجریح و تعدیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس لئے دیانت اسلام مقتضائے عقل اور ہمارے مذہب کا یہ مقتضا ہرگز

نہیں ہو سکتا۔ کہ ہم کہیں کہ فلاں کتاب حدیث بالکل صحیح ہے۔ اور کلام خدا سے دوسرے درجے پر ہے۔ اور جس طرح کلام الٰہی میں شک و شبہ کرنا موجب کفر ہے۔ اس طرح کتاب کی احادیث میں شک و شبہ اور جرح و قدح موجب کفر و خروج از اسلام ہے۔ نہیں بلکہ جس طرح اب سے پہلے احادیث کی تنقید و تنقیح و تجریح و تبدیل کی ضرورت تھی اب بھی ہے۔ خصوصاً جبکہ اخذ و انتخاب و نقل احادیث میں یہ بھی خیال رکھا گیا ہو۔ مسلم بن الحجاج فرماتے ہیں۔ کہ جابر بن یزید جعفیؒ کو ستر ہزار (یا پچاس ہزار) حدیثیں یاد تھیں۔ جو سب کی سب بسلسلہ ذہبیہ و نسبت مقدسہ آنحضرتؐ سے منقول تھیں۔ لیکن رواۃ نے اس سے اس لئے ان احادیث کو نہ لیا۔ کہ وہ رجعت کا قائل ہو گیا تھا جو معتقدات شیعہ سے ہے۔ (پچاس ہزار احادیث رسولِ خدا اس لئے ترک کر دی گئیں۔ کہ راوی شیعہ تھا۔ اور محدث اور جامع احادیث سُنی المذہب۔ یہی طریقہ محدثین نے دوسرے رواۃ کے ساتھ بھی برتا ہو گا۔ اور وہی حدیث لی ہو گی جو اپنے خیال کے مطابق ہو گی اور مدادی اپنا ہم مشرب۔ بنا بریں احادیث کی تنقید و تنقیح کی اشد ضرورت ہے۔ نفس قول عالم یا کتاب در اصل حجت شرعی اور مدرک احکام دینی نہیں ہے۔ بلکہ علماء و محدثین رواۃ احادیث اور اپنی سمجھ اور عقیدے کے موافق ان کے سمجھانے اور پہنچانے والے ہیں۔ اور اس لئے جو کچھ انہوں نے مناسب سمجھا لکھ گئے۔ اور جو کچھ انہیں اچھا لگا یا ثابت ہوا۔ جمع کر گئے۔ ان کے حرف حرف کو وحی الٰہی سمجھنا تعلیم اسلامی نہیں ہے۔ پھر کیسا ہی عالم جید کیوں نہ ہو۔ غلطی و خطا و سہو و نسیان اس سے ممکن ہے۔ کیونکہ معصوم نہیں ہے۔ "وَكَمْ تَرَكَ الْأَوَّلُونَ لِلْآخِرِينَ" پہلے پچھلوں کی تحقیق کرنے کے لئے بہت کچھ باقی اور نامعلوم چھوڑ گئے ہیں۔ اگر من حیث المجموع تمام علماء فرق اسلامیہ جو تہتر نہیں۔ بلکہ اب تہتر ہزار ہیں۔ باستثناء بعض جمع کیا جائے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ رطب و یابس سب کچھ لکھ گئے ہیں۔ اور جہاں انہوں نے کچھ تعلیم نبوی کو ظاہر کیا ہے۔ وہاں انہوں نے دنیا میں کوئی عقیدۂ باطلہ ایسا نہیں چھوڑا ہے۔ جس کو اپنی کتب میں درج نہ کر لیا ہو۔ اور دیانتِ اسلامی میں نہ گھسا دیا ہو۔ اور سب کو بحیثیتِ مجموعی آگے رکھ کر دیکھنے سے اسلام بالکل ایک مسخ شدہ صورت میں نظر آتا ہے۔ اور کفر و اسلام میں کوئی فرق و حد فاصل نہیں پائی جاتی۔ آلا وہ لوگ جو ابواب علوم نبویہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور صرف انہی کے اقوال پر دار و مدار رکھتے ہیں۔ مگر ان اقوال متضادہ و متباینہ علماء اسلام سے اصل دیانت اسلامیہ معاذ اللہ جھوٹی و باطل ثابت نہیں ہو سکتی۔ دیانتِ اسلامیہ کا دار و مدار ان کے اقوال پر نہیں ہے۔ بلکہ اصول فطریہ و مستقلات عقلیہ و اصل کتاب اللہ اور اصل قول پیغمبرؐ پر ہے۔ اور براہین و دلائل قطعیہ اسلام اپنے مقام پر محقق و مسلم ہیں۔ پس جب احادیث و اقوال علماء کا یہ حال ہے۔ تو اقوال علماء سے گزر کر احادیث سے جانچنے اور پرکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور جب تک اصول فطرت۔ آیات صحیفۂ قدرت۔ مستقلات عقلیہ اور کتاب و سنت مساوی و موافق و مطابق نہ ہوں یقین قطعی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جب کوئی امر دیانت اسلام میں اصول فطریہ و مستقلات عقلیہ و آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے مطابق و موافق ثابت ہو جائے۔ تو پھر وہ ہرگز قابل انکار نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ عام

عقول اس کا ادراک نہ کر سکتی ہوں۔ یا عوام اس پر اطلاع نہ رکھتے ہوں۔ اور اس کی جزئیات و خصوصیات و کیفیات پر احاطہ نہ رکھتے ہوں۔ چہ جائیکہ منافقین و خوارجین و مرتدین و منکرین نبی و نزول نبی و مکذبین آیات صحیفۂ خدائی کے تخیلات و توہمات و قیاسات فاسدہ رکیکہ و واہیہ اس کو باطل کر سکیں۔

لیکن تطابق کا مسئلہ بھی نہایت ہی اہم اور مشکل ہے۔ اور یہ عام لوگوں کا کام نہیں ہے۔ جب تک کہ کوئی شخص تمام اصول فطرت عالم و قانون قدرت پر احاطہ نہ رکھتا ہو۔ وہ کس طرح ان سے احادیث یا آیات کو مطابق کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح جو تمام آیات اور ان کے اصلی مفاہیم و مصادیق پر حاوی نہ ہو۔ وہ کیوں کر احادیث کو ان سے مطابق کر سکتا ہے۔ اور احادیث کے آیات قرآنی سے مطابق کرنے یا نہ کرنے میں بعض حضرات کو سخت غلط فہمی واقع ہوئی ہے۔ اور وہ دراصل اس کا مطلب ہی نہیں سمجھے۔ کہ جو حدیث کتاب اللہ کے مطابق ہو۔ اس کو لو۔ اور جو اس کے مطابق نہ ہو۔ اس کو طرح کر دو۔ وہ اس سے یہ سمجھے ہیں۔ کہ جس حدیث کے الفاظ ظاہریہ الفاظ قرآنی یا ان کے ظاہری مفہوم سے بالکلیہ مطابق ہوں۔ اس کو لو۔ حالانکہ ایسا ہونا محال ہے۔ کیونکہ ثابت اور مسلم ہے۔ کہ پیغمبر مفسر و مبیّن قرآن ہے۔ اور احادیث نبوی یا متشابہات کی تاویل ہیں۔ یا اجمالات کی تفصیل ہیں یا ابہامات کے مفاہیم کی تفسیر۔ پس اگر تاویلات آیات متشابہات قرآن میں اسی تفصیل سے بجنسہ موجود ہوتیں۔ جس طرح کہ پیغمبرؐ نے احادیث میں بیان فرمائی ہیں۔ تو پھر پیغمبرؐ کے بیان کرنے اور احادیث کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اور اسی طرح اگر آیات مجملہ کی جملہ تفاصیل آیات ہی میں مذکور ہوتیں۔ اور مبہمات کی تفاسیر مندرج ہوتیں۔ تو کسی حدیث کی ضرورت ہی نہ تھی۔ قرآن میں آیات متشابہات ہیں۔ ان کی تاویلات عالم تاویل خدا کی زبان اور اس کے مبلغ و رسولؐ نے بیان فرمائی ہیں۔ قرآن میں اجمالات ہیں۔ ان کی تفصیل پیغمبرؐ نے کی ہے۔ قرآن میں عمومات ہیں۔ ان کی تخصیص مبیّن قرآن نے فرمائی ہے۔ اور ان کے موارد بتلائے ہیں۔ قرآن میں اطلاقات ہیں۔ اور جو احکام مطلق ہیں۔ ان کی تقییدات پیغمبرؐ نے بیان کی ہیں۔ یہ سب باتیں با تفصیل کہ جن کو بہر صحیح سمجھ سکے قرآن میں اس طرح مذکور نہیں ہیں۔ اس لئے مطابقت و موافقت قرآن و حدیث کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ بلا حدیث لفظ بلفظ قرآن سے مطابق ہوں۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے۔ کہ ظہر کی نماز چار رکعت پڑھو۔ اور اس طرح عصر اور عشاء کی اور مغرب کی تین رکعت پڑھو۔ اور صبح کی دو رکعت پڑھو۔ اس تفصیل سے قرآن میں یہ الفاظ نہیں مل سکتے۔ وہاں بتایا نہ دو رکعت کا ذکر ہے۔ اور نہ تین کا اور نہ چار کا۔ یا یوں رکوع کرو۔ یوں سجود کرو۔ سجدے میں یہ پڑھو۔ رکوع میں یہ پڑھو تشہد اس طرح ادا کرو۔ سلام اس طرح پھیرو۔ بلکہ ظاہر الفاظ میں ان احکام کا ذکر ہی نہیں ہے۔ نہ تکبیرۃ الاحرام کا ذکر ہے۔ نہ نیت کا۔ نہ قرأت خاص کا نہ ذکر رکوع و سجود کا۔ نہ بطریق مرسوم قیام و قعود کا۔ نہ تشہد و سلام کا۔ پس اگر مطابقت کے یہ معنی لئے جائیں۔ تو نماز بھی سرے سے اٹھ جاتی ہے۔ کیونکہ نماز انہی افعال و اعمال کی صورت مجموعی کا نام ہے۔ پھر ان احادیث میں سے ایک کی بھی کسی آیت سے ظاہر مطابقت نہیں ہوتی۔ بلکہ دراصل اس صورت کذائی نماز کا بھی قرآن میں مذکور

نہیں ہے۔ صرف لفظ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ آیا ہے۔ کہ صلوٰۃ کو قائم کرو۔ حالانکہ لغت عرب میں صلوٰۃ کے لغوی معنی صرف اس عبادت مخصوصہ کی ہیئت کذائی نہیں ہے۔ لہٰذا بنا بریں قرآن سے ان احادیث میں سے کوئی بھی مطابق نہیں۔ پس نماز ہی کو خیر باد کہہ دینا چاہیے۔ اور اسی طرح زکوٰۃ کا کوئی تعین قرآن میں نہیں ہے۔ اور نہ لفظ زکوٰۃ کے لغوی معنی بطریق شرعی و معروف ہے۔ اور اس صورت سے سوائے چند حدیثوں کے کل کی کل غیر مطابق کتاب اللہ ثابت ہوتی ہیں۔ اور دین برائے نام ہی رہ جاتا ہے۔ اور احکام کی صورت محض مجمل و مبہم باقی رہ جاتی ہے۔ تطابق کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ یہ ممکن ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ میں ابہام ہے۔ پیغمبرؐ نے اس کو بیان کر دیا اور تبلا دیا۔ صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ "نماز پڑھو جس طرح مجھ کو پڑھتے دیکھتے ہو" اس میں اجمال ہے۔ اس کی تفصیل کر دی۔ کہ اتنی رکعتیں ان ان اوقات میں پڑھا کرو۔ اور اسی طرح زکوٰۃ۔ خدا نے حکم دیا۔ کہ مال کو پاک کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ پیغمبرؐ نے اس کی تفسیر کر دی۔ کہ اس طرح سے دیا کرو۔

بیشک قرآن میں سب کچھ ہے اور ہر چیز کا بیان ہے۔ لیکن نہ ہر شخص کے لئے بلکہ اس کے لئے جس پر نازل ہوا ہے۔ جس کو خدا نے تعلیم دیا ہے اور جس کو اس کا معلم بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس واسطے دراصل مدرک و منشاء اسلام و احکام پیغمبرؐ ہی ہے۔ اور اسی واسطے خدا نے حکم دے دیا ہے۔ کہ اس کا کلام خدا کا کلام ہے۔ اور اس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا "جو کچھ بھی پیغمبرؐ فرمائے اور حکم دے اس کو لے لو اور عمل کرو۔ اور جس چیز سے بھی منع کرے۔ اس سے باز رہو"۔ پس اصل بیانات فرائض و تعلیم پیغمبرؐ ہی ہے۔ اور بغیر اتباع پیغمبرؐ مسلمان کو چارہ کار نہیں۔

مطابقت حدیث و قرآن کے یہ معنی ہیں۔ کہ نص آیت قرآن خلاف حدیث نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی حدیث میں یہ ہو۔ کہ ہر ایک کام میں دوسرے بھائیوں کی مدد کرو۔ خواہ وہ ظلم ہو یا گناہ۔ تو آیۂ مبارکہ "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" اس کے مخالف ہے۔ کہ ظلم و گناہ کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ مثلاً حدیث میں یہ ہو۔ کہ اختلاف ڈلوانا بہتر اور خدا کی رحمت ہے۔ تو خلاف نص آیت قرآنی ہے۔ "مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ" ہم نے نہیں نازل کیا تجھ پر قرآن مگر اس لئے کہ تو بیان کر دے ان سے وہ باتیں جن میں وہ اختلاف رکھتے اور جھگڑے کرتے ہیں۔ اور اس اختلاف کو اٹھا دے۔ اور یہ رفع اختلاف اور وجود اتفاق اہل ایمان کے لئے رحمت و ہدایت ہے۔ پس قرآن رفع اختلاف کو رحمت کہتا ہے۔ اس لئے حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" میری امت کا اختلاف رحمت ہے مخالف قرآن ہے۔ مگر یہ کہ تاویل کی جائے اور اختلاف کے معنی آمد و رفت وغیرہ لئے جائیں۔ یا یہ کہ مثلاً اگر حدیث میں ہو۔ کہ خدا لڑکے کی صورت ہے۔ اور اس کے پاؤں نیلم کے ہیں۔ اور پنڈلی بلور کی سی۔ تو یہ حدیث صاف و صریح آیت قرآن "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" وغیرہا کے خلاف ہے۔ اور اس لئے یہ قابل تسلیم نہیں ہیں۔ لیکن

یہ کہ ظہر کی نماز چار پڑھا کرو۔ اور مغرب کی تین پڑھا کرو۔ اس کے خلاف کوئی آیت قرآن میں موجود نہیں ہے۔ کہ جس میں خدا فرماتا ہو۔ کہ ظہر و عصر کی چار نہ پڑھا کرو۔ اور مغرب کی تین پڑھنا حرام ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو یہ احادیث خلاف قرآن ہیں۔ اور جب ایسا نہیں ہے۔ تو ان احادیث کو خلافِ قرآن نہیں کہہ سکتے۔ قرآن میں اجمالی حکم ہے۔ پیغمبر نے اس کی تعیین کر دی۔ اور اس کو بیان فرمایا۔ اور وجود پیغمبر قرآن ناطق ہے۔ علم عالم کے پاس ہوتا ہے نہ کتابوں میں۔ خذوا العلم من افواہ العلماء۔ فتدبر فیہ ایسی صورت میں تمام احکام کے قرآن سے نکالنے اور سمجھ لینے یا ہر امر کو قرآن سے مطابق کر لینے کا دعوے کرنا اول انکار نبوت ہے۔ جس تواتر سے ہم کو قرآن پہنچا ہے۔ اسی تواتر سے احادیث پہنچی ہیں۔ پس اگر کوئی حدیث از روئے علم حدیث بلحاظ صحت و وثوق روات و رجال و اسناد صحیح ثابت ہو جائے۔ تو وہ محض اس وجہ سے رد نہیں کی جا سکتی۔ کہ اس کا مدرک ہمیں قرآن میں نہیں ملتا۔ یا ہم اس کو مطابق نہیں کر سکتے۔ جبکہ مسلم ہے۔ کہ قرآن ہم پر نازل نہیں ہوا ہے۔ اور ہم اس کے تمام حقائق و بواطن پر احاطہ نہیں رکھتے ہیں۔ اور وہ نہایت ہی مختصر کتاب ہے۔ جس میں تمام عوالم کے علوم مندرج ہیں۔ اور بصورتِ اعجاز نازل ہوئی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ احادیث صحیحہ نبویہ و فرمائشات اوصیاء رسولؐ کا مدرک قرآن میں نہیں ہے۔ ضرور ہے۔ مگر قرآن پر احاطہ تامہ رکھنے والوں کے لئے۔ نہ ہر کس و ناکس کے لئے رسولؐ و اوصیاء رسولؐ ہر ایک امر کو قرآن سے معلوم کر سکتے ہیں اور نکال سکتے ہیں۔ نہیں بلکہ قرآن ان کا باطن ہے اور وہ قرآن ناطق۔ اسی واسطے علماء محققین نے یہ فرمایا ہے۔ کہ جو حدیث ایسی ہو۔ کہ صحیح ہو۔ اور اصول حدیث سے معلوم ہو جائے۔ کہ پیغمبر یا امامؑ نے ضرور ایسا فرمایا ہے۔ مگر تمہاری سمجھ میں اس کا مطلب نہیں آتا۔ یا اس کا مدرک تمہیں قرآن میں نہیں ملتا اور تم مطابق نہیں کر سکتے۔ تو اس کا علم انہی کی طرف رد کر دو۔ مگر اس حدیث کا زبانی انکار کر دو۔ یا اس کی تکذیب کرو یہ شان دیانت و ایمان نہیں ہے۔ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ بلکہ فرمائشات نبویؐ پر ایمان لانا ضروریات دین سے ہے۔ بلکہ خود انہی حضرات نے فرمایا ہے۔ کہ حدیث آلِ محمدؐ صعب مستصعب ہیں۔ نہیں ایمان لاتے اس پر مگر ملک مقرب یا نبی مرسل یا وہ مومن جس کے دل کا خدا نے ایمان سے امتحان کر لیا ہے۔ پس جب کوئی حدیث آلِ محمدؐ تم پر وارد ہو۔ اور تمہارے دل اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور اُسے پہچان لو۔ تو اس کو قبول کر لو۔ اور جس سے تمہارے دل کراہیت کریں۔ اور اس کو نہ پہچانو۔ اس کو خدا۔ رسولؐ اور عالم آلِ محمدؐ کی طرف رد کر دو۔ اور سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ ہلاک ہونے والا وہ ہے کہ جب کوئی شخص حدیث بیان کرے کہ جس کو یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ تو کہے خدا کی قسم یوں نہیں ہے اور یوں نہیں ہو سکتا۔ اور انکار کر دے۔ اور انکار کرنا ہی کفر ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ جب کوئی حدیث بطرق صحیحہ مروی ہو۔ اور اس کا مطلب ہماری سمجھ میں نہ آئے۔ تو اس کا علم صاحب حدیث پر چھوڑ دیں۔ مگر انکار نہ کریں۔ انکار کرنا کفر ہے۔

(۵) خروج مہدی آخر الزمانؑ تمام اہلِ اسلام میں متفق علیہ ہے۔ اور اس باب میں ہزاروں کی تعداد میں احادیث و روایات اور نیز آیات قرآن اور اقوال علماء و فقہاء و متکلمین کتب اسلامیہ میں مندرج ہیں۔ اور اہلِ اسلام میں حضرت مہدیؑ کے

متعلق اختلاف صرف بعض جزئیات میں ہے۔ اور جملہ میرانیین اور فلسفین و متکلمین کے نزدیک یہ مسئلہ طے شدہ ہے۔ کہ کسی امر اور کسی واقعہ کی بعض جزئیات اور خصوصیات میں اختلاف اس کی نفی یا عدم کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اصل مدلل و مبرہن بدلائل و براہین ہو۔ جیسا کہ مثلاً نبوت خاتم النبیینؐ و حقیقت و صداقتِ اسلام و کتاب اسلام مبرہن مدلل اور ثابت و محقق ہے۔ اور دین اسلام برحق۔ اس لئے اہل اسلام اور فرق اسلامیہ کا اختلاف خصوصیات جزئیات میں اختلاف بطلان اسلام یا عدم اسلام کی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے تمام اہل اسلام باستثناء معدودے چند "الشاذ کالمعدوم" کا حکم رکھتے ہیں۔ خواہ علماء ہوں یا فقہاء۔ فلسفین ہوں یا متکلمین عباد ہوں یا زہاد۔ شیوخ ہوں یا صوفیاء کرام وغیرہم سب کے سب امام آخر الزمانؑ و مہدیٔ امت کے خروج کے منتظر ہیں۔ اور چونکہ خصائص و علائم امام آخر الزمانؑ معین و مقرر و معلوم ہیں۔ اس لئے وہ کبھی کسی جھوٹے مدعی مہدویت کے قائل نہیں ہوئے اور نہ اب ہیں۔ اسلام کے دو بڑے فرقوں میں بڑا اختلاف اس بات میں ہے۔ کہ شیعہ مہدی آخر الزمانؑ کے وجود کے قائل ہیں اور غائب جانتے ہیں۔ اور بعض سنی حضرات قائل ہیں کہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ پیدا ہوں گے اور ظہور فرمائیں گے۔ لیکن علماء محققین اہل السنت والجماعت جن کے اقوال و تحریرات و کتب عام طور پر معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ اور وہ جامع یا راوی احادیث نبویہ ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر جمیع جزئیات و خصوصیات میں شیعوں سے اتفاق رکھتے ہیں۔ اور قائل ہیں کہ امامؑ موجود و غائب ہیں لہٰذا اس لئے غیبتِ امام اور وجود دونوں ہی فرقوں میں مانا جاتا ہے۔ محض شیعوں سے مخصوص نہیں ہے۔ اور اب تو بحمد اللہ علماء و خصوصاً صلحاء و عباد و زہاد و شیوخ میں سے رہا سہا اختلاف بھی تقریباً مفقود و معدوم ہوتا جاتا ہے۔ اور سب ظہور کے منتظر اور گھڑیاں گن رہے ہیں۔ اور زمانۂ ظہور کو قریب ثابت کر رہے اور لکھ رہے ہیں۔ اور اس واسطے معترضین۔ مخالفین اور منکرین نبوت خاتم النبیینؐ کے شبہات و توہمات کا جواب جملہ اہل اسلام پر فرض و لازم ہے بحیثیت مسلمان ہونے کے جس طرح اہل تشیع جواب کے ذمہ دار ہیں۔ اسی طرح اہل سنت بھی۔ اور مبصرین ایسا ہی کرتے ہیں اور من حیث المجموع دیانت اسلامیہ انہی میں دائر و سائر ہے ؎

بنا بریں تمام اہل اسلام و کتب علماء اسلام و کتاب اللہ و سنت رسولؐ اور دلائل عقلیہ و براہین قطعیہ نظریہ کے مقابلہ میں عقلاء کے نزدیک چند خود غرض اشخاص اور چند جہال کے تخیلات و اختراعات و افتراءات اس اسلامی مسلّمہ مسئلہ کو باطل نہیں کر سکتے۔ اور ان کی ایسی کوشش خیال محال ہے " اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی " ایسی فتنہ پردازیوں بلند پروازیوں اور دین فروشوں کے گرد و غبار سے مطلع آفتاب امامت اہل بصیرت کی نظروں میں کبھی گرد آلود نہیں ہو سکتا۔ " فَاِنَّ الشَّمْسَ لَا تَتَغَطّٰی۔ آفتاب پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ ایسا کرنے والے اور نور امامت و نبوت کو پھونکیں مار مار کر بجھانے کی کوشش کرنے والے خدا اور رسولؐ سے مقابلہ کرنے اور لڑنے والے ہیں۔ اور عنقریب اس کا خمیازہ اٹھائیں گے۔ چونکہ یہ مسئلہ تمام اہل اسلام سے متعلق ہے۔ اور منکر امام مہدیؑ اور مدعی مہدویت و عیسویت وہی دراصل منکرین نبوت خاتم النبیینؐ ہیں۔

نہ اہل اسلام۔ لہٰذا جو کچھ اس کتاب میں لکھا جائے گا۔ وہ انشاء اللہ نفس دیانت اسلامیہ کے مطابق اور اس کی حمایت میں ہوگا۔ اور اس لئے نقل اقوال و جمع احادیث میں دونوں اسلامی فرقوں کی کتابوں کو مساوی درجے میں رکھا جائے گا۔ اور اس طرح سے سوائے منکرین اسلام بلکہ منکرین خدا اور کسی کو انکار کا موقع نہ رہے گا۔ اور جمیع فرق اسلامی اس سے مستفید ہوں گے اوصاف۔ خصائص اور علائم امام قرآن۔ حدیث اور روایات و اقوال علماء میں اس وضاحت سے مذکور ہیں۔ کہ اگر انسان کچھ بھی دین کا خیال رکھتا ہو۔ اور خدا سے ڈرتا ہو۔ اور نور ایمان دل میں رکھتا ہو۔ یا کم سے کم انصاف پسند دل پہلو میں رکھتا ہو۔ وہ یقین کر سکتا ہے اور جان سکتا ہے۔ کہ وہ امام کون ہے۔ اور اس مہدی آخر الزمانؑ سے مراد کونسا شخص ہو سکتا ہے۔ اور وہ اوصاف کس پر صادق آتے ہیں۔ وہ خصائص کن میں پائی جاتی ہیں۔ مگر عوام میں بہت زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے۔ جو خصائص و اوصاف و علائم امام آخر الزمانؑ پر احاطہ و اطلاع تو کیا نفس دیانت اسلام اور معرفت نبی و امام سے بھی بالکل بے بہرہ ہیں۔ وہ جانتے ہی نہیں۔ انہوں نے سنا ہی نہیں اور پڑھا ہی نہیں۔ کہ نبی فی الحقیقت کہتے کس کو ہیں۔ اس میں کیا صفت ہوتی ہے۔ اس میں اور عام انسانوں میں کیا فرق ہوتا ہے۔ وہ کیوں کر نبی ہوتا ہے۔ اور امامت کیا شے ہے۔ امام کن اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ دراصل دیانت اسلامیہ ہے کیا۔ اور بنائے اسلام کیا چیز ہے۔ ہمیں مسلمان کہلانے کے لئے کم سے کم کن باتوں کی ضرورت ہے۔ اور ان کی مثال بالکل ایسی ہے۔ جس طرح راستے سے بالکل نابلد انسان اور کسی شہر یا منزل مقصود سے بالکل ناآشنا مسافر جو اپنے ہمراہ کوئی واقف کار رہبر نہ وہاں برادر رہادی نہیں رکھتا۔ اور جنگل میں ادھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے۔ جدھر سے کوئی آواز سنتا ہے اُدھر چل دیتا ہے۔ جہاں کہیں آگ سلگتی دیکھی اور روشنی کی چمک دکھلائی دی۔ اسی سمت ہو لیا کبھی گاؤں کے کتوں کی آواز کے پیچھے ہو لیا اور کبھی گدھوں کی۔ اور راستے میں جس نے جدھر کو بہکا دیا۔ اُدھر ہی کو منہ اٹھا کے چل دیا۔ اور جس نے راہ نما اور راہبر ہونے کا اظہار کیا۔ خواہ وہ قطاع الطریق ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے پیچھے لگ لیا۔ اور وہ نہیں جانتا۔ کہ یہ کہاں لئے جا رہا ہے۔ اور اب مجھے کہاں جا ڈالے گا۔ اور کس چاہ ہلاکت و ضلالت میں جا دھکیلے گا۔ خطۂ پنجاب باستثناء مخصوصین ماشاء اللہ اس باب میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ زمین زرخیز ہونے کے ساتھ مذہب خیز بھی ہے۔ اور یہ سیدھے سادے دین اور حدود دینیہ سے بے خبر غریب ہر ایک پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اور ذرا تامل نہیں کرتے۔ نہ یہ دیکھتے ہیں کہ مدعی کون ہے۔ اور نہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ ہمیں کہاں کو بلا رہا ہے۔ اور کہاں لئے جا رہا ہے۔ اگر یہ ایسے سیدھے نہ ہوتے اور دماغ سے کام لیتے۔ اور دین سے واقف ہوتے اور جانتے۔ کہ ہادی دین نبی یا امام کیسا اور کون ہوتا ہے۔ تو ممکن نہ تھا کہ ہر روز نئے مذہب ایجاد ہوتے اور معمولی لوگ نبوت و امامت۔ مہدویت و عیسویت کا دعویٰ کرتے۔ اور ایک طوفان بے تمیزی اٹھاتے۔ نبوت کا انکار ہے۔ ختم نبوت کی تکذیب

ہے۔ قرآن کی تحریف بلکہ تنسیخ ہو رہی ہیں۔ احادیث نبویہ کو ترک نہیں پامال کیا جا رہا ہے۔ اور پھر ایسا کرنے والے مسلمان کہلاتے اور مسلمانوں میں شامل نظر آ رہے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان غافلوں کو بیدار کرنا بھی چاہتا ہے۔ تو بھی نہیں اُٹھتے۔ گویا اہل اسلام سے حمیت۔ غیرت اور احساس دینی بلکہ شرم و حیا بھی جاتی رہی ہے۔ اس طوفان بے تمیزی کے مقابلہ میں "البرھان" نے معارف نبوت و امامت و اوصاف و خصائص نبی و امام بیان کر کے جو اسلامی خدمت کی ہے۔ اس کو اہل درد اور بابصیرت لوگ ہی محسوس کرتے ہیں۔ اور وہی اس کی قدر کرتے ہیں۔ ورنہ اگر عام مومنین اس کی کماحقہ دستگیری و امداد کرتے۔ تو آج تک بہت کچھ کر چکا ہوتا۔ مگر اہل اسلام ہیں کہ اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ مگر باوجود اس کس مپرسی کی حالت کے چند مفید و نادر کتابیں بھی اسی مقصد اشاعت معارف اسلام وہادیان دین میں شائع کر چکا ہے۔ اور اب یہ خاص ناچیز تحریر جناب مہدی آخر الزماں حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہٗ کے باب میں "الصراط السوی فی احوال المھدیؑ" کی صورت میں ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ انشاء اللہ یہ کتاب معارف دینیہ میں صراط مستقیم کا کام دے گی۔ اور معرفت امامت و امام علیہ السلام میں ہادی برحق ثابت ہوگی۔ اس کو اول سے آخر تک پڑھنے اور سمجھنے کے بعد کوئی مسلمان کسی جھوٹے مدعی نبوت و امامت کے دام تزویر میں نہ آ سکے گا۔ اور اچھی طرح جان جائے گا۔ کہ امام مہدیؑ جس کے ظہور کے اہل اسلام منتظر ہیں۔ کون ہے۔ اور ان کے سوا کبھی کسی دوسرے کی طرف رُخ نہ کرے گا۔ بشرطیکہ دین کو ایک ضروری چیز سمجھے۔ اور اس کا احساس رکھتا ہو۔ خداوند عالم اہل اسلام کو اس کے پڑھنے اور عمل کرنے اور مجھ کو اس کی تکمیل و تتمیم کی توفیق عنایت فرمائے۔ اور یہ ادنٰے خدمت دین خلعت قبولیت امام عالی مقام علیہ السلام سے سرفراز ہو۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل

بابِ اوّل

(ذکرِ ضرورتِ امام و وجودِ امام علیہ السّلام)

فصل

(دلائلِ عقلیہ و فطریہ)

یہ بات مانی ہوئی بلکہ بدیہی و ضروری ہے۔ کہ کسی امر کی تحقیق و تصدیق کے لئے سب سے افضل اور سب سے اوثق دلیل دلیلِ فطری ہے۔ یعنی جو امر مطابق فطرتِ عالم ہو۔ اس کے حق ہونے میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر ملحد اور دہریئے بھی اس کی صداقت و حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔ اور جب فطرتِ عالم اور صحیفۂ قدرت جو فعلِ خدا ہے اور صحیفۂ قولی اور کلام اللہ دونو مطابق و موافق ہوں۔ تو پھر ایسے امر کی صداقت میں شک و شبہ کو دل میں جگہ دینا اوّل انکار و تکذیبِ آیاتِ الٰہی اور شریعتِ عقل سے رُوگردانی ہے۔ کیونکہ فطرتِ عالم اور آثارِ فطریہ خدا کی کتابِ فعلی ہے۔ اسی واسطے خالقِ عالم خود تمام عالم کو کتاب سے تعبیر کرتا ہے۔ اور اس کا تذکرہ فرماتا ہے۔ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ وقتِ حساب و کتاب لوگوں سے وہ لوگ جن کو علم اور ایمان فطرۃً عطا کیا ہوا ہے کہیں گے کہ تم لوگ اس روزِ قیامت تک کتابِ خدا میں رہے تو اس کتاب سے یہی صحیفۂ عالم مراد ہے۔ اور ہر انسان اسی کتاب کے کلماتِ تامہ یا ناقصہ میں داخل ہے۔ اور اس کے اسماء و افعال و حروف سے خارج نہیں ہو سکتا۔ فان الکلمۃ اسم و فعل و حرف اور کلام اللہ خدا کی کتاب قولی ہے۔ پس جب کتاب قولی و کتاب فعلی یا صحیفۂ تکوین و مصحفِ تدوین دونو مطابق ہوں۔ تو اس کی صداقت و حقیقت ہرگز قابل شک و ریب نہیں۔ چنانچہ غیر اسلامی حکماء بھی اس کے قائل ہیں کہ جب ورک آف گاڈ (خدا کا فعل) اور ورڈ آف گاڈ (خدا کا قول) دونو مطابق ہوں۔ تو ایسے امر کی صداقت لازمی و ضروری ہے۔

لیکن فعل خدا کی تحقیق و تشخیص اور اسی طرح قول خدا کی تشخیص البتہ مشکل امر ہے۔ جیسا کہ سابقاً اشارہ کیا گیا۔ خصوصاً فعل خدا اور فطرتِ عالم اور یہی سب سے اہم و اقدم ہے۔ اگر اوّل فعل خدا اور قوانینِ قدرت و صحیفۂ فطرت کی تصدیق و تحقیق

ہو جائے۔ تو پھر کلام خدا کی بھی تصدیق ہو جاتی بہت ممکن ہے۔ کیونکہ جو کلام فعل خدا کے مطابق ہوگا۔ وہی حق و صدق ہے
اور جو خلاف فطرت عالم و فعل خدا ہو۔ وہ کاذب و باطل۔ اور جو اس کے کلام خدا ہونے کے مدعی ہیں وہ جھوٹے۔ اور
اس طرح سے سچی کتب آسمانی اور مصنوعی کتب میں جو خدا کی طرف منسوب کر دی جاتی ہیں۔ اور ان کو کلام خدا بتلایا جاتا ہے۔
آسانی سے تمیز ہو سکتی ہیں۔ جس کتاب کی تعلیم خلاف فطرت ہو۔ وہ کبھی حق اور کلام خدا اور الہامی کتاب نہیں کہی جا سکتی۔
برحق کتاب اللہ اور کلام خدا وہی ہے۔ جس کا لفظ لفظ و حرف حرف مطابق تعلیم فطری و کتاب وجودی و مصحف تکوینی
ہو۔ مگر اس کے لئے اوّل ضروری و لازمی ہے۔ کہ معنئ فطرت معین ہوں۔ اور اس کے آثار و خصوصیات پر اطلاع۔ ورنہ
مطابقت ناممکن ہوگی۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ جنہوں نے فعل خدا اور فطرت عالم کے معنی ہی نہیں سمجھے چہ جائیکہ
اس کے آثار پر اطلاع رکھتے ہوں۔ اور اسی وجہ سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ بعض عوام جہال اور اندھے
مقلد جنہوں نے جوہر عقل کو معطل و بیکار رکھ کر فاسد و ناقص کر دیا ہے۔ وہ ہر ایک امر کو جو عالم میں واقع ہو رہا ہے فعل خدا
ہی کہتے ہیں۔ اچھا بھی خدا ہی کرتا ہے۔ اور برا بھی۔ زید کی چوری بھی خدا کا فعل اور عمر کا زنا بھی بکر کا احسان و نکوکاری
بھی ڈرگ آف گاڈ ہے۔ اور خالد کی اسائت و بدکاری بھی۔ اور جب یہ خیال ہے۔ تو پھر حق و باطل صدق و کذب۔
ظلم و عدل۔ رحم و بیرحمی۔ نیکی و بدی اور برائی و بھلائی میں کوئی فرق و تمیز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہر شے اور ہر فعل و حرکت و
سکون فعل خدا ہے۔ اور جو چیز فعل خدا ہے۔ وہ حق و صدق اور خیر محض ہے۔ کیونکہ خدا خود خیر محض ہے۔ وَالْخَيْرُ لَا
يَصْدُرُ عَنْهُ اِلَّا الْخَيْرُ۔ خیر سے سوائے خیر کے اور کچھ صادر ہی نہیں ہو سکتا۔ تو کیونکر ممکن ہے۔ کہ اس کے
ایک فعل مثلاً زنا کو برا کہیں اور شر قرار دیں۔ اور دوسرے فعل یعنی عفت و پاکدامنی یا عدل و احسان کو اچھا اور خیر کہیں۔
پس سارے امور سارے اقوال تمام افعال و اعمال خیر ہیں اور حق و صدق۔ کیونکہ افعال خدائی ہیں۔ اور اس کے
حق و صدق۔ کذب و باطل۔ ظلم و رحم۔ جور و عدل۔ احسان و اسائت۔ خیر و شر اور حسن و قبح کوئی چیز نہیں۔ اور تمیز و
تفریق بین الاشیاء و بین الافعال الاعمال و الاقوال غلط و باطل ہے۔ حالانکہ یہ امر بدیہی البطلان ہے اور فطرتِ عالم کے
بالکل خلاف ہے۔ کہ اشیاء و امور و افعال و اعمال و اقوال میں تفریق و تمیز نہ ہو۔ فطرتِ عالم اور فطرتِ انسانی بتلا رہی
اور شہادت دے رہی ہے۔ کہ ان امور میں ضرور تفریق و تمیز ہے۔ اور اچھائی۔ برائی۔ جھوٹ۔ سچ۔ نیکی۔ بدی۔ خیر و شر
دو چیزیں ہیں۔ کانشنس انسانی ضرور اشیاء عالم میں تمیز و تفریق کرتا ہے۔ اور سب کو ایک حکم میں داخل نہیں کرتا۔ یہی وجہ
ہے کہ بعض امور میں جمیع بنی نوع انسان متفق ہیں۔ مثلاً یہی صدق و کذب و ظلم و رحم و عدل و جور و خیانت و امانت وغیرہا
میں کوئی فرد افراد عالم سے ایسا نہیں ہے۔ جو صدق کو برا اور کذب کو اچھا کہتا یا دونو کو ایک ہی سمجھتا ہو۔ یا ظلم کو نیک جانتا اور
رحم کو برا خیال کرتا ہو۔ وغیر ذالک۔ اور اسی لئے ان کو مستقلات عقلیہ کہتے ہیں۔ کہ ان میں کسی عاقل کو اختلاف ہی نہیں ہے۔
خواہ کوئی مذہب رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ بلکہ خدا کا بھی قائل ہو یا نہ ہو۔ انسانی فطرت و کانشنس کبھی تسلیم نہیں کرتا۔ کہ یہ سب ایک

ایسی ہیں۔ اور فرق نہیں ہے۔ اور جب یہ ہے کہ یہ امر خلاف فطرت انسانی ہے۔ تو یہ بھی بالکل غلط و باطل ہے۔ کہ دنیا میں جو کچھ واقع ہو رہا ہے۔ سب فعل خدا ہی ہے۔ شرک بھی خدا کا فعل اور توحید بھی۔ کفر بھی فعل خدا ہے۔ اور ایمان بھی وغیر ذالک۔ ایک بیٹا اپنے باپ کا وارث ہو کر مالک تخت و تاج شاہی ہوا۔ وہ بھی فعل خدا۔ ایک شخص نے وارث تخت و تاج کو قتل اور اس کے گھر بار کو تاخت و تاراج کر کے تختِ سلطنت حاصل کیا۔ وہ بھی فعل خدا ہے۔ ایک شخص کو مظہر کمالات بنا کر خلعتِ و نبوت و رسالت و امامت سے آراستہ کیا۔ وہ بھی فعل خدا ہے۔ دوسرا جھوٹا دعوے کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے لگا۔ وہ بھی فعل خدا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ ایسے اصول اور یہ خیالات مہمل و لغو اور نظام عالم کو درہم و برہم کرنے والے مبنی بر فتنہ و فساد ہیں۔ جن کے مفاسد کا شمار قطعاً ناممکن ہے۔ تمام احکام شرائع اور جملہ اصول تمدن و معاشرت باطل و بیکار ٹھہرتے ہیں۔ اور قوانین حدود و سزا و جزا لغو و بیفائدہ اور مہمل قرار پاتے ہیں۔ اور یہ ایسی اصل ہے۔ کہ اس کو کوئی عاقل بصیر قبول نہیں کر سکتا۔ اور نہ کبھی اہل ملل و مذاہب نے تسلیم کیا ہے۔ ہاں وہ جہال جنہوں نے عقل کو جہالت کی نذر کر دیا ہے وہ ایسی لغویات کے قائل ہو سکتے ہیں اور تھے۔ چنانچہ قبل ظہور نور محمدی اکثر مشرکین عرب یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے خداوند عالم ایک جنگ کے موقع کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں سے خطاب کر کے فرماتا ہے۔ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ وہ خدا کے ساتھ زمانہ جاہلیت کا سا ناحق گمان بد رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کیا ہم کو بھی اپنے امر میں کچھ اختیار ہے؟ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمیں کچھ اختیار ہوتا۔ تو یہاں قتل نہ ہوتے۔ اپنے کو بچا لیتے۔ پس زمانہ جاہلیت میں لوگ خدا کی نسبت ایسی بدگمانیاں رکھتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے۔ اور اسی خیال کے بعض مسلمان بھی تھے۔ جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ لیکن ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ فطرتِ عالم اس کے بالکل برخلاف ہے۔ اور اس لئے یہ خیال قطعی باطل اور غلط محض ہے۔ "فطرۃ" کے معنی لغتِ عرب میں شگافتہ کرنے (چیر نے) کے ہیں اور "فاطر" خداوند عالم ہے۔ جس نے گویا ظلمتِ عدم کو شق کر کے نور وجود عطا کیا ہے۔ اور کتم عدم سے منصۂ وجود پر بٹھایا ہے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ میں نے اپنے روئے باطنی اور توجہ روحانی کو اس ذات کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ جس نے زمین و آسمان کو خلق کیا ہے۔ اور عدم سے وجود دیا ہے۔ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا یہ فطرت الٰہی اور خلقتِ خداوندی ہے۔ جس پر اللہ نے لوگوں کو خلق کیا ہے۔ پس فطرت خلقتِ اولیٰ و سرشتِ اشیاء ہے۔ اور جو آثار من حیث الفطرۃ والخلقۃ ان سے صادر ہوتے ہیں۔ آثار فطریہ کہلاتے ہیں۔ اور جو خواص و خصوصیات و کیفیات و اقتضاآت ان میں بالفطرۃ اور ان کی سرشت میں پائے جاتے ہیں خصائص فطریہ کہلاتے ہیں۔ مثلاً ادویہ کی کیفیت۔ خاصیت اور ان کے آثار۔ اور مثلاً پانی فطرۃ اور اصل خلقت میں سرد ہے اگر کوئی کہے کہ پانی کی اصل خاصیت گرم ہے۔ تو خلافِ فطرت ثابت ہو گا۔ اسی طرح انسان فطرۃً محتاج خبیر

خلق کیا گیا ہے۔ اور بالطبع محتاج تمدن بنایا گیا ہے۔ اگر کوئی کہے۔ کہ انسان کو کسی دوسرے کی احتیاج نہیں ہے یا انسان تمدن کا محتاج نہیں ہے۔ تو یہ حکم خلاف خلقت وفطرت انسانی ہوگا وغیرہ ذالک۔ پس فطریات اصل خلقت اور اور سرشت اشیاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور کسی دوسرے کے اختیار وارادے کو اس میں دخل نہیں ہے۔ اور خالق و فاطر اشیاء خدا ہے۔ اور اسی لئے یہ آثار ان میں رکھے ہیں۔ اور وہ افعال خدائی کہلاتے ہیں۔ اس لئے جو قانون خدا بنائے گا۔ اور جو ہدایات فرمائے گا۔ وہ ہرگز ان آثار فطریہ اور اس قانون فطرت اور اس صحیفۂ قدرت کے خلاف نہ ہوگا۔ پس خلق اولی اور آثار خلقی جو مقام تکوین ہے فعل خدا ہے۔ کیونکہ خلق کرنا اسی کا کام ہے "هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ" کیا خدا کے سوا بھی کوئی ان کا خالق ہے۔ جیسا کہ خدا نے کسی کو مخلوق کیا ہے۔ ویسا ہی اس کے لئے حکم بھی کرے گا۔ اور وہی اس کی تعیین کرے گا۔ مثلاً اس نے کہا۔ کہ آدم میرا خلیفہ ہے۔ تو ضرور وہ صاف خلافت خدائی کا اس میں خلق کئے ہوں گے۔ اور اس کو اپنی صفات کا آئینہ بنایا ہوگا۔ وغیرہ ذالک۔ اور بعد خلق وایجاد مخلوقات سے جو افعال بطور ارادہ واختیار صادر ہوتے ہیں۔ مثل نیکی۔ بدی۔ صدق۔ کذب۔ زنا۔ عفت۔ امانت وخیانت اور انسان کے افعال تکلیفیہ مثل صوم وصلوٰۃ وغیرہ۔ یہ آثار فطریہ نہیں ہیں۔ اگر یہ آثار فطریہ ہوتے۔ تو ان میں تفاوت واختلاف ہی نہ ہوتا۔ اور سب انسان مثلاً ایک حالت میں ہوتے۔ اور ایک سے ہی افعال ان سے صادر ہوتے۔ کیونکہ خالق ایک ہے۔ "مَا تَرٰى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ" کیا تم خلق رحمانی میں کوئی تفاوت دیکھتے ہو۔ خیر وشر وبدات فعل خدا نہیں۔ اور نہ وہ مجعول بالذات ومخلوق بالذات ہیں بلکہ بالعرض۔ فافہم وتدبر فیہ۔ یہاں سے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ لا اوف نیچر کے جاننے اور تمام قوانین فطرت اور صحیفۂ قدرت پر مطلع ہونے اور یہ کہنے کا وہ ہی شخص مدعی ہو سکتا ہے۔ جو جمیع موجودات ومخلوقات عوالم علوی وسفلی پر احاطہ تامہ رکھتا ہو۔ ہاں بعض فطریات ضرور ایسی ہیں۔ جو ہمیں معلوم ہیں۔ اور انسانی معلومات میں پائی جاتی ہیں۔ انہی بعض کی بنا پر ہم تطابق وتوافق قانون فطرت وصحف قولی اس کتاب میں دکھلائیں گے۔ تاکہ معلومات کے ذریعہ سے غیر معلومات پر اطلاع اور ان کا یقین حاصل کر سکیں۔ اور اسی حیثیت سے ہم چند دلیلیں ضروریات وجود امام پر لکھیں گے۔ تاکہ کسی کو انکار کا موقع باقی نہ رہے۔ اور پھر ان کی مزید تائید دوسری آیات الٰہی اور نیز قول آیۃ اللہ الکبریٰ حضرت پیغمبر خدا سے کریں گے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ؛

پہلی دلیل

یہ امر بدیہی اور ضروری ہے۔ کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی مل جل کر زندگی بسر کرنے والا ہے۔ یہ اپنی زندگی کے لوازمات وضروریات کو تنہا بنفس نفیس مہیا کرنے سے عاجز ہے۔ نہ اکیلا اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔ اور نہ اپنی نسل کو قائم وباقی رکھ سکتا ہے۔ اس لئے اس کے واسطے ضروری اور واجب ہے۔ کہ اپنی ضروریات وخواہشات ولوازمات معیشت کے حاصل کرنے میں اپنے بنی نوع سے مدد لے۔ اور

ان کے ساتھ مل جل کر بسر کرے۔ اور انسان کے لئے تمدن و اجتماع ضروری ہُوا۔ تو اجتماع کو نزاع و فساد لازم ہے۔ کیونکہ انسان مختلف الطبع ہیں۔ اور حرص و طمع و شہوت و غضب و حبِ مطلوب و مرغوب ہر ایک میں موجود ہے۔ اور ایک جگہ رہنے اور مجتمع ہونے سے اور بہت سے اسباب تغلب و فساد پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور حرص و طمع و شہوت و حبِ دنیا کا مقتضا یہ ہے۔ کہ انسان اپنی حدود سے تخطی کرتا ہے۔ اور اپنی ہر ایک خواہش کو پورا کرنا چاہتا ہے اور اپنے حقوق سے زائد کا طالب ہوتا ہے۔ اور چونکہ دوسرا بھی انہی صفات سے متصف ہے۔ وہ بھی یہی خواہشات رکھتا ہے۔ اور اس میں غضب دیا ہے۔ اس لیے اس کو قبول نہ کریگا۔ کہ کوئی دوسرا اس کا حق لیلے اسکو چھوڑ کر اپنی خواہشات و ضروریات پوری کرے یا ضرورت سے زیادہ لیلے۔ اس لیے یہ اس کے دفاع پر آمادہ ہوگا۔ وہ لینا چاہے گا۔ اور یہ مانع ہوگا اور رد کریگا۔ اور قوتِ غضبیہ انتقام و دفاع پر تیار ہو جائے گی اور نزاع پیدا ہوگا۔ چنانچہ روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور اپنے حقوق سے زیادہ طلب کرنے اور دوسرے پر غصہ چاہنے کے نزاعات کو ہم ہمیشہ معائنہ کرتے ہیں۔

پس ضروری ہُوا۔ کہ بنی نوعِ انسان کے لئے ایک قانونِ تمدن مرتب کیا جائے۔ جو ان کے افراد و اقوام و اشخاص کے ان جملہ حقوقِ افرادی و اجتماعی کی حفاظت کرے۔ جو انسان کو بحیثیت انسان شایاں و مناسب ہیں۔ اور ان کو اس نزاع و فساد سے روکے۔ جن کا انجام ظلم اور آپس میں تنافر کا پیدا ہونا ہے۔ جو موجب اختلال نظامِ عالم و انجامِ تمدن ہے۔ اور نیز چاہیئے کہ یہ قانون جامع اور حاوی ہو جملہ ضروریات افرادی و اجتماعی، نوعی و شخصی کو اور ہر ایک کے حقوق کا واقعی طور پر لحاظ رکھا گیا ہو۔ تاکہ اس قانون کے موافق ہر فرد انسان اپنے حقوق سے آگاہ ہو۔ اور ان کو حاصل کر سکے۔ اور ان سے زیادہ نہ لے سکے۔ لہٰذا ثابت ہُوا۔ کہ انسان بالطبع ایک قانون کا محتاج ہے۔ اور یہ احتیاج اس کی فطرت میں داخل ہے۔ اور چونکہ خالقِ انسان ہی نے اس کو ایک خاص مصلحت و حکمت سے محتاجِ اجتماع و محتاجِ قانون پیدا کیا ہے۔ لہٰذا ضروری و لازمی ہے۔ کہ خدا ہی اس احتیاج کو رفع بھی کرے اور اس کے اسباب دے۔ ورنہ انسان کا اس حیثیت سے خلق کرنا بے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اس خلقت کا نتیجہ اجتماع ہے۔ اور اجتماع کو لازم ہے نزاع۔ اور نزاع چاہتا ہے ایک قانون اجتماعی فطرتی کو۔ اور قانون خدا نے بنایا نہیں یا اس کے اسباب مہیا نہیں کیے۔ تو ضروری ہوا کہ نزاع و فساد نوعِ انسانی میں قائم رہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے۔ اور تناسل منقطع۔ اور نوعِ انسان رفتہ رفتہ ہلاک اور نیست و نابود۔ لہٰذا اس کا خلق کرنا محض عبث ہوا۔ اور فعل عبث کا صدور حکیم مطلق سے محال ہے۔ پس ضروری و واجب ہُوا۔ کہ خود اس احتیاج کو رفع کرے۔ اور ایک قانونِ تمدنی مرتب کر دے۔

شبہ یہاں یہ شبہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ بیشک انسان محتاجِ قانونِ تمدن ہے۔ لیکن اس قانون کو

خدا کے بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ انسان خود بنا سکتا ہے۔ اور بناتا ہے۔ اور نظام عالم چلتا ہے۔ جواب اس شبہ کا یہ ہے۔ کہ وہ قانون جس کی واقعی طور پر نوع انسان کو ضرورت ہے۔ اور جس سے حقیقی نظام عالم قائم رہ سکتا ہے۔ وہ قانون ہے۔ جو جامع اور حاوی جمیع ضروریات اجتماعی وانفرادی ہو۔ اور جس میں تمام افراد و انواع کے جملہ حقوق کا واقعی طور پر مساوی لحاظ رکھا گیا ہو۔ اور ایسا قانون انسان خود نہیں بنا سکتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اول تو یہ تمام ضروریات انسانی من حیث الاجتماع والانفراد پر احاطہ نہیں رکھتا۔ اور جس چیز کا علم ہی نہیں ہے اس کا قانون کیسے بنا سکتا ہے۔ تمام ضروریات اجتماعی وانفرادی پر احاطہ رکھنے والا اور تمام جزئیات و کلیات کا عالم اور تمام آئندہ پیدا ہونے والے تغیرات وانقلابات و ضروریات زمانیہ۔ مکانیہ و فصلیہ کا جاننے والا ان کا خالق و صانع ہی ہے۔ اور اس لئے اصلی اور حقیقی۔ اور صحیح قانون اسی کا بنایا ہوا ہو سکتا ہے۔ انسان ناقص العقل و ناقص العلم کا بنایا ہوا قانون ایسا نہیں ہو سکتا۔ لہذا وہ نہیں بنا سکتا۔ قانون قانون خدائی ہے۔ دوم اس لئے کہ تمام نوع انسان اسی علت میں مبتلا ہے۔ جس کی وجہ سے قانون بنانے کی ضرورت ہے۔ یعنی حرص و طمع و شہوت و غلبہ و حب دنیا۔ اور جب تمام نوع انسان اس صفت میں مشترک ہے۔ تو قانون بنانے والا شخص یا جماعت بھی اس میں گرفتار ہے۔ اور ہم اس سے واقعی طور پر بے خوف نہیں ہو سکتے۔ اور ہرگز اطمینان نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے بنائے ہوئے قانون میں شہوات نفسانیہ اور خواہشات انسانیہ اور اغراض شخصیہ کو دخل نہ ہوگا۔ اور یہ قانون ہر اعتبار سے عدل حقیقی پر مبنی ہوگا۔ اور اس میں تمام لوگوں کے حقوق کا مساوی لحاظ رکھا گیا ہوگا۔ اور وہ شخص جو انسان کے بنائے ہوئے قانون سے آگاہ ہیں۔ اور نیز انجملہ انسان کے حقوق اجتماعی وانفرادی کو جانتے ہیں۔ وہ ہرگز اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ کہ یہ قانون ہرگز ایسے نہیں ہوتے۔ جس کی فطری طور پر انسان کو ضرورت ہے۔ اور جن کا انسان فطرۃً مستحق ہے۔ اور اس کئے ان حقوق کی کماحقہٗ حفاظت نہیں ہوتی جن کا انسان استحقاق فطری رکھتا ہے۔ اس لئے یہ قانون انسان نہیں بنا سکتے۔ خدا ہی بنا سکتا ہے۔ اور اسی کے لئے ضروری ہے۔ کہ جب اس نے انسان کو ایسا پیدا کیا ہے۔ تو اس کی اس احتیاج کو رفع کرے۔ اور ان کے لئے ایک قانون مرتب کرے۔ اور جملہ عقلاء و حکماء و علماء ملل و مذاہب آسمانی ہمیشہ قائل رہے ہیں اور ہیں۔ کہ نوع انسان اور عالم انسانی کبھی قانون الٰہی سے خالی نہیں رہا۔ اور یہ کہ بلحاظ تغیرات زمانی و مکانی اور شخصیات انسان ہمیشہ اس قانون کی تجدید و تکمیل ہوتی رہی ہے۔

پھر جس طرح بنی نوع انسان کو قانون الٰہی کی ضرورت فطری ہے۔ اسی طرح مجری قانون کی بھی ضرورت ہے یعنی ایک ایسے شخص کی جو ان قوانین کو صحیح طریقہ پر عمل میں لائے۔ اور عدالت کے ساتھ ان میں جاری کرے۔ اور حقدار کو حق دلائے۔ ظالم و غاصب حقوق سے مظلوم کا بدلہ لے۔ کیونکہ قانون خود کچھ نہیں کر سکتا۔ اور خود کسی کو

اپنا تابع و مطیع نہیں بنا سکتا؛

قانون فطری طور پر ایک حاکم چاہتا ہے۔ پس اگر وہ مُجریِ قانون انہی افراد میں سے ہو۔ جو ان صفات مذکورہ سے متصف ہیں۔ جن کی وجہ سے اس قانون بنانے اور اس قانون کے نافذ کرنے والے کی ضرورت ہے۔ تو وہ ہرگز صحیح طریقہ پر اس قانون کو جاری نہ کر سکے گا۔ بلکہ اجراء قانون میں سب کے حقوق کو مساوی نہ رکھ سکے گا۔ اور اس سے اطمینان حاصل نہ ہوگا۔ کہ وہ اپنے حقوق سے زیادہ نہ لے۔ کسی پر ظلم نہ کرے۔ بلکہ اس سے بھی امن نہ ہوگا۔ کہ وہ بعض خواہشات و ضروریات کو پورا کرنے اور غلبہ و تسلط حاصل کرنے کے لئے قانون کی بعض دفعات کو بدل دے۔ یا حسب دلخواہ تاویل کرے۔ اور اپنی طرف پھیرے۔ یا اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے قانون کی پرواہی نہ کرے۔ چنانچہ شاہانِ اسلام میں یہ باتیں موجود رہی ہیں اور تواریخ شاہد ہیں۔ لہٰذا اس قانون کے جاری اور نافذ کرنے اور عمل میں لانے کے لئے اور اس ضرورت کے رفع کرنے کے لئے خدا پر لازم ہے۔ کہ ایسا شخص خلق کرے۔ جو ان صفات سے متصف نہ ہو۔ اور اس میں حرص و طمع و شہوت غالبہ و حُبِ دُنیا نہ ہو۔ اور وہ باطناً ان تمام افراد انسانی سے جدا اور علیحدہ ہو۔ جس کی نسبت اغراض شخصیہ و شہوت نفسانیہ کا گمان ہی نہ ہو سکے۔ وہ خدا سے دوسرے درجہ پر ختمی ہو۔ کہ سوائے خدا کے اور کسی کا محتاج نہ ہو۔ اور کسی کے مال و دولت و عز و جاہ و منصب و مرتبہ کی اُسے ضرورت نہ ہو۔ لہٰذا من جانب اللہ ایک مجریِ قانون کا وجود ضروری ہے۔ جو تمام انسانوں سے معناً جدا اور صورۃً ان کے مشابہ ہو۔ تاکہ اس سے مانوس ہو سکیں۔ اور غیر جنس دیکھ کر نفرت نہ کریں۔ نیز اس میں کوئی ایسی صفت خاص اور ایسی علامت ہو۔ جو اسکے منجانب اللہ مقرر ہونے اور اس کے خدائی حاکم اور مجری قانون ہونے کی دلیل و حجت ہو سکے اور شناخت کیا جا سکے۔ کہ یہ خاص برگزیدۂ خدا اور منتخب شدۂ الٰہی ہے۔ خدا چونکہ قادر مطلق و غالب و قاہر ہے۔ اور سب عاجز و مغلوب و مقہور۔ اس لئے چاہیئے کہ وہ بندۂ خدا و برگزیدۂ اللہ دوسرے درجہ پر قادر و غالب و قاہر ہو۔ کہ باقی سب اُس کے مقابلہ میں عاجز ہوں۔ اور یقین کر لیں۔ کہ بیشک یہ خدائی فرستادہ ہے۔ اور ان سے فرق و بالا ہے۔ نیز اگر وہ ایسا قادر و قاہر غالب نہ ہو۔ اور ان سب کو نہ دکھلائے۔ کہ یہ خدائی صفات کا نمونہ سب پر غالب ہے۔ وہ اپنے کمال قدرت سے ایسے کام کر سکتا ہے۔ جو ان تمام افراد انسانی میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ تو وہ ہرگز اس کے مطیع نہ ہونگے۔ اور اس کا حکم نہ مانیں گے۔ اور اس لئے اجراء قانون کا مقصد جو اس کے بھیجنے کی غرض ہے۔ پورا نہ ہوگا۔ لہٰذا ایسے فرستادۂ خدا اور مجریِ قانون قادر کی بالفطرت انسان کو ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں مجری قانون الٰہی وہ ہو سکتا ہے۔ جو اس قانون کا کما حقہٗ علم رکھتا ہو۔ اور قانون الٰہی کا واقعی علم اسی کو ہو سکتا ہے۔ جو خدا کا پڑھایا ہوا ہو۔ جب تک وہ تمام ضروریات اجتماعی و انفرادی پر مطلع نہ ہو۔ اور تغیرات زمانی و مکانی و نوعی اور شخصی کو نہ جانے۔ ان ضروریات انسانی سے قوانین کو مطابق نہیں کر سکتا۔ اور اس کا اجراء صحیح طور پر نہیں کر سکتا۔ پس اس کا عالم ضروریات و عالمِ قانون

محتاج تعلیم الٰہی ہونا ضروری ہے۔ اور ایسے فرستادۂ خدا و منتخب خدا اور معلّم تعلیم الٰہی صاحب علم و
قدرت کو جو من جانب اللہ ایک قانونِ الٰہی کے ساتھ اجراءِ قانون کے لئے دلائل صداقت و
بینات کے ساتھ آئے۔ اور خود اس کا وجود فرستادۂ خدا و برگزیدۂ خدا ہونے کی دلیل ہو۔ حکماء
ناموسِ خدا۔ ناموسِ اکبر اور اصطلاحِ شرع میں حجۃ اللہ (نبی، رسول اور امام) کہتے ہیں۔

لہذا ثابت ہوا۔ کہ فطرتِ عالم مقتضی ہے۔ اور انسان بالفطرت محتاج ہے۔ اور عقل شہادت دیتی ہے۔ کہ
زمانے میں جب تک زمانہ ہے۔ اور جب سے ہے۔ حجۃ اللہ کا وجود ضروری ہے۔ اور زمانہ کبھی حجۃ اللہ
سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور حجت اللہ یا نبی ہے یا رسول یا امام۔ مثل حضرت آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ وغیرہم۔ اور اسی
ضرورتِ فطریہ سے کہ حجت اللہ کا وجود دُنیا میں ضروری ہے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ اگر نبوت ختم ہو جائے۔ اور کوئی
اس صفت سے متصف اور اس لقب سے ملقب نہ کہلائے۔ تو بھی دُنیا حجۃ اللہ (امام) کے وجود سے خالی نہیں
ہو سکتی۔ اور ہم ثابت کریں گے۔ کہ نبوت ختم ہو چکی۔ یعنی اسم نبوت اور قرآن شاہد ہے کہ رسول محمد مصطفےٰ خاتم النبیین ص
ہیں۔ لہذا دنیا میں نبی کا وجود نہیں ہے۔ اور اس لئے امام موجود ہے۔ اور دنیا ہرگز وجود امام سے خالی نہیں ہے۔
وجود امام سے انکار اصل نبوت اور قانونِ قدرت و صحیفۂ فطرت اور آیاتِ الٰہی سے انکار کرنا
ہے۔ اہلِ ملل و مذاہب نہیں بلکہ غیر مذہب بھی اگر عقل سلیم و صحیح رکھتے ہوں۔ اور تعصب جاہلانہ سے کام نہ لیں
تو عقلاً وجود امام۔ پیشوا۔ ہادی۔ ریفارمر کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے۔ اور ہرگز اس اصل سے اختلاف نہیں
کر سکتے۔ ہاں اگر اختلاف ہوگا۔ تو تشخیص میں ہوگا۔ کہ ایسا کون ہے۔ اصل وجود میں عقلاً اختلاف نہیں ہو سکتا۔
باعثِ اختلاف تعصب یا جہالت ہے۔ غرض شہادتِ عقل و فطرتِ عالم و فطرتِ انسانی ثابت
ہے۔ کہ امام دُنیا میں ضرور موجود ہونا چاہیے اور ہے۔ وھو المطلوب۔

دُوسری دلیل

فطرتِ عالم یہ بھی شہادت دیتی ہے۔ کہ دُنیا میں کوئی نوع انواعِ عالم سے ایسی
نہیں ہے۔ جس کی جماعت کا کوئی پیشرو اور نگہبان نہ ہو۔ اور وہ جماعت اس کی
متابعت کرے اور اس کے پیچھے چل کر ترقی کرے۔ اور نسل اور شخص کو باقی رکھ سکے۔ جس جتھے کا نگہبان نہ ہو۔ وہ کبھی
محفوظ اور باقی نہیں رہ سکتا۔ واقف کار جانتے ہیں۔ کہ صحرا اور جنگل میں بھی جو جانور رہتے ہیں۔ انکا بھی انہی میں سے ایک
پیشرو ہوتا ہے۔ اور وہ سب اس کی متابعت کرتے ہیں۔ اور اس کے اشارہ و ہدایت کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اور اسی کی تدبیر سے
اپنے کو دشمنوں سے بچاتے ہیں۔ حتیٰ کہ چیونٹیوں کی جماعت ایک پیشرو رکھتی ہے۔ شہد کی مکھیاں پیشوا سے خالی نہیں
ہوتیں۔ جو یعسوب النحل کہلاتا ہے۔ وہ سب پر حاکم ہوتا ہے۔ اور سب کو ان کی حیثیت کے موافق کام تقسیم کرتا ہے۔ اور
ان کے حقوق و درجات کا لحاظ رکھتا ہے۔ شہد اور چھتے کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر ان میں یہ سردار اور یعسوب نہ ہو۔ جو قدرت

واقعیت میں ان سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی ان کا انتظام درست نہ رہ سکے۔ اپنے مقصد کو باحسن وجہ انجام نہ دے سکیں۔ بلکہ ہر ایک غالب و قوی مغلوب و ضعیف کو ہلاک کر دے۔ اور آخر کار سارا جتھا اور ساری جماعت فنا ہو جائے۔

بلکہ اگر خود نفس انسان میں غور کیا جائے۔ اور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ انسانی اعضاء و جوارح اگرچہ خود صاحب قوت و حس ہیں۔ مگر ایک حاکم مدبر و پیشوا رکھتے ہیں۔ اور بلا اس کے چارہ کار نہیں۔ آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سنتے ہیں۔ زبان چکھتی ہے۔ ناک سونگھتی ہے اور ہاتھ چھوتا ہے۔ مگر یہ اپنے تمام محسوسات و معلومات میں قلب کے محتاج ہیں وہ ان کی معلومات و محسوسات کے اچھے برے کی تمیز کرتا ہے۔ ان کے شکوک و شبہات کو رفع کرتا ہے۔ اگر قلب نہ ہو۔ تو یہ سب حیرت میں پڑے رہیں۔ جو کچھ یہ اعضاء و جوارح و حواس خمسہ ظاہریہ محسوس کرتے ہیں۔ وہ حس مشترک لیتی ہے۔ اور وہ اپنے خزانۂ خیال کو پہنچاتی ہے۔ وہ واہمہ کو دیتا ہے۔ اور قوتِ واہمہ قوتِ حافظہ کو اور اس سے قلب لے کر ان میں تدبیر و تصرف کرتا ہے۔ اگر قلب ان کا پیشوا اور مدبر و متصرف نہ ہو۔ تو یہ سب بیکار ثابت ہوں اور کام سے رہ جائیں۔ پس خدا نے ان اعضاء و جوارح انسانی کی جماعت کو بلا مدبر و حاکم متصرف اور پیشوا نہیں چھوڑا۔

[illegible]

حکایت۔ ہشام بن الحکم و عمرو بن عبید۔

ہشام۔ عمرو بن عبید سے کیا تمہارے آنکھ ہے؟

عمرو بن عبید۔ اے لڑکے یہ کیسا مہمل سوال ہے؟

ہشام۔ یہی پوچھنا ہے۔

عمرو بن عبید۔ پوچھ۔ اگرچہ احمقانہ سوال ہے۔

ہشام۔ کیا تمہارے آنکھ ہے؟

عمرو۔ ہاں ہے۔

ہشام۔ اس سے کیا دیکھتے ہو؟

عمرو۔ رنگ اور صورتیں۔

ہشام۔ کیا تمہارے ناک ہے؟

عمرو۔ ہاں!

ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟

عمرو۔ بو سونگھتا ہوں۔

ہشام۔ کیا تمہارے منہ ہے؟

عمرو۔ ہاں! ہے۔

ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟

عمرو۔ چیزوں کا مزہ پہچانتا ہوں۔

ہشام۔ کیا تمہارے زبان ہے؟

عمرو۔ ہاں! ہے۔

ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟

عمرو۔ کلام کرتا ہوں۔

ہشام۔ کیا تمہارے کان ہے؟

عمرو۔ ہاں ہے۔

ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟

عمرو۔ اس سے آوازیں سنتا ہوں۔

ہشام۔ کیا تمہارے ہاتھ ہے؟

عمرو۔ ہاں۔

ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟

عمرو۔ اس سے پکڑتا اور چھوتا ہوں۔

ہشام۔ کیا تمہارے قلب ہے؟

عمرو۔ ہاں ہے۔

ہشام۔ اس سے کیا کرتے ہو؟

عمرو۔ اس سے جو کچھ ان اعضاء و جوارح پر وارد ہوتا ہے۔ اور یہ محسوس کرتے ہیں۔ اس میں تمیز کرتا ہوں۔

ہشام۔ تو کیا یہ اعضاء و جوارح قلب سے مستغنی اور بے پرواہ نہیں ہیں؟

عمرو۔ نہیں۔ یہ اس کے محتاج ہیں۔

ہشام۔ یہ کیوں کر ہے۔ حالانکہ وہ صحیح و سالم ہیں؟

عمرو۔ اے لڑکے جب یہ اعضاء و جوارح اس میں شک کریں۔ جو انہوں نے دیکھا، سونگھا، چکھا، سنا اور چھوا ہے۔ تو اس کو قلب کی طرف رد کرتے ہیں۔ اور اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ شک کو باطل کر دیتا ہے اور یقین کو کامل کرتا ہے۔

ہشام۔ تو خدا نے قلب کو ان اعضاء و جوارح کا شک و شبہ دور کرنے کے لئے قائم کیا ہوا ہے!

عمرو۔ ہاں۔ ایسا ہی ہے:

ہشام۔ تو پھر قلب کا وجود ان اعضاء و جوارح انسانی کے لئے ضروری ہوا۔ ورنہ یہ تو قائم و مستقیم نہیں رہ سکتے؟

عمرو۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ بلا قلب یہ کچھ نہیں کر سکتے:

ہشام۔ اے ابو مروان! خدا نے تیرے اعضاء و جوارح کو بے امام و پیشوا کے نہیں چھوڑا۔ جو ان کے لئے صحیح کو صحیح حق کو حق کرتا ہے۔ اور شک سے یقین دلاتا ہے۔ اور اپنی اس مخلوق (نوع انسان) کو اسی حیرت و شک و اختلاف میں چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کے لئے کوئی امام اس نے خود مقرر نہیں کیا۔ جس کی طرف رجوع کریں۔ تاکہ اپنے شکوک و شبہات و حیرت و اختلاف کو بغرض رفع اس کے سامنے پیش کریں۔ تیرے اعضاء کے لئے تو امام قائم کر دیا۔ اور مخلوقات کو یونہی حیرت و شک و اختلاف میں بلا امام چھوڑ دیا؟

عمرو بن عبید یہ سن کر حیران و مبہوت و خاموش رہ گیا۔ اور دیر کے بعد بولا۔ کیا تو ہشام ہے"؟ اور بعد تعارف گلے سے لگایا۔ اور اپنی جگہ بٹھایا:

پس فطرت عالم اسی پر مبنی ہے۔ کہ خدا نے کسی نوع کسی قوم کسی جماعت حتے کہ جماعت اعضاء و جوارح انسانی کو بھی بلا پیشوا کے نہیں چھوڑا۔ اور ہر ایک جماعت کے لئے ایک پیشوا کی ضرورت ہے۔ اور اس لئے ناممکن ہے کہ نوع انسان کبھی وجود امام سے خالی رہے۔ بلکہ انسانی ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی جماعت پیشوا اور مدبر و متصرف حاکم چاہتی ہے۔ چنانچہ مشاہدہ ہے اور بالفطرۃ انسان مجبور ہیں۔ کہ اپنے میں ایک حاکم۔ سردار۔ مدبر۔ متصرف تسلیم کریں۔ ایک گھر کا انتظام کبھی درست نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ گھر میں ایک بڑا نہ ہو۔ جس کی ہر ایک بات مانے اور حکم پر چلے۔ اور وہ ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھے۔ اور انتظام خانہ درست رکھے۔ جس گھر میں کوئی بڑا شخص اور صاحب حکم نہ ہو۔ کبھی سرسبز نہیں ہو سکتا۔ اہل دیہات باوجود جاہل اور غیر متمدن ہونے اور اپنی ضروریات و حقوق کے سمجھنے کے فطرۃً مجبور رہتے ہیں۔ کہ اپنے گاؤں اور اپنی جماعت میں ایک مقدم (پیشوا) تسلیم کریں۔ اور اپنے جزوی معاملات و نزاعات میں اس کی طرف رجوع کریں۔ اور گاؤں کی تمدنی و اجتماعی حالت درست کرے:

اسی طرح ہر ایک شہر میں ایک حاکم و مدبر و متصرف کی ضرورت رہے۔ اگر شہر میں حاکم نہ ہو کبھی حالت اجتماعی درست نہیں رہ سکتی۔ بلکہ اہل شہر زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اسی طرح تمام ملک میں ایک حاکم و متصرف بادشاہ کی ضرورت ہے۔ جن کی جانب تمام نزاعات منتہی ہوں۔ اور تمام حکام اس کے تحت حکم۔ تاکہ تخلف نہ کر سکیں۔ اور اسی طرح سے بالفطرۃ تمام نوع انسانی عالم میں ایک وجود کو مقتضی ہے جو مرجع کل ہو۔ اور ہر ایک حکم و ہر ایک نا حق فیصلہ اس کی طرف منتہی ہو۔

اور اس کا حکم اور یہ آخری فیصلہ حکمِ ناطق سمجھا جائے۔ اور جس کے حکم میں پھر شک شبہ اور خطاء و غلطی کا احتمال نہ رہے۔ اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے۔ جو صفات عامۂ ناس حرص و طمع و شہوت نفسانی و حب دنیا سے منزہ و مبرا۔ خطاء و غلطی سے محفوظ اور جملہ امور کا عالم اور جاننے والا ہو۔ اور ایسا شخص وہ ہے۔ جو من جانب اللہ تعلیم یافتہ۔ برگزیدہ منتخب شدہ ہو۔ ورنہ یہ سلسلہ حکام لامتناہی کبھی اور کہیں ختم نہ ہو۔ اور تسلسل محال لازم آئے گا۔ اور مقصد اصلی اصلاح نوع انسان و بقاء نظام تمدن حاصل نہ ہوگا۔ یعنی حقیقی اور اصلی مقصد اور مدعا نہ ہمارا فرضی اور خیالی اس لئے خدا پر لازم و واجب ہے۔ کہ وہ ایسے شخص کے وجود سے عالم کو خالی نہ رکھے۔ جس کی یہ صفات مذکورہ ہوئیں۔ اور جس کو ہم حجۃ اللہ۔ نبی۔ رسول اور امام کہتے ہیں۔ دنیا میں یا رسول موجود ہو۔ یا امام۔ جب رسول نہیں ہے۔ تو امام کا وجود ضروری و لازمی ہے۔ نام جدا جدا ہیں۔ ورنہ اصل مابہ النبوت و امامت ایک ہی ہے۔ پس فطرتِ عالم اور فطرتِ انسانی دلالت کرتی ہے۔ کہ کوئی جماعت کوئی نوع کوئی قوم فطرۃً وجود پیشوا سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اور اس اصل کے نشان اطراف عالم اور خود وجود انسانی میں موجود ہیں۔ اور اسی واسطے انہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا فرماتا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ ضرور ہم اپنی نشانیاں آفاق و اطراف عالم اور خود ان کے نفسوں میں دکھلاتے ہیں۔ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ زمین میں اہل یقین کے لئے بیشمار نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود انسانوں کے نفسوں میں۔ وہ کیوں چشم بصیرت وا نہیں کرتے۔ اور کیوں نہیں دیکھتے۔ پیشوائے خلق امام زمان اور قلب موجودات عالم سے انکار کرنا صریح آیات الٰہی کی تکذیب کرنا ہے۔ خدائی منتخب شدہ پیشوائے خلق سے دنیا کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ یہ فطرت عالم اور فطرت انسان اور عقل کے بالکل خلاف ہے۔ اور اسی لئے امام خلق ضرور موجود ہے۔ هو المراد۔

تیسری دلیل

بعض قدیم حکماء اور اکثر آج کل کے فلاسفر قائل ہیں۔ کہ اجزاء فردیہ عالم امکان چار صفتیں رکھتے ہیں۔ اول وہ متحد الذات و مختلف الصفات ہیں۔ دوم وہ ایک حرکت طبعی رکھتے ہیں۔ سوم وہ ایک کشش طبعی رکھتے ہیں۔ چہارم ہر جز قوی اپنی بقاء کے لئے ضعیف کو فنا کرتا جاتا ہے۔ اور اسی اصل کو قانون تنازع البقاء کہتے ہیں۔ یعنی ہر ایک اپنی بقاء کے لئے متنازع ہے۔ اور ہر ایک قوی چاہتا ہے۔ کہ ضعیف کو فنا کر کے خود باقی رہے۔ اور ان چاروں اصول کو نوامیس اربعہ کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اشیاء پر تنوع انواع عالم کا دار مدار ہے۔ حرکت اور کشش کے ذریعے یہ اجزاء آپس میں ملتے ہیں۔ اور ملتے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک قوی ضعیف کو فنا کرتا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے ایک مرحلے کے بعد ایک جسم ان سے بن جاتا ہے۔ اور چونکہ مختلف اوصاف رکھتے ہیں۔ اس لئے وقتاً فوقتاً مختلف انواع و اجسام ان سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہمیں یہاں جملہ نوامیس کے اثبات و ابطال سے بحث نہیں ہے۔ جن میں سے بعض بدیہی البطلان ہیں۔ بلکہ صرف قانون چہارم تنازع سے یہاں بحث منظور ہے۔ اور یہی ایک اصل

ایسی ہے۔ جس پر فطرت عالم بالصراحت شہادت دیتی ہے۔ اور مشاہد و محسوس ہے۔ بلکہ ایک جسم مرکب کے بعض اجزاء مادیہ کا جلد فناء ہو جانا اور بعض کا دیر تک باقی رہنا ہر روز ہمارے تجربے اور مشاہدے میں ہے۔ اور محتاج دلیل و برہان نہیں۔

پس یہ تنازع بقاء صرف اجزاء فردیہ مادیہ ہی میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ مرکبات میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور ضرور ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ جو چیز اجزاء فردیہ کی فطرت و طبیعت میں داخل ہے۔ وہ مرکب میں بالکلیہ مفقود نہیں ہو سکتی۔ ہاں حالت ترکیب میں کچھ کمی بیشی اور تغیر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ قانون تمام انواع مادہ۔ جمادات و نباتات و حیوانات میں موجود ہے۔ اور حیوانات میں بہت زیادہ محسوس ہر ایک قوی حیوان اپنی جنس اور غیر جنس کے ضعیف کو فنا کرنا چاہتا ہے۔ نہیں بلکہ کرتا ہے۔ بڑے درندے چھوٹے جنگلی جانوروں کو ہلاک و فنا کرتے ہیں۔ شکاری پرندے غیر شکاری ضعیف پرندوں کو کھاتے رہتے ہیں۔ اور ہلاک کرتے ہیں۔ حشرات الارض میں ہر قوی ضعیف کو فنا کرتا رہتا ہے۔ پانی کے جانوروں میں بڑے جانوروں کی غذا چھوٹے ہیں۔ بڑی مچھلیاں چھوٹیوں کو کھا جاتی ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس کوئی نوع کوئی جنس اس قانون سے خالی نہیں۔ پھر حضرت انسان جس کی جنس مشترک حیوان ہے۔ اور جو ان تمام اجزاء مادیہ کا مجموعہ ہیں۔ جو تمام انواع ماتحت میں پائے جاتے ہیں۔ وہ کب اس قانون سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ اس میں جس طرح اور صفات اجزاء مادیہ اور اوصاف انواع ماتحت بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اسی طرح یہ صفت بھی اس میں بدرجہ کمال موجود ہے۔ بلکہ بعض فرشتہ صورت درندہ صفت انسانوں کا تو مطمح نظر اور منتہائے خیال یہی ہے۔ اور اسی کو اپنی زندگی کا مقصد و مدعا سمجھتے ہیں۔ کہ باقی تمام بنی نوع انسان کو فنا کر دیا جائے۔ اور یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ اس میں خود ان کی فناء ہے۔ کیونکہ انسان محتاج تمدن ہے۔ اور جب کوئی نہ رہے گا۔ تو یہ بھی نہ رہے گا۔ اور نسل آدم منقطع ہو جائے گی۔

پس تنازع بقاء انسانوں میں سب سے زیادہ موجود ہے۔ اور خلقت عالم سے مقصود بھی یہی انسان ہے۔ نہ دوسرے موجودات۔ بلکہ باقی تمام اس کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ "وَخَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" جو کچھ کہ زمین میں ہے۔ وہ سب من حیث المجموع نوع انسانی ہی کے لیئے ہے۔ لہذا بقاء نوع انسان اور اس کی ترقی جسمانی و روحانی بھی ضرور خالق و صانع عالم کو مطلوب و منظور ہے۔ لہذا یہاں خطرہ دو چیزیں پائی گئیں۔ اول نوع انسان بقانون تنازع بقاء بالفطرۃ معرض ہلاکت و فناء میں ہے۔ دوم یہ کہ فطرت عالم و حکمت خداوند عالم ضرور جیسا کہ حکمت و مصلحت مقتضی ہو۔ بقاء نوع انسانی کو چاہتی ہے۔ اور یہ ایک قسم کا تناقض ہے۔ کیونکہ تنازع فطری بقاء کو منافی و مناقض ہے۔ تنازع بقاء کے ہونے سے۔ بقاء نوع انسان ممکن نہیں۔ اور اس لئے مقصد خالق و صانع اور غرض و غایت الٰہی فوت ہوئی۔ اور یہ محال ہے۔ لہذا ضروری و لازمی ہوا۔ کہ یا تو تنازع بقاء نوع انسانی میں نہ ہو۔ یا اگر بقاء

نوعِ انسانی مطلوب ہے۔ تو اس تنازع کے دفع کرنے کے لئے کوئی تدبیر اور سبب فطرۃً پیدا کیا جائے۔ لیکن تنازع بقاء موجود ہے۔ لہذا رفع تنازع کا ہونا لازمی ہے۔ اور وہ اس طرح ممکن ہے۔ کہ عالم میں ہمیشہ ایک ایسا وجود موجود ہو جو اس صفت تنازع سے مستثنےٰ ہو۔ اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے۔ جس پر خاص عنایت الٰہی ہو۔ اور وہ خدا کے بعد دوسرے درجہ پر غنی و مستغنی ہو۔ اور یہ کہ وہ ایسا قادر و عالم ہو۔ کہ اپنے تصرف علمی اور قدرت قاہرہ سے اس تنازع بقاء کو دفع کر سکے ظالم کو ظلم سے روکے۔ اور مظلوم کی فریاد رسی کرے۔ مفسدین کا قلع قمع کرے۔ اور نوعِ انسان میں اصلاح۔ الٰہی کی اصطلاح میں حجت خدا۔ نبی و امام کہتے ہیں۔ پس ثابت ہوا۔ کہ قانون تنازع بقاء فطری وجودِ حجتِ خدا کو مقتضی ہے۔ لہذا زمانہ کبھی وجودِ حجت خدا سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور بعد خاتم النبیینؐ ایسے اور اس صفت سے متصف امام حجۃ اللہ کا وجود ضروری و لازمی ہے۔ اور اس لئے امامؑ اس وقت بھی موجود ہے۔ وَاِنَّ الْاَرْضَ لَا تَخْلُوْا مِنَ الْحُجَّۃِ اپنے حجت خدا سے زمین کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ وجودِ امامؑ کے منکر مکذب قانون قدرت ہیں۔ جو لوگ چشم بصیرت سے ان حالات و واقعات و تنازعات عالم پر اطلاع رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ اور مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ اگر انسان اپنی اسی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ اور کوئی امر من جانب اللہ اس کو اس کے ظلم اور دل بخواہانہ حرکات سے روکنے والا پیدا نہ ہوتا۔ تو آج تک نوعِ انسانی کب کی فنا ہو چکی ہوتی۔ اور اگر انبیاء علیہم کو بھیج کر خدا وقتاً فوقتاً مفسدین کا قلع قمع کر کے نوعِ انسانی کی ترکیب نہ کرتا۔ اور اسبابِ باطنی بقاء نوعِ انسانی کے نہ پیدا کرتا۔ تو آج زمین پر انسانوں میں سے کوئی متنفس نظر نہ آتا۔ اور اس وقت اگر نوعِ انسان کو اپنی آزاد حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ اور کسی قوتِ قاہرہ سے نہ روکا جائے اور کسی حجۃ اللہ سے مفسدین کا قلع قمع نہ کیا جائے۔ تو تھوڑے عرصے میں تمام کی تمام نوعِ انسانی فنا ہو جائے گی۔ اور ہر قوی ضعیف کو فنا کر کے دُنیا کا خاتمہ کر دے گا۔ ضروری و لازمی ہے۔ کہ حجت اللہ عالم کی اصلاح کرے۔ دُنیا ہرگز وجودِ حجت اور امامِ زمانہ مصلح عالم سے خالی نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ وَھُوَ الْمَطْلُوْبُ اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ فَرَجَہٗ۔

فصل

(دلائلِ عقلیہ فطریہ بنصوصاتِ قرآنیہ)

چوتھی دلیل حالات و واقعاتِ عالم میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ہر روز مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ ہر انسان خواہ کسی مذہب و ملت کا پابند ہو یا نہ ہو اس کا قائل ہے کہ سچ اچھا ہے اور جھوٹ برا ہے جیسا کہ ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ ہر ایک انسان سلیم الطبع صحیح العقل سچ کو اچھا جانتا ہے۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں

جو کہ نہیں سچ برا ہے جھوٹ اچھا ہے۔ اور اختلاف مذاہب اس عقیدے میں موثر نہیں یعنی باوجود اختلاف مذاہب اس میں اختلاف نہیں۔ بلکہ سب متفق ہیں۔ اگرچہ بسبب غلبہ خواہشات نفسانیہ یا وساوس شیطانیہ یا مراسم تقلیدیہ یا بہ تعلیم و تربیت و صحبت مربی و معلم و مصاحب کے وہ جھوٹ بولنے کے مرتکب ہی کیوں نہ ہوتے ہوں یا بمقتضائے زمان اس کو پالیسی میں شمار کرتے ہوں۔ یا فیشن میں داخل جانتے ہوں۔ مگر جھوٹ کو اچھا کبھی نہیں کہیں گے ان کا کانشنس (ضمیر) کیسا ہی مر گیا ہو جھوٹ کی خوبی پر گواہی نہ دیگا۔ اور سچائی کو برا نہ کہے گا۔ اور اسی واسطے ہر ایک انسان سچائی کو پسند کرتا ہے سچائی کو تلاش کرتا ہے۔ اور سچے کو چاہتا ہے۔ اور اپنے مذہب و ملت اور اپنے کو اپنے پیشواؤں اور مقتداؤں کو سچا جانتا ہے۔ پس سچائی پر سچ کی تلاش سچ کی متابعت انسانی سرشت میں داخل ہے۔ اور فطرت انسانی اسی کو مقتضی ہے۔ اور گویا فطرت انسانی انسان کا ہر ایک عضو بلکہ انسان کا ہر ایک موئے بدن زبان حال سے کہہ رہا ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ "سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اور سچائی کو نہ چھوڑو" پس کون شخص ہے جو خلاف فطرت انسانی سچ کو برا کہے۔ اور سچ کو سچ جان کر اس کی مخالفت کرے۔ اور اسی طرح فطرت انسانی بمقتضائے ذاتی عالم میں ہمیشہ ایک صادق کے وجود کو مقتضی ہے ہر زمانے میں صادق موجود ہونا چاہیے جس کی طرف فطرت انسانی مائل اور اس کی مقتضی ہے۔ بر فعل خدا فطرت عالم اور خدا کی کتاب وجودی اور مصحف تکوینی ہے۔ اب ہم دیکھیں کہ خدا کا صحیفہ قولی اور کتاب تشریعی کیا حکم دیتے ہیں آیا اس فطرت کے موافق ان کا حکم ہے یا مخالف؟ فَقَالَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (توبہ ع ۱۵) اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ کتاب تکوین و کتاب تدوین فعل خدا اور قول خدا دونو متفق و یک زبان ہیں۔ دونو پکار رہے ہیں۔ کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور "ورک اوف گاڈ" اور "ورڈ اوف گاڈ" دونوں مطابق ہیں لہذا اس اصل کی صداقت و حقیقت میں کسی انسان عاقل کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ خدا زبان فعلی و زبان قولی سے تمام اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ سچوں کی معیت میں رہو۔ تو ضرور ہے کہ سچے موجود بھی ہوں ورنہ تکلیف مالا یطاق بلکہ حکم لغو اور غیر قابل عمل ہوگا۔ پس بحکم کتاب تکوین و فطرت عالم و کتاب تدوین و کلام خداوند عالم وجود صادقین ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور وہ صادقین ایک گروہ خاص علاوہ دیگر مومنین ہے۔ جن کی متابعت کا تمام مومنین کو حکم ہے اس لئے جو شخص اس سے انکار کرے۔ اور کہے کہ نہیں۔ زمانہ وجود صادق سے خالی رہتا ہے۔ تو کاذب مفتری علی اللہ مکذب آیات الٰہی ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا۔ مگر سارے سچے مومنین اس جماعت صادقین مطلق میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ مامور و مامور بہ ہم مطیع و مطاع تابع و متبوع۔ حاکم و محکوم و امام و ماموم و مقتدی و مقتدا میں مغایرت ضروری ہے۔ وہی تابع سے وہی متبوع۔ وہی مطیع وہی مطاع۔ اور وہی آمر اور وہی مامور نہیں ہو سکتے الآیۃ مجیدۃ وَمِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ

وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (سورہ احزاب) یعنی مومنین میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچا کر دکھا دیا۔ جو انہوں نے خدا سے کیا تھا۔ ان میں سے بعض اپنے مدعائے زندگی کو پورا اور اپنی تکلیف کو ادا کر گئے! اور بعض ابھی منتظر حکم خدا ہیں۔ جب حکم خدا ہو گا۔ اپنی تکلیف ادا کریں گے۔ اور تمام روئے زمین عدل و داد سے پُر کر دیں گے۔ اور ظلم و کذب کا نام صفحۂ ہستی پر باقی نہ چھوڑیں گے۔ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا اور انہوں نے کسی امر کو ذرا بھی تبدیل نہیں کیا ہے۔ جو کچھ عہد کیا گیا۔ پورا پورا ادا کر دیا۔ کسی امر الٰہی میں مخالفت نہیں کی۔ جو تبدیلی واقع ہو۔ یہ آیت ان صادقین کی خبر دیتی ہے۔ اس آیت سے علاوہ اس کے کہ ایک صادق منتظر حکم الٰہی کا زمانہ میں موجود ہونا ثابت ہے۔ یہ بھی ثابت ہے۔ کہ وہ صادقین جن کی متابعت اور معیت کا اہل اسلام کو حکم ہے۔ انہی اہل اسلام اور امتِ محمدی ہی میں سے ہیں۔ نہ ان کے غیر یہود و نصاریٰ یا خاص بنی اسرائیل سے۔ غیر کی معیت و متابعت اہل اسلام پر کسی حال میں واجب و لازم نہیں۔ بلکہ درست و جائز نہیں۔ فافہم۔ غرض یہ صادقین اہل اسلام و اہل ایمان ہی سے ہیں۔ لیکن وہ کچھ ایسی صفات خاصہ سے مختص ہیں جو عام مسلمانوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اور وہ صفات عہد و لوازم عہد ہیں۔ کہ انہوں نے جو عہد خدا سے کیا تھا۔ اس کو بالکل پورا کر دکھایا۔ اور ذرا اس سے مخالفت اور اس میں کمی اور تغیر و تبدیلی نہیں کی۔ نہ ظاہراً نہ باطناً۔ نہ صورۃً نہ معناً۔ اور اول عہد الٰہی یہ ہے۔ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا ہے۔ کہ تم شیطان کی عبادت اور اس کی متابعت نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ مگر بنی آدم اس پر قائم نہ رہے۔ اور باستثناء بعض سب نے شیطان کی متابعت کر لی چنانچہ اللہ جل شانہ خبر دیتا ہے۔ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ البتہ شیطان نے ان کے باب میں اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ پس سب نے اس کی متابعت کر لی سوائے مومنین کی ایک جماعت کے۔ شیطان نے وقتِ مہلت کہا تھا۔ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ میں سوائے تیرے مخلص بندوں کے باقی تمام بنی آدم کو بہکاؤں گا۔ چنانچہ جو اس نے کہا تھا۔ وہ سچ ہوا۔ سوائے ایک مختصر جماعت کے باقی سب نے اس کی متابعت کر لی۔ پس سارے مومن یقیناً سچے نہیں ہیں۔ اور ان پر صادقین کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہی مختصر جماعت وہ صادقین ہیں۔ جو اپنے عہد پر ہر طرح سے قائم و ثابت رہے ہیں۔ اور کسی امر میں شیطان کی متابعت نہیں کی۔ نہ ظاہراً نہ باطناً نہ صورۃً نہ معناً۔ نہ اول عمر میں نہ آخر عمر میں۔ نہ کسی چھوٹے امر میں نہ بڑے میں۔ کیونکہ اگر کسی ادنیٰ سے امر میں بھی شیطان کی متابعت کر لیتے۔ تو عہد مطلق الٰہی سے خارج ہو جاتے۔ اور صادقِ مطلق نہ کہلاتے۔ اور مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ان کی صفت میں نہ آتا۔ اس لئے کہ حضرت آدمؑ نے اگرچہ گناہ کوئی نہیں کیا۔ اور واقعی ان سے خطا سرزد نہیں ہوئی۔ مگر چونکہ انہوں نے شیطان کی قسم پر اعتبار کر لیا۔ اور خود خدا سے درخت کی بابت نہ پوچھا۔ اور رفع نہی کی تحقیق نہیں کی۔ عہد مطلق الٰہی سے خارج ہو گئے اور اس پر قائم نہ رہے۔ جیسا کہ خدا خبر دیتا ہے۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ

عَزْمًا۔ اور پہلے ہم نے آدم سے عہد لیا تھا۔ اس نے ترک اولےٰ کیا۔ اور ہم نے اس کے لئے عزم بالجزم نہ پایا۔ حضرت

پیشین گروہ مثل صاحبان اولوالعزم۔ لہٰذا محض بصورت ظاہری زلّ شیطان پر عمل کرنے سے انسان بعض عہد الٰہی سے خارج

ہوجاتا ہے۔ اگرچہ گنہگار نہ بھی ہو۔ اور عصمت میں فرق نہ آئے۔ بلکہ فی الحقیقت قسم اسم باری تعالےٰ عزوجل پر تنبیہاً عمل کرنے والا

ہو۔ نہ شیطان کی متابعت کرنے والا۔ اس لئے معہد مطلق کامل پر قائم وہی ہیں۔ جنہوں نے ادنےٰ سے ادنےٰ امر میں بھی متابعت

شیطان نہیں کی ہے۔ اور کوئی ظاہری صورت بھی ایسی پیش نہیں آئی ہے۔ اور یہی معنی ہیں عصمت مطلقہ کے۔ پس صادقین

معصومین کاملین ہیں۔ اس واسطے کہ صدق سے مراد بھی یہاں صدق مطلق کلی ہی ہے۔ کیونکہ اگر مطلق صدق یا صدق

جزئی مراد ہو۔ تو کوئی مسلمان بھی اس سے خالی نہ پایا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر کوئی مسلمان ایسا بھی فرض کیا جائے۔

جس نے تمام عمر میں کوئی عمل نیک نہ کیا اور دین میں سچا نہ ہو۔ لیکن قول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں وہ ضرور سچا ہے۔

کیونکہ یہ بھی نہ ہو۔ تو وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ اور یہاں مسلمان فرض کیا گیا ہے۔ پس اس لحاظ سے تمام اہل اسلام خواہ وہ کیسے

ہی فاسق و فاجر کیوں نہ ہوں صادقین میں داخل ہوجائیں گے۔ حالانکہ آیت صاف دلالت کرتی ہے۔ کہ وہ صادقین

تمام مسلمان و اہل ایمان نہیں ہیں۔ کیونکہ تمام مسلمانوں کو ان کی متابعت کا حکم ہے۔ اور تابع غیر متبوع ہوتا ہے۔

اگر ایسا ہو۔ تو تابع و متبوع دونوں ایک ہوجائیں گے۔ پس ضرور صدق سے مراد صدق مطلق ہے۔ یعنی صدق فی القول

صدق فی النیت۔ صدق فی العزم۔ صدق فی الوفا۔ صدق فی العمل۔ اور صدق فی مقامات الدین و فرائض

الشریعہ۔ ہر ایک قسم کا صدق ان میں پایا جاتا ہو۔ اگر امور مذکورہ میں سے کسی ایک امر میں بھی صادق نہ ہوگا۔ تو صادق

مطلق نہ کہلائے گا۔ پس صدق مطلق و عصمت مطلقہ متغایر المفہوم اور متحد المصداق ہیں۔ معصوم مطلق ہی صادق مطلق

کہلا سکتا ہے۔ اور صادق کا خطاب پا سکتا ہے۔ بہرکیف وجود صادق پر نقل خدا و قول خدا فطرت عالم احکام عقل و نقل

عالم دونوں شاہد ہیں۔ اور نفس سرشت انسانی مقتضی ہے۔ کہ ہر زمانے میں ایک صادق معصوم موجود ہو۔ اور

چونکہ عصمت نوع بشر میں مختص ہے نبی اور امام سے۔ لہٰذا ثابت ہوا ہے۔ کہ صادق مطلق یا نبی ہے۔ یا امام

ہے۔ مگر اس وقت چونکہ نبوت ختم ہے۔ لہٰذا بکمال وضاحت ثابت ہوا۔ کہ وجود امام صادق مطلق و

معصوم برحق ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور صادق موجود و منتظر حکم خدا ہے۔ جس وقت

حکم ہوا۔ صدق کلی کو ظاہر فرمائے گا۔ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا بَعْدَ مَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا اور یہ

عصمت و صداقت اگر متحقق ہے تو صرف اہلبیت طیبین و طاہرین میں ہیں۔ اگر مسلمان عصمت کے قائل ہیں۔ تو صرف انہی

کے لئے۔ اور وجود معصوم ضروری ہے۔ پس وجود معصوم اہلبیت ضروری و لازمی ہوا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ شان ہے۔ کہ ان

صادقین معصومین میں ایک فرد منتظر ہے۔ پس وجود امام منتظر سے انکار ممکن نہیں۔ اور ایک علامت صداقت یہ ہے کہ

صادق کے ظہور سے روئے زمین پر صدق و حق و عدل و داد ہوگی۔ اور کذب و باطل کا نام باقی نہ رہے گا۔ جب تک

یہ بات ظاہر نہ ہو۔ مدعی جھوٹا اور کاذب ہے نہ صادق۔ اور یہ حکم فطری و خلقی مطابق قول و فعل خدا ہے۔ اور اس کا منکر مکذب الٰہی کافر و مشرک ہے۔ صادق کا ہر ایک قول صادق ہوتا ہے۔ اور سچے ہر ایک امر حق میں ایک ہی قول رکھتے ہیں۔ ان کے قول میں اختلاف ہرگز نہیں ہوتا۔ دیکھو صادق برحق و اصدق الصادقین یعنی خدا کا یہ قول ہے۔ کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور ایک نہ ایک سچا ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ صادق امین جناب خاتم النبیین کے فرزند ارجمند منبع صدق و صفا معدن تسلیم و رضا امام ضامن ثامن حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں "اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَخْلُوْا عَنْ صَادِقٍ مِّنَ اللّٰہِ"۔

زمین ایک ایسے صادق کے وجود سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ جو من جانب اللہ صادق ہو۔ یعنی صادق منصوص من اللہ ہمیشہ زمین میں موجود رہتا ہے۔ صادق کی شناخت کے متعلق کلام حمید مجید میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں مگر ہم سب سے سہل الفہم اور معروف تر صرف دو آیتیں پیش کرتے ہیں۔ اور وہی شناخت صادق کے لئے کافی ہیں۔ اوّل خداوند عالم متقین خاص کی شان میں فرماتا ہے "وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ"۔ اور جو صدق لے کر آیا۔ اور جس نے صدق کی تصدیق کی۔ پس وہی متقی ہیں (زمر ع۴) سچے متقی دو ہی ہیں۔ ایک وہ جو سچ لے کر آیا۔ اور دوسرا وہ جس نے اُس سچ اور سچے کی تصدیق کی۔ اور مسلم ہے۔ کہ سچ کر لانے والے جناب محمد مصطفےٰ اصدق الصادقین امین ہیں۔ جو شریعت صادقہ مصدقہ و حقہ محقہ لے کر مبعوث برسالت ہوئے اور ان کے بعد متقی خاص وہ ہیں جنہوں نے حضرتؐ کی تصدیق کی۔ مثلاً جس وقت جناب رسول خداؐ نے دعوت اسلام شروع کی۔ اور بحکم آیہ شریفہ "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ" سب سے پہلے قریش کو جمع کیا۔ اور ان کی دعوت کی۔ اور بعد انا آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں خدا کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔ کہ تم کو نیکی کی راہ بتاؤں۔ اور خداوند وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دوں۔ تاکہ تم نجات پاؤ۔ اور جو شخص اس کام میں میری مدد کرے گا اور میرا ساتھ دے گا۔ وہی میرے بعد میرا بھائی میرا وزیر اور میرا خلیفہ اور میرا وصی ہوگا۔ تمام مؤرخین لکھتے ہیں۔ کہ تمام مجمع قریش میں کوئی نہ تھا۔ جو اس دعوت پر لبیک کہتا سوائے ایک سب سے کم سن لڑکے کے جس نے کھڑے ہو کر کہا "یا رسول خداؐ میں آپ کا ناصر و مددگار رہوں گا"۔ اوّل حضرتؐ کی رسالت کی تصدیق کی اور ایمان لائے اور نصرت و یاری کا وعدہ کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ بیٹھ جاؤ۔ اور تین دفعہ حضرتؐ نے ایسا ہی کیا۔ اور تینوں دفعہ علیؑ نے یہی جواب دیا۔ تب آپ نے فرمایا۔ تو ہی میرے بعد میرا بھائی۔ میرا وزیر۔ میرا خلیفہ اور میرا وصی ہے۔ سچے کی تصدیق اور سچ کی حمایت سچائی کی علامت اور اوّل دلائل صداقت سے ہے۔ علیؑ نے ایسا ہی کر دکھایا۔ کہیں رسول خداؐ کا ساتھ نہ چھوڑا ہر جگہ مصدق رسولؐ و صداقت کے حامی رسولؐ صادق امین کے سینہ سپر رہے۔ دوم "قُلْ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ" (جمعہ) کہہ دے اے پیغمبر کہ اے یہودیو! اگر

تم یہ گمان کرتے ہو۔ کہ صرف تم ہی اولیاء اللہ ہو۔ اور کوئی نہیں۔ تو مرنے کی خواہش کرو اگر تم سچے ہو۔ پس طلب موت سچائی کی دلیل ہے۔ اور یہی اہم مرتبہ صداقت ہے۔ جو اس میں کامیاب ہو جائے۔ وہی سچا ہے۔ اور اسی کی متابعت و معیت دوسروں پر واجب ہے۔ اور واقعی جو سچے ہیں۔ وہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ طالب موت رہتے ہیں۔ اور موت سے کبھی نہیں ڈرتے۔ مثلاً قصہ شب ہجرت اہل اسلام میں مشہور و معروف ہے اور فریقین میں معنون۔ کہ جب حضرتؐ غار ثور کی طرف بحکم خدا تشریف لے گئے۔ تو حضرت علیؑ کو دشمنوں کے نرغے میں اپنے بستر پر سُلا گئے۔ اور حضرت علیؑ تمام شب چادر رسولؐ اوڑھے بے خوف و خطر باوجود خطرۂ جان بستر رسولؐ پر سوتے رہے اور خداوند عالم نے اس جان نثاری کے صلے میں یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل فرمائی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ ۔ اور بعض لوگ وہ بھی ہیں۔ جو محض خوشنودی خدا کے لئے اپنی جان راہ خدا میں بیچ ڈالتے ہیں" یہی وجہ تھی۔ کہ حضرتؑ شدید سے شدید مقام خوف میں بھی مرنے سے نہیں ڈرے۔ کسی لڑائی سے نہیں بھاگے۔ حتےٰ کہ جنگ اُحد جہاں تقریباً تمام مسلمان بھاگ گئے تھے۔ اور حضرت رسولؐ کے دندان مبارک شکستہ ہو گئے تھے۔ اور زخمی پڑے ہوئے تھے۔ حضرت علیؑ برابر سینہ سپر رہے۔ اور جب آپ نے فرمایا۔ کہ اے علیؑ تم نے اپنے بھائیوں کا ساتھ نہ دیا۔ تو فرمایا" لَا كُفْرَ بَعْدَ الْاِيْمَانِ يَا اَكْفُرُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ایمان لانے کے بعد میں کافر نہیں ہو سکتا۔ جو مومنین مقام خوف میں رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ وہ مومنین صادقین نہیں کہلا سکتے۔ پھر ان کی متابعت کیسی؟ اور وہ مومنین کے پیشوا کیسے ہو سکتے ہیں! سچے ہمیشہ طالب موت رہتے ہیں۔ اور کسی حال میں موت سے خوف نہیں کرتے۔ اور یہی علامت صداقت ہے۔ یہی علامتیں ان سچوں کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔ جن کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے:۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور سچے کی طلب

چونکہ فطرت عالم وجود صادق کی ہمیشہ مقتضی رہی ہے۔ جناب خلیلؑ نے بھی اپنی ذریت کے لئے آخر زمان میں ایک سچے بلکہ لسان صدق کی خواہش کی۔ اور بارگاہ بے نیاز میں عرض کیا۔ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۔ "امم آخرین میں میرے لئے ایک لسان صدق (سچائی کی زبان) قرار دے" یعنی میری ذریت میں سے امت آخر الزماں میں ایسا شخص پیدا کر جو سراسر صداقت لسان صدق (سچائی کی زبان) ہو۔ خداوند عالم نے یہ دعا قبول فرمائی۔ اور ارشاد ہوا۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۔ اور ہم نے ان امم آخرین یعنی امت محمدی کے لئے علیؑ کو لسان صدق بنایا" بعض حضرات نے لفظ علی کو اسم صفت قرار دے کر اس کا ترجمہ "بلند" کر دیا ہے۔ جس سے آیت کے معنی بالکل مہمل ہو گئے۔ کہ ہم نے ان کے لئے ایک لمبی یا اونچی زبان صدق قرار دی۔ در آنحالیکہ زبان درازی معیوب ہے۔ نہ ممدوح۔ علاوہ ازیں زبان کے لئے کسی صاحب زبان کی بھی ضرورت

ہے۔ زبان تنہا بلا وجود شخص غیر معقول و مقصود ہے۔ لہٰذا لسان صدق سے متصف کوئی وجود چاہیئے۔ اور وہ وجود علیؑ ابن ابی طالب ہے (تفصیل خلافتِ الٰہیہ میں آچکی ہے) بہر کیف یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ وجود امام منتظرؑ دلیل معصوم بمقتضائے فطرتِ عالم و بضرورت مطابقت با فعلِ خدا و قولِ خدا ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور امام منتظرؑ کے منکر منکرِ آیاتِ الٰہی ہیں:

پانچویں دلیل فطرتِ انسان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ مشاہد و محسوس ہے۔ اور ہر ایک شخص جانتا ہے۔ کہ انسان از روئے ولادت نہیں بلکہ از روز انعقاد نطفہ ایک محافظ و مربی کا محتاج ہے۔ بلا وجود مربی بقاء انسان محال ہے۔ ایک دن بھی انسان بلا وجود مربی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ بچۂ انسان کے لئے اگر زنہٗ ولادت و حینِ ولادت سے مربی و محافظ موجود نہ ہو۔ تو بچہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ بلکہ جس قدر انسان بڑا ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر اس کی احتیاج زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور یہ ایسا امر ہے۔ کہ جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ فطرتِ انسانی ہر روز مشاہدے میں ہے اور ہر کس و ناکس جانتا ہے۔ گویا فطرتِ انسانی کہہ رہی ہے۔ کہ میرے وجود میں آنے سے پہلے مربی موجود ہو۔ وجود مربی میرے وجود پر مقدم ہے۔ اور جس طرح فرد بحیثیت فرد محتاج مربی ہے۔ اسی طرح نوع بحیثیت نوع محتاج مربی ہے۔ فطرۃً قبل وجود خارجی نوع انسان وجود مربی کو مقتضی ہے۔ بلکہ نہ صرف انسان بلکہ حیوان بلکہ نباتات بھی محتاج مربی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ حیوانات و نباتات بھی اعلٰے درجے کے کمال نوعی و شخصی پر بلا تربیت مربی نہیں پہنچ سکتے۔ جو تربیت یافتہ گھوڑا کمالات فرسی رکھتا ہے۔ غیر تربیت یافتہ ہرگز نہیں رکھتا۔ ایک درخت مربی کی تربیت و حفاظت سے طرح طرح کے پھول دے سکتا ہے۔ اور اعلٰے درجے کے پھل لا سکتا ہے۔ بخلاف غیر تربیت یافتہ اور یہ تمام امور ہر روز انسان کے مشاہدے میں آتے ہیں۔ قابل شک و شبہ اور انکار نہیں ہیں:

پس انسان فطرۃً من حیث الافراد و الاجتماع مربی کو چاہتا ہے۔ اور وجود مربی مقدم ہے۔ اور یہ گویا فعل خدا ہے۔ کہ وہ فاطرِ السماوات والارض ہے۔ تو اب ہم دیکھیں کہ عالم میں ایسا ہے بھی یا نہیں؟ کیوں نہیں! انسانی بچے کے وجود میں آنے سے پہلے والدین مربی موجود ہوتے ہیں۔ اور کوئی بچہ مربی سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر والدین فوت ہو جائیں۔ تو دوسرے عزیز وغیرہ مربی بن جاتے ہیں۔ غرض اگر خدا کو اس بچے کو زندہ موجود رکھنا ہے۔ تو مربی بھی ضرور دے گا۔ ہاں اگر اس کو زندہ رکھنا ہی منظور نہیں ہے۔ تو مربی بھی نہ ہوگا۔ اور وہ بوجہ عدم تربیت وہ مر جائے گا وجود انسانی ضرور مربی کو مقتضی ہے۔ اور انسان ضرور مربی رکھتا ہے۔ یہ تو من حیث الافراد ہے۔ من حیث الاجتماع بھی مربی کا وجود ضروری ہے۔ پس آیا نوع انسانی کے لئے عالمِ فطرت میں مربی وجود کیا گیا یا نہیں؟ اور وہ کون ہے؟ مسلم ہے۔ کہ اول مربی و حقیقی مربی اور مربی جمیع عوالم مواد و ارواح و نفوس و عقول:

حیوان و نبات و جماد خداوند رب العالمین ہے۔ اور بعد اس رب العالمین کے مربی انسان وہی ہو سکتا ہے۔ جو قائم مقام و خلیفہ و جانشین رب العالمین ہو۔ تو کیا عالم میں کوئی خدا کا خلیفہ و جانشین ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو خلاف نظامِ عالم و فعلِ خدا ہے۔ اور یہ محال ہے۔ پس ضرور رب العالمین کا جانشین اس کی زمین میں موجود ہونا چاہیئے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ خدا نے نوعِ انسان کی خلقت سے پہلے اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اور فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں۔ قبل خلقت نوعِ بشر حضرت آدم خلیفہ خدا ابو البشر خلق ہوئے اور نوعِ انسانی ایک سیکنڈ کے واسطے بے مربی نہیں چھوڑی گئی۔ اور کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ خدا خود بالفطرۃ انسان کو محتاجِ مربی قرار دے۔ اور مربی اس کے لئے خلق نہ فرمائے۔ انسان کا وجود مربی کو بالفطرۃ مقتضی ہونا فعلِ خدا ورک آف گاڈ ہے۔ اور رب العالمین کا یہ فرمانا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (میں زمین میں اپنا جانشین بناؤں گا) قولِ خدا ورڈ آف گاڈ ہے۔ اور فعلِ خدا و قولِ خدا موافق و مطابق ہیں۔ اس لئے زمانہ کبھی مربی نوعِ انسان کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتا۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ جو اس سے انکار کرتے ہیں۔ وہ دینِ فطرتِ الٰہی سے خارج ہیں۔ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ۔ خلافت و نبوت حضرت آدم مسلمہ اہلِ اسلام ہے۔ اور حضرت آدم نبی اللہ و خلیفۃ اللہ ہیں۔ اور منکر ہمارے نزدیک ضروری دین کا منکر ہے۔ (تفصیل خلافتِ الٰہیہ اوسا البرہان میں دیکھو۔)

یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ مربی نوعِ انسان خلیفہ و جانشین خدا نبی برحق ہوتا ہے۔ لیکن نبی ایک اسم خاص ہے شخص خاص کے لئے ایک زمانہ محدود تک۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ عالم میں نبی کا وجود نہیں ہوتا۔ لیکن ایسے وقت میں وصی نبی و قائم مقام نبی کا وجود ضروری ہوتا ہے۔ اور یہی سنت الٰہی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا اور ہر ایک نبی کا وصی ضرور ہوا ہے۔ لہذا زمانہ نبیؐ یا وصی نبیؐ سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔ پس مربی نوعِ انسان و خلیفہ خدا نبی و وصی نبی دو ہیں۔ اور دونوں میں سے ایک کا وجود ضروری ہے۔ اور اب چونکہ مربی کل ہادی سبل حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وجود ذی جود سے زمانہ خالی ہے۔ لہذا وصی رسولؐ و امام امت کا وجود بحکمِ فعلِ خدا و قولِ خدا ضروری و لازمی ہے۔ اور وہی مربی عالم ہے۔ چنانچہ خداوند عالم امام ہی کو رب الارض مربی زمین فرماتا ہے۔ حیثُ قال " وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔ زمین اپنے مربی کے نور سے چمک اٹھے گی۔ اور یہ مربی جس کے نور سے زمین روشن ہوگی حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام ہیں (کما فی التفسیر) پس بعد نبی امام مربی عالم ہوتا ہے۔ اور مربی کا وجود بالفطرۃ ضروری ہے۔ لہذا وجود امام فطرۃً ضروری و لازمی ہے۔ اور اس سے انکار کرنا فطرت سے منکر ہونا ہے۔ فَهُوَ الْمَطْلُوْبُ۔

یہ بھی یاد رہے۔ کہ یہ تربیت موقوف باعضاء و جوارح جسمانیہ نہیں ہے۔ کہ مربی ہر ایک انسان کے گھر جا کر اس کو کھانا کھلاتا، پانی پلاتا، نہلاتا دھلاتا اور اس کی مرہم پٹی کرتا ہے۔ حضرت آدمؑ جو خلیفۂ رب العالمین و مربی نوع بشر تھے۔ اس صورت سے کس کی تربیت کرتے تھے؟ بلکہ یہ تربیت اصلاً تربیت باطنی ہے۔ مربی در اصل روحِ نبی یا امام ہے۔ اور اس لئے اس کی تربیت کو ہم بحواس ظاہریہ محسوس نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی تربیت میں مشغول ہے۔ خواہ ہم اسے محسوس کریں یا نہ کریں۔ (تفصیل اس کی آئندہ آئے گی) یہ مربی مظہر رب العالمین ہے۔ اور یہ دوسری دلیل فطری ہے وجود امام پر۔ جو کسی طرح محل شک و ریب نہیں ہو سکتی ÷

چھٹی دلیل لطیف مسلّم ہے کہ اشرف مخلوقات انسان کی شرافت محض کمال علم پر موقوف ہے۔ اگر اس میں کامل ہے تو اشرف مخلوقات ہے۔ ورنہ ارذل کائنات و اخس مخلوقات۔ یہ مقدمہ بدیہی و ضروری ہے مشاہدہ شاہد اور فطرت انسان دال ہے۔ اور کلام خدا اس کا مؤید و مصدق۔ اَلْعَوَامُ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ جاہل اور عوام مثل چارپایوں گائے۔ بیل، بھینس اور گھوڑے گدھوں کے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر۔ کیونکہ دیگر حیوانات سوائے انسان جتنے بھی ہیں۔ سب اپنا علم ضروری فطرۃً ساتھ لے کر آتے ہیں۔ اور اپنی ضروریات میں محتاج تعلیم غیر نہیں ہیں بخلاف انسان کے کہ یہ بالفطرۃ محتاج تعلیم غیر ہے۔ اور شکم مادر سے علم ضروری لے کر نہیں آتا۔ جو اس کی شخصی اور نوعی۔ انفرادی و اجتماعی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ یہ فطرت انسان ہے۔ یہ فعل خدا یا خدا کا کام ہے۔ اور خدا کا کلام اس کے مطابق و موافق۔ کَمَا قَالَ عَزَّ مَنْ قَائِلُهُ۔ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ۔ یعنی فرماتا ہے۔ کہ نکالا تم کو شکم مادر سے اس حال میں کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ اور تمہارے واسطے کان۔ آنکھ اور دل بنائے۔ اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ انسان علم ضروری میں محتاج تعلیم غیر ہے۔ اور آلات تعلم و تحصیل علوم کان۔ آنکھ اور دل ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان کا بچہ اگر قولاً و فعلاً مشاہدۃً و مصاحبۃً کسی طرح تعلیم نہ پائے۔ تو جاہل رہے گا۔ اور جب اسے علم حاصل نہ ہوا۔ تو لابد وہ چارپایوں سے بدتر ذلیل ہے۔ اور جو علم اقل قلیل بحکم آیہ مبارکہ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ ذرا نہیں دیا گیا ہے تم کو علم مگر بہت تھوڑا سا دیا گیا ہے۔ اس کی بقاء اور ظہور و بروز بھی صفائے جوہر عقل اور صحبت اہل صفا پر موقوف ہے۔ اور بلا ان کے وہ مستقلات عقلیہ سے بھی خارج و خالی ہو گا۔ اور سفیہ و مخبوط کے درجے میں پہنچا ہوا۔ اگر ایک انسان کا بچہ مصاحبت انسان صحبت اہل صفا سے دور جانوروں ہی میں پرورش کیا جائے۔ تو وہ مثل انہی جانوروں کے ہو جائے گا۔ اور سفیہ محض مخبوط مطلق بلکہ بدتر از حیوان نکلے گا۔ پس انسان بالفطرۃ محتاج معلّم ہے۔ اور چاہیے کہ معلم ہمیشہ موجود ہو۔ بلکہ وجود معلم اس کے وجود سے مقدم ہے÷

دوسری صورت سے ہم دیکھتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں اور فطرت عالم اور سرشت انسانی انفراداً و اجتماعاً اس

شاہد و دال ہے۔ کہ علم تحصیلی و کسبی یعنی وہ علوم جو ہم کانوں سے سُن کر یا کتب وغیرہ میں آنکھوں سے دیکھ کر حاصل کرتے ہیں ناقص ہیں۔ بلکہ در حقیقت اکثر و بیشتر غلط و باطل و خلافِ واقع۔ چنانچہ عارف حالات حکماء و فلاسفر جانتے ہیں۔ کہ یہ اصل مطابق واقع ہے۔ اور ان کا اختلاف ان کے ناقص العلوم ہونے کی روشن دلیل ہے۔ مثلاً تعریف علم حکمت یہ ہے "هُوَ عِلْمٌ بِاَحْوَالِ اَعْيَانِ الْمَوْجُوْدَاتِ عَلٰى مَا هِيَ عَلَيْهَا بِقَدْرِ الطَّاقَةِ الْبَشَرِيَّةِ" یعنی موجودات عالم کی واقعی حقائق و ماہیات بقدر طاقت بشری جاننا علم حکمت کہلاتا ہے۔ اور یہ محقق و مسلم ہے کہ حقائق و ماہیات اشیاء ایک ہی ہیں۔ مثلاً حقیقت شمس ایک ہے۔ حقیقت قمر ایک ہے۔ حقیقت حرکت شمس ایک ہے۔ ماہیت زمین ایک ہی ہے۔ بایں معنی کہ یا زمین ساکن ہے۔ یا متحرک یا گول ہے یا چپٹی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ زمین بحیثیت زمین ساکن بھی ہو۔ اور متحرک بھی۔ آفتاب یا متحرک ہے یا ساکن۔ یا مرکز عالم ہے یا زمین کے گرد متحرک۔ وہ فضاء میں دائر و سائر ہے یا ایک آسمان کے جرم میں مثل نگینے کے جڑا ہوا۔ افلاک یا موٹے موٹے جسم ہیں۔ کوئی لوہے کا ہے کوئی چاندی کا۔ کوئی سونے اور کوئی نیلم کا وغیرہ وغیرہ۔ یا نہیں۔ بلکہ ان کی حقیقت صرف یہ ہے۔ کہ وہ مجرائے سیارات ہیں۔ یا یہ کہ افلاک کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ وغیر ذالک۔

اب ان کے محقق حکماء و فلاسفر مدعیان علم و حکمت کے اقوال دیکھتے ہیں۔ تو ایک دوسرے کے بالکل مخالف آپس میں متضاد و متباین ہیں۔ ایک کہتا ہے۔ زمین گول ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ نہیں ہے۔ ایک کہتا ہے زمین متحرک ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ ساکن ہے۔ ایک کہتا ہے۔ آفتاب مرکز عالم ہے۔ اور زمین اس کے گرد حرکت کرتی ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ آفتاب زمین کے گرد گھومتا ہے۔ اور زمین مرکز عالم ہے۔ ایک کہتا ہے آسمان موٹے موٹے جسم ایثری ہیں۔ نہ وہ پھٹ سکتے ہیں نہ جڑ سکتے ہیں نہ وہ حرکت مستقیمہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ ان میں کوئی جسم گزر سکتا ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ کہ آسمان کوئی چیز نہیں۔ ان کا وجود ہی نہیں ہے۔ منتہائے نظر ہے۔ جس کو تم آسمان کہہ رہے ہو۔ وغیر ذالک من الاختلافات۔ چند مسائل ایسے ہیں۔ جن میں حکماء فی الجملہ اتفاق رکھتے ہیں۔ ورنہ تمام مختلف فیہ ہیں۔ اور یہ مدعیان علم حکمت جو خدائی علوم حکمیہ و فلسفیہ سمجھے جاتے ہیں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ اور ان کے اقوال متضاد و متباین ہیں۔ جس سے ہر عقلمند یہی نتیجہ نکالے گا۔ کہ یہ علوم جو صرف انسانی عقول کا نتیجہ ہیں۔ ضرور ناقص ہیں۔ اور یہ علوم یقینیہ نہیں کہلا سکتے۔ اور قطعی طور پر محل وثوق و اعتماد نہیں ہو سکتے حالانکہ یہ تمام علوم بھی اُصُولاً معلمین خاص کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ اور تصرفات عقلیہ حکماء محض فروعات و جزئیات علوم سے مختص و مخصوص ہیں (جیسا کہ آئندہ ثابت ہوگا) اور پھر بھی ناقص ہیں۔ یہی نہیں بلکہ تعریفات علوم بھی ناقص ہیں۔ بلکہ اکثر باطل ہیں۔ اگر یہاں ان کی تفصیل کی جائے۔ تو ایک کتاب بنے۔ حتےٰ کہ خود تعریف علم ہی ناقص ہے۔ اور ابھی تک حکماء یقینی طور پر معلوم نہیں کر سکے اور فیصلہ نہیں کر سکے۔ کہ علم کیا ہے۔ بعض

صورت حاصلہ فی الذہن کو علم کہتے ہیں۔ بعض حاضر عند المدرک یا عند العقل کو علم کہتے ہیں۔ بعض نفس حصول صورت علمیہ کو علم کہتے ہیں۔ اور بعض اسی کیفیت انجلائیہ کو جو بعد حصول صورت علمیہ نفس میں حاصل ہوتی ہے۔ بعض علم کو مقولۂ اضافت سے سمجھتے ہیں۔ کہ محض عالم و معلوم کے درمیان نسبت اور ایک تعلق کا نام علم ہے۔ اور بعض مقولۂ کیف سے قرار دیتے ہیں۔ کہ ایک کیفیت نفسانیہ کا نام علم ہے۔ اور بعض مقولۂ فعل سے۔ اور بعض مقولۂ انفعال سے یعنی تاثیر یا تاثر نفس علم ہے وغیر ذالک۔ تا اینکہ ایک مسئلہ میں چودہ چودہ اختلافات ہیں۔ مثلاً علم باری تعالےٰ کے متعلق حکماء کے بہت سے اقوال مختلفہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ اپنی ذات کو جانتا ہے۔ غیر کو نہیں جانتا۔ بعض کہتے ہیں۔ کلیات کا عالم ہے جزئیات کا نہیں ہے۔ بعض کا قول ہے۔ کہ غیر متناہی امور کو نہیں جانتا۔ باقی کو جانتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں۔ وہ ہر ایک شے کو جانتا ہے۔ اور صور تمام اشیاء اس کی ذات میں قائم ہیں۔ بعض لکھتے ہیں۔ کہ وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے۔ ایک ایسی صفت کے ساتھ جو ممکنات سے ایک تعلق رکھتی ہے۔ بعض ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ حضور دہری کے ذریعہ ممکنات کو جانتا ہے۔ بعض ارقام فرماتے ہیں۔ حضور اشراقی سے اشیاء کا عالم ہے۔ بعض نغمہ سرائی فرماتے ہیں۔ کہ مثل قائمہ و مثل افلاطونیہ ممکنات اس کو حاضر ہیں۔ بعض فرماتے ہیں۔ کہ خدا کو ممکنات سے اتحاد تام حاصل ہے اور اس لئے وہ ان کا عالم۔ بعض کہہ رہے ہیں۔ کہ بالذات تو اتحاد ہے۔ مگر بااعتبار واجب و ممکن میں تغائر ہے۔ بعض کا فرمان ہے۔ کہ نفس ذات باری تعالےٰ انعکاس ممکنات کا آئینہ ہے۔ اور بعض ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ عقل اول کو تو بلاواسطہ جانتا ہے۔ اور باقی چیزوں کو عقول قدسیہ کے ذریعہ سے۔ کیا کسی عاقل بصیر کو اس سے یقین حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ علم باری تعالےٰ کیا ہے۔ اور کیوں کر وہ تمام اشیاء کا عالم ہے۔ اور کیا ان کو علوم یقینیہ کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ علوم علوم ناقصہ ہیں۔ جہاں تک بھی اوپر چلے جائیے۔ اور کتنا ہی بڑے سے بڑا عالم فرض کر لیجئے۔ نقص و احتمال غلطی اس میں موجود ہے اور نوع انسان من حیث ہر نوع ناقص العلم ہے۔ اور مجموعہ ناقص بھی ناقص تا اینکہ علم انسان آخر کار منتہی ہو کسی عالم پر۔ جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔ اور یقین و اعتماد کلی و اطمینان مطلق اس سے حاصل ہو۔ مگر جن کے علوم اس قسم کے تحصیلی و کسبی ہیں۔ وہ اس صفت سے خالی ہیں۔ اور فطرت عالم اس پر شاہد ہے۔ کہ غلطی سے بری وہ شخص کیا جا سکتا ہے۔ جو معلم بتعلیم الٰہی ہو۔ اور علم اس کا لدنی و موہبتی ہو۔ اور بلا اسباب ظاہریہ و دلالات خارجیہ اس کو وحی والہام سے مبدء فیاض سے حاصل ہوا ہو۔ یعنی جب تک علم مؤید و مصدق بتعلیم الہامی نہ ہو۔ محل وثوق و اعتماد نہیں ہو سکتا۔ اور صاحب وحی والہام ہر نفس نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو یہ علوم علوم ناقصہ نہ ہوتے۔ بلکہ علوم صحیحہ یقینیہ ہوتے۔ اور مختلف نہ ہوتے۔ علوم کا نقص و اختلاف بلکہ تناقض و تباین خود دال ہے۔ کہ یہ علوم علوم الہامی و موہبتی نہیں ہیں۔ بلکہ صاحب الہام و صاحب علم موہبتی و معلم بتعلیم الٰہی خاص نفوس قدسیہ و دارائے ارواح قدسیہ حجۃ اللہ ہوتے ہیں۔ اور وہ انبیاء و ائمہ کہلاتے ہیں۔ یعنی صاحبان درجہ رفیعہ و معلم الٰہی و مرجع د

پیشوائے خلق ہے۔

پس نوع انسان بالفطرۃ ہمیشہ وجود معلم یعنی صاحب علم موہبتی لدنی وصاحب وحی والہام کو مقتضی ہے۔ اور یہ خدا کا کام ہے۔ اور خدا کا کلام اس کا مؤید و مصدق و مبین و مفسر ہے۔ چنانچہ بہت سی آیات کلام الٰہی اس پر شاہد ہیں۔ اور پھر عالم فطرت میں اوّل وجود معلم ہی ہے۔ اور قبل متعلمین و نوع بشر حضرت آدم ابوالبشر معلم نوع بشر خلق کئے گئے۔ اور علم موہبتی دے کر ان سے پہلے عالم میں بھیجے گئے۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا حضرت آدم کو خدا نے تمام اسماء سکھائے۔ چنانچہ صحف آدم و تاریخ دیانت شاہد ہے۔ کہ حضرت آدم تمام زبانیں جانتے اور بولتے تھے۔ اور ہر ایک شے کا نام جانتے تھے۔ خواہ اس وقت موجود تھیں یا نہ تھیں بلکہ جو چیزیں اب ایجاد ہوئی ہیں۔ اور ان کے نام رکھے جاتے ہیں۔ ان کے اسماء بھی جانتے تھے۔ اور کوئی زمانہ ایسے عالم معلم الٰہی سے خالی نہیں رہا۔ اور تعلیمات تمام از روئے اصول انبیاء علیہم السلام پر منتہی ہوتی ہیں۔ اور اوّل مدرس علوم حضرت ادریسؑ ہیں۔ جنہوں نے علوم کا درس ابتداءً شروع کیا۔ وجود معلم نوع بشر بالفطرت ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور اس سے انکار کرنا قانون فطرت سے اعراض اور تعلیم فطری سے انکار ہے۔ اور جب یہ ثابت ہے۔ کہ ایسا معلم صاحب علم موہبتی صاحب وحی والہام ہے۔ تو یہ تعلیم انبیاء و ائمہ ہی میں منحصر ہوئی۔ کیونکہ یہی صاحب وحی والہام ہیں۔ چنانچہ خدا انبیاء کے حق میں فرماتا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ "اور نہیں مبعوث برسالت کئے ہم نے تجھ سے پہلے مگر اہل قریہ میں سے وہی لوگ جن کو ہم وحی کرتے ہیں" اور ائمہ کے حق میں فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ "اور ہم نے ان کو امام بنایا ہے۔ وہ ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ اور ہم نے ان کو فعل خیرات و اقامہ صلوٰۃ و ایتاء زکوٰۃ کی وحی کی۔ اور وہ ہماری ہی عبادت کرتے تھے" وحی شرط نبوت و امامت ہے۔ اور موحیٰ الیہ و ملہم نبی و امام ہی ہوتا ہے۔ لہذا بحکم فطرت عالم فعل خدا و قول خدا وجود نبی یا امام ہر زمانے میں ضروری ہے اور اس زمانے میں چونکہ بحکم خدا و نص الٰہی نبی ختم ہو چکے ہیں۔ لہذا امامت باقی۔ پس وجود معلم حقیقی و صاحب علم لدنی موہبتی امام خلق و پیشوائے برحق ثابت و مبرہن و محقق ہے۔ اور اس سے انکار، انکار آیات کتاب وجودی و قولی الٰہی اور افتراء بر خدا ہے۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ اور اس کے خلاف حکم کرنا خلاف بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ و خلاف بما فرّط علیہ اللہ ہے۔ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ۔ جو خلاف حکم خدا حکم کرے وہی کافر ہے۔ پس وجود امام اس وقت میں ضروری و واجب ہے۔ اور یہی مطلوب ہے۔

بعبارت اُخریٰ۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بعض ہزاروں بلکہ لاکھوں عقلاء و علماء اجماع و شوریٰ سے اور

اتفاق رائے سے ایک امر کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اور اس کو حَسَن اور مفید بتلاتے بلکہ مطابق عقل سمجھتے ہیں۔ لیکن بعض دوسرے عقلاء و علماء بدلائل و براہین اس کا مضر ہونا اور بطلان ثابت کر دیتے ہیں۔ بلکہ دوسرے وقت خود وہی علماء و عقلاء جنہوں نے اس کو حسن قرار دیا تھا۔ اس کے قبح پر مطلع ہوتے ہیں۔ اور اس کو غلط و باطل سمجھ کر اس اصول کو تبدیل یا ترمیم کر دیتے ہیں۔ یہ امور باواز بلند پکار پکار کہہ رہے ہیں۔ کہ انسان ناقص العقل ہے۔ اور اس کے علوم ظنیہ ہیں نہ یقینیہ۔ اور اس لئے وہ قابل اعتماد و اطمینان نہیں ہو سکتے۔ اور فطرتِ انسانی بزبانِ حال کہ رہی ہے۔ کہ انسان ملہم معلم تعلیم ربانی اور صاحب علم موہبتی لدنی کا محتاج ہے۔ اور اس کا وجود ہمیشہ ضروری ہے۔ کیوں کہ انسانی ترقی کا دارومدار علوم پر ہے۔ اور علم وہی ہے۔ جو علم واقعی و حقیقی ہو۔ اور اگرچہ ان علوم کسبیہ سے جو فروعاً کسبیہ اور اصلاً منتہی بعلوم لدنیہ ہیں بعض مدارج ترقی پر پہنچ سکتا ہے لیکن صحیح ترقی اور حقیقی ترقی اور کامل ترقی اور وہ ترقی جس کے بعد تنزل نہیں ہے۔ وہ ترقی جس میں پستی کا احتمال نہیں ہے وہ اصولاً و فروعاً علوم حقیقیہ و علوم یقینیہ قطعیہ پر موقوف ہے جس میں احتمال غلطی و خطا نہیں۔ انسان علوم میں ترقی کر رہا ہے۔ لیکن اگر علوم علوم حقہ قطعیہ ہوتے۔ تو نہ معلوم کہاں پہنچا ہوتا۔ اور نہ کیا کر چکا ہوتا۔ اور جو ترقی کہ ان علوم ناقصہ سے مثلاً سو سال میں حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ ہزار سال میں ہوتی ہے۔ وہ علوم یقینیہ حقیقیہ سے چند سال میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ اول خود ان علوم کی تحقیق میں صدیاں گزر جاتی ہیں۔ بعد ازاں ان سے نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور فائدے اٹھائے جاتے ہیں۔ جو فائدہ کہ مثلاً سائنس سے اہل یورپ نے صدیوں کی تحقیق کے بعد آج حاصل کیا ہے وہ اب سے صدیوں پہلے حاصل کر سکتے تھے۔ اگر علوم کو صاحبانِ علوم حقیقیہ اور معلمانِ خدا سے لیتے۔ مثلاً حرکت زمین و آفتاب و مرکزیت عالم کا مسئلہ آج ہزاروں برس کے بعد تحقیق ہوا ہے۔ اگر روحانی معلمین پر اعتماد کیا جاتا تو کم سے کم اب سے تیرہ سو برس پہلے حل ہو چکا تھا۔ اور طے شدہ تھا۔ بلکہ اس سے ہزاروں برس پیشتر اور فائدہ کہ از روئے علم سائنس اب اٹھایا ہے۔ وہ اب سے ہزار برس پہلے اٹھایا جا سکتا تھا۔ یا آج صدیوں کی تحقیق کے بعد معلوم کیا ہے۔ کہ فلک کوئی جسم نہیں ہے۔ اور سماوات کراتِ عالم کے گرد اور ان کے اوپر بخار و دخان رقیق ہیں۔ اور نہایت لطیف مادہ جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا۔ اگر معلمین نوعِ بشر خصوصاً معلم اعظم خاتم المعلمین کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے خدائی الفاظ پر اعتماد کیا جاتا۔ تو اب سے تیرہ سو برس پہلے یہ حل تھا۔ کیونکہ کلام خدا فلک کی حقیقت ایسی ہی بیان کرتا ہے۔ کَمَا قَالَ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔ "ہر ایک سیارہ اپنے اپنے فلک میں (آسمان میں) تیر رہا ہے" جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ حکیم بطلیموس کے خیال کے مطابق آسمان پانچ پانچ سو برس کی راہ کے موٹے موٹے ثقیل جسم نہیں ہے۔ جو نہ پھٹ سکیں نہ جڑ سکیں اور نہ ان میں کوئی جسم گذر سکے۔ بلکہ مجرائے سیارہ کا نام فلک ہے۔ یعنی وہ فضا جس میں کوئی سیارہ حرکت کرتا ہے نفطی و

قابلِ غور ہیں۔ اور یہی حقیقتِ افلاک ارباب علوم ہئیت۔ اوصیائے پیغمبر دائمہ کے اقوال و فرمائشات سے ثابت ہوتی ہے جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں[1]۔ اسی طرح حقیقتِ سماوات کلامِ خدا سے یہ ثابت ہوتی ہے " ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ " پھر ارادہ باری تطبیق سماوات کی طرف متوجہ ہوا۔ درانحالیکہ وہ دخان (دود۔ دھواں) تھے۔ پس سماوات بھی اجسامِ ثقیلہ کثیفہ نہیں ہیں۔ بلکہ دخانی و بخاری تیتے ہیں۔ آج ہزاروں برس کی تحقیقات کے بعد یہ معلوم کیا ہے۔ کہ جسمِ انسانی ہر مہینے نیا بدلتا رہتا ہے۔ اور خدا یوں فرماتا ہے۔ " اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ " کیا ہم ایک دفعہ بنا کر اور خلق کر کے تھک گئے اور عاجز ہو گئے۔ نہیں بلکہ وہ ہمیشہ خلقتِ جدید کا لباس پہنے رہتے ہیں " یہ اس تحقیق حکماء سے کہیں اعلےٰ اور زیادہ ہے۔ جسمِ انسانی ہر ماہ نہیں بلکہ ہر دن بدلتا ہے۔ وقس علیٰ ذٰلک :

خلاصہ یہ ہے۔ کہ حقیقی ترقی انسان کا دار و مدار علومِ حقیقیہ ہی پر ہے۔ اور علومِ حقیقیہ وہی ہیں۔ جو بلا اسباب ظاہریہ و آلاتِ خارجیہ من جانب اللہ بطورِ وحی یا الہام کلامی عطا ہوئے ہوں۔ اور اس لئے نوعِ انسانی بالفطرۃ ایسے معلم کی محتاج ہے۔ اور بحکمِ فطرتِ عالم و قولِ خدا و فعلِ خدا ایسے معلم کا وجود ضروری ہے۔ اور ایسا معلم اس زمانے میں امام ہے۔ لہٰذا وجودِ امام ضروری ہے۔ اور وجودِ امامؑ کا منکر خدا کی وجود ہی اور قولی کتاب اور خدا کے کلام اور کام کا منکر اور اس کا مخالف ہے۔ وھو المطلوب :

تنبیہ۔ یہاں بعض جہال کو یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ اب تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی و اوصیاء گزر چکے۔ اور حضرت خاتم النبیینؐ تمام تعلیمات کا خاتمہ کر چکے۔ اب کسی امام کی ضرورت نہیں ہے۔ اور انسان من حیث الفطرت اب کسی خاص معلم روحانی کا محتاج نہیں ہے۔ مگر یہ شبہ تقریراتِ سابقہ سے خود دفع ہے۔ کیونکہ جو ضرورت جب تھی اب بھی ہے۔ علوم پہلے ناقص تھے اب بھی ہیں۔ عقول پہلے ناقص تھیں اب بھی ہیں۔ تمام افرادِ انسانی معصوم نہیں بن گئے۔ جن کے علوم و کلمات و افعال و اعمال میں احتمال غلطی و خطا نہ ہو۔ اور ان کے علوم عادیہ حقیقیہ یقینیہ سمجھے جائیں۔ جو اختلاف پہلے تھا۔ اب بھی موجود ہے۔ بلکہ زیادہ۔ اگرچہ اس کی علت تعلیماتِ انبیاء کو چھوڑ دینا ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں زمانہ ظہورِ نبیؐ میں یا امامؑ میں ان لوگوں میں بالکل اختلاف نہ تھا۔ جو نبیؐ کو مانتے تھے۔ اور امامؑ کو سچا پیشوا سمجھتے تھے اور ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ پیغمبر زمانہ پیغمبری میں تمام اختلافات کو رفع فرما دیتے تھے۔ پس دلیل ایک ہی ہے۔ اور ضرورت ایک۔ اگر کسی وقت میں نوعِ انسانی معلم روحانی کی محتاج تھی۔ تو اب بھی ہے۔ اِلّا یہ کہہ دیا جائے۔ کہ کبھی انسان محتاج پیغمبر و امامؑ و معلم روحانی نہ تھا۔ اور بعثت مطلبین الٰہی معاذ اللہ

---

[1] اگر تفصیل تمام مسائل علمِ ہیئت کی دیکھنی ہو۔ تو کتاب "الید التمام" اردو ترجمہ "الہیئۃ والاسلام" ملاحظہ

فضول ولغو ہے۔ ورنہ جو اوّل ضرورت کو تسلیم کرتا ہے وہ اب بھی کرے گا۔ جو پہلے انبیاء و اوصیاء و ائمہ کو مانتا ہے۔ وہ اب بھی مانے گا۔ اور وجود امامؑ کو تسلیم کرے گا۔ وجود امام آخر الزمانؑ کا منکر تمام انبیاء و اوصیاء کا منکر ہے۔ اور یہی قول پیغمبرؐ سے بھی ثابت ہے پس وجود امامؑ ہر اعتبار سے اور ہر حال میں ضروری ہے۔ اور یہ چھٹی دلیل ہے ضرورت وجود امامؑ پر۔ قال تعالیٰ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔ زمین میں ہماری نشانیاں موجود ہیں۔ اور خود تمہارے نفسوں میں ہماری آیات ودیعت کی ہوئی ہیں "پس تم کیوں بصیرت سے کام نہیں لیتے۔ اور کیوں خدا کی کتاب وجودی اور فطرت عالم کے اوراق کے مطالعہ سے اندھے ہو رہے ہو۔" سِيرُوا فِي الْأَرْضِ زمین کی سیر کرو۔ اور آیات سے عبرت حاصل کرو۔ وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ اگر یہاں صحیفۂ عالم سے آنکھیں بند رکھیں۔ اور اس کتاب خدا کی ورق گردانی کر کے عبرت حاصل نہ کی۔ اور سبق نہ لیا۔ تو وہاں بھی اندھے ہی رہ گے۔ اور نورانی تجلیات سے محروم رہے

لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ

ساتویں دلیل

عقلاء و حکماء کے نزدیک یہ بات مانی ہوئی ہے۔ بلکہ بدیہی و ضروری ہے۔ کہ ذات باری تعالیٰ کی کنہ کو جاننا اور ادراک کرنا جو واجب الوجود و قدیم و ازلی و ابدی ہے۔ انسان ضعیف البیان ممکن الوجود و حادث کے لئے ناممکن ہے۔ اور معرفت باری من حیث الدین ضروری ہے بلکہ اوّل دین ہے۔ اور تکلیف مالا یطاق خدا کی طرف سے قبیح ہے۔ اور عقلاً و نقلاً مذموم ہے۔ پس جب اس نے اپنی معرفت کو واجب کیا ہے۔ تو اس کی معرفت کے اسباب و ذرائع بھی بہم پہنچا دئے ہیں۔ اور وہ اوّل اس کے آثار وجودیہ و آیات ہیں۔ ہر موجود و مخلوق واجب الوجود خالق کل کی ہستی اور اس کی وحدت کی نشانی ہے۔ ذرہ ذرہ اس کی قدرت و حکمت و علم پر دال۔ ہر موجود اس کی صفات کا مظہر ہے

ہر گیاہے کہ از زمیں روید وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

اور حس پر اس کی قدرت شاہد اور فطرت اشیاء دال ہے۔ اور اس کا فعل شاہد۔ وہی کلام سے بھی ثابت ہے۔ اور یہی فرماتا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ ہمیشہ ہم اپنی آیات اطراف و آفاقی عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھاتے ہیں۔ انسان موجودات عالم اور آثار قدرت الٰہی اور اس کی مصنوعات لاتتناہی میں غور کرنے سے بہت کچھ معارف حاصل کر سکتا ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں۔ کہ ہر ایک جنس اپنی جنس سے زیادہ مانوس ہوتی ہے اور جو سبق اس کی صحبت اور اس کے مشاہدے سے حاصل کرتی ہے۔ دوسری جنس سے نہیں کرتی کیوں کہ غیریت نفرت اور دوری کا باعث ہوتی اور اجنبیت اس کو اس کے پورے مشاہدے اور معائنہ آثار سے بعید رکھتی ہے۔ اور اسی اصل عقلی و فطری کے موافق انسان بھی اپنی ہی جنس سے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔ اور جو سبق کہ وہ اپنی جنس کے دیکھنے اور اس کے آثار و افعال و اعمال مشاہدہ کرنے اور اس کی صحبت سے حاصل کرتا ہے۔ وہ غیر جنس سے نہیں کرتا پس ضروری

لازمی ہے۔ کہ انسان کی اس تعلیم کی تکمیل کے لئے خود اس کے نفس سے کامل و اکمل نمونہ صفات باری و آئینہ اوصاف خالق عالم
و سید فیاض تیار کرے۔ جو اخلاق خدا کا نمونہ کہلائے۔ اور مظہر الٰہی قرار پائے۔ اور اس کی معرفت کے لئے اس کی زمین میں
اس کا جانشین ہو۔ دوسرے۔ بنی نوع اپنی جنس کے مظہر صفات و نمونہ اوصاف الٰہی کو دیکھ کر اپنے خالق و صانع کو پہچانیں۔
اور اس کے افعال و اعمال سے جو تماماً صراط مستقیم الٰہی میں ہوں۔ مشاہدۂ و مصاحبۂ راہ منزل مقصود پائیں۔ فطرت عالم
ایسے نمونہ خدا کے وجود کو ضرور مقتضی ہے۔ اور نوع انسان اپنی جنس میں سے ہمیشہ ایک ایسا آئینہ خدائی چاہتی ہے۔
اور عالم فطرت و خلقت میں ایسا ہی ہے بھی۔ اور خالق عالم و فاطر ارض و سما نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور نوع انسانی کی خلقت
کی ابتداء ازلاً ایسے ہی نمونہ صفات کاملہ و آئینہ اوصاف فاضلہ اور اپنے مظہر اور اپنے جانشین سے کی ہے۔ کما قال
اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً "میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں"۔ یہ جانشین خدا مظہر اوصاف خدا ہی
ہے۔ اور اس خلافت کے معنی وراثت صفات ہی ہیں۔ اور مظہر اول و اکمل و مرکز و معدن مظاہر عالم شمس اعلائے الٰہی حضرت
خاتم اس خلافت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ "تحقیق کہ اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر
بنایا"۔ اس صورت سے صورت و شکل ظاہری جسمانی مراد نہیں ہے۔ کیونکہ خالق صفات مخلوق جسم و جسمانیات سے بری ہے۔
بلکہ صورت سے مراد صورت صفاتی ہے۔ اور مطلب یہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَؑ عَلٰی صُوْرَتِہِ الصِّفَاتِیَّۃِ "کہ خدا نے
آدمؑ کو اپنی صورت صفاتی پر خلق کیا ہے۔ اور اپنے اوصاف و کمالات کا نمونہ اور اپنے جمال کا آئینہ بنایا ہے"۔ پس
عالم میں بحکم کتاب و جودی و قولی وجود ایسے مظہر صفات و خلیفہ خدا کا ضروری و لازمی ہے۔ اور یہ
مظہر صفات نبیؐ ہوتا ہے۔ اور بعد نبیؐ اس اسم کا مستحق اور عہدے کی لائق وہ ہو سکتا ہے۔ جو
نبیؐ کا جانشین و خلیفہ اور صفات نبویؐ کا مظہر اور اوصاف نبوتی کا آئینہ بر نفس رسول ہو۔ جو اصل و نسل و
حسب و نسب۔ جلال و جمال و صفت و کمال میں بمنزلہ رسولؐ ہو۔ نور اس کا نور نبویؐ اور جسم اس کا جسم
پیغمبریؐ۔ کمالات اس کے کمالات نبوتی ہوں۔ اور یہ وراثت صفات ذریت انبیاء ہی میں رہتی ہے۔ کما قال
عزّوجلّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃًۢ بَعْضُھَا
مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ "خدا تعالیٰ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو جملہ عالم پر برگزیدہ بنایا ہے۔ جو ایک
دوسرے کی ذریت اور سلسلہ مسلسلہ متصلہ ہیں"۔ پس ضرور مظہر صفات الٰہی و نمونہ اوصاف خداوندی آئینہ جمال محمدی بعد
حضرت خاتم النبیینؐ و سید المرسلینؐ ان کی اصل و نسل و حسب و نسب و عترت و ذریت ہی سے ہے۔ اور عترت و ذریت
رسولؐ بغیر از اولاد علیؑ و بتولؑ اور کوئی نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ بعد پیغمبر یہ مظہر خدا و خلیفہ خدا و جانشین محمد مصطفےٰ
ذریت رسولؐ اولاد علیؑ و بتولؑ سے ہے۔ نبوت حضرتؐ پر ختم ہے مگر ولایت و امامت باقی۔ پس
وجود امامؑ اس زمانے میں مسلم ہے۔ اور وجود امامؑ ذریت رسولؐ ہی سے ہے۔ اور یہی مقصود ہے

یہ ساتویں دلیل ہے وجود دائم پر کہ مظہر صفاتِ الٰہی ضرور موجود ہونا چاہیئے۔ اور یہی حکم فطرتِ عالم وکلامِ خداوندِ عالم ہے۔ جو بات قولِ خدا و فعلِ خدا سے ثابت اور خدا کا کلام اور کام اس پر شاہد ہو۔ وہ کسی شبہ وہمی اور استبعادِ عقلی سے باطل نہیں ہو سکتی۔ جو اس وقت میں ایسے مظہر کا انکار کرتے ہیں۔ ان کو اوّل جملہ مظاہر صفاتِ الٰہیہ برگزیدہ انسانوں انبیاء و اوصیاء انبیاءؑ کا بھی انکار کر دینا چاہیئے۔ اور شاید اپنے ادعائے باطل کے ثابت کرنے کے لئے ایسا بھی کر دیں۔ لیکن پھر بھی مطلب پورا نہ ہوگا۔ کہ سلسلۂ خلافتِ الٰہیہ غیر منقطع ہے۔ فَلَا تَخلُوا الاَرضَ مِن خَلِیفَةِ اللّٰهِ یعنی کبھی خلیفۂ خدا سے خالی نہیں ہو سکتی ہے۔

آٹھویں دلیل

انسانی فطرت کا معائنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نفس امارۂ انسانی انسان کو برائی کی طرف مائل اور برائی کا حکم کرتا ہے۔ اور خواہشات نفسانیہ و دواعی نفس شرارات کی طرف کھینچتی ہیں۔ اور من حیث الفطرۃ تمام انسان اس میں مساوی ہیں۔ کوئی انسان اس سے خالی نہیں۔ اور کسی کی بابت یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس کے تمام افعال و اعمال خیر ہیں۔ اور یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بالفطرت مقتداء و پیشواء چاہتا ہے۔ اور اقتداء اس کی سرشت میں داخل ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ کوئی مذہب۔ کوئی ملت۔ کوئی قوم اور کوئی فرد نوعِ انسانی اس سے محتاج و خالی نہیں۔ تمام ملل و مذاہب و فرق و اقوام عالم ایک نہ ایک پیشوا رکھتی ہیں حتّیٰ کہ وہ حکماء و فلاسفر جو کسی نبی یا پیغمبر و امام کے قائل نہیں۔ وہ بھی اقتداء و تقلید سے خالی نہیں ہیں۔ اپنے سے بڑے حکیم کی اقتداء کرتے ہیں۔ اور تمام اقوام جو مذہب آسمانی رکھتی ہیں۔ اپنے خیال میں اپنے پیشواؤں کو اپنے سے بایں معنی جدا و ممتاز سمجھتی ہیں۔ کہ ان کے تمام اقوال و اعمال کو خیر اور حسن جانتی ہیں۔ اور ان کو خطاکار و گنہگار نہیں سمجھتی۔ اپنے کو خاطی و گنہگار جانتی ہیں۔ اور ان کو گناہوں کا بخشوانے والا اور بدیوں کا دور کرنے والا۔ گناہوں سے پاک اور خطاؤں سے مبرا و منزہ جانتی ہیں اس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ وجود مقتدائے معصوم کو فطرتِ انسان مقتضی ہے۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اور ایسا ہی ہے۔ کیونکہ جس طرح معرفت کے لئے نمونۂ خدا کی ضرورت ہے۔ اور جنس انسان میں سے ایک مظہر خدا کا وجود ضروری ہے۔ اسی طرح افعال میں اقتداء و پیروی کے لئے ایک ایسے شخص کا وجود لازمی ہے۔ جو عالم افراد انسانی سے جدا اور ممتاز ہو۔ اور اس کے تمام افعال و اعمال خیر ہی خیر اور حدِ اعتدال و صراطِ مستقیم الٰہی پر ہوں۔ اور ایسے شخص کو جس کے تمام افعال و اقوال خیر ہی ہوں۔ اور شر اس سے ظاہر نہ ہوتا ہو۔ اور خیر مطلق کا مظہر ہو۔ اور اس کی نسبت شرارت و معصیت کا خیال ہی نہ ہو سکے۔ اور غلطی و خطا کا احتمال ہی نہ ہو۔ اور ہمیشہ ایسا ہی رہے۔ معصوم کہتے ہیں۔ پس جب تک کہ انسان میں شرارت و نفس امارہ اِنَّ النَّفسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوٓءِ موجود ہے۔ دنیا میں وجود معصوم مطلق لازم و ضروری ہے۔ اور عصمت مخصوص ہے نبی و وصی نبی سے۔ اور عصمتِ امتِ محمدی میں غیر از حضرت رسولِ خدا اور کسی کو حاصل نہیں۔ مگر ہی معصوم ہیں۔ جو مطہر بتطہیر الٰہی ہیں اور اسی واسطے اہل اسلام میں سے جو عصمت کے قائل ہیں۔

وہ عصمت کو اس خاندان سے مخصوص کرتے ہیں۔ اور عصمت امام کے قائل سب ائمہ اہلبیتؑ ہی کو امام مانتے ہیں۔ پس وجود پیشوائے معصومؑ ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور اس وقت امامِ معصومؑ موجود ہے۔ اور وہ ذریتِ رسولؐ سے ہی ہے۔ اور سلسلۂ اہل بیتؑ و ذریتِ رسولؐ میں امامِ معصوم بجز الحجۃ ابن الحسن العسکریؑ اور کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ وہو المطلوب ::

دُوسری تقریب۔ ہم اس دلیل کو خاص اہل اسلام کے لئے دُوسری صورت سے عنوان کرتے ہیں مسلّم ہے کہ جس وقت پیغمبر خاتم النبیینؐ نے انتقال فرمایا تین قسم کے لوگ موجود تھے۔ ایک کافرین و مشرکین ظاہر بظاہر و ظاہراً و باطناً منکرین و مخالفین اسلام و پیغمبر اسلام تھے۔ خواہ یہود و ہنود یا نصاریٰ و مشرکین اطلاقی یا اور کوئی فرقہ ضالہ و کافرہ۔ دُوسرے سچے مومن و مسلمان جو ظاہراً و باطناً مطیع اسلام و پیغمبرِ اسلام تھے۔ اور تیسری قسم کے وہ لوگ تھے۔ جو بظاہر اپنے کو مطیع اسلام و فرمانبردار پیغمبرؐ کہتے تھے۔ اور باطناً منکر اسلام و مخالف پیغمبرؐ تھے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ ان تین قسم کے لوگوں کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ بلکہ تقسیم عقلی بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ یا ایسے شخص ہوں گے جو ظاہر اور باطناً کسی کے ماننے والے ہوں۔ یا ان کے مدمقابل اور ظاہراً و باطناً اس کے نہ ماننے والے یا بظاہر اقرار کرنے والے اور باطناً منکر و مخالف۔ ان کو منافق کہتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو بظاہر مخالف ہوتے ہیں اور باطناً موافق۔ وہ کبھی کسی مصلحت اور ضرورت سے ایسا کرتے ہیں۔ اور یہ کوئی خاص فرقہ نہیں ہے۔ ہر ایک مطیع کو بعض وقت ایسی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ گروہ اور جماعتیں تین ہی ہیں۔ اور پیغمبرؐ کے زمانے اور اس کے بعد دُنیا میں تین قسم کے لوگ تھے۔ اور وجود منافقین سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور قرآن شریف میں دو سو سے زائد آیات منافقین کے ذکر میں موجود ہیں۔ اور ایک سورہ خاص منافقین ہی کے باب میں ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ جب منافق تیرے پاس آتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں۔ کہ تو رسول خدا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے۔ کہ تو ضرور رسول خدا ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے۔ کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ زبان سے رسول خدا کہتے ہیں۔ اور دل میں (معاذ اللہ) کاذب جانتے ہیں۔ اور منکر پیغمبرؐ ہیں۔ سورۂ توبہ تمام منافقین ہی کی مذمت میں ہے۔ اور خود مدینہ میں منافقین موجود تھے۔ اور رسولؐ کے پاس ہمراہ اور ہم صحبت رہتے تھے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ اور ان لوگوں میں سے جو اعراب ہیں سے تمہارے گرد و پیش میں بعض منافقین ہیں۔ اور اہل مدینہ میں سے بعض سخت منافق ہیں اور منافقت پر اڑے ہوئے اور سرکش"۔ غرض وجود منافقین مسلمات سے ہے۔ اور یہ بھی مسلّم ہے کہ گروہ اوّل یعنی کافرین و مشرکین مسلمان سے جدا و ممتاز تھے۔ لیکن منافقین جدا نہ تھے۔ وہ مسلمانوں میں ہی ملے ہوئے

تھے۔ اور ان کی کوئی خاص علامت نہ تھی۔ پیشانی پر نہ لکھا ہوا تھا۔ جو ہر کس و ناکس جاہل و عالم ان کو پہچان لے۔ اور تمیز کر سکے۔ کہ یہ مومن ہے اور یہ منافق ہے۔ کافرین و مشرکین جو معلوم اور جدا تھے۔ اُن کی تو کوئی مسلمان مسلمان ہو کر اقتداء کر ہی نہیں سکتا۔ رہ گئے اہل اسلام۔ ان میں مومنین و منافقین شامل و مشترک ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ بعد وفات پیغمبرؐ وہ دنیا سے معدوم نہیں ہو گئے۔ نہ آسمان پر چلے گئے۔ نہ زمین میں دھس گئے۔ نہ دریا میں غرق ہوئے۔ اور نہ بعد پیغمبرؐ اپنا کفر و نفاق ظاہر کر کے ظاہر بظاہر سب کے سب مرتد ہو کر اسلام سے کلیتہً علیحدہ ہو گئے ضرور موجود تھے۔ اور ضرور انہی مسلمانوں میں موجود تھے۔ بلکہ قرآن شاہد ہے۔ کہ عمداً وہ تخریب اسلام کے لئے لباس اسلامی میں داخل ہوئے تھے۔ اور اکثر یہودیوں نے ایسا کیا تھا۔ اور اسی تدبیر سے وہ اسلام کو ضعف پہنچا سکے؛

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اہل اسلام بعد پیغمبرؐ کس کی اقتداء کریں اور کس کے قدم بقدم چلیں۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ نے ان کی بابت کیا حکم دیا ہے۔ اور کیا دستور العمل مقرر کیا گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ جس مسلمان کی بھی یا جس صحابی کی بھی اقتدا کریں۔ نجات یافتہ ہیں۔ تو یہ اخراء بالشر کے درجے کو پہنچ جاتا ہے۔ اور حق مشتبہ رہ جاتا ہے۔ اور یقینی برأتِ ذمہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ وہ مقتدا اور پیشوا منافق ہو۔ بعبارت اُخرےٰ ایسی صورت میں یقین نجات و فلاح و برأت ذمہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور خدا فرماتا ہے۔ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ جس بات کا یقین نہ ہو جائے۔ اس کی پیروی نہ کرو۔ البتہ اس سے ظن حاصل ہو سکتا ہے۔ اور "ظنوا بالمومنین خیرا" کے حکم سے یہ گمان ہو سکتا ہے۔ کہ غالباً یہ حق پر ہو۔ اور منافق نہ ہو۔ لیکن "اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا" ظن بالکل مفید حق نہیں۔ اور اس سے ہرگز حقیقت ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس ضروری و لازمی ہے۔ کہ اہل اسلام میں کچھ نفوس ایسے ہوں۔ جن کی بابت منافقیت کا شبہ ہی نہ ہو سکے۔ اور خطا و غلطی کا احتمال ہی نہ ہو۔ اور یقینی و قطعی طور پر معلوم ہو کہ وہ بر حق و مومن صادق ہے۔ اور ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے۔ جو یقینی طور پر معصوم ہو۔ اور عصمت اس کی ثابت اور معلوم و معروف۔ تاکہ اس کی اقتداء یقینی برائت ذمہ اور صلاح و فلاح کا باعث ہو۔ اور احتمال و شک و شبہ باقی نہ رہے۔ پس وجود معصوم ضروریات دین و ضروریاتِ فطریہ سے ہے۔ بلا وجودِ معصوم نجات ناممکن ہے۔ اور یقینِ فلاح و صلاح محال ہے۔ پس جب اسلام میں منافقین کا وجود ہے تو معصومین کا وجود بھی لازم ہے۔ ورنہ خدا اور رسولؐ دونو پر الزام آتا ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ نہ صرف وجود معصوم ضروری ہے۔ بلکہ نص بر وجود معصوم بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جس طرح منافقیت کا کوئی خاص نشان نہیں ہے۔ اور پیشانی پر ٹیکہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح معصومین کے لئے بھی علامت معین نہیں ہے۔ بلکہ عصمت ایک صفت باطنی ہے۔ اور صفات و آثار و افعال و اعمال سے پہچاننا ہر شخص کا کام نہیں۔ اور پھر اس کی شناخت کے لئے ایک مدت چاہیئے۔ کہ خبث نفس نکھر کر بسا اوقات معلوم ہو۔ اگر کوئی منافق اور خبیث النفس ہے۔ تو مدت تک اس کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ اور باطن کا

حال خدا جانتا ہے۔ اور وہ ہر ایک مومن و منافق کو پہچانتا ہے۔ پس چاہیئے کہ وہی اس کی تصریح کرے۔ اور اس کو منصوص فرمائے۔ اور اس کو معین کر دے۔ اور اس کا رسول اس کا تعارف کرا دے۔ اور مسلم ہے۔ کہ معصوم رسولؐ ہے۔ اور اس کے بعد اہل اسلام میں اگر عصمت ہے۔ تو عترت و ذریت رسولؐ میں ہے۔ اور الحاق ذریت رسولؐ با رسولؐ بنص آیۂ قرآن مسلم ہے۔ کما قال عزّ وجلّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ اور جو مومن ہیں اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کیا ہے۔ ہم نے ان کے ساتھ ان کی ذریت کو ملحق کر دیا۔ اور ان کے عملوں میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا۔ رسولؐ کا افضل المومنین و اول المومنین بلکہ عین ایمان و حقیقت ایمان ہونا مسلم اور ذریت پیغمبرؐ نے بھی ضرور ایمان میں اتباع پیغمبرؐ کیا۔ پس الحاق ذریت پیغمبرؐ با پیغمبرؐ مسلم و محقق۔ جو ذریت رسولؐ کے ساتھ اور اس کا تبع ہوا۔ وہ بھی بذریعۂ ذریت رسولؐ ملحق برسولؐ ہو گا۔ اور جب ملحق برسولؐ ہو گیا۔ نجات پا گیا۔ رسولؐ کا بنص آیہ معصوم و مطہر مطلق ہونا اور عترت رسولؐ اہلبیت نبوت و رسالت کا داخل تطہیر الٰہی ہونا مسلم و محقق و مبرہن۔ لہٰذا عصمت مطلقہ رسولؐ و ذریت رسولؐ سے خارج نہیں ہے۔ اور ذریت رسولؐ تطہیر میں شریک رسولؐ ہے۔ اور بعد پیغمبرؐ ذریت رسولؐ معصوم منصوص ہے

پس وجود امام معصومؑ از ذریت رسولؐ بضرورت فطرت عالم و بحکم فعل و قول خداوند عالم ضروری و مسلم ہے۔ اور منکر وجود عکوک مکذب آیات کتاب وجودی و کتاب قولی خلاق عالم۔ وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون یہ آٹھویں دلیل ہے وجود امامؑ پر۔ اور یہ دلیل اگرچہ قریب و مشابہ ہے۔ دلیل اول سے۔ لیکن دراصل دونوں ایک نہیں ہیں۔ صورت استدلال بغور ملاحظہ ہو۔ تفصیل کے ساتھ عصمت انبیاءؑ و ائمہؑ پر کسی اور موقع پر بحث کی جائے گی۔ اثبات وجود معصومؑ کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ ماحصل یہ کہ صدق و کذب و حق و باطل کی تحقیق و تصدیق و تمیز وجود معصوم پر موقوف ہے اور بغیر اس کے تمیز حق و باطل محال۔ حق ہمیشہ مشتبہ رہے گا پس وجود امام معصومؑ ہر زمانے میں ضروری و لازمی ہے۔ اور وہ حجۃ ابن الحسن علیہ السلام ہیں۔ دستفرکث فلا تنسیٰ

نویں دلیل وجود مضل مطلق یعنی ابلیس لعین رجیم مسلم اہل ملل و مذاہب ہے۔ اور کلام خدا اس پر ناطق۔ قال هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ کہا یہ شیطانی کام ہے۔ کیونکہ وہ دشمن اور کھلا کھلا مضل (گمراہ کرنے والا) ہے (قصص ع ۲) اور قول شیطان یہ ہے "وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ" سوائے تیرے مخلص بندوں کے میں سب کو بہکاؤں گا۔ اور صفت اس کی یہ ہے۔ کہ دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اور وسواس خناس اس کا نام ہے۔ وہ انسانی رگ و پے میں خون کی طرح دوڑ جاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ خالق شیطان بھی خدا ہے۔ اور اسی نے اس کو مہلت بھی دے رکھی ہے۔ پس ضروری ہوا کہ اس مضل مطلق کے مقابل ہمیشہ ایک ہادی مطلق موجود رہے۔ جو علاوہ تعریف ظاہری و ہدایت خلق باطناً بھی مضل

سے کہیں طاقتور ہو۔ اور اس سے زیادہ متصرف ہو۔ جو جملہ وساوس شیطانی کو دور کرکے مومنین کے دلوں میں نور ایمان بڑھاتا رہے۔ اگر شیطان کے ہوتے ہوئے اس کے مقابل وجود ہادی تسلیم نہ کیا جائے۔ تو انسان شرارت پر مجبور ہو جائے گا۔ اور خدا کا شیطان کو موجود رکھنا اور مہلت دینا اغراء ہوگا۔ قال سبحانہ وتعالیٰ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ "اے پیغمبر سوائے اس کے نہیں ہے کہ تو پیغمبر بشیر و نذیر ہے۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔" اور ہادی از ضروریات فطریۂ عالم ہے۔ اور ہادی بعد پیغمبر امام معصوم ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ مثل عامۂ ناس ہو۔ اور خارج از عصمت ہو تو ہادی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ خود اس وقت میں محتاج ہادی ہوگا۔ اور جو محتاج ہادی ہو۔ وہ ہادی نہیں ہے۔ کما قال عز و جل اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ "کیا وہ شخص احق و سزاوار اتباع و اقتداء ہے۔ جو ہدایت الی الحق کرتا ہے۔ یا وہ جو ہدایت نہیں پاتا۔ جب تک کہ اس کو ہدایت نہیں کی جائے۔ یعنی اپنی ہدایت میں خود محتاج ہادی ہے۔ پس تمہیں کیا ہو گیا۔ کہ تم ایسا حکم کرتے ہو؟" پس ہادی وہی ہو سکتا ہے۔ جو بالفطرت ہدایت یافتہ ہو۔ اور محتاج ہادی خارجی نہ ہو۔ یعنی ہادی مہدی ہی ہو سکتا ہے۔ اور ہدایت فطری انہی کے واسطے ہے۔ جو مؤید بروح قدس ہوتے ہیں۔ وَاَيَّدْنٰهُمْ بِرُوْحِ الْقُدُسِ "اور ہم نے روح القدس سے ان کی تائید کی ہے۔" اور شکم مادر سے عالم بلکہ علیم پیدا ہوتے ہیں۔ اور علم ان کا بوحی والہام الٰہی موہبتی ولدنی ہوتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ "اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے عالم امر سے ایک روح بھیجی ہے۔ تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔ لیکن ہم نے اس روح کو نور بنایا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ جس کو یہ روح نورانی عطا کر دیتے ہیں۔ وہ ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے۔ اور تو لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔" جب تک کسی میں یہ روح موجود نہ ہو۔ وہ بالفطرت ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا۔ ہدایت یافتہ وہی ہے۔ جو دارائے روح نورانی مورد وحی والہام اور بحکم خدا و بامر الٰہی ہدایت کرتے ہیں۔ اور ان صفات سے متصف انبیاء و ائمہ ہی ہیں۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ. بالفاظِ دیگر یہ وہ بندگان مخصوصین و مخلصین ہیں۔ جن کو شیطان نے اغواء سے مستثنےٰ کیا ہے۔ اور ان کو وہ کسی طرح سے نہیں بہکا سکتا۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ پس وجود ہادی مطلق و صاحب علم لدنی و موہبتی و ہدایتِ فطری و عصمتِ مطلقہ ضروری ہے۔ اور وجود مضل بالفطرۃ وجود ہادی کو مقتضی۔ اور کبھی زمانہ اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور بہ صفات

بعد پیغمبر بجز از ذریت نبیؐ و اولاد فاطمہؑ و علیؑ اور کسی میں ثابت نہیں ہو سکتیں۔ اور اولاد علیؑ میں سوائے حضرت حجۃ ابن الحسن العسکریؑ اور کوئی ہادی و مہدی نہیں۔ پس وجود امام ہادی مہدی مسلم و محقق ہے۔ اور انکار انکار و تکذیب آیات قرآنی وھو المطلوب ؛

دسویں دلیل تجربہ شاہد و مشاہدہ دال اور فطرت انسانی ناطق ہے۔ کہ علم اور کتاب کے پڑھنے اور سیکھنے کے لئے معلم اور مبین کی ضرورت ہے۔ کوئی علم کسی کتاب سے خود بخود نہیں آتا۔ کیوں کہ کتاب خود ناطق نہیں ہے۔ وہ کچھ نقوش و خطوط یا اصوات و الفاظ ہیں۔ یہ ہمیشہ اور ہر وقت مشاہدہ سے اور تجربہ میں ہے اور کلام خدا بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ کتاب کے لئے ایک مبین کتاب کی ضرورت ہے۔ اور خدا نے اپنی مکمل کتاب اور آخری کتاب کے ساتھ مبین کتاب بھی بھیجا ہے۔ فَقَالَ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ نحل ۶ اور نہیں نازل کیا ہم نے تجھ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ اے پیغمبر تو بیان کردے ان سے وہ چیزیں جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں مدعا تھا لیکن یہ کتاب بارفع اختلاف اہل ایمان کے لئے رحمت و ہدایت ہے تو اس آیت سے ثابت ہے۔ کہ پیغمبر مبین کتاب ہے۔ اور یہ کہ یہ بیان یا کتاب موجب رفع اختلاف ہے۔ اور رفع اختلاف ہی رحمت و ہدایت۔ پیغمبر رفع اختلاف کے لئے آیا ہے۔ اور قرآن اختلاف مٹانے کے لئے اترا ہے۔ اور ایک اور آیت میں خدا فرماتا ہے۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ نحل ۶ اور ہم نے تیری طرف ذکر نازل کیا ہے۔ تاکہ تو بیان کردے لوگوں سے۔ جو کچھ کہ ان کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ تفکر کریں ؛ کتاب کے لئے مبین ضروری و لازمی ہے۔ اور تعلیم قرآن کے بعد مبین قرآن پیدا کیا گیا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ رحمان نے قرآن پڑھایا۔ ایک انسان کو خلق کیا۔ اور اس کو بیان سکھایا؛ اگر ہدایت اور تعلیم کے لئے محض کتاب کافی ہوتی۔ تو انبیاء کے بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ پس اصل ہادی و معلم نبی ہے۔ کتاب قانون الٰہی ہے۔ جس کو بیان کرنے والا اور تعلیم دینے والا اور احکام کو جاری و نافذ کرنے والا پیغمبر ہوتا ہے۔ بالیوں کہئے۔ کہ لوگوں کے لئے پیغمبر آتا ہے۔ اور کتاب پیغمبر کے لئے اترتی ہے نہ لوگوں کے لئے۔ لوگ صاحب کتاب و شریعت نہیں ہیں۔ پیغمبر صاحب کتاب و صاحب شریعت ہے۔ اگر کہا جائے۔ کہ کتاب لوگوں کے لئے اترتی ہے۔ غلط و باطل ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو پھر سارے انسان نبی ہوں۔ اگر ایسا ہو۔ تو سب عالم کتاب ہوں۔ اگر ایسا ہو۔ تو اصل منزل کتاب وہی ہوں تو انبیاء۔ اور یہ باطل ہے۔ پس صاحب کتاب پیغمبر ہی ہے۔ کتاب اسی پر اور اسی کے لئے نازل ہوئی ہے۔ لوگوں سے وہ بیان کرتا ہے۔ لوگوں کو وہ تعلیم دیتا ہے۔ کتاب کسی کو عالم نہیں بنا سکتی۔ اور احکام تعلیم نہیں دے سکتی۔ اور عمل نہیں کرا سکتی۔ خود ہدایت نہیں کر سکتی۔ غرض مبین کتاب حجاب کے

ساتھ ہے۔ اور اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سے بعد پیغمبرؐ بھی ایک مبیّنِ کتاب کی ہمیشہ ضرورت ہے۔ کیونکہ جو ضرورت اس وقت تھی اب بھی ہے۔ آپ صرف دیکھنا یہ ہے۔ کہ مبیّنِ کتاب کون اور کس صفت کا انسان ہو سکتا ہے۔ فہم علماء اسلام یا خاص گروہ۔ صورتِ اوّل بالکل باطل ہے۔ اور مشاہدہ صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ علماء مبیّنِ کتاب نہیں ہیں۔ کیونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کتاب اختلاف مٹانے کے لئے اُتری ہے۔ پیغمبرؐ اختلاف اُٹھانے کے لئے آیا ہے۔ اور اختلاف کا مٹنا ہی ہدایت و رحمت ہے۔ اور پیغمبرؐ اسی کتاب (قرآن) سے ہر ایک اختلاف کو رفع فرماتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ان کے زمانے میں اہل اسلام میں اختلاف نہ تھا۔ لیکن تفسیر و بیانِ علماء اور ان کی تعلیم ان کے بالکل برعکس ہے۔ علماء کی تفاسیر ہر روز نت نئے اختلاف پیدا کرتی ہیں۔ علماء نئے نئے مذاہب ایجاد کرتے ہیں۔ اور مدرک قرآن ہی کو قرار دیتے ہیں۔ علماء کے اقوال ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس کا بدیہی نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ یا تو علماء حقائق و معارفِ قرآن کے عالم اور اس کے حقیقی معلم و مفسر و مبیّن نہیں ہیں۔ یا یہ کہ قرآن خود جمیع اختلاف ہے۔ اور احکام متباینہ متضادہ متناقضہ کا مجموعہ ہے۔ مگر اس کو کوئی مسلمان تسلیم نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ عقلاً و نقلاً باطل اور صریح آیات کے خلاف ہے۔ اگر قرآن میں اختلاف ہو۔ تو وہ کتاب خدا نہ ہو گی۔ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ اگر یہ منزل من اللہ اور خدا کا سچا کلام نہ ہوتا۔ تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔ مگر چونکہ خدا کا کلام ہے۔ اور خدا کے کلام میں اختلاف نہیں ہوتا۔ اس لئے اس میں بالکل اختلاف نہیں ہے۔ حقائق و معارفِ قرآنی ایک ہیں تعلیمِ قرآن ایک ہے۔ صراطِ قرآنی ایک ہے۔ احکامِ قرآنی ایک ہیں پھر اختلاف کیسا؟ اختلاف کہاں سے آیا؟ یہ سب علماء کی نافہمی کا نتیجہ ہے۔ یہ حقائقِ قرآنی کے عالم نہیں ہیں۔ اگر وہ عالم حقیقتِ قرآن ہوتے۔ ہرگز اختلاف نہ ہوتا۔ ہرگز ایک کا قول دوسرے کی ضد و نقیض نہ ہوتا۔ کبھی ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق نہ کرتا۔ اور بڑے بڑے عالم و ائمۂ علوم اس اختلاف میں مبتلا نظر نہ آتے۔ تمام مسلمان ایک ہوتے۔ ستر بہتر بلکہ ستر ہزار بلکہ ستر لاکھ فرقے پیدا نہ ہوتے۔ ایک خدا۔ ایک رسولؐ۔ اور ایک کتاب۔ توحید۔ نبوت اور معاد کے قائل مسلمان اس طرح تتر بتر نہ ہوتے۔ قرآن یوں پارہ پارہ نہ ہوتا۔ اسلامی جماعت اس طرح پریشان نہ ہوتی۔ اور اس طرح تباہ و برباد نہ ہوتی یہ سب نتیجہ ہے۔ علماء کے حقیقی عالمِ قرآن نہ ہونے اور دعوے کرنے اور سچے اور برحق عالمانِ قرآن و مفسرین کتاب مبیّنِ کلام اللہ کو ترک کر دینے کا۔ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ اور کیوں کر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کتاب جس کا دعوے "تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ" ہو جس کا اعلان لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ہو جس کا ادعا مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ہو جس کی تحدی فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ ہو جس کی صفت وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ بَلْ لِلّٰهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا اگر کوئی قرآن کہ پہاڑ

اس سے جل نکلیں۔ زمین قطع ہو جائے۔ مُردے بول اُٹھیں۔ بلکہ ہر ایک امر انجام پا جائے (تو وہ یہی قرآن ہے) اور جو عالمِ قرآن تھے۔ ایسا ہی کرتے تھے۔ ملاحظہ ہوں حالاتِ پیغمبرؐ اور اوصیاءِ پیغمبرؐ اور ان کے معجزات و کراماتؐ و تصرفات یہ سب اسی قرآن سے تھا۔ یہ سب اسی کی برکت تھی۔ یہ علمِ قرآن ہی کا فیض تھا۔ شق القمر اس کا ایک کرشمہ اور تکلّمِ نخلہ اس کا ادنیٰ معجزہ۔ اگر ہم عالمِ قرآن ہوتے۔ اگر اس کی حقیقت ہمارے وجود میں ہوتی۔ تو ایک آیت سے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے۔ سمندروں کو منجمد اور دریاؤں کو ساکن کر دیتے۔ ہم مُردوں کو جِلاتے اور اپنی قوم کو زندہ کر کے آسمانِ ترقی پر پہنچاتے۔

قرآن معجزہ ہے۔ حقیقتِ معجزہ کو معجز نما ہی جانتا ہے۔ اور [illegible] اعجاز ہے۔ توریت بصورتِ اعجاز نہ اُتری تھی۔ اس سے تحدّی نہ کی گئی تھی۔ مگر اس میں ہدایت و نور تھا۔ اس لئے اس سے حکم کرنے والے اور احکام نکالنے والے عوام نہ تھے۔ انبیاءؑ و اوصیاءِ انبیاءؑ و علمائے ربانی تھے۔ قرآن جو بصورتِ اعجاز نازل ہوا ہے۔ اس سے ہر کس و ناکس یا ہر عربی داں کیوں کر اس کی حقیقت پر احاطہ رکھ سکتا ہے۔ ہرگز علماءِ مبیّنِ قرآن و حقیقی معلّمِ قرآن نہیں۔ بلکہ ضرور بعد پیغمبرؐ مبیّنِ کتاب و معلّمِ قرآن ایک خاص جماعت ہے۔ اور وجودِ مبیّنِ کتاب و معلّمِ کتاب ہر ایک زمانے میں ضروری ہے۔ اور ابو داؤد روایت کرتے ہیں۔ کہ رسولِ خدا نے فرمایا ہے عَلِیٌّ بَابُ عِلْمِیْ وَمُبَیِّنٌ لِاُمَّتِیْ مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ مِنْ بَعْدِیْ۔ یعنی علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے۔ اور میرے بعد میری کتاب کا مبیّن ہے۔ اس کی محبت ایمان ہے۔ اور بغض نفاق اس کی طرف دیکھنا راحت ہے۔ اور اس کی مودّت عبادت۔ پس بعد نبیؐ مبیّنِ قرآن بابِ علمِ نبیؐ ہے۔ اور بابِ علمِ نبیؐ کا وجود ہمیشہ ضروری ہے۔

حقیقتِ قرآن الفاظ و اصوات یا خطوط و نقوش یا تصوراتِ ذہنیہ نہیں ہیں۔ بلکہ ایک حقیقتِ علمیہ نورانیہ ہے۔ جو وجودِ محمدیؐ میں ہے۔ وھی اتحد اتحاداً خلقاً و باطناً بحقیقت المحمدیہ کما دل علیہ الآیات اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ۔ تحقیق کہ یہ قرآن کریم ہے کتاب مکنون میں۔ قرآن صورتِ مفردہ ہے۔ جو زبانِ حق ترجمانِ محمدیؐ سے نکلی۔ اور کتاب حقیقتِ قرآن۔ حقائقِ علمیہ نوریہ متحد بروحِ محمدیؐ ہے۔ اور اس اعتبار سے کتاب و قرآن دو چیزیں ہیں۔ صورتِ مفردۂ ظاہری کا نام قرآن ہے۔ اور حقیقتِ باطنی قرآن کتاب۔ اور قرآن کتاب وجودی ہے۔ اور وہ حقیقتِ نبویؐ ہے۔ کتاب مجمع و معدنِ حقائق ہے۔ اور قرآن، اس کی تشریح و تفصیل مَا کَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ یہ قرآن ایسا نہیں ہے۔ جو غیر کی طرف سے افترا کیا گیا ہو۔ لیکن مصدق ہے اپنے سے پہلی کتب کا اور تفصیل ہے کتاب لاریب فیہ کی۔ پس کتاب لاریب فیہ حقیقتِ نوریہ علمیہ متحد بحقیقتِ نبویہ ہے۔ پس حقیقتِ قرآن کا عالم اور اس پر محیط و مطلع وہی ہو سکتا ہے۔ جس کی حقیقت عین یا جزو

حقیقتِ محمدی ہو۔ اور ظاہراً و باطناً نفسِ رسول ہو۔ دونوں ایک نور کے دو ٹکڑے اور ایک اصل کے دو تنے ایک شاخ کے دو پھل ایک صدف کے دو موتی ایک کان کے دو پاکیزہ گوہر ایک آسمانِ علم و حکمت کے دو آفتاب ہوں۔ ایک مصحف کے دو سورے اور ایک سورت کے دو آیے اور ایک آیت کے دو مصداق و مفہوم ہوں۔ بعدِ پیغمبر عالمِ حقیقتِ قرآن وہ ہو سکتا ہے۔ جو خلقاً و خُلقاً و نطقاً و منطقاً متصف باوصافِ محمدی اور آئینہ جمالِ نبوی ہو۔ نبی کا ہر جوہر عکس اس میں نظر آئے۔ یہ صفات غیر از ذریت و عترتِ رسولؐ اور کسی میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ حقیقتِ قرآن حقیقت نورانیہ محمدیہ ہے۔ اور اس کو سوائے مطہرین کوئی مس کر ہی نہیں سکتا۔ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ۔" اور مطہر بعد پیغمبر ذریتِ پیغمبر ہے "يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔" چنانچہ امام ابو عیسیٰ الترمذی۔ ابن جریر۔ ابن المنذر۔ حاکم۔ ابن مردویہ۔ اور بیہقی نے جناب امّ سلمہؓ سے اور امام مسلم۔ امام احمد۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم اور حاکم نے امّ المومنین حضرت عائشہؓ سے اور ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن المنذر۔ طبرانی۔ ابن ابی حاتم۔ حاکم اور بیہقی نے واثلہ بن الاسقع سے اور ابن ابی شیبہ و احمد و ترمذی و ابن جریر۔ ابن المنذر۔ طبرانی۔ حاکم اور ابن مردویہ نے انسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آیتِ تطہیر میں حضرت محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ داخل ہیں۔ اور انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور بعد ازاں ان کی اولاد و اہلبیت نبوت وارث رسالت۔ ملاحظہ ہو ترمذی۔ مسلم۔ مسند احمد بن حنبل و رشفۃ الصادی وغیرہا۔ تفصیل باب اہل البیتؑ میں دیکھو

پس لابد بعد پیغمبرؐ حاملِ حقیقتِ قرآن ذریتِ پیغمبر ہے۔ اور وہی مبینِ قرآن ہیں۔ اور وہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں۔ جن کے سینوں میں قرآن موجود ہے۔ جس طرح وجودِ محمدی میں تھا۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ" بلکہ قرآن آیاتِ بیّنات ہے سینوں میں ان لوگوں کے جن کو علم دیا گیا ہے۔ اور نہیں انکار کرتے ہماری آیات کا مگر ظالمین"۔ یہی وہ نفوسِ طاہرہ و مظہرِ وجودِ محمدی و نورِ نبوی ہیں۔ جو قبل نزولِ ظاہری و اجرائے احکام قرآنی عالمِ کتاب اللہ تھے۔ اس پر پہلے سے ایمان رکھتے تھے۔ اور قبل اس کے مسلمان تھے۔ "الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِن قَبْلِهِ هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ" اور وہ لوگ جن کو ہم نے پہلے ہی سے حقیقتِ کتاب عطا کر دی ہے وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے سچی کتاب ہے۔ اور ہم اس پر پہلے ہی سے ایمان لائے ہوئے ہیں"۔ یہی وہ عترتِ طاہرہ ہے۔ جس کو رسولِ خدا نے تالی کتاب اللہ ثانی ثقلین قرار دیا ہے۔ اور ان کو متحد قرار دیا ہے۔ اس بحث کی پوری تفصیل اگر دیکھنی ہو۔ تو البرہان جلد چار میں دیکھو۔ نیز اس کو ہماری کتاب خلافتِ الٰہیہ میں ملاحظہ کرو۔

خلق کیا گیا ہے۔ اور بالطبع محتاج تمدن بنایا گیا ہے۔ اگر کوئی کہے۔ کہ انسان کو کسی دوسرے کی احتیاج نہیں ہے یا انسان تمدن کا محتاج نہیں ہے۔ تو یہ حکم خلاف خلقت و فطرتِ انسانی ہوگا وغیرہ ذالک۔ پس فطریات اصل خلقت اور اسے اور سرشت اشیاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور کسی دوسرے کے اختیار و ارادے کو اس میں دخل نہیں ہے۔ اور خالق و فاطرِ اشیاء خدا ہے۔ اور اسی نے یہ آثار ان میں رکھے ہیں۔ اور وہ افعال خدائی کہلاتے ہیں۔ اس لئے جو قانون خدا بنائے گا۔ اور جو بات فرمائے گا۔ وہ ہرگز ان آثار فطریہ اور اس قانون فطرت اور اس صحیفۂ قدرت کے خلاف نہ ہوگا۔ پس خلق اولی اور آثار خلقی جو مقام تکوین ہے فعل خدا ہے۔ کیوں کہ خلق کرنا اسی کا کام ہے "هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ" کیا خدا کے سوا بھی کوئی ان کا خالق ہے۔ جیسا کہ خدا نے کسی کو مخلوق کیا ہے۔ ویسا ہی اس کے لئے حکم بھی کرے گا۔ اور وہی اس کی تعیین کرے گا۔ مثلاً اس نے کہا۔ کہ آدمؑ میرا خلیفہ ہے۔ تو ضرور اوصاف خلافت خدائی اس میں خلق کئے ہوں گے۔ اور اس کو اپنی صفات کا آئینہ بنایا ہوگا۔ وغیرہ ذالک۔ اور بعد خلق و ایجاد مخلوقات سے جو افعال بطور ارادہ و اختیار صادر ہوتے ہیں۔ مثل نیکی۔ بدی۔ صدق۔ کذب۔ زنا و عفت۔ امانت و خیانت اور انسان کے افعال تکلیفیہ مثل صوم و صلوٰۃ وغیرہ۔ یہ آثار فطریہ نہیں ہیں۔ اگر یہ آثار فطریہ ہوتے۔ تو ان میں تفاوت و اختلاف ہی نہ ہوتا۔ اور سب انسان مثلاً ایک حالت میں ہوتے۔ اور ایک سے ہی افعال ان سے صادر ہوتے۔ کیوں کہ خالق ایک ہے "هَلْ تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ" کیا تم خلق رحمانی میں کوئی تفاوت دیکھتے ہو۔ غرض شرور ذات فعل خدا نہیں۔ اور نہ وہ مجعول بالذات و مخلوق بالذات ہیں بلکہ بالعرض۔ فافہم و تدبر فیہ۔ یہاں سے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ لااوف نیچر کے جاننے اور تمام قوانین فطرت اور صحیفۂ قدرت پر مطلع ہونے اور یہ کہنے کا وہ شخص مدعی ہو سکتا ہے۔ جو جمیع موجودات و مخلوقات عوالم علوی و سفلی پہ احاطہ تامہ رکھتا ہو۔ ہاں بعض فطریات فزیکل ایسی ہیں۔ جو ہمیں معلوم ہیں۔ اور انسانی معلومات میں پائی جاتی ہیں۔ انہی بعض کی بنا پر ہم تطابق و توافق قانون فطرت و صحف قولی اس کتاب میں دکھلائیں گے۔ تاکہ معلومات کے ذریعہ سے غیر معلومات پر اطلاع اور ان کا یقین حاصل کر سکیں۔ اور اسی حیثیت سے ہم چند دلیلیں ضروریات وجود امامؑ پر لکھیں گے تاکہ کسی کو انکار کا موقع باقی نہ رہے۔ اور پھر ان کی مزید تائید دوسری آیاتِ الٰہی اور نیز قول آیۃ الکبریٰ حضرت پیغمبر خدا سے کریں گے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

پہلی دلیل

یہ امر بدیہی اور ضروری ہے۔ کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی مل جل کر زندگی بسر کرنے والا ہے۔ یہ اپنی زندگی کے لوازمات و ضروریات کو تنہا بنفس نفیس مہیا کرنے سے عاجز ہے۔ نہ اکیلا اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔ اور نہ اپنی نسل کو قائم و باقی رکھ سکتا ہے۔ اس لئے اس کے واسطے ضروری اور واجب ہے۔ کہ اپنی ضروریات و خواہشات و لوازمات معیشت کے حاصل کرنے میں اپنے بنی نوع سے مدد لے۔ اور

یہاں ثابت ہوا ہے۔ کہ رفعت درجات علم پر موقوف ہے۔ اور معیار نبوت علم ہی ہے۔ پس بنا برجمع بین الاصلین نتیجہ یہ نکلا۔ کہ علم نبی اس روح سے ہے۔ اور وہ روح روح علمی ہے۔ جس کو یہ عطا ہو گئی۔ عالم ہو گیا۔ نہ کہ بتیاہ مسرا سماً۔ اس لئے کوئی نبی اس روح علمی سے خالی و عاری نہیں ہوتا۔ اصطلاح شرح اور قرآنی محاورے میں اس کو کتاب وجودی سے تعبیر و تفسیر کیا جاتا ہے۔ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ "اللہ نے نبیوں کو بھیجا۔ در آنحالیکہ وہ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تھے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ کتاب نازل کی"۔ اس آیت کی رو سے ہر ایک نبی کے لئے کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ اور مَعَهُمْ سے ثابت ہے۔ کہ یہ کتاب ان کے وجود کے ساتھ معیت رکھتی ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ وہ کتاب جو ہر ایک نبیؑ کے وجود کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور اس سے معیت وجودیہ رکھتی ہے۔ وہی علم ہے جو معیار نبوت ہے اور جس پر نبوت موقوف۔ اور وہ اسی علم وجودی یعنی روح خاص نبوتی ہے۔ اور وہی حقیقت کتاب ہے۔ نہ کتاب منزل تشریعی۔ یہی قول حضرت عیسٰے علیہ السلام سے بھی ثابت و واضح ہے۔ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا۔ "میں بندۂ خدا ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے۔ اور نبی بنایا ہے"۔ اوّل کتاب ہے۔ بعد ازاں نبوت۔ پس یہ کتاب وہی کتاب ہے۔ جو مابہ النبوت و موقوف علیہ نبوت ہے اور وہ علم وجودی و حقیقت کتاب ہے۔ نہ کتاب تنزیلی۔ جو بعد بعثت مقام اجرائے احکام و اظہار نبوت ہے یہ کتاب عیسوی یقیناً غیر انجیل تنزیلی ہے۔ کما قال عزوجل اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ الخ دسما ئدہ پ ۱ع ۷ "اے عیسٰے یاد کرو اس وقت کو جبکہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت اور توریت و انجیل تعلیم دی اور سکھائی"۔ یہ کتاب غیر انجیل ہے۔ یہ حقیقت انجیل و حقیقت علیہ ہے اور انجیل صورت تنزیلی و اجرائی۔ فافہم۔

غرض نبوت و رفعت درجات موقوف ہے روح علمی موہبتی پر۔ اور اسی کو کتاب وجودی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا ... وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ "البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ اور ان سب کے ساتھ ساتھ کتاب و میزان اُتاری اور عطا کی"۔ اور یہ سلسلہ بطور توارث ہمیشہ ذریت انبیاء میں جاری رہا ہے۔ اور ہر ایک نبی کے بعد اس کا جانشین وہی ہوا ہے۔ جو دارائے علم موہبتی لدنی اور حامل کتاب حقیقی وجودی ہو۔ اور یہ خاصہ برگزیدگان خدا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ "تحقیق کہ اللہ تعالٰے نے آدمؑ و نوحؑ و آل ابراہیم و آل عمران کو تمام عالمین پر برگزیدہ کیا ہے۔ جو ذریت یک دیگر و سلسلہ متصلہ ہے۔ اور اللہ ہر ایک بات کا جاننے والا اور سننے والا ہے"۔ اور یہ اصطفاء اسی کتاب پر موقوف ہے۔ اور یہی کتاب بطور توارث

دین محکم ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ان حاملانِ کتاب کی توصیف و تعریف اور ان کی تنصیص و تشخیص میں اور بہت سی آیات قرآن میں موجود ہیں۔ مثل "من عندہ علم الکتاب"۔ "والذین اتیناہم الکتاب یومنون" (عنکبوت)۔ "والذین اتیناہم الکتاب بہ یومنون" (قصص) "بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم" وغیرہا جو اکثر البرہان میں بیان ہو چکی ہیں۔ اور پوری تفصیل سے کشف الاسرار میں بیان ہوئی ہیں۔ اور نیز خلافتِ الٰہیہ میں بھی مذکور ہیں۔ یہی وہ حاملانِ کتاب ہیں۔ جن کو پیغمبرؐ نے "ثانی ثقلین و تالی کتاب اللہ" قرار دیا ہے۔ اور گیارھویں دلیل یقینی و برہان قطعی ہے وجود امام علیہ السلام پر۔ کہ ہر زمانے میں ایک ایسا حاملِ کتاب و جوہری نورانی و علیم موہبتی لدنی از ذریتِ ابراہیمؑ و حضرتِ رسولؐ موجود ہے۔ اور دنیا اس سے کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ "وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" وھو المدعی

بارھویں دلیل

آیۂ امامت ابراہیمیؑ "وانی جاعلک للناس اماماً الخ" خود ایک دلیل قطعی و برہان حق ہے وجودِ امام از ذریتِ ابراہیمؑ پر۔ اس لئے کہ یہ بھی جعل الٰہی ہے۔ اور اس میں انقطاع و تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ "انی جاعلک للناس اماماً" (میں تجھے امام بنانے والا ہوں) کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے اس سوال کے جواب میں "ومن ذریتی" (کیا میری ذریت میں سے بھی امام ہوں گے؟) خداوند عالم کا یہ فرمانا کہ "لاینال عھدی الظالمین" (یہ عہدِ امامت ظالمین کو نہ پہنچے گا) اس کا یہ معنی ہے "انی جاعلک للناس اماماً و جاعل صالحی ذریتک ائمۃ" یعنی تجھ کو امام بناؤں گا اور تیری ذریت کے صالحین کو امام بناؤں گا۔ اور صالحین وہی ہیں۔ جو ظلم جلی (شرک) و ظلم خفی (جملہ معاصی) سے محفوظ و معصوم ہیں۔ اور اس میں کوئی قید وقت و زمان کی نہیں ہے۔ یعنی یہ نہیں ہے۔ کہ فلاں وقت اور فلاں زمانے تک امام ہوں گے۔ بعد میں نہ ہوں گے۔ بلکہ مطلق و عام ہے۔ اور جب تک دنیا کا وجود ہے اور صفحۂ روزگار پر ذریت ابراہیمیؑ کا نشان باقی ہے۔ بلکہ اگر روئے زمین پر ایک فرد انسان بھی موجود ہے۔ تو امام از ذریتِ خلیل اللہؑ و حضرتِ رسول اللہؐ ضرور موجود ہے۔ کبھی زمین اس امامِ خلق اور حجتِ خدا سے خالی نہیں ہو سکتی۔ پس یا تو دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا جائے۔ کہ یہ امامت ایک زمانہ خاص تک کے لئے محدود تھی۔ اور اس وقت اور زمان کی تعیین و تشخیص کی جائے۔ ورنہ وجودِ امام کا قائل ہونا چاہیئے۔ یہ بھی مسلم ہے۔ کہ اگر یہ امامت ابراہیمی بجعلِ الٰہی بلا انقطاع ثابت و قائم رہا ہے۔ تو وہ ضرور ذریت و حضرتِ رسولؐ ہی میں ہے۔ اور ذریتِ رسولؐ میں اب سوائے حضرت حجۃ ابن الحسنؑ مہدی آخر الزمانؑ اور کوئی امام نہیں ہے۔ اس وقت وہی امامِ خلق ہیں۔ کیونکہ اگر اس سلسلہ ذریت انبیاءؑ سے امامت کو جدا کیا جائے۔ اور کسی دوسرے سلسلہ میں قائم کی جائے۔ تو لابد انقطاع لازم آئے گا خصوصاً جبکہ سیکڑوں برس کے بعد ختم نبوت کا انکار کر کے کوئی ہمارے سامنے امامِ خلق بنے۔ اور

مہدویت کا دعوے کرے۔ جو کتاب اللہ موجود ہے۔ اور آیۂ امامت ابراہیمی کتاب خدا میں مذکور ہے۔ اور قرآن کتاب برحق اور اس کی ہر ایک آیت حق و صدق ہے۔ تو ضرور امام ذریتِ ابراہیمؑ و عترتِ خاتم النبیینؐ موجود و مسلّم ہے۔ کیونکہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ نسل اسمٰعیلؑ میں وارث امامت ابراہیمؑ اوّل حضرت خاتم النبیینؐ ہوئے۔ آئندہ انہی کی ذریت اور عترت جو انہی کی اصل و نور سے ہے وارث ہوئی۔ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور وہ غیر از مہدیؑ آخرالزمان حجۃ ابن الحسنؑ اور کوئی نہیں۔ اس کے سوا ہر ایک مدعی مہدویت کاذب ہے۔ وجود امامؑ سے انکار یقیناً کتاب اللہ سے انکار کرنا ہے۔

تیرھویں دلیل

قال سبحانہ وتعالیٰ وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (انفال ع ۴) نہیں عذاب کرے گا خدا ان پر در آنحالیکہ اے پیغمبرؐ تو ان میں ہے۔ یہ امر مسلمات اہل اسلام سے ہے۔ کہ امتِ محمدی کے لئے مثل امم سابقہ عذاب استیصالی نہیں ہے۔ جس کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ پیغمبرؐ خاتم النبیین ہے اگر نوع ہلاک کر دی جائے۔ تو بعد اس کے کوئی پیغمبر نہیں ہے۔ جو تربیت نوع کرے۔ دوسرے اس لئے کہ نفس وجود محمدی رحمتِ واسعہ الٰہی ہے۔ وہ رحمۃ للعالمین ہے۔ رحمۃ للعالمین کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں آ سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عذاب کل امت محمدی سے مرتفع ہے۔ اور یہی مطلب آیۂ مذکورہ مَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ کا ہے۔ کہ خدا اس لئے عذاب نہیں بھیجتا۔ کہ پیغمبرؐ ان میں ہے۔ اور اسی کے وجود کی برکت سے وہ محفوظ ہیں۔ لیکن وجود روحانی باطنی پیغمبرؐ ہر زمان اور ہر مکان میں ساری ہے۔ خاص قوم اور ملک سے مخصوص و محدود نہیں۔ کیونکہ رحمۃ للعالمین ہے۔ اور اس رحمت سے تمام عوالم متمتع ہیں۔ بلکہ مراد اس وجود سے وجود ظاہری ہے۔ اور وجود ظاہری پیغمبرؐ امت محمدی میں اب موجود نہیں ہے۔ پھر عذاب کیوں مرفوع ہے؟ پس یا تو یہ کہا جائے۔ کہ یہ آیت درست نہیں ہے۔ کہ پیغمبرؐ کی وجہ سے عذاب مرتفع ہے۔ اور یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اب بھی پیغمبرؐ کا وجود ظاہری موجود ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور دوسری آیات بھی اس کی مؤید ہیں۔ کما قال عزّوجلّ وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللهِ كَثِيرًا (حج ع ۶) اگر خدا بعض نفوس کی وجہ اور برکت سے بعض دوسروں سے عذاب و بلاء کو دفع نہ کرے تو گرجا، کلیسا، مندر اور مساجد جن میں ذکر خدا ہوتا ہے سب منہدم و نیست و نابود ہو جائیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کچھ نفوس ایسے ہیں۔ جن کی برکت سے دنیا قائم ہے۔ اور وہ وجود و نفوس نہیں ہیں مگر نفوس محمدی و اجزائے محمدی۔ اور گویا اس وقت بھی پیغمبرؐ ان میں موجود ہے۔ یعنی وجود موجود ہے۔ جو نور محمدی اور اصل محمدی جزو محمدی ہے۔ اور وہ نہیں ہو سکتا مگر فرزند رسولؐ۔ پس فرزند پیغمبرؐ موجود ہے۔ جو جزو پیغمبری و جسم مطہر پیغمبرؐ و نفس رسولؐ ہے۔ اور آیت کی تفسیر میں یہ حدیث پیغمبری ہے۔ جو اس آیت کی تفسیر کے ذیل

میں علامہ ابن حجر و سید ابوبکر ابن شہاب الدین علوی وغیرہ سے مروی ہے۔ اَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ کَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَآءِ یعنی میرے اہل بیت اہل ارض کے لئے امان ہیں۔ علامہ ابن حجر اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ جس طرح آنحضرتؐ ان کے لئے امان تھے۔ اسی طرح حضرتؐ کے اہل بیت امان زمین رہ مان ہیں۔ اور یہی مطلب ہے۔ آیہ مجیدہ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ سے۔ اور یہی مقصود ہے اس آیہ مجیدہ کا لَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ " اگر خدا بعض کی برکت سے دوسرے لوگوں سے عذاب دفع نہ کرتا تو زمین فاسد ہو جاتی۔ وَلَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا جیسا کہ اگر زمین و آسمان میں سوائے خدا کے اور بھی معبود ہوتے۔ تو زمین و آسمان خراب و فاسد ہو جاتے۔ پس زمین اس لئے باقی ہے۔ کہ معبود برحق صرف ایک ہے۔ چند نہیں ہیں۔ اسی طرح زمین اس سے فاسد نہیں ہوئی کہ امام موجود ہے۔ اگر امام نہ ہوتا۔ تو زمین نیست و نابود ہو چکی ہوتی۔ وَلِذَا قِیْلَ فِی الْحَدِیْثِ لَوْ رُفِعَ الْاِمَامُ لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَھْلِھَا اگر امام زمین سے اٹھ جائے۔ اور موجود نہ ہے۔ تو زمین مع اہل زمین منخسف و نیست و نابود ہو جائے۔ پس وجود امام از اولاد رسولؐ کہ امان خلق و پناہ زمین و زمان ہے ہمیشہ موجود و باقی ہے۔ جب تک آسمان ہے اور جب تک زمین پانی پر قائم ہے۔ وجود امام اہل بیتؑ سے زمانہ خالی نہیں ہو سکتا۔ اور مسلم ہے۔ کہ ذریت رسولؐ و اولاد رسولؐ و اہلبیت نبوت و رسالت میں سوائے محمد بن الحسن العسکریؑ اور کوئی امام و حجۃ اللہ نہیں ہے۔ اور وہی اس وقت امام خلق و امان خلق ہے اور اسی واسطے وہ بزرگوار علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ کَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَآءِ۔ در تحقیق کہ میں اہل زمین کے لئے امان ہوں جس طرح کہ نجوم اہل آسمان کے لئے امان ہیں پس وجود امان خلق و امام خلق حضرت حجت مہدی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ محقق و مسلم و ضروری و لازمی ہے۔ وھو المطلوب ؛

چودھویں دلیل

انسان کے مدنی بالطبع ہونے کو یہی بالفطرت لازم ہے۔ کہ بعض انسان بعض کی اطاعت کریں۔ دنیا میں کچھ مطیع ہوں اور کچھ مطاع۔ بعض تابع بعض متبوع۔ بعض حاکم بعض محکوم۔ بعض آمر بعض مامور۔ اگر ایسا نہ ہو۔ تو انتظام تمدن بلکہ نظام عالم درست نہیں رہ سکتا۔ جس پر فطرت عالم شاہد ہے۔ جو درک اونٹ کا فعل خدا ہے۔ اور کلام خدا بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کما قال عز وجل اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا۔ کیا یہ لوگ تیرے پروردگار کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ نہیں! ہم نے حیات دنیویہ میں ان کی معیشت کو اس طرح تقسیم کیا ہے۔ اور ایک کو دوسرے پر بدرجہا فضیلت دی ہے۔ کیوں! تاکہ ایک دوسرے کے تحت تسخیر ہیں۔ اگر سب ایک سی درجے اور یکساں ہی حیثیت میں رکھے

جاتے۔ تو کوئی کسی کا مسخر و مطیع نہ ہوتا۔ غرض آخر آیہ میں خداوند احکم الحاکمین نے اختلاف درجات انسانی کی علت یہ بتلائی ہے کہ بعض کو بعض کا مطیع و مسخر رہنا نظام عالم کے لئے ضروری ولازمی ہے۔ پس اطاعت لازمہ انسانی ہے۔ اور انسان بالفطرۃ اپنے سے بڑے کی اطاعت وتعظیم کا عادی ہے۔ لیکن انسانی طبائع کو تبع حرص طمع وحسد بغاوت دیکھتے ہوئے اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ تمام نوع انسان خطاء سے بری و محفوظ نہیں ہے عقل انسانی اور فطرت عالم ایک انسان کو دوسرے ہر ایک انسان کی اطاعتِ مطلقہ کا حکم ہر گز نہیں دے سکتی۔ ضرور اس کے لئے ایک حد مقرر کرتی ہے۔ اور اس کے واسطے کچھ اصول و قواعد کی مقتضی ہے۔ لیکن جہاں شائبہ خطا نہ ہو۔ جو ذوات د نفوس امور مذکورہ لوازم طبیعہ انسانیہ حرص وطمع وحسد و بغاوت وغیرہا سے منزہ و مبرا ہوں۔ وہاں عقل اور فطرت دونوں اطاعتِ مطلقہ سے انکار نہیں کرتیں۔ اور اس لئے فطرتِ عالم اور فطرتِ انسانی اور نیز عقل انسانی اطاعت کی دو قسمیں یا دو نوعیں قرار دیتی ہے۔ ایک اطاعت جزیہ دوسری اطاعتِ کلیہ مطلقہ۔ اطاعت جزئیہ کے افراد بیشمار ہیں بیٹے کو باپ کی۔ شاگرد کو استاد کی۔ محکوم کو حاکم کی اور رعیت کو بادشاہ کی اطاعت لازم ہے لیکن ایک حد کے اندر اور ایک قانون کے تحت ہیں۔ اور وہ قانون یہ ہے "لا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ" جہاں خالق کی معصیت لازم آئے۔ وہاں کسی مخلوق کی اطاعت لازم نہیں۔ اطاعتِ مخلوق وہیں تک درست و جائز ہے۔ جہاں تک کہ خالق کی نافرمانی لازم نہ آئے۔ اور جس میں خالق ناراض نہ ہو۔ یہی مفہوم آیہ مجیدہ کا بھی ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ "نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ اور گناہ و ظلم پر کسی کی مدد نہ کرو۔" یہ قاعدہ کلیہ تمام ان افراد انسانی کی اعانت و امداد و اطاعت و فرمانبرداری کو حاوی ہے۔ جو خطاء و نسیان و معصیت و اثم اور ظلم و جور سے بری اور محفوظ نہیں ہیں۔ اور یہی ایک مختصر اصل تمام افراد اطاعت جزئیہ کو شامل ہے۔ باقی رہی اطاعتِ مطلقہ۔ اور اسی کی تشخیص کی ضرورت ہے۔ کہ کوئی صاحب عقل جو وجود خالق و صانع عالم کا قائل ہے اس سے تو انکار نہیں کر سکتا۔ کہ خالق و صانع کی اطاعت اطاعتِ مطلقہ ہے۔ ہر ایک فرمان الٰہی کی فرمانبرداری بلا چون و چرا ضروری ولازمی ہے۔ البتہ دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیا غیر از خدا بھی کسی دوسرے کی اطاعتِ مطلقہ جائز ہے یا نہیں؟ فطرتِ عالم اور عقل انسانی دونوں اس امکان کو بتلا چکی ہیں۔ کہ جو ذات اور نفس خطا و نسیان و حرص و طمع اور حسد و بغاوت سے منزہ ہو۔ اس کی اطاعتِ مطلقہ سے انکار نہیں ہو سکتا اور یہ ممکن ہے۔ اب دیکھیں کہ خدا کا کلام ہمیں کیا ہدایت کرتا ہے۔ اور اس فطرتِ عالم کی کہاں تک تائید کرتا ہے فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (نساء) "اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اپنے اولی الامر کی۔" اس میں تو شک ہی

دین محکم ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ان حاملانِ کتاب کی توصیف وتعریف اور ان کی تخصیص و تشخیص میں اور بہت سی آیات قرآن میں موجود ہیں مثل "من عندہ علم الکتاب"، "والذین اتیناھم الکتاب یومنون بہ" (عنکبوت) "والذین اتیناھم الکتاب ھم بہ یومنون" (قصص) "بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم" وغیرھا جو اکثر البرہان میں بیان ہو چکی ہیں۔ اور پوری تفصیل سے کشف الاسرار میں بیان ہوئی ہیں۔ اور نیز خلافتِ الٰہیہ میں بھی مذکور رہیں۔ یہی وہ حاملانِ کتاب ہیں۔ جن کو پیغمبرؐ نے ثانی ثقلین و ثانی کتاب اللہ قرار دیا ہے۔ اور گیارھویں دلیل یقینی و برہان قطعی ہے وجود امام علیہ السلام پر۔ کہ ہر زمانے میں ایک ایسا حامل کتاب وجودی نورانی و علم موہبتی لدنی از ذریتِ ابراہیمؑ و حضرتِ رسولؐ موجود ہے۔ اور دنیا اس سے کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ "وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" وھو المدعیٰ

بارھویں دلیل

آیۂ امامت ابراہیمیؑ "انی جاعلک للناس اماما" الخ خود ایک دلیل قطعی و برہان حق ہے وجود امام از ذریتِ ابراہیمؑ پر۔ اس لئے کہ یہ بھی جعل الٰہی ہے۔ اور اس میں انقطاع و تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ "انی جاعلک للناس اماما" (میں تجھے امام بنانے والا ہوں) کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے اس سوال کے جواب میں "ومن ذریتی" (کیا میری ذریت میں سے بھی امام ہوں گے؟) خداوند عالم کا یہ فرمانا کہ "لا ینال عھدی الظالمین" (یہ عہد امامت ظالمین کو نہ پہنچے گا) اس کا یہ معنی ہے "انی جاعلک للناس اماما وجاعل صالحی ذریتک ائمۃ" یعنی تجھ کو امام بناؤں گا اور تیری ذریت کے صالحین کو امام بناؤں گا۔ اور صالحین وہی ہیں۔ جو ظلم جلی (شرک) و ظلم خفی (جملہ معاصی) سے محفوظ و معصوم ہیں۔ اور اس میں کوئی قید وقت و زمان کی نہیں ہے۔ یعنی یہ نہیں ہے۔ کہ فلاں وقت اور فلاں زمانے تک امام ہوں گے۔ بعد میں نہ ہوں گے۔ بلکہ مطلق و عام ہے۔ اور جب تک دنیا کا وجود ہے اور صفحۂ روزگار پر ذریت ابراہیمی کا نشان باقی ہے۔ بلکہ اگر روئے زمین پر ایک فرد انسان بھی موجود ہے۔ تو امام از ذریتِ خلیل اللہؑ و حضرتِ رسول اللہؐ ضرور موجود ہے۔ کبھی زمین اس امامِ خلق اور حجتِ خدا سے خالی نہیں ہو سکتی۔ پس یا تو دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا جائے۔ کہ یہ امامت ایک زمانہ خاص تک کے لئے محدود تھی۔ اور اس وقت اور زمان کی تعیین و تشخیص کی جائے۔ ورنہ وجود امام کا قائل ہونا چاہیئے۔ یہ بھی مسلم ہے۔ کہ اگر یہ امامت ابراہیمی جعل الٰہی بلا انقطاع ثابت و قائم رہتی ہے۔ تو وہ ضرور ذریت حضرتِ رسولؐ ہی میں ہے! اور ذریتِ رسولؐ میں اب سوائے حضرت حجۃ ابن الحسن مہدی آخر الزمانؑ اور کوئی امام نہیں ہے۔ اس وقت وہی امامِ خلق ہیں۔ کیوں کہ اگر اس سلسلہ ذریت انبیاءؑ سے امامت کو جدا کیا جائے۔ اور کسی دوسرے سلسلہ میں قائم کی جائے۔ تو لا بد انقطاع لازم آنے کا۔ خصوصاً جبکہ سینکڑوں برس کے بعد ختم نبوت کا انکار کر کے کوئی ہمارے سامنے امام خلق بنے۔ اور

مہدویت کا دعوےٰ کرے۔ مگر کتاب اللہ موجود ہے۔ اور آیۂ امامت ابراہیمی کتاب خدا میں مذکور ہے۔ اور قرآن کتاب برحق اور اس کی ہر ایک آیت حق و صدق ہے۔ تو ضرور امام ذریتِ ابراہیمؑ و عترتِ خاتم النبیینؐ موجود و مسلم ہے۔ کیونکہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ نسلِ اسمٰعیلؑ میں وارث امامت ابراہیمؑ اوّل حضرت خاتم النبیینؐ ہوئے۔ آئندہ انہی کی ذریت اور عترت جو انہی کی اصل و نژاد سے ہے وارث ہوگی۔ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور وہ غیر از مہدی آخر الزمان حجۃ ابن الحسنؑ اللہ کوئی نہیں۔ اس کے سوا ہر ایک مدعی مہدویت کاذب ہے۔ وجودِ امامؑ سے انکار یقیناً کتاب اللہ سے انکار کرنا ہے؛

تیرھویں دلیل

قال سبحانہ و تعالیٰ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (انفال ع ۴) نہیں عذاب کرے گا خداوند پروردگار تمہارا لیکن اے پیغمبرؐ تو ان میں ہے۔ یہ امر مسلمات اہل اسلام سے ہے۔ کہ امتِ محمدیؐ کے لئے مثل امم سابقہ عذاب استیصالی نہیں ہے۔ جس کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ پیغمبر خاتم النبیینؐ ہے اگر نوع ہلاک کر دی جائے۔ تو بعد اس کے کوئی پیغمبر نہیں ہے۔ جو تربیت نوع کرے۔ دوسرے اس لئے کہ نفس وجود محمدیؐ رحمتِ واسعۂ الٰہی ہے۔ وہ رحمۃ للعالمین ہے۔ رحمۃ للعالمین کے ہوتے ہوئے عذاب نہیں آسکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عذاب کلی امتِ محمدیؐ سے مرتفع ہے۔ اور یہی مطلب آیۂ مذکورہ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ کا ہے۔ کہ خدا اس لئے عذاب نہیں بھیجتا۔ کہ پیغمبرؐ ان میں ہے۔ اور اس کے وجود کی برکت سے وہ محفوظ ہیں۔ لیکن وجود روحانی یا باطنی پیغمبرؐ ہر زمان اور ہر مکان میں ساری ہے۔ خاص قوم اور ملک سے مخصوص و محدود نہیں۔ کیونکہ رحمۃ للعالمین ہے۔ اور اس رحمت سے تمام عوالم متمتع ہیں۔ بلکہ مراد اس وجود سے وجود ظاہری ہے۔ اور وجود ظاہری پیغمبریؐ امتِ محمدیؐ میں اب موجود نہیں ہے۔ پھر عذاب کیوں مرفوع ہے؟ پس یا تو یہ کہا جائے۔ کہ یہ آیت درست نہیں ہے۔ کہ پیغمبرؐ کی وجہ سے عذاب مرتفع ہے۔ اور یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اب بھی پیغمبرؐ بوجود ظاہری موجود ہے۔ اور ضرور ایسا ہی ہے۔ اور دوسری آیات بھی اس کی مؤید ہیں کما قال عز و جل وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (حج ع ۶) اگر خدا بعض نفوس کی وجہ اور برکت سے بعض دوسروں سے عذاب و بلاء کو دفع نہ کرے تو گرجا کلیسا مندر اور مساجد جن میں ذکر خدا ہوتا ہے سب منہدم و نیست و نابود ہو جائیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کچھ نفوس ایسے ہیں۔ جن کی برکت سے دنیا قائم ہے۔ اور وہ وجود و نفوس نہیں ہیں مگر نفوس محمدیؐ و اجزائے محمدیؐ۔ اور گویا اس وقت بھی پیغمبرؐ ان میں موجود ہے۔ یعنی وجود موجود ہے۔ جو نور محمدیؐ اور اصل محمدیؐ جزو محمدیؐ ہے۔ اور وہ نہیں ہو سکتا مگر فرزند رسولؐ۔ پس فرزند پیغمبرؐ موجود ہے۔ جو جزو پیغمبریؐ ہے۔ جز پیغمبرؐ بجائے خود نفس رسولؐ ہے۔ اور آیت کی تفسیر میں یہ حدیث پیغمبریؐ ہے۔ جو اس آیت کی تفسیر کے ذیل

میں علامہ ابن حجر و سید ابوبکر ابن شہاب الدین علوی وغیرہا سے مروی ہے۔ اَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ کَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَآءِ یعنی میرے اہل بیت اہل ارض کے لئے امان ہیں۔" علامہ ابن حجر اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ جس طرح آنحضرتؐ ان کے لئے امان تھے۔ اسی طرح حضرتؐ کے اہل بیت امان زمین و زمان ہیں۔ اور یہی مطلب ہے۔ آیۂ مبارکہ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ سے۔ اور یہی مقصود ہے اس آیۂ مجیدہ کا لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ " اگر خدا بعض کی برکت سے دوسرے لوگوں سے عذاب دفع نہ کرتا تو زمین فاسد ہو جاتی۔" وَلَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ جیسا کہ اگر زمین و آسمان میں سوائے خدا کے اور بھی معبود ہوتے۔ تو زمین و آسمان خراب و فاسد ہو جاتے پس زمین اس لئے باقی ہے۔ کہ معبود برحق صرف ایک ہے۔ چند نہیں ہیں۔ اسی طرح زمین اس سے فاسد نہیں ہوتی۔ کہ امام موجود ہے۔ اگر امام نہ ہوتا۔ تو زمین نیست و نابود ہو چکی ہوتی۔ وَلِذَا قِیْلَ فِی الْحَدِیْثِ لَوْ رُفِعَ الْاِمَامُ لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَھْلِهَا اگر امام زمین سے اٹھ جائے۔ اور موجود نہ ہے۔ تو زمین مع اہل زمین منخسف و نیست و نابود ہو جائے"۔ پس وجود امام از اولاد رسولؐ کہ امان خلق و پناہ زمین و زمان ہے ہمیشہ موجود و باقی ہے۔ جب تک آسمان ہے اور جب تک زمین پانی پر قائم ہے۔ وجود امام اہل بیتؑ سے زمانہ خالی نہیں ہو سکتا۔ اور مسلم ہے۔ کہ ذریت رسولؐ و اولاد رسولؐ و اہلبیت نبوتؐ و رسالت میں سوائے محمد بن الحسن العسکریؑ اور کوئی امام و حجۃ اللہ نہیں ہے۔ اور وہی اس وقت امام خلق و امان خلق ہے۔ اور اسی واسطے وہ بزرگوار علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ کَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَآءِ "در تحقیق کہ میں اہل زمین کے لئے امان ہوں۔ جس طرح کہ نجوم اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔ پس وجود امان خلق و امام خلق حضرت حجت مہدی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ محقق و مسلم و ضروری و لازمی ہے۔ وھوالمطلوب۔

چودھویں دلیل انسان کے مدنی بالطبع ہونے کو یہی بالفطرت لازم ہے۔ کہ بعض انسان بعض کی اطاعت کریں۔ دنیا میں کچھ مطیع ہوں اور کچھ مطاع۔ بعض تابع بعض متبوع۔ بعض حاکم بعض محکوم۔ بعض آمر بعض مامور۔ اگر ایسا نہ ہو۔ تو نظام تمدن بلکہ نظام عالم درست نہیں رہ سکتا۔ جس پر فطرت عالم شاہد ہے۔ چونکہ اونٹ گاڑی (فعل خدا) ہے۔ اور کلام خدا بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کما قال عز وجل اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا " کیا یہ لوگ تیرے پروردگار کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ نہیں! ہم نے حیات دنیوی میں ان کی معیشت کو اس طرح تقسیم کیا ہے۔ اور ایک کو دوسرے پر بدرجہا فضیلت دی ہے۔ کیوں؟ تاکہ ایک دوسرے کے تحت تسخیر ہیں"۔ اگر سب ایک سے درجے اور ایک ہی حیثیت میں رکھے

جاتے۔ تو کوئی کسی کا مسخر و مطیع نہ ہوتا۔ غرض آخر آیہ میں خداوند احکم الحاکمین نے اختلاف درجاتِ انسانی کی علت یہ بتلائی ہے کہ بعض کو بعض کا مطیع و مسخر رہنا نظامِ عالم کے لئے ضروری و لازمی ہے۔ پس اطاعت لازمہ انسانی ہے۔ اور انسان بالفطرۃ اپنے سے بڑے کی اطاعت و تعظیم کا عادی ہے۔ لیکن انسانی طبائع کو متبع حرص و طمع و حسد و بغاوت دیکھتے ہوئے اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ تمام نوعِ انسان خطا سے بری و محفوظ نہیں ہے عقلِ انسانی اور فطرتِ عالم ایک انسان کو دوسرے ہر ایک انسان کی اطاعتِ مطلقہ کا حکم ہرگز نہیں دے سکتی۔ ضرور اس کے لئے ایک حد مقرر کرتی ہے۔ اور اس کے واسطے کچھ اصول و قواعد کی مقتضی ہے۔ لیکن جہاں شائبہ خطا نہ ہو۔ جو ذوات و نفوس امورِ مذکورہ لوازمِ طبیعہ انسانیہ حرص و طمع و حسد و بغاوت وغیرہا سے منزہ و مبرا ہوں۔ وہاں عقل اور فطرت دونوں اطاعتِ مطلقہ سے انکار نہیں کرتیں۔ اور اس لئے فطرتِ عالم اور فطرتِ انسانی اور نیز عقلِ انسانی اطاعت کی دو قسمیں یا دو نوعیں قرار دیتی ہے۔ ایک اطاعت جزئیہ دوسری اطاعتِ کلیہ مطلقہ۔ اطاعت جزئیہ کے افراد بے شمار ہیں بیٹے کو باپ کی۔ شاگرد کو استاد کی۔ محکوم کو حاکم کی اور رعیت کو بادشاہ کی اطاعت لازم ہے لیکن ایک حد کے اندر اور ایک قانون کے تحت میں۔ اور وہ قانون یہ ہے "لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ" جہاں خالق کی معصیت لازم آئے۔ وہاں کسی مخلوق کی اطاعت لازم نہیں۔ اطاعتِ مخلوق وہیں تک درست و جائز ہے۔ جہاں تک کہ خالق کی نافرمانی لازم نہ آئے۔ اور جس میں خالق ناراض نہ ہو۔ یہی مفہوم آیہ مجیدہ کا بھی ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ "نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ اور گناہ و ظلم پر کسی کی مدد نہ کرو۔" یہ قاعدہ کلیہ تمام ان افراد انسانی کی اعانت و امداد و اطاعت و فرمانبرداری کو حاوی ہے جو خطاء و نسیان و معصیت و اثم اور ظلم و جور سے بری اور محفوظ نہیں ہیں۔ اور یہی ایک مختصر اصل تمام افرادِ اطاعت جزئیہ کو شامل ہے۔ باقی رہی اطاعتِ مطلقہ۔ اور اسی کی تشخیص کی ضرورت ہے۔ کہ کوئی صاحب عقل جو وجودِ خالق و صانعِ عالم کا قائل ہے اس سے تو انکار نہیں کر سکتا۔ کہ خالق و صانع کی اطاعت اطاعتِ مطلقہ ہے۔ ہر ایک فرمانِ الٰہی کی فرمانبرداری بلا چون و چرا ضروری و لازمی ہے۔ البتہ دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیا غیر از خدا بھی کسی دوسرے کی اطاعتِ مطلقہ جائز ہے یا نہیں؟ فطرتِ عالم اور عقلِ انسانی دونوں اس امکان کو بتلا چکی ہیں۔ کہ جو ذات اور نفس خطا و نسیان حرص و طمع اور حسد و بغاوت سے منزہ ہو۔ اس کی اطاعتِ مطلقہ سے انکار نہیں ہو سکتا اور یہ ممکن ہے۔ اب دیکھیں کہ خدا کا کلام ہمیں کیا ہدایت کرتا ہے۔ اور اس فطرتِ عالم کی کہاں تک تائید کرتا ہے فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (نساء) "اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اپنے اولی الامر کی۔" اس میں تو شک ہی

اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ " وہی تدبیر امر کرتا ہے۔ کوئی اور اس میں اس کا شریک نہیں ہے مگر بعد اس کی اجازت کے " یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ یا امر تکوینی ہو۔ کما قال اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ " سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کا امر یہ ہے کہ جب اس نے کسی شے کا ارادہ کیا۔ تو کہا " ہو جا پس وہ ہو گئی " یا امر تکلیفی ہو۔ وَاَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ " اس نے حکم کیا ہے۔ کہ سوائے اس کے اور کسی کی عبادت نہ کرو " لہٰذا اس صورت میں ولی امر وہ صاحب امر ہو۔ جس کے متعلق جنس امر الٰہی ہو۔ اور ہر امر اوّل اس کی طرف نازل ہو۔ اور ایسا شخص عام شاہانِ وقت ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کہ ہر امر الٰہی ان سے متعلق ہو۔ اور اس میں کسی شخص کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ یا امر سے مراد خاص امر ہے۔ اور الف لام تخصیص کے لئے ہے۔ تو مراد امر خاص ہے یا امر حکومتی ہے یا امر شریعتی۔ صورت اوّل کی بابت ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ حاکم غیر معصوم اور بادشاہِ وقت کی اطاعت اطاعتِ مطلقہ نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اس کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ اور اس لئے امر سے مراد شریعت ہی ہے۔ اور صاحب امر صاحب شریعت اور صاحب شریعت غیر از عالم شریعت اور ایسا عالم شریعت کہ اس کے کل و جزو و حقائق و ماہیات سب کا عالم ہو سوائے صاحبانِ علم مرتبتی لدنی اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس صورت میں بھی بحکم ظاہر آیہ شریفہ صاحب امر ائمہ اہلبیت ہی ہوئے۔ جو وارثِ کتاب نبوتی اور صاحبان علم لدنی ہیں۔ اور اگر امر سے امر حکومتی اور امر شریعتی دونوں مراد ہیں۔ تب بھی صاحب امر وہی صاحبانِ شریعت و وارثانِ علم مرتبتی ہو سکتے ہیں نہ اور کوئی۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے۔ اور بعض حضرات کہہ سکتے ہیں۔ کہ اولی الامر سے مراد عباد ہے کہ نہ معبود نہ شریک۔ لہٰذا اولی الامر ثابت ہے۔ جو اولی امر عباد اللہ ہو اگرچہ ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ لیکن اس صورت میں بھی اولی الامر سے مراد شاہانِ وقت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں۔ جو من جانب اللہ متصرف امور مثل رسول اللہ ہوں۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ " نبی مومنین پر خود ان کے نفوس سے زیادہ متصرف ہے۔ " پس اولی الامر وہی ہیں۔ جو بعد رسول یہ تصرف رکھتے ہیں۔ اور وہ نہیں ہیں مگر وارثانِ نبوت۔ جیسا کہ ہم معنی روایت میں بیان کریں گے۔

مزید توضیح۔ چونکہ قرآن شریف کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں۔ اس لئے آیہ اولی الامر کی تفسیر بھی ایک دوسری آیت میں موجود ہے۔ اور وہ اولی الامر کے صریح معنی بتلاتی ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْہَا بِاِذْنِ رَبِّہِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ (سورۃ قدر) یعنی خدا فرماتا ہے۔ کہ " شب قدر میں ملائکہ اور روح باذن خدا ہر ایک امر کے ساتھ نازل ہوتے ہیں " پس ایک تو آمر یعنی اس امر کا بھیجنے والا ہے اور وہ خدا ہے دوسرا امر ہے۔ اور وہ کل امور الٰہی ہیں۔ تیسرا امر کا پہنچانے والا ہے۔ اور وہ ملائکہ و روح ہیں۔ اور یہ تینوں اجمالاً معلوم ہیں۔ چوتھا صاحب امر چاہیئے۔ جس کے پاس امر بھیجا

اللہ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ" اے ایمان والو! اطاعت کرو خدا اور اس کے رسولؐ کی۔ اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔" جو عمل بھی اطاعتِ پیغمبرؐ سے خارج ہو۔ وہ باطل ہے؛

جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اطاعت سے مراد آیت میں اطاعتِ مطلقہ ہے۔ اور پیغمبرؐ مطاع مطلق ہے۔ لہٰذا یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ اطاعتِ اولی الامرؑ بھی اطاعتِ مطلقہ ہے۔ اور وہ مطاع مطلق۔ ہر ایک حکم اس کا واجب التعمیل ہے۔ کیونکہ جس اطاعت کا حکم خدا نے اپنے پیغمبرؐ کے لئے دیا ہے۔ اُسی اطاعت کا اپنے اولیاء امور کے لئے دیا ہے۔ اس لئے لفظ "اطیعوا" مکرر نہیں لایا گیا ہے۔ اور بقاعدۂ عربیت و نیز باصول عقلیہ وہ اسی کو مقتضی ہے۔ کہ جو تعلق اس حکم کا رسولؐ سے ہے۔ وہی اولی الامرؑ سے ہے۔ پس جس طرح کی اطاعت پیغمبرؐ کی واجب ہے اُسی طرح اولی الامرؑ کی واجب ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اطاعتِ رسولؐ اطاعت مطلقہ ہے لہٰذا اطاعت اولی الامرؑ بھی اطاعتِ مطلقہ ہے پس اولی الامرؑ مثل پیغمبرؐ ہر حال میں مفترض الطاعۃ ہے۔ اور یہ اطاعت مطلقہ ان کے واسطے اسی وقت مسلم ہو سکتی ہے۔ جبکہ حکم ان کا حکم خدا ہو۔ جیسا کہ حکم پیغمبرؐ حکم خدا ہوتا ہے اور وہ کوئی بات اپنی رائے اور اجتہاد سے نہ کہتے ہوں۔ بنابریں حکم اولی الامرؑ بھی مثل پیغمبرؐ حکم خدا ہے۔ اور اس لئے وہ مطاع مطلق ہیں۔ اور مفترض الطاعۃ ہیں۔ لیکن پیغمبرؐ سے تو ہر ایک شخص واقف ہے۔ صرف معلوم یہ کرنا ہے۔ کہ اولی الامرؑ کون ہے۔ جس کی اطاعت مثل پیغمبرؐ واجب ہے۔ اور وہ ہر حال میں مثل نبی مفترض الطاعت ہے۔ اور اس کا ہر ایک حکم واجب التعمیل ہے۔ یہاں اس کے متعلق تفصیلی بحث تو نہیں کی جا سکتی۔ کیوں کہ اس کے لئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ صرف مختصر اً عرض کریں گے۔ اس کے متعلق مہمل اور فضول احتمالات تو بہت ہیں۔ مگر خلاصہ خیالات و اقوال مفسرین و تحقیقات محققین دو صورتوں میں دائر ہیں۔ یعنی اولی الامرؑ یا خاص ائمہ و خلفاء رسولؐ ہیں۔ یا اپنے شاہانِ وقت۔ لیکن دوسری صورت کی صحت صحیح نہیں معلوم ہوگی کیونکہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اطاعت سے مراد اطاعت مطلقہ ہے۔ اور اطاعتِ مطلقہ ایسے شخص کی ہو سکتی ہے جو خطاء سے بری اور حرص و طمع و حسد و بغاوت سے منزہ و مبرا ہو۔ کیونکہ جب ایسا نہیں ہے۔ تو اس کی رائے میں غلطی ممکن ہے۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کوئی ایسا حکم دے۔ جو خلاف حکم خدا ہو۔ اس صورت میں اگر اس حکم کی اطاعت کی جائے۔ تو یہ اطاعت اطاعتِ کفر ہوگی۔ اس لئے کہ خدا صاف فرماتا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ "جو خلاف ما انزل اللہ و حکم خدا حکم کرے۔ وہ کافر ہے۔" لہٰذا اس حکم کی اطاعت کرنے والے مطیع بھی کافر ہوئے۔ اور اطاعت اطاعتِ کفر۔ اور اطاعتِ کفر قطعاً باطل ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ایک جائز الخطاء انسان کا حکم یا فعل مبنی بر اثم و عدوان ہو۔ اور اس لئے اس کی اطاعت کرنے والے اس کے ظلم و جور اور گناہ میں شریک اور اس کے مددگار ہوں گے۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ

وَالْعُدْوَانِ گناہ اور ظلم کے کام میں کسی کی مدد نہ کرو۔ بہت ممکن ہے۔ کہ ایک گنہگار اور جائز المعصیت انسان ایک ایسا کام کرے۔ جو کارِ شیطانی اور معصیتِ خدا ہو۔ تو اس کی اطاعت کرنے والے بھی تبعِ شیطان ہوں گے۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو۔ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا ہے۔ کہ شیطان کی عبادت نہ کرو۔ پس اگر خدا ایسے جائز الخطاء وجائز المعصیت انسان کی اطاعتِ مطلقہ کا حکم دے۔ اور اسی کو مطاعِ مطلق اس آیتِ اولی الامر میں قرار دے۔ تو تناقض صریح اقوال خداوند عالم علیم حکیم میں لازم آتا ہے۔ کہ خود کفر سے منع کرتا ہے۔ اور خود ہی اطاعتِ کفر کا حکم دیتا ہے۔ خود ظلم سے روکتا ہے۔ اور خود ہی اطاعتِ ظالمین واجب کرتا ہے۔ خود اتباعِ شیطان سے منع فرماتا ہے۔ اور خود ہی افعالِ شیطان کی پیروی اور اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ قطعاً محال ہے۔ لہٰذا یہ بھی محال ہے۔ کہ اطاعتِ مطلقہ کا مصداق اور آیت کا مورد شاہانِ وقت ہوں۔ کیونکہ کیسا ہی نیک بادشاہ کیوں نہ فرض کیا جائے۔ غلطی وخطاء ومعصیت سے محفوظ ومعصوم تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مطاعِ مطلق وہ ہو سکتا ہے۔ جس کا حکم حکمِ خدا ہو۔ اور کوئی بات اپنی رائے اور اجتہاد سے نہ کہے۔ اور یہ بات شاہانِ وقت کو ممکن نہیں۔ یہ بات صرف ان کو ممکن ہے۔ جو صاحبانِ علم موہبتی اور موردِ وحی ہوں۔ اور یہ صفت مخصوص ہے انبیاء وائمہ سے۔ كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ۔ پس صاحبانِ وحی انبیاء وائمہ ہیں۔ لہٰذا انہی کا حکم حکمِ خدا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ بلکہ وہ مکرم ومعظم بندگانِ خدا ہیں۔ وہ کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے۔ اور وہ اسی کے امر پر عمل کرتے ہیں۔ پس اطاعتِ مطلقہ کے مصداق بعد پیغمبرؐ وہ خلفاء واوصیاءِ پیغمبرؐ وائمہ امت ہوں گے۔ جو موردِ وحی وصاحبانِ علم لدنی موہبتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے۔ کہ اطاعتِ مطلقہ معصومِ مطلق کی ہو سکتی ہے۔ اور عصمت امتِ محمدی میں سوائے ائمہ اہلبیت وصاحبانِ چادرِ تطہیر دوسرے کے لئے ثابت نہیں۔ بلکہ ممکن نہیں۔ اور اس لئے اطاعتِ مطلقہ بعد پیغمبرؐ انہی کے لئے ہو سکتی ہے۔ اور وہی مثل رسولؐ مفترض الطاعۃ ہیں۔ اور ان کا ہر ایک حکم ہر حال میں واجب التعمیل ہے۔ چونکہ آیۂ اولی الامر میں خداوند عالم فرماتا ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ الخ پس اگر تم میں کسی امر میں اختلاف ونزاع ہو۔ تو اس کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹاؤ۔ اور رجوع کرو۔ اگر تم خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ شانِ ایمان یہی ہے۔ کہ ہم ہر امرِ متنازع فیہ کو خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف رد کریں۔ اور خدا اور اس کا

رسول ؐ جو فیصلہ دیں۔ اسی پر عمل کریں۔ لہٰذا ضروری اور لازمی ہے۔ کہ اس امر متنازع فیہ میں کہ بعد پیغمبرؐ واجب الطاعۃ و مفترض الطاعۃ ولی الامر کون ہے۔ بادشاہ یا امامؑ وقت؟ خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کریں۔ پس اگر خدا اور اس کا رسولؐ اس کی بابت کوئی فیصلہ دے دیں۔ تو وہی واجب العمل ہے۔ اور اسی کی اطاعت لازم۔ اور اگر ہم خدائی حکم اور فرمان پیغمبریؐ کی اطاعت نہ کریں۔ اور فرمانبرداری کا ثبوت نہ دیں۔ تو بنص آیت قرآنی ہمارے اعمال باطل ہوں گے۔ بلکہ خارج از اسلام ہو جائیں گے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ۔

اولی الامرؑ کی تشخیص کلام اللہ سے

بعد ثابت ہونے اس امر کے کہ اطاعتِ مطلقہ ان لوگوں کی واجب ہو سکتی ہے۔ جو دارائے علم موہبتی و صاحبان وحی ہوں۔ اور جن کا حکم حکم خدا ہو۔ اور یہ صفت یا نبیؐ کی ہے یا امامؑ کی۔ جیسا کہ گزرا۔ اور یہ کہ اولی الامرؑ کی اطاعتِ مطلقہ واجب ہے۔ معلوم ہے کہ اولی الامرؑ بعد پیغمبرؐ امام ہی ہو سکتا ہے نہ بادشاہ وقت اب صرف اس کے ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ آیا سلسلۂ امامت باقی ہے یا نہیں۔ اور ہے تو کہاں ہے اور آیا بعد پیغمبرؐ امت پیغمبرؐ میں ایسے نفوس موجود ہیں۔ جو دارائے علم موہبتی و مورد وحی ہوں۔ اور بعض دلائل سابقہ میں ہم خوب وضاحت کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ سلسلۂ امامت ابراہیمیؑ بنص آیہ و جعل الٰہی تا روز قیامت باقی ہے۔ اور ہرگز منقطع نہیں ہو سکتا۔ اور اگرچہ نبوت ختم ہو گئی ہے۔ لیکن کتاب وجودی جس سے مراد وہ علم موہبتی لدنی ہے جو وجود کے ساتھ دیا جاتا ہے اور کسب و تحصیل کی وہاں مداخلت نہیں ہوتی اور وہی مایہ الامامت بھی ہے ذریتِ ابراہیمؑ اور حضرت رسول خاتم المرسلینؐ میں تا قیام قیامت باقی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ اطاعتِ مطلقہ کے مستحق اور اولی الامر کے مصداق ذریتِ رسولؐ اور عترتِ بتولؑ و ائمہ اہل بیت نبوت و رسالت ہی ہیں؛

چونکہ اسی آیۂ اولی الامر میں خداوند عالم خود ارشاد فرماتا ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (سورہ نساء ع ۸) اگر تم کسی شے میں تنازع کرو۔ تو اس کو خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف رد کرو۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ ہم بھی اس کو خدا کی طرف رد کریں۔ اور دیکھیں کہ علاوہ دلائل مذکورہ و آیات سابقہ کلام حمید مجید اولی الامرؑ کی بابت ہمیں کیا ہدایت کرتا ہے۔ پس اولاً لفظ اولی الامر میں امر اطلاق کے ساتھ بلا کسی قید کے استعمال ہوا ہے۔ اور امر اسم جنس ہے۔ جو عموم کو مقتضی ہے۔ اور پھر اس پہ الف لام (ال) داخل ہے جو بقانون عربیت یا تو اس امر سے مراد جنس امر ہے۔ اور شامل ہے تمام امور کو۔ یعنی خواہ امر بمعنی حکم ہو۔ جیسے کہ خدا فرماتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی" الخ۔ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ خواہ امر بمعنی شغل و کار ہو۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ یا امر تدبیری ہو۔ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ

اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ۔" وہی تدبیر امر کرتا ہے۔ کوئی اور اس میں اس کا شریک نہیں ہے مگر بعد اس کی اجازت کے "یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ" یا امر تکوینی ہو۔ کما قال "اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ" سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کا امر یہ ہے کہ جب اس نے کسی شے کا ارادہ کیا۔ تو کہا "ہو جا" پس وہ ہو گئی۔" یا امر تکلیفی ہو۔ "وَاَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ" اس نے حکم کیا ہے۔ کہ سوائے اس کے اور کسی کی عبادت نہ کرو۔" لہٰذا اس صورت میں ولی امر وہ صاحبِ امر ہوا۔ جس کے متعلق جنس امر الٰہی ہو۔ اور ہر امر اوّل اس کی طرف نازل ہو۔ اور ایسا شخص عام شاہانِ وقت ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کہ ہر امر الٰہی ان سے متعلق ہو۔ اور اس میں کسی شخص کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ یا امر سے مراد خاص امر ہے۔ اور الف لام تخصیص کے لئے ہے۔ تو مراد امر خاص سے یا امر حکومتی ہے یا امر تشریعی۔ صورت اوّل کی بابت ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ حاکم غیر معصوم اور بادشاہِ وقت کی اطاعت اطاعتِ مطلقہ نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اس کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ اور اس لئے امر سے مراد شریعت ہی ہے۔ اور صاحب امر صاحبِ شریعت اور صاحب شریعت غیر از عالمِ شریعت اور ایسا عالمِ شریعت کہ اس کے کل و جزو و حقائق و ماہیات سب کا عالم ہو سوائے صاحبانِ علم موہبتی لدنی اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس صورت میں بھی بحکم ظاہر آیہ شریفہ صاحب امر ائمہ اہلبیتؑ ہی ہوں گے۔ جو وارث کتاب نبوتی اور صاحبان علم لدنی ہیں۔ اور اگر امر سے امر حکومتی اور امر تشریعی دونوں مراد ہیں۔ تب بھی صاحب امر یہی صاحبانِ شریعت و وارثانِ علم موہبتی ہو سکتے ہیں نہ اور کوئی۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے۔ اور بعض حضرات کہہ سکتے ہیں۔ کہ امر مضاف ہے طرف عباد کے نہ معنی ... لہٰذا اور ... ہے۔ جو اولی امر عباد اللہ ہو وہ ... سے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ لیکن اس صورت میں بھی اولی الامر سے مراد شاہانِ وقت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں۔ جو من جانب اللہ متصرف امور مثل رسول اللہؐ "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" نبی مومنین پر خود ان کے نفوس سے زیادہ متصرف ہے۔ پس اولی الامر وہی ہیں۔ جو بعد رسولؐ یہ تصرف رکھتے ہیں۔ اور وہ نہیں ہیں مگر وارثانِ نبوت۔ جیسا کہ ہم معنی ولایت میں بیان کریں گے۔

مزید توضیح۔ چونکہ قرآن شریف کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں۔ اس لئے آیہ اولی الامر کی تفسیر بھی ایک دوسری آیت میں موجود ہے۔ اور وہ اولی الامر کے صریح معنی بتلاتی ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ" (سورہ قدر) یعنی خدا فرماتا ہے۔ کہ شب قدر میں ملائکہ اور روح باذن خدا ہر ایک امر کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔" پس ایک تو آمر یعنی اس امر کا بھیجنے والا ہے اور وہ خدا ہے دوسرا امر ہے۔ اور وہ کل امور الٰہی ہیں۔ تیسرا امر کا پہنچانے والا ہے۔ اور وہ ملائکہ و روح ہیں۔ اور یہ تینوں اجمالاً معلوم ہیں۔ چوتھا صاحب امر چاہیئے۔ جس کے پاس امر بھیجا

جاتا ہے۔ کیونکہ خداوند عالم حکیم مطلق ہے۔ اور حکیم کوئی فعل لغو و بیفائدہ نہیں کرتا۔ ضرور ہے۔ کہ اس کے امر کا صاحب الامر جس کے پاس امر خدا نازل ہوتا ہے موجود ہو۔ اور مصداق آیہ اولی الامر یہی صاحبان امر ہیں۔ جن کے پاس ہر ایک امر خدا نازل ہوتا ہے۔ اور ملائکہ لے کر آتے ہیں۔ اور یہ بھی بدیہی ہے۔ کہ صاحب الامر جس کے پاس امر خدا نازل ہو۔ ایسا شخص ہو۔ جو امر خدا کو انجام دے سکے۔ اور وہ ذی شعور و صاحب ارادہ و اختیار ہو۔ اس لئے یہ قول تو بالکل غلط و باطل ہے۔ کہ امر خدا شب قدر میں خانہ کعبہ کی چھت پر نازل ہوتا ہے۔ اور وہیں ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ خانہ کعبہ کی چھت یا خانہ کعبہ صاحب الامر ہونے اور امور الٰہی انجام دینے کی قابلیت ہرگز نہیں رکھتے۔ یہ صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ شب قدر میں ملائکہ عام اور رحمتیں لے کر خانہ کعبہ میں نازل ہوں۔ لیکن چاہیئے۔ کہ کسی کے پاس نازل ہوں۔ ضرور ہے۔ کہ صاحب امر کوئی ہو۔ جس کے پاس وہ خانہ کعبہ میں آئیں۔ اور وہ شخص صاحب ارادہ و اختیار ہی ہو سکتا ہے اور یہ آیت اس کی تفسیر کرتی اور بتلاتی ہے۔ کہ ملائکہ کہاں نازل ہوا کرتے ہیں۔ اور کن پر اترا کرتے ہیں قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ یُنَزِّلُ الْمَلٰئِکَۃَ بِالرُّوحِ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ "خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ملائکہ کو روح کے ہمراہ نازل فرماتا ہے"۔ اس سے صاف معلوم ہے۔ کہ ملائکہ بندگان خدا پر نازل ہوتے ہیں نہ محض خانہ کعبہ کی چھت پر۔ لیکن عام بندگان خدا پر نہیں۔ بلکہ خاص پر جن پر کہ خدا چاہتا ہے اور جس کو اس نے اس کام کے لئے منتخب کیا ہوا ہے۔ اور صفت ان کی یہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰئِکَۃُ پ سورہ سجدہ "تحقیق کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور پھر اس پر مستقیم اور ثابت قدم رہے ہیں۔ ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں"۔ اول قالوا ربنا اللہ سے ثابت ہے۔ کہ یہ لوگ جن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ مومنین امت ہیں۔ اور پیغمبر باب الایمان میں داخل ہے۔ اس لئے کہ خدا فرماتا ہے۔ یَآ اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ "اے مسلمانو! ایمان لاؤ خدا اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس پر نازل کی گئی ہے۔ اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی گئی ہے"۔ پس یہ مومنین وہ ہیں۔ جو خدا اور رسول اور اس کی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ سارے مومنین ایسے نہیں ہیں۔ جن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے وہ مومنین جن کی صفت استقامت علے الایمان ہے۔ اور یہ امر یقینی ہے۔ کہ سارے مومنین اس صفت سے متصف نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر اس کے خلاف ہیں۔ جیسا کہ خدا خبر دیتا ہے وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُہُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَہُمْ مُّشْرِکُوْنَ "اور نہیں ایمان لاتے ہیں اکثر ان میں سے مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں"۔ اکثر اعمال شرک خفی ان سے سرزد ہوتے ہیں۔ خدا نے جو انسانوں نے عہد لیا تھا۔ اس کو سوائے بعض سب نے ترک کیا۔ چنانچہ شیطان نے جو کہا تھا۔ کہ وہ سوائے مخلصین کے باقی تمام بنی آدم کو بہکاؤں گا۔ اپنا کہا ہوا اس نے سچ کر دکھایا۔ اور خدا اس کی تصدیق فرماتا

ہے۔ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ "البتہ شیطان نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ سوائے مومنین کی ایک جماعت کے باقی سب نے اس کا اتباع کر لیا" اور پھر اس کی تخصیص کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَمِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ "مومنین میں بہت تھوڑے آدمی ہیں جنہوں نے اپنا عہد سچ کر دکھایا۔ جو انہوں نے خدا سے کیا تھا" فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا "بعض ان میں سے شہید ہو چکے۔ اور بعض منتظر شہادت ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی عہد الٰہی میں نہیں کی" اور عہد الٰہی یہ تھا اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ "اے بنی آدم کیا خدا نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا۔ کہ شیطان کی پیروی نہ کرو۔ اور اس کی اطاعت میں نہ آؤ" باستثناء بعض باقی تمام انسان کم و بیش مطیع و تبع شیطان ہیں۔ اور صراطِ مستقیم پر مستقیم رہنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ پس وہ لوگ جو کسی نہ کسی امر میں بھی تبع و مطیع شیطان ہو گئے۔ ہرگز محل و مہبط نزول ملائکہ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ مخصوصین ہیں۔ جو خدا کے مخلص بندے اور صادق مصدق ہیں۔ جنہوں نے عہد الٰہی میں ذرا تبدیلی نہیں کی۔ اور وہ برگزیدگان خدا ہیں۔ جنہوں نے کسی امر میں شیطان کی متابعت نہیں کی۔ اور عہد الٰہی کو نہیں توڑا۔ دوسرے لفظوں میں وہ وہ نفوس قدسیہ ہیں۔ جو ابتدائے آفرینش سے تطہیر الٰہی پاک کئے گئے ہیں۔ اور ہر ایک قسم کے رجس و شرک سے پاک ہیں۔ سوائے ان کے جن کی تطہیر کی سند قرآن میں موجود ہو۔ اور کسی دوسرے کی نسبت ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ کسی امر میں تبع شیطان نہیں ہوئے۔ ہر ایک امر شیطانی سے محفوظ معصوم ہی رہ سکتا ہے۔ اور یہ صفت مخصوص ہے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے۔

صراطِ مستقیم اور اس پر استقامت وہ اہم و مشکل مقام ہے۔ جس کی نسبت خدا اپنے پیغمبرؐ کو حکم دیتا ہے۔ "فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ" "اے پیغمبرؐ جس طرح کہ تم کو حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح صراطِ مستقیم پر ثابت و قائم و مستقیم رہو۔ اس کی نسبت آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے۔ کہ سورۂ ہود نے میری کمر توڑ دی ہے۔ کہ اس میں بارِ عظیم میرے اوپر بار کیا گیا ہے۔ اور وہ یہی حکم استقامت ہے۔ وہ لوگ جن کی صفت مَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ہے۔ وہ کب اس کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ خاتم النبیینؐ جیسا پیغمبر افضل المرسلینؐ و اول المسلمین و اول العابدین ہو۔ جو اس امتحان مشکل میں کامیاب ہو۔ بیشک آنحضرتؐ ہی اس امتحان میں بدرجۂ کمال کامیاب ہوئے اور اس کو خدا نے انہی کے لئے مخصوص کیا۔ اور بطور حصر و قصر فرمایا۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ "تحقیق کہ تو مرسلین میں سے ضرور صراطِ مستقیم پر ہے۔" پس بعد پیغمبرؐ اس مرتبہ پر فائز وہی ہو سکتا ہے۔ جو مثل پیغمبرؐ ہو۔ جس کا نور طیب و طاہر اور جس کی روح روح قدس سے ترقی اور جس کا نفس نفس نبی ہو۔ جس کو خدا نے معصوم ہی خلق کیا ہو۔ دوسرے کو یہ مرتبہ ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ وہ مومنین کاملین جن کی صفت ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ہے اور

بعد پیغمبر صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ وہ اہلِ بیتِ نبوت و رسالت ہیں "وان ھذا صراط علی مستقیم"۔ (دیکھو تفصیل خلافت الٰہیہ میں) پس وہی محلِ نزولِ ملائکہ ہیں۔ اور اس لئے وہ صاحبانِ امرِ الٰہی ہیں۔ جن کے پاس ملائکہ تمام امورِ الٰہی لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اور اس لئے یہی وہ صاحبانِ امر و اولی الامر ہیں۔ جن کی اطاعت مطلقہ بعد پیغمبر واجب ہے۔ اور جن کا حکم حکمِ خدا ہے۔ اور اس لئے اس امر متنازع فیہ کا فیصلہ خداوندِ عالم نے یہ کیا۔ کہ اولی الامر ائمہ اہلِ بیتؑ ہیں نہ شاہانِ وقت یا اور کوئی۔ اور انہی کی اطاعت ہر حال میں واجب ہے ؂

یہ تو خدائی فیصلہ تھا۔ اب ہم بحکمِ خدا اس امر کو رسولِ خداؐ کی طرف رد کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ وہ حضرتؐ جو مفسرِ قرآن و مبینِ قرآن و معلمِ قرآن اور خدا کی زبان ہیں اور جن کی صفت "ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" ہے۔ یعنی وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے۔ جو کچھ فرماتے ہیں وحیِ خدا فرماتے ہیں۔ اس میں کیا فیصلہ دیتے ہیں۔ لیکن فرمائشاتِ پیغمبری اس باب میں اس قدر زیادہ ہیں۔ کہ تمام و کمال ایک مستقل مجلد میں بھی نہیں آسکتا۔ صرف ایک دو کا یہاں ذکر کیا جائے گا۔ اور بعض دوسرے ابواب میں مذکور ہوں گی۔ اخطب خوارزم جو محققین علماء اہلِ سنت سے ہیں۔ سلیمان راعی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ کہ شبِ معراج ارشادِ باری ہوا کہ ایمان لایا خدا کا رسولؐ اس پر جو کچھ کہ من جانب اللہ اس پر نازل ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ اور مومنین بھی اس پر ایمان لائے۔ ارشاد ہوا۔ اے محمدؐ تو نے سچ کہا۔ تم نے مومنین پر کس کو چھوڑا؟ عرض کیا۔ بہترین امت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو ان پر اپنا جانشین و خلیفہ مقرر کیا۔ ارشاد ہوا۔ اے محمدؐ میں نے ایک مرتبہ زمین کی طرف توجہ کی۔ تو میں نے تمام اہلِ زمین میں سے تم کو پسند اور اختیار کیا۔ اور تیرے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا۔ میں محمود ہوں اور تو محمدؐ ہے۔ پھر دوبارہ نظر کی۔ تو علیؑ کو ان میں سے چنا۔ اس کا نام بھی اپنے نام سے نکالا۔ میں علیٔ اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے اے محمدؐ! میں نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور تم سب کی محبت کو اہلِ آسمان و زمین پر پیش کیا۔ جس نے قبول کیا۔ وہ مومن ہے۔ اور جس نے قبول نہ کیا۔ وہ کافر۔ اے محمدؐ! اگر کوئی میری عبادت کرے۔ یہاں تک کہ کثرتِ عبادت سے مثل خشک مشک کے ہو جائے اور تمہاری ولایت کا منکر ہو۔ تو اس کو نہ بخشوں گا۔ جب تک کہ اس کا اقرار نہ کرے۔ اے محمدؐ! تو چاہتا ہے۔ کہ ان کو دیکھے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ فرمایا۔ عرش کی جانب نظر کر۔ میں نے اس طرف دیکھا۔ تو علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و علیؑ ابن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسیٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ اور مہدیؑ کو دیکھا۔ کہ نور ان کے تاباں ہیں۔ اور سب مشغولِ نماز ہیں۔ اور نورِ مہدیؑ ان کے درمیان ستارے کی طرح درخشاں ہے۔ پھر ارشادِ باری ہوا۔ اے محمدؐ! یہ سب حججِ خدا اور ائمہ ہیں

ہیں۔ اور مہدیؑ ظالموں سے ظلم کا بدلہ لے گا۔ وہ دوستوں پر میری حجت ہے۔ اور دشمنوں سے انتقام لینے والا
پس بعد رسول حجج اللہ اور ائمہ ہدیٰ اہل بیت نبی ہیں جن کے اسماء ذکر ہو چکے۔

اور صاحب کفایۃ الاثر نے جناب عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ہمارے یہاں ایک آبدار خانہ تھا۔ جب آنحضرتؐ جبرئیلؑ سے ملاقات فرماتے تو وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ جبرئیلؑ آئے۔ تو حضرتؐ کو حسینؑ کی شہادت کی خبر دی۔ اور اس سرزمین کی مٹی دی۔ جس میں وہ قتل ہوں گے۔ آنحضرتؐ رونے لگے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا۔ اے محمدؐ گریہ نہ فرمایئے۔ حق سبحانہ وتعالےٰ قائم آل محمدؐ کے ہاتھ سے ظالمان امت سے جو حسینؑ کو قتل کریں گے بدلہ لے گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے حبیبؑ لے جبرئیلؑ وہ قائم کون ہے؟ فرمایا نواں فرزند ہے اولاد حسینؑ سے۔ کیونکہ حسینؑ کا بیٹا علیؑ ابن الحسینؑ خاضع وخاشع ہو گا۔ اور علیؑ کا بیٹا محمد بن علی الباقرؑ۔ اور ان کا بیٹا جعفر صادقؑ۔ اور ان کا بیٹا موسےٰ کاظمؑ۔ اور ان کا بیٹا علی الرضاؑ۔ اور ان کا بیٹا محمد الراغب فی اللہ۔ اور ان کا بیٹا محمد بن علیؑ۔ اور ان کا فرزند حسنؑ بن علیؑ مومن باللہ۔ اور حسنؑ سے ظاہر ہو گا۔ کلمۂ حق ونشانِ صدق ومظہر حق وحجتِ خالق۔ اس کی غیبت دراز ہو گی۔ پھر حق تعالےٰ اس کے ہاتھ پر اسلام کو ظاہر کرے گا۔ اور کفار کو قتل کرے گا۔

محدث جلیل جمال الدین روضۃ الاحباب میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب آیہ اولے الامر نازل ہوئی۔ تو ہم نے کہا۔ یارسول اللہؐ ہم خدا اور اس کے رسولؐ کو تو جانتے ہیں۔ لیکن اولے الامر کون ہے۔ جن کی اطاعت کو خدا نے آپؐ کی اطاعت کے ساتھ ملایا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ وہ میرے بعد میرے خلیفہ ہیں۔ ان میں اول علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ پھر حسنؑ پھر حسینؑ۔ پھر علیؑ ابن الحسینؑ پھر محمد ابن علی المعروف فی التورات بالباقرؑ۔ اے جابر جب تم ان سے ملو۔ تو میرا سلام پہنچا دیو۔ پھر جعفرؑ بن محمدؑ پھر موسےٰ بن جعفرؑ۔ پھر علیؑ بن موسےٰؑ۔ پھر محمد بن علیؑ۔ پھر علیؑ بن محمدؑ۔ پھر حسنؑ بن علیؑ پھر محمد بن الحسن المہدیؑ۔ جو زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا بعد اس کے کہ ظلم وجور سے پُر ہو گئی ہو گی۔

علامہ حموینی فرائد السمطین میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ مسجد نبویؐ میں اصحاب رسولؐ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ میں تمہیں خداوند کریم کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ تم کو معلوم ہے۔ جس وقت آیہ "یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" اور آیہ "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون" نازل ہوئی۔ تو لوگوں نے رسول خدا سے عرض کیا۔ کیا یہ آیات خاص علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ فرمایا۔ ہاں ان کی اور میرے باقی اوصیاءؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ جو قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ان کو ہم سے بیان

کیجئے۔ کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا۔ اوّل علیؑ میرا بھائی میرا وصی میرا وارث اور جملہ مومنین کا میرے بعد ولی۔ پھر حسنؑ بن علیؑ پھر حسینؑ بن علیؑ۔ پھر اولادِ حسینؑ کے نو امامؑ۔ قرآن ان کے ساتھ ہے اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ نہ وہ ان سے جدا ہوگا اور نہ وہ اس سے جدا ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر پہنچ جائیں۔ سب اصحابِ رسولؐ نے کہا۔ ہاں ہم نے رسولِ خداؐ سے سُنا ہے اور ہم گواہ ہیں۔ ان احادیث سے صاف ثابت ہے۔ کہ ائمہ امت اور اولے الامرؑ اور اولیاء اللہ دوازدہ امامؑ ذریتِ رسولؐ ہی ہیں۔ اور انہی کی اطاعت واجب ہے۔ اور یہ کہ وہی ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ پس خدا اور رسولِ خداؐ دونوں کے فیصلہ سے معلوم ہو گیا۔ کہ اولے الامرؑ جن کی اطاعت بعد رسولؐ واجب ہے۔ وہ یہی دوازدہ امام علیہم السلام ہیں۔ یہیں سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ اس آیت کے حکم کی رو سے ایسے مطاعِ مطلق کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اگر حکمِ آیت کا عام ہے۔ اور تمام مسلمانوں سے متعلق ہے۔ اور صرف زمانۂ رسولؐ ہی پر یا اس کے کچھ بعد ختم نہیں ہو گیا۔ تو لازم و واجب ہے۔ کہ ولی امر مطاع اس وقت اور ہر وقت موجود ہو۔ ورنہ اگر ولی امر کا وجود تسلیم نہ کیا جائے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ خدا نے ایک لغو و بیفائدہ حکم دیا ہے۔ ایک شخص کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اس شخص کو خلق نہیں کیا ہے۔ پس تسلیم کرنا چاہیئے۔ کہ امام از عترتِ رسولؐ جس کی صفات مذکور ہوئیں موجود ہے۔ اور اسی کی اطاعت واجب ہے۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ یہ حکمِ قرآن بالکل قرآن معاذاللہ اس وقت منسوخ ہو گیا ہے۔ اور ہمارے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ اور یہ خروج از اسلام ہے۔ فتدبر فیہ؛

اور یہ بھی ثابت و محقق و مسلم ہے۔ کہ اس سلسلہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام میں سے گیارہ امامؑ گذر چکے ہیں اور بارھواں امام مہدی آخرالزمانؑ ہے۔ اور وہ محمد بن الحسن العسکری علیہ السلام ہی ہے۔ پس انہی آیات و احادیث و مستقلاتِ عقلیہ و دلائلِ فطریہ ثابت ہوا کہ حضرت امام مہدی آخرالزمان حجۃ ابن الحسن العسکری علیہما السلام زندہ و موجود ہیں۔ وھوالمطلوب۔ ان کے سوا جو دعوئے امامت و مہدویت کرے۔ مفتری و کذاب ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جو خدا پر جھوٹ تراشے۔ اور وہ مسلمان کہلاتا ہو۔ اور اسلامی نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور یہ قول بھی بالکل باطل ثابت ہوا۔ کہ امام مہدیؑ آئندہ پیدا ہوں گے۔ کیونکہ جب یہ ثابت اور معلوم ہو گیا۔ کہ وہ فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہی ہیں۔ تو یہ ناممکن ہے۔ کہ باپ کی وفات سے بیٹا ہزار برس بعد پیدا ہو۔ ان ھذا الا اختلاق یہ ہے چودھویں دلیل وجود امام مہدی آخرالزمان حضرت حجۃ ابن الحسنؑ پر۔ کہ وجود ولی امر مطاعِ مطلق تا قیامِ قیامت ہر زمانے میں ضروری ہے۔ نافہم و تدبر فیہ؛

ایک اور تقریر بلیغ ہم بعض دیگر رسائل میں لکھ چکے اور ثابت کر چکے ہیں۔ کہ عالم دو ہیں۔ عالم خلق کا اور عالم امر کما قال لہ الخلق والامر اور آئندہ ابواب میں معلوم ہوگا۔ کہ مخلوق عالم خلقی درجہ بدرجہ نشوونما پا کر ایک درجہ خاص ترقی پر پہنچ جاتی ہے۔ مگر شے عالم امری کی اس تدریج پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون جہاں ارادۂ باری متعلق ہوا فوراً ہو گئی۔ اور انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کی خلقت عالم امر سے ہے۔ اور یہ بات خاندان نبوت ہی سے مخصوص ہے۔ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت ذکر کیا ہے پس بعد رسولؐ اولی الامر وہی نفوس مبارکہ قدسیہ طاہرہ و مطہرہ ہیں۔ جن کی خلقت مثل رسولؐ عالم امر سے ہے۔ نہ عالم خلق سے۔ ان کی روح بھی عالم امر سے ہے۔ اور جسم بھی عالم امر سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ان اہلبیتؑ طیبین طاہرین کے اور ان نفوس عالم امر کے سوا اور کوئی اولی الامر کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً وہ لوگ جن کی ولادت عالم اسلامی میں بھی نہ ہوئی ہو۔ چہ جائیکہ وہ مطہر و مزکی اور معصوم عین عالم امری ہوں۔ اولی الامر بعد رسولؐ ذریت رسولؐ ہے۔

تنبیہ۔ ان بیانات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فخر الدین رازی جیسے علماء مفسرین کا یہ کہنا کہ " وجود معصوم ثابت نہیں اور اس لئے اولی الامر سے مراد اجماع ہے " مبنی بر عدم تحقیق ہے۔ دنیا میں وجود معصوم عقلاً ضروری ہے۔ آیات و احادیث کثیرہ اہل بیتؑ کی عصمت پر دال ہے۔ اور دونوں فریق اسلام میں احادیث موجود ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے اولی الامرؑ کی تشخیص فرما دی۔ اور اس کی تفسیر اہل بیتؑ سے کی ہے۔ چنانچہ بعض احادیث مذکور ہو چکیں اور بعض آئندہ ہوں گی باوجود ان امور کے پھر اجماع مبہم و مجہول کو اولی الامر مفترض الطاعۃ مثل رسولؐ قرار دینا نہ معلوم کس مصلحت پر مبنی ہے۔ جب ہر فرد نوع انسانی غیر معصوم اور جائز الخطا ہے۔ اور یہ مسلم و محقق ہے۔ کہ مجموعہ ناقص کا ناقص ہوتا ہے۔ چند بے عقل مل کر عقلمند نہیں بن سکتے۔ چند سفیہ اکٹھے ہو کر حکیم نہیں کہلا سکتے۔ چند اندھے جمع ہو کر صاحب بصارت۔ بینا نہیں بن سکے۔ پھر جائز الخطا لوگوں کا مجمع کیسا کر رسول مقبول معصوم مطلق کا قائم مقام ہو سکتا ہے۔ اور ہر امر میں مفترض الطاعۃ سمجھا جا سکتا ہے۔ درآنحالیکہ اجماع کل افراد انسانی بحیث لا یشذ منہ فرد۔ غیر معقول و محال ہے اور بعض کا اجماع و اتفاق دوسرے مجمع سے متناقض و متباین۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اس اجماع کی بناء پر ایک ایک وقت میں پانچ پانچ اور سات سات خلیفۂ رسول بن چکے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ کچھ مجمع ہو جاتا تھا۔ اور ایک دوسرے کے اجماع کی تکذیب نہ کر سکتا تھا۔ آیات قرآنی شاہد ہیں۔ کہ امور الٰہی میں کسی کا اجماع و اتفاق سند نہیں۔ اور ان میں کسی کو اختیار نہیں۔ وربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لہم الخیرۃ خدا جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے۔ خلق کرتا ہے۔ اور جس کام کے لئے چاہتا ہے اختیار کرتا ہے۔ لوگوں کے لئے کوئی اختیار نہیں ہے۔ اول مسئلہ خلافت آدمؑ پر اجماع و اتفاق ملائکہ اور ان کا شوریٰ مفید نہ ہوا اور سند نہ سمجھا گیا۔ حالانکہ ملائکہ معصوم ہیں۔ پھر کیونکر

ہو سکتا ہے۔ کہ غیر معصوم اور جائز الخطاء چند اشخاص کا مجمع خالق اکبر کا کام دے۔ اور اس کے مقابلہ میں مفترض الطاعۃ اُولی الامر بنا دے۔ اگر شوریٰ ہو سکتا ہے۔ تو محض اپنے معاملات اختیاریہ میں۔ چنانچہ آیہ ذیل سے صاف ظاہر ہے۔ "وامرھم شوریٰ بینھم"۔ "امرھم" و "بینھم" کے الفاظ پر اہل علم غور کریں۔ اس شوریٰ کو خدائی امور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ کہنا کہ کثرت رائے دلیل حقیقت و صداقت ہے باطل محض ہے۔ اور خدا اکثر مقام پر اس کی مذمت فرماتا اور ہماری ہی ہدایت کے لئے اپنے حبیب سے کہتا ہے۔ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ۔ ان یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون اے حبیب اگر تو اکثر اہل الارض کی اطاعت کرے اور ان کی بات مان لے۔ تو وہ تجھ کو راہ خدا سے بھٹکا دیں۔ یہ لوگ تو صرف گمان پر چلتے ہیں اور اسی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور محض اٹکل سے باتیں کہنے والے ہیں۔ ان کو کیا خبر کہ حقیقت الامر کیا ہے۔ اور اس لئے از روئے علم و یقین کوئی حکم نہیں کر سکتے۔ ان ربک ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین۔ تحقیق کہ تیرا پروردگار ہی ان کو خوب جانتا ہے۔ جو راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور ان کو خوب جانتا ہے۔ جو راہ یافتہ اور مہدی ہیں پس معلوم ہوا۔ کہ حق کثرت و اکثریت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور اکثر لوگ گمان اور اٹکل سے حکم لگاتے ہیں۔ وان الظن لا یغنی من الحق شیئا ظن مفید حق نہیں ہو سکتا۔ جب وہ علم و یقین نہیں رکھتے۔ وہ کیا جانیں۔ کہ جس کو پیشوا یا امام و خلیفہ رسول بنائیں۔ وہ راہ خدا سے پھرا ہوا نہیں ہے۔ یا نہیں پھر جائے گا۔ یہ تو خدا ہی جانتا ہے۔ کہ کون راہ پر ہے۔ اور رہے گا۔ اور کون نہیں ہے۔ اور کون راہ سے رسول کے وفات پاتے ہی پھر جائے گا افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (اگر رسول مر جائے یا قتل ہو جائے۔ تو تم الٹے پیروں دین سے پھر جاؤ گے) ان کے حالات سے خدا ہی واقف ہے۔ پس وہی اطاعت کے لئے منتخب کر سکتا ہے نہ لوگ۔ یہی حق ہے "ولکن اکثر الناس لا یعلمون" لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ "بل اکثرھم لا یعقلون" بلکہ بہت سے تو عقل ہی سے بے بہرہ ہیں۔ "بل اکثرھم لا یومنون" نہیں بلکہ بہت سے تو خدا پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ "واکثرھم للحق کارھون" بلکہ ان میں سے اکثر تو حق بات سے چڑتے ہیں۔ کیونکر حکم کرتے ہو۔ کہ اجماع مفترض الطاعۃ اولی الامر ہے۔ "وان اکثرکم فاسقون" حالانکہ یقیناً بہت سے تم میں سے فاسق ہیں۔ "وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون" اور نہیں مسلمان ہوتے ان میں سے بہت سے مگر یہ کہ وہ در باطن مشرک ہیں۔ کیونکر ممکن ہے کہ مجمع چند اصحاب قائم مقام رب الارباب ہو سکے۔ واقعاً اگر حق لوگوں کے آراء و اہواء کے موافق ہوتا اور ان کی متابعت کرتا۔ تو آج کب کی دنیا نیست و نابود ہو چکی ہوتی "ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن بل اتینٰھم بذکرھم فھم عن ذکرھم معرضون" اگر حق لوگوں کی آراء و اہواء کی پیروی کرتا۔ تو ضرور آسمان و زمین اور جو کچھ دونوں میں ہے۔ سب خراب برباد ہو چکا ہوتا۔ دنیا فاسد ہو چکی ہوتی۔ حق لوگوں کی آراء و اہواء پر موقوف نہیں ہے۔ کبھی

لوگوں کی رایوں کے حوالے نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہم نے تو ان کو ذکر (قرآن یا رسولؐ) دیا ہے۔ پس وہ اس ذکر سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اس کی اطاعت و پیروی نہیں کرتے۔ کیسا افسوس ہے۔ کہ قرآن اور رسولؐ کے ہوتے آراء و اہواء و اجماع پر دین کا دارو مدار قرار دیا جاتا ہے۔ جس کو حق سے کچھ نسبت نہیں۔ یا اھل الحق اتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔

پھر پنج معصومین مطہرین منصوصین کے ہوتے اور باوجود تصریح خدا و رسول خدا اجماع مبہم و مجہول کو حجت اور اولی الامر مفترض الطاعۃ قرار دینا بالکل غیر معقول ہے۔ یقیناً حکم آیت عام ہے۔ جس طرح زمانہائے گذشتہ کے مسلمان اس پر مامور تھے کہ اولی الامر کی اطاعت کریں۔ آج بھی ہیں۔ پس اگر اجماع اولوالامر ہے۔ وہ کہاں ہے۔ آج ہم کس کی اطاعت کریں۔ حنفی اجماع کی اطاعت کریں۔ یا شافعی کی۔ مالکی کی یا حنبلی کی۔ مقلدین کے اجماع کی یا غیر مقلدین کے اجماع کی۔ مرزائیوں کے اجماع کی یا اہل القرآن کی۔ ترکی پارلیمنٹ کی یا ایرانی پارلیمنٹ کی۔ کس جماعت کی پیروی کریں۔ ان میں سے کون اولی الامر ہے۔ جس کی اطاعت واجب ہے۔ سلطان ٹرکی کی فرمانبرداری واجب ہے۔ یا قیصر ہند شاہنشاہ معظم کی۔ شاہ ایران کی جماعت کے ساتھ ہوں یا امیر کابل کی۔ یا سب کی۔ یا اس معصومؑ کی جو جزو نور محمدی و نفس رسولؐ اور ہادی و مہدیؑ من اللہ واجب الطاعۃ امامؑ ہے۔

پندرھویں دلیل دنیا کے حالات دیکھنے اور مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جن کا کام دنیا کو گمراہ کرنا اور ان کو برے کاموں کی طرف راغب کرنا اور نفاق و شقاق و فتنہ و فساد برپا کرانا ہے۔ اور ہمیشہ کچھ ایسے نفوس پائے گئے ہیں۔ اور پائے جاتے ہیں اور وہ ہادی دین اور صاحب شریعت اور فرستادۂ خدا ہونے کا جھوٹا دعوے کرتے ہیں۔ اور الہام کے مدعی ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سے لوگوں کو دین کے جال میں پھنسا کر ان کو دین و دنیا سے کھو دیتے ہیں۔ ان کی حقیقت و اصلیت و حالت کی طرف خداوند عالم ان الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے۔ ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین تنزل علی کل افاک اثیم یلقون السمع واکثرھم الکاذبون (الشعراء ع ۱۱) یعنی خداوند علیم علیم ہر ایک ظاہر و باطن اور دلوں کا جاننے والا خبر دیتا اور فرماتا ہے۔ "کیا میں تمہیں بتلا دوں۔ کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں۔ یہ ہر جھوٹے بدکردار پر نازل ہوتے ہیں۔ وہ ان کے کانوں میں پھونکتے ہیں۔ حالانکہ اکثر ان میں سے جھوٹے ہوتے ہیں (بعض باتیں سچ بھی نکل آتی ہیں)" اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ **اول** یہ کہ کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ **دوم** یہ کہ وہ لوگ جو منزل شیاطین ہیں۔ وہ ہیں۔ جو بڑے جھوٹے اور گنہگار و بدکار ہیں۔ **سوم** یہ کہ وہ شیاطین ان کو کچھ القاء کرتے ہیں۔ **چہارم** یہ کہ یہ القاء کرنے والے شیاطین اکثر جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹے ہوتے ہیں۔ مگر بعض باتیں سچ بھی نکل آتی ہیں۔ اور بعض باتیں جو سچ نکل آتی

ہیں۔ یہی لوگوں کی گمراہی کا بڑا سبب ہوتی ہیں۔ کیوں کہ یہ ایک فطری اصول ہے۔ اور عقلاء کے نزدیک مسلّم ہے۔ کہ باطل محض اور کذب صرف کی طرف انسان کی عقل کبھی مائل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس باطل اور کذب میں حق اور صدق کی کچھ آمیزش نہ ہو۔ چنانچہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں۔ خواہ وہ دہریہ ہی کیوں نہ ہوں۔ ان میں بھی کوئی نہ کوئی بات سچی ضرور ہوگی۔ تمام باتیں اور تمام اصول بالکل غلط و باطل نہ ہوں گے۔ پس ان جھوٹوں کے ان شیطانی القاءات میں علاوہ اپنی ذاتی مخترعات و تخیلات و وہمیات کے بعض باتیں سچ بھی ہوتی ہیں۔ اور بعض پیشگوئیاں شاذ و نادر طور پر کبھی صحیح بھی نکل آتی ہیں۔ انہی باتوں سے جہال اور دین کی حقیقت اور خدائی پیغامبر کی ماہیت اور معیار نبوت و رسالت سے ناواقف لوگ اکثر دھوکا کھا جاتے اور ان کے دام فریب میں آ جاتے ہیں۔ اور ایسے جھوٹے لوگوں کو پھنسانے کے لئے اس جھوٹے دعوے کے بعد بظاہر لوگوں کی نظروں میں اپنے کو نیک اور پارسا دکھلاتے ہیں۔ کوئی شخص اس کہنے سے کہ آؤ تمہیں شیطان کی دعوت دیں۔ اور شیطان کا مرید و مطیع بنا دیں اس کلام کو قبول نہ کرے گا۔ اس لئے شیطانی فعل کو عبادت و دین کی صورت میں ملمع کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک جھوٹا اور کاذب مدعی دیانت اور دینداری ہی کا دعوے کرتا ہے۔ بلکہ شیاطین کے اضلال کا طریقہ ہی یہ ہے۔ کہ دینی صورت میں لوگوں کو بہکائیں ؛

بنی اسرائیل میں ایک عابد و زاہد تھا جس نے دنیا کو بالکل ترک کر دیا تھا۔ اور جنگل میں ہمیشہ عبادتِ خدا میں مشغول رہتا تھا شیطان نے اپنے حوالی موالی اور ذریت کو جمع کر کے خطاب کو کیا کہ کون ہے جو اس عابد کو بہکائے اور اس کام کا بیڑا اُٹھائے۔ ایک نے بڑھ کر کہا۔ میں۔ پوچھا۔ تو کس طرح اس کو بہکائے گا۔ کہا عورت کے لباس سے کہا۔ تو اس کام کا نہیں ہے۔ دوسرے نے کہا۔ میں۔ پوچھا۔ تو کس طرح اس کے پاس جائے گا۔ کہا۔ لذاتِ دنیا شراب و کباب سے اس کو بہکاؤں گا۔ کہا۔ تو بھی اس کام کا نہیں ہے۔ تیسرے نے کہا۔ میں اس کام کو انجام دوں گا۔ پوچھا۔ تو کس صورت سے اس کے پاس آئے گا۔ کہا۔ میں عابدوں کو کار کی صورت میں اس کے پاس آؤں گا۔ اور اس دام میں اس کو پھنساؤں گا۔ کہا۔ تو بیشک اس کام کے لائق ہے۔ یہ شیطان بچہ اس عابد کے پاس ایک عابد و زاہد کی صورت میں پہنچا۔ اور اس کی جھونپڑی میں جا کر ایک طرف عبادت میں مشغول ہو گیا۔ عابد کچھ دیر تک عبادت کرتا۔ اور چونکہ انسان تھا۔ جب تھک جاتا آرام کرتا۔ اور رات کو سوتا بھی۔ شیطان چونکہ شیطان تھا نہ سوتا اور نہ آرام کرتا تھا۔ برابر عبادت میں مشغول رہتا۔ جب اس عابد بنی اسرائیل نے اس شیطان کی یہ عبادت دیکھی چونکہ اس کی حقیقت سے واقف نہ تھا۔ متعجب ہوا۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنی عبادت کو حقیر تصور کیا۔ اور اس سے دریافت کیا۔ کہ تو اتنی عبادت پر کیسے قادر ہوا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ پھر بھی سوال کیا۔ جواب نہ پایا۔ پھر تیسری دفعہ سوال کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں نے گناہ کیا تھا۔ پھر میں نے اس سے توبہ کر لی۔ اب جب اس گناہ کا خیال آتا ہے۔

تو آرام و نیند جاتی رہتی ہے۔ اور میں عبادت ہی میں مشغول رہتا ہوں۔ اس عابد بنی اسرائیل نے کہا۔ میں کس طرح سے ایسی عبادت پر قادر ہوں اور کیا گناہ کروں۔ کہا۔ کہ تو دو درہم لے اور فلاں زانیہ کے مکان پر جا۔ اور اس سے اپنی حاجت پوری کر۔ اور پھر توبہ کر۔ پھر تو جب اس فعل بد کو یاد کرے گا۔ تو خوفِ خدا سے نیند اور آرام بھول جائے گا۔ اور مجھ جیسی عبادت پر قادر ہو جائے گا۔ اس نے کہا۔ میں نہیں جانتا۔ کہ درہم کیا ہوتے ہیں۔ اس نے اس کو دو درہم اپنے پاس سے دیئے۔ اور وہ عابد گودڑی اوڑھے ہوئے زانیہ کا مکان لوگوں سے پوچھتا چلا الخ۔ غرض ہماری اس حکایت سے یہی ہے کہ اکثر و بیشتر شیاطین لوگوں کو دین کے لباس میں مزین ہو کر بہکاتے اور گمراہ کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے ان کو جال میں پھنسا کر متاعِ دنیا جمع کرتے اور ان میں عزت پاتے ہیں! اور لاکھوں اندھے مرید جمع کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ ہم شیاطین انسانی کا حال روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ جب تک یہ کچھ سچائی کی باتیں نہ دکھلائیں۔ اور دینداروں کی صورت نہ بنائیں۔ کوئی ایسا شخص جو طالبِ دین ہے ان کے دامِ فریب میں نہ آئے۔ اس لئے یہ القاءاتِ شیطانی کچھ سچے بھی نکلتے ہیں۔ اور اسی طرح سے یہ جھوٹے مدعی کبھی کبھی بعض باتوں میں سچے نکل آتے ہیں۔ اور شیاطین بعض خبریں اور پیشینگوئیاں ان کو سچی بتلا دیتے ہیں۔ کیونکہ شیاطین جو اکثر و بیشتر از قوم جن ہیں۔ بوجہ اپنے لطافتِ جسمانی اور ارواح خفیفہ ہونے کے عالمِ کون و فساد میں حادث ہونے والی بعض باتوں کا علم رکھتے ہیں۔ اور وہی ان جھوٹے مدعیوں اور اپنے چیلوں کو تعلیم کر دیتے ہیں۔ جن کو جانتے ہیں۔ کہ یہ ان کے بھی استاد بن جائیں گے۔ اور صورتِ انسانی اور لباسِ دیانت میں وہ کام کریں گے۔ جو یہ شیاطین جن ہرگز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انسان ہم جنسوں ہی کے دامِ فریب میں زیادہ پھنس سکتا ہے۔ اسی واسطے خداوند عالم ایک مقام پر شیاطین انس کو شیاطین جن سے مقدم ذکر فرماتا ہے۔ فقال وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ وَلِتَصْغٰى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ (انعام)۔ اور اسی طرح سے ہر نبی کے لئے دشمن قرار دیئے ہیں جو شیاطین انس اور جن ہیں۔ جو دھوکہ دینے اور فریب میں ڈالنے کے لئے ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتیں القاء کرتے اور کانوں میں ڈالتے ہیں۔ اور اگر تیرا پروردگار بجبر چاہتا۔ تو یہ ایسا نہ کر سکتے لیکن چونکہ خدا نے انسان کو فاعل مختار بنایا ہے۔ اس لئے ان کو اس حال میں چھوڑا ہوا ہے۔ کہ جو کچھ وہ چاہیں کریں۔ اے پیغمبر تم ان کو ان کے جھوٹ اور افتراء کے ساتھ چھوڑ دو۔ اور اس لئے کہ کافروں اور مومنوں میں تمیز ہو اور ان لوگوں کے دل ان کی افترا پردازی اور جھوٹ کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور اس کو پسند کریں۔ جو دراصل روزِ جزا پر اعتقادِ کامل نہیں رکھتے ہیں۔ اور سچے ایماندار نہیں ہیں۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا۔ کہ شیاطین ایک دوسرے کو القاء کرتے اور لوگوں کو فریب دیتے اور دھوکے میں ڈالتے ہیں۔ اور شیاطین انس

شیاطین جن سے مقدم ہیں۔ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اور بعث یا طین انس وہی مُنزّل شیاطین اور مہبط ابلیس ہیں۔ جو دعوئے نبوت یا امامت یا ولایت کر کے لوگوں کو دام تزویر میں پھنسانے ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی صاف ثابت ہے۔ کہ ایسے جھوٹے مدعیوں اور ان شیاطین کو خدا نے مہلت دی ہوئی ہے۔ تاکہ مومن و منافق کا امتحان کرے۔ اور منافق ان جھوٹوں کی طرف مائل ہو کر اور ان کی باتوں کو پسند کر کے سچے مومنوں سے بالکل جدا و ممتاز ہو جائیں۔ اور یہی حکم پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہے۔ کہ اے پیغمبر تم بھی ان کی افترا پردازی کے ساتھ ان کو چھوڑ دو۔ ورنہ اگر خدا ان کو جبراً ایسا کرنے سے روکتا۔ تو روک سکتا اور ان کو ہلاک کر سکتا تھا۔ لیکن مشیت الٰہی یہ نہیں ہے۔ بلکہ مشیت الٰہی یہی ہے۔ کہ جھوٹے اور سچے اور مومن و منافق ممتاز ہوں۔ اور ان کا امتحان ہو جائے۔ تاکہ سچے بالاستحقاق جزائے ایمان کے مستوجب ہوں۔ اور جھوٹوں پر حجت تمام کرنے کے بعد بالاستحقاق سزا دی جائے لِیَهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ۔ اور جو سچے اور نجات پائے اور حیات ابدی حاصل کرے۔ وہ بھی دلیل کے ساتھ جبراً خدا جھوٹوں کو ہرگز نہیں روکتا اور ان کو خدا ہلاک نہیں کرتا اور مشیت ایزدی یہ نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا چاہتا۔ اور اس کی مشیت یہ ہوتی۔ تو وہ کر سکتا تھا۔

ایضاً ایک اور آیت ان شیاطین کی وحی اور القاء کی اور ان کے منزل علیہم کی خبر دیتی ہے اِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ (انعام ع ۱۴) تحقیق کہ شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے اور ان کو القاء کرتے ہیں۔ تاکہ وہ تمہارے ساتھ دین میں جھگڑا کریں۔ اور جھوٹا دعوے کر کے مقابل ہیں صاحب دین و صاحب شریعت بنیں۔ اور اگر تم ایسے جھوٹوں اور ان مدعیان دیانت کی اطاعت کرو۔ تو تم یقیناً مشرک ہو۔ اس آیت سے بھی دو باتیں صاف معلوم ہیں۔ اول یہ کہ شیطان ضرور اپنے دوستوں کو اور ان لوگوں کو جو گویا ان کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور ان کے حامی و مددگار ہیں۔ وحی کرتے اور ان کے کانوں میں القاء کرتے ہیں۔ اور کچھ پھونکتے رہتے ہیں۔ اور ان شیاطین کا ان باتوں سے مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ ان کو سچے اہل دین اور اہل حق کے ساتھ لڑا دیں اور ان کو مقابل ہیں کھڑا کر دیں۔ اور مدعی بنا دیں۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ ایسے جھوٹے مدعیوں کی بات مانتے اور ان کی اطاعت کرتے اور ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ وہ سب کے سب بلا شک و شبہ یقینی طور پر مشرک ہیں۔ کیونکہ وہ ان کو خدا کا فرستادہ بناتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں۔ وہ ان دیکھتے ہیں۔ کہ ان کو الہام ربانی ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ جو کچھ ان کو معلوم ہوتا ہے۔ القاء شیطانی ہے۔ خدا ان کو جھوٹا اور مفتری کہتا ہے۔ اور یہ اس کو سچا نبی یا امام کہتے ہیں اور خدا نے اس کو کوئی

یا امام نہیں بنایا ہے۔ پس یہ لوگ خدا کے ساتھ شریک قرار دینے والے اور کھلم کھلے مشرک ہیں۔ کیوں کہ یہ مطلب ایک اور آیت سے بھی واضح ہے۔ کہ جو اپنی طرف سے کسی کو امام۔ نبی یا پیشوا بنائے۔ تو وہ مشرک ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ تیرا پروردگار جو کچھ اور جس چیز کو چاہتا ہے خلق کرتا ہے۔ اور وہ جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے۔ انتخاب اور پسند کرتا ہے۔ لوگوں کو اس میں کوئی اختیار نہیں ہے کہ کسی کو نبی یا امام بنا لیں۔ پاک و پاکیزہ ہے خدا اس چیز سے جس کو وہ اس کے ساتھ شریک گردانتے ہیں۔ نبی یا امام کو خلق کرنا اور بنانا اور اس کام کے لئے پسند کرنا خدا کا کام ہے۔ جو اس کام میں اس کا شریک ہو۔ اور خدا کے نہ بنائے ہوئے نبی کو نبی یا امام بنائے اور مانے۔ وہ مشرک ہے۔

رفع شبہ ان جھوٹوں کے مرید اکثر لوگوں کو یہ فریب دیا کرتے ہیں، کہ اگر مدعی جھوٹے ہوتے۔ اور ان کو الہام ربانی نہ ہوتا۔ تو یہ ہلاک ہو جاتے۔ کیوں کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے۔ کہ کوئی جھوٹا دعوے کرے۔ تو ہم اس کی رگ۔ گردن کاٹ دیں۔ پس چونکہ ان مدعیوں نے اپنے مرید پیدا کر لئے۔ اور ان کے خیال میں وہ کامیاب ہوئے۔ اور خدا نے ان کو ہلاک نہ کیا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ وہ سچے نبی یا امام اور سچے ملہم بالہام ربانی تھے۔ اس عوام فریبی نے بہت سے جہال کو دام میں پھنسا لیا۔ کیونکہ وہ بیچارے نہ قرآن سے واقف ہیں اور نہ ان کی اصلیت سے آگاہ۔ کہ یہ اپنے جھوٹے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لئے کیا کیا افترا پردازیاں کرتے ہیں۔ اور وہ جھوٹ تراشتے ہیں۔ جو شیطان کو بھی نہ سوجھے تھے۔ اور نہ سوجھتے ہیں۔ یہاں ہم ناظرین کی تسلی اور اس دام تزویر کو توڑنے کے لئے وہ آیت قرآنی لکھتے ہیں۔ جس سے یہ حضرات فریب دیتے ہیں۔ دیکھو هٰذَهٖ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (الحاقہ سورہ ۲۹ پ) اے کذبین ایسا نہیں ہے جو تم کہتے ہو کہ یہ پیغمبر جھوٹا ہے اور لوگوں کا بتلایا ہوا کلام ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں ہر مرئی اور غیر مرئی شے کی بتحقیق کہ یہ (قرآن) رسول کریم کا قول ہے۔ اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ کہ دل سے گھڑی ہوئی باتیں ہوں۔ مگر تم تو بہت کم ایمان لاتے ہو۔ نہ یہ کسی کاہن اور افسون گر کی خیالی اور وہمی بات ہے۔ مگر تم تو بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ اور بہت کم عبرت لیتے ہو۔ یہ کہ سارے جہان اور سارے عالم کے پروردگار کا نازل کیا ہوا ہے۔ اور اگر یہ رسول ہم پر اپنی طرف سے کوئی جھوٹ بات بنا لاتا۔ تو البتہ ہم اس کا ہاتھ

پکڑ لیتے۔ اور پھر اس کی رگِ گردن کاٹ دیتے۔ اور تم میں سے ہمیں کوئی بھی نہ روک سکتا۔ تحقیق کہ یہ کتاب پرہیزگاروں کے لئے عبرت و نصیحت ہے۔ اور ہم ضرور جانتے ہیں۔ کہ تم میں سے بعض لوگ اس کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ اور یہ کہ یہ کلام کافرین کے لئے حسرت و افسوس ہے۔ حالانکہ اس میں شک نہیں۔ کہ یہ عین حق و صدق اور یقیناً برحق ہے۔ پس تو اے پیغمبرؐ اپنے پروردگار صاحبِ عظمت کے نام کی تسبیح پڑھ۔ اور اس کی عبادت میں مشغول رہ۔" انتہی۔

جو شخص قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے اور ذرہ بھر نورِ ایمان اس کے دل میں باقی ہے۔ اور اس کے دل میں کجی نہیں ہے۔ وہ ان آیات میں ادنےٰ تامل کے بعد کہہ سکتا ہے۔ کہ ان آیات کو اس مطلب سے کوئی تعلق نہیں جس کو مدعی بتلاتا ہے۔ کہ جو کوئی جھوٹا پیغمبر بنے اور جھوٹے الہام کا دعوےٰ کرے۔ خدا اس کی گردن مار دے گا۔ ظاہر مفہوم بلکہ منطوق ان آیات کا یہ ہے۔ کہ خدا ان آیات میں اپنے کلام اور اپنے پیغمبرؐ کی عظمت و حقانیت و صداقت کو بیان فرماتا ہے۔ کہ یہ رسولِ کریم کا قول ہے۔ کسی شاعر کی تک بندی اور قیاسات شعریہ اور توہمات تخیلات کاہن نہیں ہیں۔ بلکہ کلامِ خدا ہے۔ اور تنزیل رب العالمین۔ اور پیغمبرؐ اس ہماری تنزیل ہمارے الہام اور ہماری وحی میں اپنی طرف سے کوئی بات زیادہ نہیں کرتا ہے۔ اگر محمدؐ اپنی طرف سے کوئی بات بنائے۔ اور ہماری وحی کے خلاف کرے۔ یا ہماری وحی میں اپنی طرف سے کچھ زیادتی کرے۔ تو ہم اس کو فوراً روک دیں۔ اور اس کی گردن کاٹ دیں۔ دوسرے لفظوں میں خدا کا مطلب یہ ہے۔ کہ پیغمبرؐ امینِ خدا اور امینِ وحی خدا ہے۔ وہ وحی الٰہی میں اپنی طرف سے کوئی بات زیادہ نہیں کرتا ہے۔ اور تصرف نہیں کرتا۔ اگر ایسا کرے۔ اور ہمارا امین اور امینِ وحی ہو کر اس میں خیانت کرے۔ اور اپنی طرف سے بھی کچھ ملا دے۔ تو ہم اس کو روک دیں۔ کیونکہ اگر ایسی صورت میں اس کو نہ روکیں۔ تو اغراء بالشر لازم آتا ہے۔ اس لئے ہمارا سچا پیغمبرؐ اور نبی برحق جس پر ہماری وحی نازل ہوتی ہے۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ یہ سب کچھ ہماری طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اور یہی حق و صدق ہے۔ جو کافرین پر گراں گزرتا ہے۔ اور تم میں سے بھی بہت سے لوگ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ ہمارے امینِ وحی اور پیغمبرِ برحق کی نشان یہی ہے۔ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحىٰ وہ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ جو کہتا ہے۔ وحی الٰہی ہے۔ یہ وحی وحیِ شیطانی نہیں ہے۔ اور اس کو مثل مدعیان کاذبین شیاطین نے نازل نہیں کیا ہے۔ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ اس کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے ہیں۔ اور نہ ان کو یہ سزاوار ہے۔ اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ کہ وحی الٰہی کو اخذ کر سکیں۔ کیونکہ وہ وحی کے سننے سے محروم ہیں۔ یہ پروردگار عالمین کی تنزیل ہے۔ اور اس کے ساتھ ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ یہ وحی رحمانی ربانی ہے۔ نہ وحی شیطانی۔ جو اکثر و بیشتر جھوٹ ہو۔ پس اس

ہیں شان پیغمبر اور شان کلام خدا کا بیان ہے۔ اور قرآن کی حقیقت و صداقت کا ذکر اور اسی میں خدا نے اس خیال باطل کی بھی رد کی ہے۔ کہ بعض لوگ جو آج کل کے عالم نما جاہل تعلیم یافتہ حضرات میں سے کہتے ہیں۔ کہ کئی آیات تو خدا کا کلام ہے۔ اور مدنی حضرت محمد صاحب کا کلام ہے (وغیر ذالک من الھفوات) ان آیات میں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے۔ کہ دنیا میں کوئی جھوٹا مدعی نہیں ہوگا۔ اور جو جھوٹے الہام اور جھوٹا ملہم ہونے کا دعوے کرے گا۔ اس کی گردن مار دیں گے۔ بلکہ اپنے پیغمبر صادق امین کی امانت و صداقت کا ذکر کرتا ہے اور اگر اس کے مفہوم کو عام کیا جائے۔ تو زیادہ سے زیادہ مطلب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جو خدا کا سچا فرستادہ ہوتا ہے۔ اور واقعی اس کی طرف سے رسول ہوتا ہے۔ اور اس کی وحی اس کو آتی ہے۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور کوئی زیادتی نہیں کرتا۔ کیوں کہ ایسا کر سکتا ہے۔ حالانکہ خدا نے اس کو امین بنا کر بھیجا ہے۔ اگر وہ ایسا کرے۔ تو نبوت باطل ہو جائے۔ اور لوگوں پر حجت تمام نہ ہو۔ حق و باطل مشتبہ ہو جائے۔ اور بالفرض محال اگر کوئی خدا کا سچا فرستادہ ایسا کرے۔ تو فوراً خدا اس کو ہلاک کر دے۔ نہ یہ کہ کوئی دنیا میں جھوٹا مدعی نہ ہوگا۔ اور کسی پر شیطان نازل نہ ہوں گے۔ اور جو جھوٹا دعوے کرے گا۔ اس کی گردن مار دیں گے۔

اگر یہ مفہوم اور اس کو صحیح مان لیا جائے۔ تو ان تمام آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ جن میں خدا خبر دیتا ہے۔ کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جن پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ ان کو القاء کرتے ہیں۔ اور وہ اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔ اور ہم ان کو نہیں روکتے۔ اگر ہم چاہتے۔ تو ایسا نہ کرنے دیتے۔ اور ان آیات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا نے ان جھوٹوں کو جن کو وحی شیطانی ہوتی ہے۔ مہلت دے رکھی ہے۔ اور پیغمبر کو بھی یہی حکم دے رکھا ہے۔ کہ ان سے درگزر کرے۔ اور ان کو ان کی افتراء پردازی کے ساتھ چھوڑ دے۔ اور یہ مہلت دینا ان لوگوں کے لئے کچھ مفید نہیں ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ کافر گمان نہ کریں۔ کہ ہم نے جو انہیں مہلت دی ہے اور چھوڑ رکھا ہے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ ہم ان کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ ان کا گناہ اور بڑھے۔ اور جو کچھ وہ کرنے والے ہیں کر گزریں۔ اور جو کچھ ان کے اندر کفر و شرک و الحاد و نفاق و عناد ہے۔ سب ظاہر ہو جائے۔ اور مومن و منافق جدا جدا ہو جائیں۔

پس خدا کا کافرین، مشرکین، منافقین اور جھوٹے مدعیان نبوت و امامت کو مہلت دینا اور ان کا اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جانا ان کی حقانیت اور سچائی کی دلیل نہیں ہے۔ اگر خدا کا مہلت دینا اور ان کا کامیاب ہو جانا دلیل حقانیت و صداقت اور دلیل نبوت و امامت ہو۔ تو چاہیئے۔ کہ ابلیس لعین دنیا میں سب سے

بڑا والعیاذ باللہ پیغمبر مسیح زماں اور مہدی موجود ہو۔ کیونکہ خدا نے اس کو مہلت دی ہوئی ہے۔ اور وہ خداوند فاعل مختار و تمہارے مقابل اپنے مقصد میں ایسا کامیاب ہوا۔ کہ جو اس نے کہا تھا۔ کہ سوائے خدا کے بندگان مخلصین کے باقی سب کو بہکاؤں گا۔ اس کو سچ کر دکھایا۔ اور ایسا سچ کر دکھایا۔ کہ خدا خود تصدیق فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ یعنی ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ سب نے اس کا اتباع کر لیا سوائے مومنین کی ایک جماعت کے۔ پس اس کا اپنے مدعائے اغوا و اضلال میں ایسا کامیاب ہونا اور اپنے پیرو اور مطیع پیدا کر لینا اس کے برحق ہادی۔ رہنما، مراد اور مصلح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اور اسی طرح بہت سے جھوٹے دنیا میں اپنے خیال کے مطابق اپنے مقصد اغوا و اضلال اور مرید بنانے اور مال دنیا جمع کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ وہ ان کے پیغمبر برحق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ خدا زبردستی گنہگاروں کو گناہ سے اور شیطانوں کو شیطنت سے اور گمراہ کنندگان کو گمراہی سے اور جھوٹوں کو کذب و افتراء سے نہیں روکتا۔ بلکہ اس نے ان کو اپنے افعال کا فاعل مختار بنایا ہے۔ ہر ایک کو راہ حق دکھا دی ہے۔ خواہ اس پر قائم رہے یا نہ رہے۔ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ہم نے اس کو (انسان کو) راہ دکھا دی ہے۔ خواہ اس پر شکر گزار رہے۔ یا اس نعمت کا کفران کرے۔ ایک وقت خاص اور اجل معین تک ایسے تمام لوگوں کو مہلت دی ہوئی ہے۔ اگر وہ زبردستی کسی کو گناہ اور گمراہی وغیرہ سے روکتا۔ تو کسی مخلوق کی مجال نہ تھی۔ جو گناہ کرے۔ یا گمراہ ہو یا گمراہ کرے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے بہت سے باطل دین والے موجود ہیں۔ اور ہزاروں جھوٹے مدعیان دیانت گزر چکے ہیں۔ جن کے حالات سے تاریخ پر ہے۔ کسی کو خدا نے نہ روکا۔ اور کسی کا ہاتھ نہ پکڑا۔ اور کسی کی گردن نہ ماری۔ یہ محض فریب دہی اور دھوکہ بازی اور عوام فریبی ہے۔ جہاں کو دام تزویر میں پھنسانے کے لئے یہ خدا پر افترا پردازیاں کی جاتی ہیں۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جو خدا پر جھوٹ تراشے اور مسلمان کہلاتا ہو۔

اگر خداوند عالم جھوٹوں۔ بدکاروں۔ گنہگاروں۔ فساق و فجار و مشرکین و کفاروں کو ان کی کرتوتوں کی بابت فوراً پکڑتا اور مواخذہ کرتا۔ تو آج روئے زمین پر ایک متنفس بھی باقی نہ ہوتا۔ لیکن اس نے مہلت دے رکھی ہے۔ اور ایک وقت خاص مقرر کیا ہوا ہے۔ کما قال عز و جل وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (نحل پ ۱۴ ع ۱۱) اگر خدا لوگوں کے ظلم و نافرمانیوں کی گرفت کرتا اور ان کو پکڑتا۔ تو روئے زمین پر کسی جاندار کو باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ ایک وقت مقرر تک سب کو مہلت دیتا ہے پس جب وہ وقت آ جائے گا تو وہ ایک گھڑی آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے۔ نیز فرماتا ہے۔ وَلَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ

لَنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِہٖ مَوْئِلًا ؕ (کہف ع ۸) اگر خدا ان مکذبین و منکرین قرآن کو ان کی کرتوتوں کے عوض پکڑتا۔ تو فوراً عذاب نازل کر دیتا۔ مگر ان کے لئے تو ایک وعدہ گاہ اور ایک میعاد مقرر ہے۔ جس سے سوائے خدا کہیں پناہ نہ پائیں گے۔ اور اس سے بچ کر نہ جائیں گے"۔ ان آیات صریحۃ الدلالات کو دیکھ کر کون مسلمان کہہ سکتا ہے۔ کہ خدا جھوٹے مدعی کو فوراً ہلاک کر دیتا ہے۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ یہ صریح جھوٹ اور خدا پر الزام اور قرآن پر افترا ہے۔ اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ کیا تم قرآن کی بعض آیات پر ایمان رکھتے ہو۔ اور بعض پر نہیں رکھتے؟

بہر حال ان آیات کا ماحصل یہی ہے۔ کہ دنیا میں جھوٹے مدعیان الہام ہمیشہ رہے ہیں۔ اور ان کو ضرور الہام ہوتا ہے۔ مگر الہام شیطانی نہ وحی رحمانی۔ وہ مہبطِ ملائکہ نہیں ہیں۔ بلکہ مہبطِ شیاطین ہیں۔ اور لفظ "تنزل" جو صیغہ مضارع ہے۔ دلالت کرتا ہے۔ تحدث و تجدد پر۔ یعنی کہ یہ سلسلہ ہمیشہ قائم ہے۔ شیاطین برابر اپنے اولیاء پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کو القاء کرتے ہیں۔ اور ایسے جھوٹے مدعیان وحی و الہام برابر موجود رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ منقطع نہیں ہو گیا۔ بنابرایں عدلِ الٰہی اور قانونِ قدرت اس کو مقتضی ہے۔ کہ اگر دنیا میں ایسے لوگ ہیں جن پر شیاطین نازل ہو کر القاء کرتے اور وہ لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوتے ہیں۔ اور حق کو باطل سے مشتبہ کر دیتے ہیں۔ تو دنیا میں ان کے مقابل ہمیشہ کچھ ایسے نفوس رہیں۔ جو مورد وحی اور مہبط ملائکہ ہوں تاکہ وہ ابطال باطل و احقاق حق کریں۔ اور جھوٹے کے جھوٹ کو کھول سکیں۔ اور اپنی قوت روحانی باطنی سے مومنین کے دلوں کو ان کی گمراہی سے بچائیں۔ ورنہ انسان کفر پر مجبور یا کم سے کم معذور ہوں گے۔ اور حجت خدا قائم نہ ہو گی۔ پس ضروری اور لازمی ہے۔ کہ منزلِ شیاطین کی طرح ہمیشہ منزلِ ملائکہ موجود ہوں۔ اور کلام مجید سے یہی ثابت ہے۔ کہ فرماتا ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ (سورۂ قدر) یعنی نازل ہوتے ہیں ملائکہ اور روح باذنِ پروردگار ہر ایک امر کے ساتھ" نیز فرماتا ہے۔ "یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ (نحل ع ۱) خدا نازل کرتا ہے ملائکہ کو روح کے ساتھ جو اس کے عالم امر سے ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے"۔ ان دونوں آیتوں میں صاف یہی ذکر ہے۔ کہ خدا اپنے برگزیدہ خاص بندوں پر ملائکہ نازل فرماتا ہے۔ اور وہ تمام امور کی ان کو خبر دے دیتے ہیں۔ اور ان تمام امور میں ان شیاطین کے القاءات اور ان کے وساوس بھی داخل ہیں۔ اور ان کے مکائد و حیل کا جو لوگوں کے گمراہ کرنے کے لئے کام میں لاتے ہیں۔ پس برگزیدگان خدا کو ان شیطانوں کی تمام شیطنت اور ان کے مکائد بھی سب معلوم رہتے ہیں۔ اور مومنین کاملین کے دلوں سے وہ ان کو دور کرتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ دونو آیتوں میں "ینزل" اور "تنزل" بصیغہ مضارع بیان کیا گیا ہے۔ اور خاصہ مضارع وہی تحدث و تجدد ہے۔ لہٰذا

ثابت ہے۔ کہ ہمیشہ یہ سلسلہ جاری رہا ہے اور رہتا ہے۔ اور ہمیشہ کچھ ایسے نفوس دنیا میں موجود رہتے ہیں۔ جن پر ملائکہ نازل ہوں۔ اور ان کو جمیع امور کی خدا کی طرف سے خبر دیں۔ اور ان مضلین کے مقابلہ میں ہادیان دین موجود رہیں اور مخلوق خدا پر حجت خدا قائم ہو۔ اور وہ نفوس جن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں صفت ان کی یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ مومنین کاملین ہیں۔ جو ہمیشہ صراط مستقیم الٰہی پر قائم و ثابت ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ اور یہ بھی ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اوّل صراطِ مستقیم پر قائم رہنے والے بلکہ عین صراط مستقیم اور اصل راہ مستقیم حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کی نسبت خدا نے یہ سند دی ہے۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ تحقیق کہ تو مرسلین میں سے ہے اور ہمیشہ صراطِ مستقیم پر ہے۔" اور بعد آنحضرتؐ صراطِ مستقیم پر ثابت و قائم اور عہد خدا کو پورا کرنے والے اور کسی بات میں شیطان کی پیروی نہ کرنے والے جمیع نقائص و عیوب سے محفوظ اور معصوم مطلق وہ اوصیاء پیغمبر اور نفوس پیغمبریؐ وارث علم محمدی مطہر بتطہیر الٰہی اہلبیت نبوت و رسالت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ہیں۔ پس وہی مہبط ملائکہ منزل وحی مورد الہام ربانی اور ولی امر اولی الامر ہیں۔ اور انہی پر ہمیشہ ملائکہ تمام امور الٰہی کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دلیل سابق میں ہم مفصل ثابت کر چکے ہیں۔ لہٰذا بنص آیات قرآنی و بدلائل عقلیہ و فطریہ اور بمقتضائے عدل الٰہی و قانون قدرت دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ منزل وحی اور مہبط ملائکہ اور مورد الہام ربانی کا وجود ضروری ہے۔ اور امت محمدی میں بعد محمد مصطفٰے وہ نفوس جن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ مطہرین و معصومین اہلبیت نبوت و رسالت ائمہ عشر ہیں۔ جن میں سے گیارہ گزر چکے ہیں۔ پس بارھویں امام مہدی آخر الزمانؑ بنص آیات قرآنی و بدلائل و براہین عقلی و فطری اس وقت زندہ و موجود ہیں۔ وَھُوَ الْمَطْلُوْب

تبصرہ ان آیات میں جن میں نزول ملائکہ کا ذکر ہے۔ ملائکہ کے ساتھ روح کا بھی ذکر ہے۔ شاید اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حامل وحی دراصل یہ روح ہے۔ اور یہی وہ روح قدس ہے۔ جو ائمہؑ و انبیاءؑ سے مخصوص ہے۔ چنانچہ خدا تمام انبیاءؑ کے باب میں فرماتا ہے۔ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ۔" اور اللہ نے اپنے پیغمبروں کی اپنی ایک روح خاص سے تائید کی ہے۔" پس یہی روح حامل وحی ہے۔ اور یہی بار نبوت و امامت برداشت کر سکتی ہے۔ جب تک نبی میں یہ روح خاص نہ ہو۔ اور اس روح سے اس کی تائید نہ کی جائے۔ وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایک اور آیت میں خدا اس کی تصریح فرماتا ہے۔ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُوالْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ خدا درجات کا بلند کرنے والا ہے۔ اور اپنے عالم امر سے ایک روح خاص اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ عطا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس روح کے ذریعہ سے لوگوں کو روز قیامت سے ڈرائے۔" کما ھو حقہ۔ پس معلوم ہوا۔ کہ نبی جو بشیر و نذیر

ہوا ہے۔ اسی روح خاص کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور یہی روح عام انسانوں اور نبی میں مابہ الامتیاز ہے۔ لیکن یہ روح ایک شے غیر مرئی ہے۔ اور ہر شخص اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور نہیں پہچان سکتا کہ کس میں یہ روح خاص ہے۔ اس لئے کہ اس کے آثار سے پہچانا جاتا ہے کہ یہ روح موجود ہے۔ اور آثار علم اور تصرفاتِ علمیہ ہیں۔ چنانچہ چند مرتبہ ثابت کر چکے ہیں (اور کشف الاسرار میں مفصل لکھ دیا ہے) کہ ہر ایک نبی جس کی صفت یہ ہے۔ کہ وہ صاحب روح قدس ہوتا ہے۔ شکم مادر سے عالم بلکہ علیم پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ ہرگز عام لوگوں کی طرح تحصیل علوم کا رائج طور پر محتاج نہیں ہوتا۔ اور غیر خدا کسی سے کوئی علم حاصل نہیں کرتا۔ اس کے علم کا ذریعہ اور وسیلہ یہی روح ہوتی ہے۔ جس کا اثر وحی والہام ہے۔ اور اس کو دوسروں کی تعلیم کی ہرگز احتیاج نہیں ہوتی۔ اور بہت موٹی بات ہے۔ کہ جب ایک شخص ایسا ہے۔ کہ خدا کی اس پر خاص عنایت ہے۔ اور اس کو خاص روح دی گئی ہے۔ اور اس کو وحی ہوتی ہے۔ اور خدا بذریعہ وحی والہام علم تعلیم دیتا ہے۔ تو پھر کیونکر اس کو عام لوگوں کی تعلیم کا محتاج بنائے گا۔ **پس ایسا شخص ہرگز سچا مدعی الہام و وحی نہیں ہے** جو مثل دیگر انسانوں کے تعلیم رواجی کا محتاج اور دوسروں سے تعلیم پائی ہو۔ اور کسب و تحصیل سے علوم حاصل کئے ہوں۔ اور اس میں یہ روح خاص موجود نہ ہو۔ جو عام انسانوں میں نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ بعد اس روح کے وہ حامل وحی نہیں ہو سکتا۔ وحی اس روح خاص کا خاصہ ہے۔ جملہ انبیاء علیہم محض معلّم بتعلیم الٰہی ہوتے تھے اور کسی سے کوئی چیز حاصل نہ کرتے تھے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر تا حضرت خاتمؐ تمام انبیاءؑ کے حالات سے معلوم ہے۔ کہ علم ان کے وجود کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور یہ سب صرف خدا ہی کے پڑھائے ہوئے ہوتے تھے اور وقتِ ولادت سے ہی تصرفات اور آثار روح قدس ان سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور ان سے ایسی باتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ جو عام لوگوں سے نہیں ہو سکتیں۔ اور ان کی طاقت سے باہر ہیں۔ منجملہ ان کے یہ کہ پیدا ہوتے ہی آثار توحید ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت آدمؑ میں روح پھونکے جاتے ہی انہوں نے حمدِ خدا ادا کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے کلمۂ توحید پڑھا۔ حضرت موسیٰؑ نے توحید کا اظہار کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہودیوں کے اعتراض پر "اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا الخ۔" (میں بندۂ خدا ہوں۔ خدا نے مجھے کتاب (علم وجودی) دی ہے۔ اور مجھے نبی بنایا ہے) فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت پیدا ہوئے "شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" فرمایا۔ اور اسی طرح ان کے بعد ان کے اوصیاء صاحبان وحی و مہبطِ ملائکہ سے آثار توحید و آثار روح قدس۔ چنانچہ جس وقت جناب امیر المؤمنین پیدا ہوئے۔ تو کلمۂ توحید ادا کیا۔ اور رسولِ خداؐ کو سلام کیا۔ اور سورۂ مومنون کو "هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ" تک پڑھا۔ جیسا کہ کتب تواریخ شاہد ہیں (ملاحظہ ہو مطالب السئول۔ در نفقہ الصادی۔ ینابیع المودۃ۔ کفایۃ الاثر) اسی طرح ان کے بعد تمام اوصیاءؑ

سے ایسے ہی آثار توحید ظاہر ہوئے۔ اور وقتِ ولادت اوّل کلمۂ توحید پڑھنا خاصۂ نبوت و امامت ہے۔
اور اس سے پہچانا جاتا ہے۔ کہ یہ بچہ کوئی نبیؑ یا امامؑ ہے۔ اور یہ اسی روح قدس مبارک کا خاصہ ہے چنانچہ
تواریخ سے ثابت ہے۔ کہ جس وقت امام آخر الزمانؑ م ح م د بن الحسن علیہما السلام پیدا ہوئے۔ تو سر
آسمان کی طرف بلند کیا۔ اور ہاتھ زمین پر ٹیک کر فرمایا شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰئِکَۃُ وَاُولُو
الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ پس نبیؑ یا امام روزِ ولادت ہی سے نبی یا امام ہوتا ہے۔
اور اسی وقت سے ایسے معجزات اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے کہ امام صاحب روح قدس۔
مورد وحی والہام مہبط ملائکہ ہوتا ہے۔ اور جملہ امور عالم من جانب اللہ اس کے پاس نازل ہوتے ہیں۔
وہ جو خبر دیتا اور پیشگوئی کرتا ہے۔ سب سچ ہوتی ہیں۔ ہرگز کوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ جو کچھ بیان کرتا ہے،
من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اور اس کے قول و فعل میں کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ جیسا وہ کہتا ہے ویسا ہی کرتا ہے
وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا خدا سے زیادہ کون سچی بات کہنے والا اور بتلانے والا ہے۔ سچے نبی یا امام کی
پیشگوئی کبھی کوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ لیکن جھوٹے نبی جو ہوتے ہیں۔ ان کی بعض پیشگوئیاں تو سچی ہو جاتی ہیں۔ مگر اکثر
جھوٹی ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کی وحی وحی شیطانی ہوتی ہے۔ ان کو الہام ہوتا ہے۔ مگر شیطان کی طرف سے۔ ان کو
القاء کیا جاتا ہے مگر شیاطین کی جانب سے۔ وَاَکْثَرُھُمْ کَاذِبُوْنَ اور وہ زیادہ تر جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ اسی
واسطے یہ مکار اور جھوٹے مدعی نبوت و امامت۔ مہدویت و مسیحیت جب دیکھتے ہیں۔ کہ ان کی خبریں اور پیشگوئیاں
صریح اس طریقے سے خلاف واقع ہوئیں۔ اور دروغ نکلیں۔ کہ سب نے محسوس کر لیا۔ اور اب ان کے جھوٹ
کی قلعی کھل جائے گی۔ تو وہ اپنی جھوٹی اور اپنے اختراعات و افترارات کو ثابت کرنے کے لئے انبیاءؑ
برحق پر بھی الزام لگانے لگتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ انبیاء بھی ایسی غلطیاں کر جاتے ہیں۔ اور ان کی بھی بعض پیشگوئیاں
غلط نکلی ہیں۔ یا یہ کہ العیاذ باللہ جناب رسول خداؐ کی بھی ساری پیشگوئیاں سچی نہیں ہوئیں۔ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ
پناہ بخدا نہ ان کو خدا پر جھوٹ بولنے میں خوف ہوتا ہے نہ پیغمبر خدا پر افتراء کرنے۔ ان کو عیب لگاتے اور جھٹلاتے
ہیں یہ بھی ان کے جھوٹے ہونے کی ایک اور بین دلیل ہے۔ جو شخص انبیاءؑ کی نسبت اور آنحضرتؐ پر معاذ اللہ
الزام دروغ گوئی کا لگاتا ہے۔ وہ یقیناً منکر قرآن و مکذب پیغمبر و دشمن خدا اور رسول خدا ہے۔ اور مفتری کذاب ہے۔
کتب تواریخ کو دیکھو۔ کہ انبیاءؑ پر ایسے الزام لگانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے کوئی جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔
ورنہ تمام ملل و مذاہب کے علماء قائل ہیں۔ کہ برگزیدگان خدا۔ انبیاء اللہ یا اوتارِ خدا کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ یا ان کی
کوئی پیشگوئی خلاف واقع نہیں نکلتی۔ کوئی مذہبی آدمی یہ نہیں کہے گا۔ کہ فرستادۂ خدا کی بعض باتیں سچی ہوتی ہیں۔
اور بعض جھوٹی۔ یہ کاذبین و مکذبین ہی کا قول ہے۔ وَعَلَیْہِ مَا عَلَی الْکَاذِبِیْنَ بہر کیف نبی

ولو کان صبیاً۔" نبی نبی ہی ہے اگرچہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ نبی ہی خلق کیا جاتا ہے۔ نبوت ہی پر مفطور ہوتا ہے۔ اور اسی طرح امام۔ وہ ہرگز محتاج تعلیم غیر نہیں ہوتا۔ ہرگز کسی امر میں جھوٹ نہیں بولتا۔ کوئی پیشگوئی اس کی خلاف نہیں ہوتی۔ پس وہ مدعی کاذب مہدویت و عیسویت جس کی بہت سی باتیں بہت سی پیشگوئیاں صریح خلاف واقع ظاہر ہو چکی ہوں۔ جس سے تمام باخبر لوگ واقف ہیں۔ وہ کبھی سچا ملہم نہیں ہو سکتا۔ اس زمانے میں امام برحق۔ پیشوائے دین۔ مورد وحی والہام الٰہی۔ مہبط ملائکہ ان کاذبین کے مقابلہ میں حضرت الحجۃ ابن الحسن العسکری بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام ہیں اور وجود منزل وحی۔ مہبط ملائکہ بمقابل منزل شیاطین مورد وحی شیطانی ضروری و لازمی ہے۔

سولھویں دلیل

اہل بصیرت خصوصاً علماء و عرفاء و حکماء سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ خداوند عالم واجب الوجود۔ خیر مطلق۔ مجرد محض۔ بسیط بحت۔ قدیم ازلی و ابدی۔ نور الانوار۔ مدبر السماوات والارضین کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ کہ تدبیر و تعرف عالم زمانی جسمانی ظلمانی مادی میں خود بلاواسطہ بنفس نفیس مباشر و مرتکب ہو۔ بلکہ حکماء متالہین محققین کے نزدیک ارتباط حادث زمانی بقدیم بلاواسطہ محال ہے۔ اس لئے اس کے مدبر الامور ملائکہ وغیرہ ہیں۔ اور جملہ اسماء حسنے خالق و رازق و علیم و حکیم و باسط و حفیظ وغیرہا کے لئے مظاہر وجود یہ ہیں "وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا" "اُدْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى" خدا کو پکارو یا رحمان کر پکارو۔ کسی نام کو لو۔ سب اللہ کے اسماء حسنے ہیں۔ وہی اللہ ہے وہی رحمان ہے۔ وہی رحیم ہے۔ وہی خالق ہے وہی رازق ہے۔ وہی علیم ہے وہی حکیم ہے۔ وہی قابض ہے وہی باسط ہے۔ وہی حافظ و حفیظ اور وہی قادر مختار و قدیر ہے۔ ذات بسیط بحت رب العالمین جامع جمیع صفات کمالیہ خالقیت و رازقیت و باسطیت و قابضیت و قادریت وغیرہا ہے۔ اور اللہ جامع ان تمام کو۔ اور اسم وصفی خالقیت سے خالق۔ رازقیت سے رازق۔ عالمیت سے عالم۔ قادریت سے قادر اخذ کیا جاتا ہے۔ اور ان تمام اسماء کے مظاہر ہیں۔ کہ ایک صفت خاص کا ظہور اس عالم امکان زمانی میں بحکم و باذن رب العالمین اس کے مظہر سے ہوتا ہے۔ پس خدا مثلاً الخالق۔ الرازق۔ العالم۔ القادر۔ الحکیم۔ الحفیظ۔ الباسط۔ القابض ہے۔ اور مظاہر جدا جدا۔ مثلاً مظہر القابض حضرت عزرائیل ملک الموت ہیں فعل قبض ارواح ملک الموت سے ظاہر و صادر ہوتا ہے۔ اور وہ بحکم القابض بالذات ارواح و نفوس کو قبض کرتا ہے۔ مظہر اسم الباسط حضرت میکائیلؑ ہیں۔ اور فعل بسط ارزاق ان سے صادر ہوتا ہے۔ اور جو کچھ مبدء فیاض سے صادر ہوتا ہے۔ حضرت میکائیلؑ کے واسطے سے مخلوق کو پہنچتا ہے مظہر اسم العلیم حضرت اسرافیل ہیں اور ظہور علم ان کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ مظہر اسم الحفیظ حضرت جبرئیلؑ ہیں۔ اور وہ حافظ اسرار الٰہی اور

حامل رہی ہیں۔ اسی طرح دیگر ملائکہ مقدسہ و عقول قادسہ و نفوس طاہرہ مطہرہ مظاہر اسماء حسنٰے ہیں۔ اور انہی کو خدا مدبر الامور فرماتا ہے۔ والمدبرات امراً۔ یعنی قسم ہے ان نفوس کی جو مدبر امور ہیں لیکن چونکہ یہ مظاہر اسماء اللہ بحکم خدا و باذن خدا و بحیثیت خدا تدبیر و تصرف کرتے ہیں۔ اور عالم رزق و خلق و علم وغیرہا پر من جانب اللہ موکل ہیں۔ ان کا فعل خدا کا فعل ہے۔ اور اسی واسطے فعل قبض روح کو کبھی اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔ اور کبھی اپنے ملک موکل کی طرف جو مدبر ہے۔ اور کبھی اولیاء امور کی طرف جن کے ماتحت مدبرات الامور ہیں۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا کے وقت خدا نفوس کو قبض کرتا ہے۔ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ تم کو قبض کرتا ہے وہ فرشتہ جو تمہارے اوپر موکل کیا گیا ہے۔ اس مثال سے بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کہ القابض فی الحقیقت خدا ہے۔ اور ظہور فعل قبض مظہر القابض ملک الموت ؑ سے ہوتا ہے۔ وہ بحکم خدا روحوں کو قبض کرتا ہے! اور اسی طرح خدا جس کو بھی علم و قدرت دے دے۔ وہ اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔

جناب امیر المومنین اسد اللہ مع العالمین علیہ السلام۔ جب سائل نے انہی آیات کی بابت سوال کیا۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ ان اللہ اجل واعظم من ان یتولی ذالک بنفسہ وفعل رسلہ وفعل ملائکتہ فعلہ لانھم بامرہ یعملون یعنی خداوند عالم اس سے بزرگ و برتر ہے۔ کہ وہ فعل قبض روح کا بنفس نفیس خود مباشر و مرتکب و متولی ہو۔ اور اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں کا کام خدا ہی کا کام ہے۔ کیوں کہ وہ اس کے حکم ہی پر عمل کرتے ہیں اور اس سے تخلف و تجاوز نہیں کرتے۔ فاصطفی من الملئکۃ رسلاً وسفرۃ بینہ وبین خلقہ وھم الذین قال اللہ فیھم یصطفی من الملئکۃ رسلاً ومن الناس یعنی اللہ نے اپنے ملائکہ میں سے کچھ قاصد اور سفیر اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان مقرر کئے ہیں۔ اور اس کام کے لئے چن لئے ہیں۔ اور انہی کی شان میں خدا فرماتا ہے۔ کہ اللہ منتخب کرتا اور چن لیتا ہے کچھ قاصد و سفیر فرشتوں اور انسانوں میں سے۔ فَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الطَّاعَۃِ تَوَلَّتْ قَبْضَ رُوْحِہٖ مَلَائِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَھْلِ الْمَعْصِیَۃِ تَوَلَّتْ قَبْضَ رُوْحِہٖ مَلَائِکَۃُ النَّقْمَۃِ وَلِمَلَکِ الْمَوْتِ اَعْوَانٌ مِنْ مَلَائِکَۃِ الرَّحْمَۃِ وَالنَّقْمَۃِ" پس جو اہل طاعت میں سے ہوتا ہے۔ اس کے قبض روح کے متولی و کارکن ملائکہ رحمت ہوتے ہیں۔ اور جو گنہگار ہو۔ اس کی روح کے قبض کرنے والے عذاب کے فرشتے ہیں۔ اور ملک الموت کے بہت سے مددگار رحمت و عذاب کے فرشتے ہیں۔ ونعلھم فعلہ وکل ما یاتونہ منسوب الیہ فاذا کان فعلھم فعل ملک الموت ففعل ملک الموت فعل اللہ لانہ یتوفی الانفس علی ید من یشاء ویعطی ویمنع ویثیب ویعاقب علی ید من یشاء وان فعل امنائہ فعلہ کما قال وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ اور ان فرشتوں کا فعل ملک الموت کا فعل ہے۔ اور جب ان کا فعل ملک الموت کا فعل ہے۔ تو ملک الموت کا فعل خدا کا فعل ہے۔

اس لئے کہ وہ روح قبض کرتا ہے۔ جس کے ہاتھ پر وہ چاہے۔ اور دیتا ہے اور روکتا ہے۔ اور ثواب پہنچاتا ہے۔ اور عذاب کرتا ہے۔ جس کے ہاتھ سے چاہتا ہے۔ اور اس کے امینوں کا فعل اسی کا کام ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ کہ وہ نہیں چاہتے اور نہیں ارادہ کرتے۔ تا اینکہ خدا چاہے۔ وہ تابع مشیت خدا ہوتے ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے ؛

ایضاً قال علیہ السلام ۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُدَبِّرُ الْاُمُوْرَ کَیْفَ یَشَآءُ وَیُوَکِّلُ مِنْ خَلْقِہٖ مَنْ یَّشَاءُ بِمَا یَشَآءُ اللہ تعالے تدبیر امور کرتا ہے اور ان کو انجام دیتا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے۔ اور مقرر و مؤکل کرتا ہے اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہے اور جس کام پر چاہے۔ لیکن ملک الموت۔ پس اس کو مؤکل کرتا ہے اپنے مخصوصین میں سے جس پر چاہتا ہے۔ اور دوسروں پر بعض قاصدین ملائکہ کو مؤکل کرتا ہے۔ اور ان ملائکہ کو جن کا قرآن کی ان آیات میں ذکر کیا ہے۔ ان کو مؤکل کرتا ہے ان لوگوں پر جن پر کہ چاہتا ہے تبارک و تعالیٰ یُدَبِّرُ الْاُمُوْرَ کَیْفَ یَشَآءُ اللہ تعالے بزرگ و برتر ہے۔ وہ جس طرح سے بھی چاہتا ہے۔ عالم میں تصرف اور اس کا انتظام کرتا ہے۔ فھو فعال لما یرید لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ وہ فعال ما یرید ہے وہ کچھ کرے۔ اس سے پوچھا نہیں جا سکتا۔ اور انسان مسئول ہیں۔ ولیس کل العلم یستطیع صاحب العلم ان یفسرہ لکل الناس یہ ممکن نہیں۔ کہ صاحب علم ہر ایک بات ہر شخص کو سمجھا سکے۔ اور اس کی تفسیر کر سکے۔ کیونکہ بعض لوگ قوی الایمان اور قوی الادراک ہوتے ہیں۔ اور بعض ضعیف الایمان و ضعیف الادراک۔ بعض متحمل ہو سکتے ہیں بعض نہیں ہو سکتے۔ ویکفیک ان تعلمان اللہ ھو المحیی والممیت انہ یتوفی الانفس علی ید من یشاء من خلقہ من ملائکتہ وغیرھم اے سائل تیرے لئے یہی کافی ہے۔ کہ یہ جان لے۔ کہ خدا مارنے اور جلانے والا ہے اپنی مخلوق و ملائکہ وغیرہ میں سے جس کے ہاتھ پر چاہے۔ اور جس ذریعہ و واسطہ سے چاہے۔ انتہی کلامہ ؛

بہر حال تدبیر و تصرف قبض ارواح کے اعتبار سے القابض کہلاتا ہے۔ اور تدبیر بسط کے لحاظ سے الباسط وغیر ذالک۔ اور ولایت مطلقہ اسی کی ہے۔ اور ولایت، و تصرف مطلق و کلی کے لحاظ سے۔ الولی کہلاتا ہے۔ فاللہ ھو الولی والی و متولی جملہ امور متصرف مطلق۔ مدبر کل اللہ ہی ہے۔ نہ اور کوئی۔ پس الولی بحیثیت تصرف جامع ہے الباسط۔ القابض۔ العلیم الحکیم۔ الرازق۔ الخالق وغیرہا کو۔ اور یہ تمام اس کے تحت میں ہیں۔ اور جس طرح تمام اسماء حسنے کے فرداً فرداً مظاہر ہیں۔ اسی طرح اس اسم الولی کا بھی ایک مظہر وجودی ہے۔ اور وہ جامع دعاوی ہے جملہ اسماء ماتحت اور فوق جملہ مظاہر اسماء ہے۔ اور ایسا مظہر جو فوق جمیع مظاہر ہو وہی ہو سکتا ہے۔ جو جملہ مخلوقات سے اقویٰ و اکمل و اعلیٰ و اشرف و افضل ہو۔ اس کی قدرت و علم

نورق قوت وعلم جبرائیلؑ ومیکائیلؑ واسرافیلؑ وعزرائیلؑ ہو۔ اور ایسا وجود اوّل مخلوق ومصنوع ہی ہو سکتا ہے۔
اور فلاسفروں کا اتفاق ہے۔ کہ اوّل مخلوق سب سے قوی تر ہوتا ہے۔ کیونکہ صانع مصنوع اوّل میں کمال صنعت کو کام
میں لاتا ہے۔ تاکہ کمال مصنوع دلیل کمال صانع ہو اور آیات قرآنی واحادیث نبویؐ سے بھی ثابت ہے۔ کہ اوّل
مصنوع ومخلوق وجودِ محمدی ہے۔ اور یہ بھی خداوند عالم یہاں فرماتا ہے۔ کہ ولی متصرف اور مظہر اسم الولی وہ ہی
ہو سکتا ہے۔ جو مخلوقات سے پہلے ہو۔ اور ان پر تقدم رکھتا ہو فقال عزوجل افتتخذونه وذریته اولیاء
من دونی وهو لکم عدو بئس للظالمین بدلا ما اشهدتهم خلق السموات والارض ولا
خلق انفسهم وما کنت متخذ المضلین عضدا (کہف ع ۷) کیا مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی
ذریت کو ولی بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ بہت بُرا عوض ظالمین نے اختیار کیا ہے۔ میں نے شیاطین
اور اس کی ذریت کو نہ خلقتِ زمین وآسمان کے وقت حاضر کیا۔ اور نہ خود ان کی خلقتِ نفسانی کے وقت۔
اور میں گمراہ کنندگان کو قوتِ بازو نہیں بنا سکتا۔" اس آیت کا مفہوم یہی ہے۔ کہ ولی وہ ہو سکتا ہے۔
جو خلقتِ زمین وآسمان اور اپنی خلقتِ نفسانی وجسمانی کے وقت بوجود روحانی نورانی حاضر وموجود ہو۔ اور یہ
خلقت اس کے سامنے ہوئی ہو۔ اور اس کا وجود سب سے مقدم ہو۔ اور آیات شاہد ہیں۔ کہ خدا کے سوا بھی اولیاء
ہیں۔ پس وہ نہی ہوں گے جن کی یہ صفت ہے۔ اور یہی مصداق ہیں اس آیۂ مجیدہ کا اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ" (مائدہ رکوع ۸) سوائے اس کے
نہیں ہے کہ تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو مومنین ہیں۔ اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ
دیتے ہیں۔ درآنحالیکہ وہ راکعین ہیں۔ پس بلاشک وشبہ اوّل ولی کل ومتصرفِ مطلق بالذات خدا ہے۔
اور ولی دوم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جو اوّل مخلوق اور مظہر الولی ہیں۔ اور تیسرے درجہ میں اولیاء اللہ اور
بھی ہیں۔ اور وہ وہی ہو سکتے ہیں۔ جو ان صفات ولایتِ مطلقہ میں شریک نبی ومثل نبی ونفس نبیؐ ہوں۔ اور
تمام مخلوقات پر تقدم رکھتے ہوں۔ اور یہ صفات نہیں پائی جاتیں مگر انہی نفوس قدسیہ میں جو نور نبیؐ
ونفس نبی ہیں۔ یعنی اہلبیت نبوت ورسالت وعترت ختمی مرتبت جن کے فرد اوّل علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ اور ان پر
اکثر مفسرین کا اتفاق ہے۔ کہ یہ آیت ولایت انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا یہی ولی امور ہے۔ اور
اس کے ماتحت ملائکہ مدبر الامور ہیں۔ اور ہر حکم جو مبدء فیاض سے صادر ہوتا ہے وہ مظہر کل ہادی السبل مدینہ
علم الٰہی مخزن اسرار خدائی جناب خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الکل کے قلب پر نازل ہوتا ہے۔ اور ان سے
ان کے اوصیاء کو پہنچتا ہے۔ اور ان سے ان علوم سے مدبر الامور کو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
اوّل واسطۂ مطلق بین الخالق والمخلوق ہیں ونعم ما قیل فیہ:۔

هرچه موجود است از بالا و پست — هوشیار است او و با از عشق مست
از سماوات علا و لوح و عرش — وز ثریا و ثریٰ و دشت و فرش
از وجودِ احمدی موجود شد — جملہ از آں فیضِ صاحب جود شد
علتِ غائی موجوداتِ کل — او بود بر جملہ ہادی سبل
گر نہ بود او ہیچ موجودے نبود — مستند لولاک بشنو از شہود
نور او تنویر ہر موجود کرد — مجتمع باشد وجود یا گر فرد
پس عیاں نزد وے اسرارِ نہاں — سربسر از ایں جہان و آں جہاں
مختفی از وے نباشد ہیچ چیز — خواہ پستے باشد او یا کہ عزیز
جملہ کلیات و مفہوماتِ کل — نز او مشہود حتےٰ برگ گل
نیست در آفاق و انفس سربسر — ذرۂ کو ناید او را در نظر
زانکہ ہر چیزیکہ آید در وجود — از وے بر روئے او زیں در کشود
ورنہ کے موجود میشد از عدم — کے زدے بر صفحۂ امکاں قدم
پس ہمہ موجود اعلان و نہاں — از وجود اوست موجود و نہاں
ہست عزرائیلؑ و شیطان سربسر — از ہمہ اجزائے عالم باخبر
ثلثہ[1] ملک کہ حاصل سہ عالمند — خلق و رزق و موت را مستکملند
تا نباشد عالم و دانائے راز — کے تواند شد بہر جا کارساز
چوں نباشد احمدؐ آں بینائے کل — رہنمائے مطلق ہر دو سبل
او کتاب ناطق است و جبرئیلؑ — گفت احصیناہ از ربِ جلیل
ہم کتاب و ہم امامؑ است و مبیں — رطب و یابس مختفی از وئے مبیں
ربِ زدنی علما از احمدؐ شنو — تا شود روشن دلت چوں ماہِ نو
لوح محفوظ است و اثبات است و محو — سینۂ قلبش زروئے محو است سہو
ہرچہ موجود است اعلان و نہاں — از ہمہ مخلوق ایں ہر دو جہاں
جملہ در آئینۂ ذاتش ظہور — وار وے چوں عکس ماہ اندر بلور
ہرچہ شد موجود از کتم عدم — یا بامر حق بامکاں زد قدم

[1] میکائیلؑ و اسرافیلؑ و عزرائیلؑ ۔

یشود کشوف احمد در وجود — از فیوضاتِ خداوند ودود
وحی قرآں جملہ حق بے واسطہ — در دِل احمد نمود از رابطہ
واسطہ مخلوق و خالق احمد است — ربط خیر از او اعم و مرجا است
جزو از اجزاء بودے جبرئیلؑ — جزو بر کل کے تواند شد دلیل
جبرئیلؑ ایں آخریں چاکر بود — کے باعلام الہدسلے ماہر بود
لوح قلب احمد است ایں قلم — عقل دے کا وزد بھر ہستی قدم
باطن احمد ہماں قرآں بود — راہنمائے راہ انس و جان بود
احمد از یک پردہ بکشاید ز دل — تا ابد جبرئیلؑ ماند پا بگل
ظاہر آرد باطن از اسرار او — مستنیر عالم کند ز انوارِ او
خادم آر آرو معشوقے پیام — نزد عاشق باید آید در قیام
می نداند رمز عشق و عاشقی — دعوے عشق او کند گردد شقی
پس نہ جبرئیلؑ ایں ہمہ راز آورد — راز نبود گفتہ تا باز آورد
پردہ ہائے دل چہ پر بودے زراز — راز ہا از پردۂ او راست باز
ہین شدید القوۃ گر جبرئیلؑ بود — می ندید از اخذ اسرافیلؑ سود
زانکہ ایں بودے اشد القوۃ زرر — وحی باید آورد ہین ایں نہ او
پس شدید القوۃ تعلیمش نمود — او نبد جبرئیلؑ بل قیوم بود

دبعض احادیث درروایات بحث اہل البیت میں دیکھنی چاہئیں۔ اور تفصیل ہماری کتاب کشف الاسرار خصوصاً مقدمۂ کتاب اور خاتمہ میں ا؎

واقعاً اگر مقام ولایت مطلقہ ومظہریت مطلقہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کے لئے ثابت نہ ہو۔ تو وہ ہرگز رحمۃ للعالمین کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ اور نبی مطلق نہیں کہلا سکتے۔ اور نص آیہ وافی ہدایہ جملہ عوالم وکل ماسوئے اللہ پر خدا کے بشیر ونذیر متصرف نہیں ہو سکتے۔ کما قال عزوجل تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا بزرگ وبرتر ہے وہ ذات پاک جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے تمام عوالم پر نذیر ہو؎

اسی اولویت وولایت مطلقہ کی طرف اشارہ ہے اس آیۂ مجیدہ میں۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ؎ نبی مومنین کے نفوس پر خود ان سے زیادہ متصرف ہے۔ اور اسی اولویت اور ولایت

مطلقہ کا روزِ غدیر جملہ حاضرین سے "اَلَسْتُ اَوْلیٰ بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ" کے الفاظ میں اقرار لیا تھا۔ اور سب نے "بلیٰ" (کیوں نہیں) کہا تھا۔ اور اسی اولویت و ولایت کا اعلان حضرت علیؑ کے لئے کیا تھا۔ اور فرمایا تھا "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ الخ" جس کا میں مولیٰ ہوں۔ اس کا یہ علیؑ بھی مولیٰ والیٰ بالتصرف و ولی مطلق ہے بعد آنحضرتؐ وصی برحق حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ ولی مطلق ہے۔ مگر اطلاقات میں لفظ رسول مخصوص ہے آنحضرتؐ سے اور ولی مخصوص ہے حضرت ولایت مآبؑ سے۔ کیونکہ نبوت مقام حجاب ناموس اکبر ہے۔ اور ولایت مقام ظہور۔ اور علیؑ باب علم نبویؐ وظہور کمالات نبویؐ ہے۔ یہی ولایت دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے لئے ثابت ہے۔ جو نفس پیغمبرؐ و نورِ محمدی ہیں۔ اور اس سے متحد ہیں۔ اسی واسطے آیۂ ولایت میں الفاظ بصیغہ جمع آئے ہیں نہ بصیغہ واحد مثل "الذین۔ آمنوا۔ الذین۔ یقیمون۔ یؤتون۔ راکعون" اور یہ تمام جماعت راکعین ہے اور زکوٰۃ ادا کنندہ۔ کہ جو کچھ خدا سے پہنچتا ہے بلوجہ واسطہ فیضان ہونے کے مخلوق کو پہنچا دیتے ہیں۔ اور زکوٰۃ خاص یعنی حضرت علیؑ سے حالتِ رکوع نماز میں انگشتری کا عطیہ۔ یہ بغرض تشخیص وتمیز ہے۔ تاکہ خدا لوگوں کو تبلادے۔ کہ وہ راکعین جو واسطہ فیضان اور اولیاء امر ہیں۔ وہ یہ نفوس ہیں۔ جن کا ایک فرد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ ورنہ دراصل یہ رکوع بھی عام ہے اور یہ زکوٰۃ بھی عام۔ اور رکوع سے حقیقی مراد رکوع نماز نہیں ہے (چنانچہ کشف الاسرار میں مفصل لکھا جا چکا ہے) بلکہ چونکہ نماز کے حالات سہ گانہ۔ قیام۔ رکوع۔ سجود میں رکوع حالتِ وسطی کا نام ہے۔ کہ نہ استقامت ذاتی ہے نہ فنائے مطلق۔ اس لئے ان راکعین سے انہی وسائط فیضان الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ جو دو حالتیں رکھتے ہیں۔ ایک حالت ذاتی جسمانی۔ دوسری حالتِ روحانی ولایتی۔ بحیثیتِ روحانی و جنبۂ نورانی خدا سے لیتے ہیں۔ اور جنبۂ جسمانی سے مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ لہذا جملہ اولیاء امر اس صفت میں مشترک ہیں۔ اور یہی وہ راکعین مطلق ہیں۔ جن کی صفت "الرُّکَّعِ السُّجُوْدِ" ہے۔ اور جن مطہرین بتطہیر الٰہی کے لئے حضرت خلیل اللہؑ کو تطہیر خانہ کعبہ کا حکم ہوا تھا (ملاحظہ ہو بحث اہل البیتؑ) یہ ولایت جس طرح آنحضرتؐ کے لئے ثابت ہے۔ اسی طرح ان کے اوصیاءؑ و ائمہؑ اہل بیتؑ کے لئے ثابت ہے۔ ؎

چوں علیؑ کاو ہم ز نورِ او بود	ہرچہ دریں یافتہ شد زو بود
ایں دو یک نورند چوں خورشید و ماہ	نور بخشندے بہ اسفید و سیاہ
انّما را با ولی اللہ بیں	تا بہ بینی اولویت را مبیں
اولویت در ہمہ خلق و امور	باشد اوّل با خداوندِ غفور
بعد ازو با احمدؐ آنگہ با علیؑ	مالکِ ملک ولایت را ولی
ہیں علیؑ عام است در اثنا عشر	ایں ولایت در ہمہ بیں منتشر

گرچہ حق ز اعضاء مطلق مطلق است ۔۔۔ ایں علیؑ روئے خدا وستِ حق است

بہر کیف یہاں سے بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ ولی تین ہیں۔ اوّل ولی مطلق و ولی بالذات مالک الملک واحکم الحاکمین خداوند رب العالمین مدبر السمٰوات والارضین ہے۔ بعد ازاں ولی مطلق و مظہر الولی پیغمبر خدا رحمۃ للعالمین۔ اور بعد ازاں اولیاء امور اجزاء نوریہ محمدیہ ائمہ اثنا عشر اہلبیت طیبین طاہرین۔ کیونکہ اس ولایت کی شرط تقدم فی الوجود ہے۔ اور یہ کہ جملہ مخلوقات سے اقوٰی واکمل واشرف واعلٰی وافضل ہونا۔ اور یہ صفت جس طرح آنحضرتؐ کے لئے ثابت ہے۔ اس کے اجزاء نوریہ اور اس کی ذریت کے سب اوصیاءؑ و ائمہؑ کے لئے بھی ثابت ہے۔ اور ولایت مطلقہ کے لئے نص آیات وہی مخصوص ہیں۔ اور چونکہ الولی خدا کا نام ہے۔ اور یہ ایسا اسم ہے۔ جو خدا کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ بخلاف نبی۔ رسول اور امام کے۔ کہ خدا کو ان اسماء سے نہیں پکار سکتے۔ اور خدا ہمیشہ سے اس صفت سے متصف اور اس اسم سے موسوم ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ کبھی ولایتِ مطلقہ الٰہی منقطع نہیں۔ لہٰذا اس کا مظہر بھی ہمیشہ موجود رہے گا۔ اور کوئی زمانہ ولی خدا سے خالی نہیں ہو سکتا ؛

اور چونکہ ولی اور مالک امور اور متصرف تین ہیں۔ خدا۔ رسولؐ اور اس کے اوصیاءؑ۔ اس لئے اطاعت بھی انہی تین کی واجب کی گئی ہے۔ خدا۔ رسولؐ اور اولے الامرؑ۔ ملاحظہ ہو آیۂ اولے الامر اور معنی اولے الامر۔ اور اولیاء امور اور ولی الامر اور صاحب الامر ایک ہی ہے۔ جو مصداق اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ میں ولایت مطلقہ ثالثہ کا ہے۔ وہی اطاعت مطلقہ میں اولے الامر کا ہے۔ پس عقل و نقل و نص آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہوا۔ کہ ولی اللہ کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے۔ جب تک کہ خدا ہے۔ اور اس عالم میں متصرف ہے۔ ولی خدا اور مظہر ولایت بھی ضرور موجود ہے۔ جب تک کہ خدا اس عالم زمانی کا مدبر و متصرف ہے۔ ولی زماں بھی ضرور متصرف و مدبر و مالک ملک ولایت ہے۔ اور چونکہ یہ ولایت مطلقہ بعد پیغمبر مخصوص ہے اوصیاء پیغمبر اور ائمہ اہل بیتؑ سے۔ اور ائمہ اہل بیتؑ میں امامت ختم ہے مہدی آخر الزمان علیہ السلام پر۔ پس وجود مہدی آخر الزماں ولی دوراں برحقؑ مسلم ہے۔ اور اس ولی زماں کے وجود سے انکار کرنا خود ولایتِ الٰہی اور خدا کی خدائی سے انکار کرنا ہے۔

نتیجۃ المدعیٰ وجود ولی زماں ضروری ہے۔ دنیا اس سے ہرگز خالی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ مہدی آخر الزمان حضرت حجت ابن الحسن العسکریؑ ہیں۔ جب تک کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ صفحۂ عالم پر جلوہ گر ہیں ولی زمانؑ بھی موجود ہے ؛

ستر ھویں دلیل

مسئلۂ اہل اسلام بلکہ جمیع ملل و مذاہب آسمانی یہ ہے۔ کہ خالق و صانع عالم علیم و سمیع و بصیر ہر ایک بات کا جاننے والا اور ہر ایک شے کو دیکھنے والا۔ اور ہر ایک آواز کو سننے والا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور ان تمام صفات علم و سماعت و بصارت اور حاضریت

ناظریت کو جامع لفظ شہید ہے چنانچہ اکثر مقام پر خداوند عالم اپنی ذات پاک کو اس سے متصف فرماتا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ۔ تحقیق کہ اللہ ہر ایک شے پر شہید ہے (سورۂ حج۔ سورۂ نساء۔ سورۂ احزاب)
وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ "اور وہ ہر ایک شے پر شہید ہے" (سورۂ سبا) اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
شَہِیْدٌ (فصلت)۔ کیا تیرے پروردگار کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔ کہ وہ ہر ایک شے پر شہید ہے۔
ثُمَّ اللّٰہُ شَہِیْدٌ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ۔ پھر اللہ شہید ہے۔ اُن کے جملہ افعال پر جو کہ وہ کرتے ہیں" (یونس)۔
وَاللّٰہُ شَہِیْدٌ عَلٰی مَا تَعْمَلُوْنَ "اور اللہ شہید ہے اس پر جو کچھ کہ تم کرتے ہو" وغیر ذالک اور یہ بھی معلوم
ہے۔ کہ شاہد اور شہید دو لفظ ہیں۔ اوّل اسم فاعل ہے۔ دوم صفت مشبہ۔ اور صفت مشبہ دلالت کرتی ہے
قیام و ثبوت صفت پر۔ اور جمع شاہد شہود و اشہاد ہے۔ اور جمع شہید "شہداء" پس شہید وہ ہے۔ کہ صفت شہادت
اس کی ذات کے ساتھ ہو۔ نہ کہ اس کو عارض ہوئی ہو۔ شاہد (گواہ) کی شہادت بذریعہ علم ہو سکتی ہے۔ خواہ وہ اس کو
سماع و اخبار حاصل ہوا ہو یا بالقرائن یا بالمشاہدۃ۔ جیسا کہ برادران یوسف کہتے ہیں۔ وَمَا شَہِدْنَا اِلَّا
بِمَا عَلِمْنَا۔ "اور ہم نے نہیں شہادت دی مگر وہی جس کا ہم کو علم تھا" اور اس طرح سے شَہِدَ شَاہِدٌ
مِّنْ اَھْلِھَا۔ زلیخا کے کنبے میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔ کہ اگر یوسف کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو۔
تو یہ سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے۔ اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہو۔ تو وہ سچا ہے۔ اور یہ جھوٹی ہے۔ اور یہ شہادت
بالقرائن ہیں۔ اور شہید وہ ہے۔ جو اصل واقع پر حاضر و ناظر ہو۔ جیسا کہ شہادت زنا میں چار شہداء یعنی شہیدوں
کی ضرورت ہے۔ کہ جنہوں نے عین واقع کو بچشم خود دیکھا ہو۔ شہود سے زنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ جو بالقرائن
یا بالسماع خبر دیں۔ بلکہ شہید علی الاطلاق وہ ہے۔ جس کے نزدیک حضور و غیب۔ ستر و علن۔ وقوع و عدم
وقوع مساوی ہو۔ وہ قبل وقوع واقعات بھی ان واقعات کا ایسا ہی علم رکھتا ہو۔ جیسا کہ بعد وقوع۔ یعنی اصل
حقائق پر محیط ہو۔ اور یہ صفت اوّلاً و بالذات صرف خداوند عالم کی ہے۔ کہ وہ ازل سے تمام واقعات حادثات و
افعال و اعمال وغیرہا کا علم رکھتا ہے۔ یعنی علم احاطی نہ اخباری۔ اور سب پر محیط ہے۔ وَاِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ
"وہ ہر ایک شے پر محیط ہے" وَاَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ "اور اس کا علم ہر ایک شے پر احاطہ رکھتا ہے"
وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا۔ "اور خدا ہر ایک شے پر محیط ہے" (نساء) اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ "اور اللہ
ان کے تمام افعال پر جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں احاطہ رکھتا ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ "تحقیق کہ میرا
پروردگار جو کچھ کہ تم کرتے ہو اس پر محیط ہے" وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِہِمْ مُّحِیْطٌ۔
لَا یَعْزُبُ عَنْہُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَآءِ وَلَا نُجُوْمِ السَّمَآءِ وَلَا سَوَافِی الرِّیْحِ فِی الْھَوَآءِ وَلَا دَبِیْبِ
النَّمْلِ عَلَی الصَّفَا وَلَا مَقِیْلِ الذَّرِّ فِی اللَّیْلَۃِ الظَّلْمَآءِ پانی کے قطرے آسمان کے ستارے۔ ہوا کے جھونکے اور ان کی حرکات

صاف پتھر کی سلوں پر چیونٹی کی رفتار اور اس کے نشان قدم اور غیر مرئی چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کے سونے کی جگہ ۔ ذرات عالم ۔ ریگ صحرا ۔ وحوش وطیور کی آواز اور سمندر کی موجوں کا جاننے والا ہے ۔ بحر لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ خَافِيَةٌ " اس سے کوئی پوشیدہ ہونے والی پوشیدہ رغائب نہیں " وَهُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ " عالم غیب عالم شہادت ہر ایک کا جاننے والا ہے ۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ ؕ

کلام حمید مجید سے یہ بھی ثابت ہے ۔ کہ جس طرح خدا نے اپنی ذات پاک کو صفت شہیدیت سے متصف کیا ہے ۔ اسی طرح اپنے برگزیدہ بندوں انبیاء مرسلین کو بھی اسی صفت سے متصف فرمایا ہے ۔ چنانچہ فرماتا ہے ۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (نساء ع) یعنی پس اس وقت مجرمین کا کیا حال ہوگا ۔ جبکہ ہم ہر ایک امت کے شہید کو لائیں گے ۔ اور اے پیغمبر (محمدؐ) تجھ کو ان تمام شہیدوں پر شہید قرار دیں گے ۔ وَأَيْضًا قَالَ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ (نحل ع ۱۲) الخ ۔ جس دن (روز قیامت) ہم ہر ایک امت میں انہی میں سے ان پر ایک شہید کو اٹھائیں گے ۔ اور تجھ کو (اے محمدؐ) ان سب شہداء پر شہید لائیں گے ؕ

ان آیات سے معلوم ہوا ۔ کہ انبیاء مرسلین بعد خداوند عالم بندگان خدا اور اپنی اپنی امتوں پر شہید اور ان کے اعمال وافعال پر حاضر و ناظر اور نگران احوال ہیں ۔ چنانچہ حضرت عیسےٰ اقرار فرماتے ہیں كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۔ در بارۂ الٰہا جب تک میں ان (بنی اسرائیل) میں رہا ۔ ان پر شہید اور ان کا نگران حال رہا ۔ پس انبیاء مرسلین نگران احوال امم اور ان پر شہید ہیں ۔ اور گویا مظہر شہیدیت خداوند عالم ہیں ۔ اور وہ بالذات شہید ہے ۔ اور یہ بالعرض (باعطائے قدرت روحانی نورانی) جو اپنے مبعوث الیہم پر احاطہ رکھتی ہے ۔ کیونکہ معنی شہیدیت احاطہ ہیں ۔ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے ۔ لیکن انہی آیات مبارکات سے یہ بھی ثابت ہے ۔ کہ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین افضل المرسلین نبی مطلق اور جملہ ماسوئے اللہ پر مبعوث ہیں اور انبیاء علیہم السلام بھی حضرتؐ کی امت میں داخل ہیں جیسا کہ آیۂ میثاق انبیاء و آیہ فرقان سے ظاہر ہے ۔ اسی طرح سے حضرتؐ تمام ماسوئے اللہ پر شہید ہیں ۔ اور ان تمام شہداء انبیاء پر بھی شہید اور ان کے نگران احوال ہیں ۔ اور اسی طرح سے بطور فخر و مباہات آپ نے فرمایا ہے ۔ آدَمُ وَمَنْ دُونَهُ تَحْتَ لِوَائِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ آدمؑ اور ان کے ماسوے سب روز قیامت میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے ؕ لہٰذا ثابت ہوا ۔ کہ مظہر مطلق شہیدیت حضرت ختمی مرتبت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔ اور وہ بعد خدا جملہ ماسوئے اللہ اور جمیع عوالم پر شہید ہیں ۔ اور یہ بھی مسلم و محقق ہے ۔ کہ یہ صفت شہیدیت ہمیشہ ذات واجب الوجود علیم و حکیم ازلی و ابدی و سمیع و بصیر مطلق کے لئے ثابت و قائم ہے ۔ اور وہ ہمیشہ اس صفت سے متصف اور ہر حال

اور ہر زمانے میں شہید ہے۔ اور حضرت خاتم الانبیاءؐ منصر مطلق شہیدیت خداوند عالم۔ بنابریں بعد آنحضرتؐ بھی وجود وبقاء مظہر شہیدیت مطلقہ ضروری ولازمی ہے۔ چنانچہ آیہ مجیدہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (سورہ بقرہ ۲) اور اسی طرح سے اے نفوس قدسیہ اہم نے تم کو امتِ وسط بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں پر شہید ہو۔ اور رسول تم پر شہید ونگہبان حال دال ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ایک امت جس کو امتِ وسط کہا گیا ہے۔ وہ بھی شہید علے الخلق ہے۔ اور تحت رسولؐ وزیر نگرانی رسولؐ خاتم النبیینؐ ہے۔ یعنی اس امتِ محمدی سے ہے۔ اور اسی شریعت محمدی کے پابند ومروج ومبلغ نہ خود صاحب شریعت اور تشخیص اس امتِ وسط کی اس سے ہو سکتی ہے۔ کہ جب تک اوصاف خاصہ نبوتی سے متصف نہ ہو۔ اور علم احاطی نہ رکھتا ہو۔ شہید علے الخلق نہیں ہو سکتی۔

نتیجہ یہ کہ شہید تین ہوئے۔ اوّل و بالذات خدا شہید ہے۔ اور ہر ایک جگہ اور ہر شے پر حاضر و ناظر ہے۔ اور ثانیاً و بالعرض شہید دوم حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور شہید سوم یہ امتِ وسط۔ اور تفسیر اس شہیدیت کی یہ آیہ مبارکہ ہے۔ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (توبہ ع ۱۴) اور کہ دو اے پیغمبرؐ کہ عمل کرو جو کچھ کہ تمہارا دل چاہے۔ پس دیکھتا ہے تمہارے اعمال کو خدا اور اس کا رسولؐ اور کچھ مومنین خاص (والمومنون) اس سے بالصراحت ثابت ہے۔ کہ تمام بندگانِ خدا کے اعمال پر حاضر و ناظر اوّل خود خداوند عالم ذات سمیع وبصیر بالذات ہے۔ اور بعد ازاں اس کا رسول عربیؐ۔ اور اس کے بعد مومنین مخصوصینؑ۔ اور عاقل بصیر پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ یہی معنی شہیدیت ہیں۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور اس لئے اس مومنوں کا مصداق سوائے اسی امتِ وسط کے جو شہید علے الخلق ہے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور خاص تشخیص ان مومنین کی آیۂ ذیل سے ہوتی ہے۔ کہ وہ مومنین امتِ وسط اور شہید علے الخلق اور رسائی اعمال عباد کون ہیں؟ قال سبحانہ وتعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (حج ع ۱۰) اے ایمان والو! رکوع کرو۔ سجود بجا لاؤ۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور خیر مطلق کو بجا لاؤ۔ تم عنقریب رستگار ہو گے۔ اور راہ خدا میں وہ جہاد کرو۔ جو حق جہاد راہ خدا ہے۔ اس خدا نے تمہیں اس کام کے لئے چنا اور مجتبےٰ بنایا ہے۔ اور تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہے۔ اسی نے تمہیں مسلمین کہا ہے پہلے بھی اور اس (قرآن)

ہیں بھی۔ تاکہ رسولؐ تم پر شہید ہو۔ اور تم تمام لوگوں پر شہید ہو۔ پس نماز کو قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور خدا کو محکم پکڑے رہو۔ پس وہی تمہارا مولےٰ و ولی ہے۔ پس وہ بہت اچھا مولےٰ اور اچھا مددگار ہے۔" یہ آیت صاف توضیح کرتی ہے۔ کہ یہ مومنین جن سے اس میں خطاب ہے۔ مومنین مخصوصین ہیں۔ یہ خاص برگزیدہ و مجتبےٰ بندے ہیں۔ یہ شہید علے الناس ہیں۔ اور رسولؐ ان پر شہید ہے۔ اور یہ ذریتِ حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ اور انہی کو ان کے باپ ابراہیمؑ نے مسلمین کہا ہے۔ پس وہ مومنین خاص جو بعد رسول نگران اعمال و افعال عباد اور روائی اعمال خلق ہیں۔ یہی مومنین ذریتِ ابراہیمؑ خاص ہیں۔ ان کو پہلی کتب میں بھی مسلمان کہا گیا ہے اور اس کتاب پاک میں بھی۔ اور جہاں اس کتاب پاک و مقدس میں ان مسلمین کا ذکر حضرت ابراہیمؑ کی زبانی ہے۔ وہ یہ آیت ہے۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ... . حضرت ابراہیمؑ مع حضرت اسمٰعیلؑ وقتِ بناء کعبہ دُعا فرماتے ہیں۔ "اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا خاص مسلم اور مطیع و منقاد مطلق بنا۔ اور ہماری ذریت میں سے بھی ایک امت ایسی ہی مسلم بنا۔" .... رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ الخ "اے پروردگار ان میں انہی میں سے ایک کو رسولؐ بنا کہ وہ ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔" اس آیت سے چند باتیں مستنبط ہوتی ہیں۔ اوّل یہ دُعا حضرت ابراہیمؑ مخصوص ہے ذریتِ حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے۔ دوم یہ کہ اس اسلام سے فعلیت اسلام مراد ہے نہ قبولیت کیونکہ جس وقت یہ دُعا کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نبی تھے رسولؐ تھے اور خلیل اللہ تھے۔ ناممکن ہے کہ رسولؐ غیر مسلم ہو۔ پس یہ دُعا نہیں ہے۔ کہ ہم کو مسلمان بنا دے کہ ہم تجھ پر اسلام لائیں۔ بلکہ مدعا یہ ہے۔ کہ جس طرح کہ ہم اعتقاداً مسلم مطلق ہیں۔ اسلام لائے ہوئے اور ہر ایک حکم کو تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ اسی طرح توفیق عنایت فرما۔ کہ یہی اسلام فعلیت میں بھی آئے۔ اور ہم جیسا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کر بھی دکھائیں۔ سوم اسلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک اسلام بالواسطہ۔ دوسرے اسلام بلاواسطہ۔ اسلام بالواسطہ عام لوگوں کا ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی نبی۔ رسول۔ امام یا کسی عالم کے ہاتھ پر اور اس کے واسطہ اور اس کی تعلیم سے خدا پر اسلام لاتے ہیں۔ اور اسلام بلاواسطہ وہ ہوتا ہے۔ کہ جہاں خدا اور اس مسلم کے درمیان اور کوئی رسول و فرشتہ وغیرہ واسطہ نہیں ہوتا۔ اور یہ اسلام انبیاءؑ کا اسلام ہے۔ چنانچہ خدا خاص حضرت ابراہیمؑ کی بابت فرماتا ہے۔ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (جب اس کے پروردگار نے اس سے کہا کہ اسلام لا اور مطیع بن جا۔ تو اس نے کہا میں رب العالمین پر اسلام لایا اور اس کا مطیع بن گیا۔" چہارم یہ کہ جو دُعا حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اور اسمٰعیلؑ کے لئے کی ہے۔ اور جو اسلام اپنے لئے مانگا ہے۔ وہی اپنی ذریت کی اس امت کے لئے کی ہے اور وہی مانگا ہے۔ اسی واسطے لفظ "جعل" مکرر نہیں لایا گیا ہے۔ اور جو لام اختصاص "لک" میں اپنے لئے استعمال کیا ہے۔ وہی اس امت کے لئے استعمال کیا ہے۔ اور اس کو اپنی طرح امتِ مسلمہ کہا

ہے۔ پنجم یہ کہ یہ امتِ مسلمہ ذریتِ اسمٰعیلؑ میں سے وہ امت ہے۔ جس میں سے پیغمبرؐ عربی مبعوث ہوا۔ اور جس کا ایک فرد پیغمبرؐ ہے۔ ششم چاہیئے کہ ضرور بالضرور یہ امتِ مسلمہ وقت بعثت و ظہور پیغمبرؐ مبعوث ہو۔ تاکہ رسولؐ اوّل اس پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرے۔ اور وہ اس کی تصدیق فرمائے۔ پس ضرور بالضرور وقت بعثت حضرت ختمی مرتبت و ظہور آنحضرتؐ امتِ مسلمہ از ذریتِ حضرت ابراہیمؑ مسلم باسلام نبوتی بلاواسطہ مثل حضرت ابراہیمؑ موجود ہو۔ اور اسلام انبیاء کا حال اس آیۂ مبارکہ سے معلوم ہے۔ اِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (یوسفؑ کہتے ہیں) میں نے ترک کیا ان لوگوں کی ملت کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور وہ روز آخرت کے منکر ہیں۔ اور میں نے اتباع کیا اپنے آباء و اجداد ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ کی ملت کا ہم انبیاءؑ کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ کہ ہم خدا کے ساتھ ادنےٰ سا بھی شرک کریں۔ پس انبیاء علیہم السلام ابتدائے عمر سے آخر عمر تک چھوٹے و بڑے شرک سے پاک و صاف ہوتے ہیں۔ اور یہی مسلم مطلق ہیں۔ اور اسی اسلام سے متصف وہ امتِ مسلمہ ہے۔ جس میں سے پیغمبرؐ مبعوث ہوئے۔ اور وہ ان کا ایک فرد ہے۔ اور اوّل انہی پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کی۔ کیونکہ اگر ایسی امتِ مسلمہ موجود نہ ہو۔ اور ایسے پہلے سے مسلم باسلام نبوتی بلاواسطہ پیغمبرؐ موجود نہ ہوں۔ تو کون ہے۔ کہ ایک ایسے پیغمبرؐ خدا کی تصدیق کرے۔ کون اس کو جانتا اور کون پہچانتا ہے۔ وہ ہی سب سے پہلے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اس کی تصدیق سے دوسرے اس پر اسلام و ایمان لاتے ہیں۔

اور یہ مسلّم ہے۔ کہ پیغمبرؐ ذریتِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ میں سے بنی ہاشم میں سے مبعوث ہوئے ہیں۔ تو ضرور وہ امت مسلمہ بھی بنی ہاشم میں سے ہوگی۔ اور امتِ مسلمہ کی یہ صفت ثابت کی جا چکی ہے۔ کہ اس نے چشم زدن کے واسطے کسی قسم کا شرک نہ کیا ہو۔ اور بلاواسطہ پیغمبرؐ اسلام لائی ہو۔ اور یہ مسلم و محقق ہے۔ کہ ایسا شخص بنی ہاشم میں جبکہ آنحضرتؐ مبعوث برسالت ہوئے غیر از علیؑ ابن ابی طالبؑ اور کوئی موجود نہ تھا۔ اور انہی کی صفت ہے لم یشرک باللہ طرفۃ عین ابدا ایک چشم زدن کے واسطے کبھی شرک نہیں کیا۔ اور جملہ اہلِ اسلام حضرتؑ کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ کبھی کسی بت کے آگے سر خم نہیں کیا۔ لہٰذا اس امتِ مسلمہ میں یہ اوّل مسلم ہیں جو من یعنی آنحضرتؐ کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ جس طرح کہ حضرت ابراہیمؑ کی حضرت لوطؑ پیغمبرؐ نے تصدیق کی۔ چنانچہ خدا خبر دیتا ہے۔ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ اور اس کے ساتھ لوطؑ ایمان لائے یعنی تصدیق نبوت فرمائی۔ اسی طرح سے حضرت علیؑ سے۔ جو پہلے ہی سے مسلم باسلام نبوتی موجود تھے۔ آنحضرتؐ کی تصدیق فرمائی اور ایمان لائے۔ اور اوّل مصداق مومنین حضرت علیؑ ہی ہیں۔ حافظ ابو نعیم ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلَّا وَعَلِيٌّ رَأْسُهَا وَ اَمِيْرُهَا یعنی خدا نے قرآن میں کسی جگہ جملہ یاایہا الذین آمنوا "اے ایمان والو اے مومنو" نازل نہیں کیا۔ مگر یہ کہ حضرت علیؑ۔ اس رئیس مصداق جملہ مذکورہ اور اصل مقصود از اہل ایمان و مومن اوّل ہیں۔

پس ثابت ہوا۔ کہ یہ مومنین جو سورۂ حج کی آخری آیات میں مذکور ہیں اور جو شہید علے الناس ہیں ذریت حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و بنی ہاشم سے ہیں۔ اور اوّل ان میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ رائی اعمال خلق وہی ہے۔ جو شہید ہے۔ لہٰذا آیۂ مجیدہ فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمؤمنون میں مصداق مومنین یہی ذریت ابراہیمؑ امت مسلمہ از بنی ہاشم ہیں۔ اور یہی شہید علے الخلق ہیں۔ اور آیۂ مجیدہ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ۔ "در روز قیامت ہر ایک نفس اس شان سے آئے گا کہ اس کے ساتھ سائق (ہانکنے والا) اور شہید ہوگا" سے ثابت ہے۔ کہ شہید قیامت میں ہر ایک نفس کے ساتھ ہوگا۔ اور اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ اور یہی يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا سے بھی ثابت ہے چنانچہ مذکور ہوا۔ اور آیہ مجیدہ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ "جس دن کہ ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے" دال ہے۔ کہ حشر ہر ایک امت کا اس کے امام کے ساتھ ہوگا۔ لہٰذا بنا بر جمع بین الآیتین نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ شہید جس کے ساتھ ہر ایک نفس کا حشر ہوگا۔ وہ امام ہی ہے۔ زمانۂ پیغمبرؐ میں خود پیغمبرؐ امام ہے۔ اور زمانۂ پیغمبرؐ کے مرے ہوئے لوگوں کا حشر پیغمبرؐ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ مگر بعد پیغمبرؐ شہداء اور ائمہ امت یقیناً امامؑ ہیں۔ اور ہر ایک زمانے کے لوگوں کا حشر اپنے زمانے کے امام کے ساتھ ہوگا۔ ورنہ اگر سب کے امام پیغمبر عربیؐ ہوں۔ اور سب کا حشر انہی کے ساتھ ہو۔ تو من كل امة بشهيد اور ندعوا كل اناس بامامهم کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔ کیونکہ آنحضرتؐ تو جملہ ماسوئے اللہ پر رسولؐ۔ شہید اور ان کے امام ہیں۔ پھر ایک امت کے شہید اور ہر قوم کے امام کے کیا معنیٰ لہٰذا بعد پیغمبرؐ شہدا علے الخلق ائمہؑ ہیں۔ اور وہ ذریت ابراہیمؑ سے ہیں۔ اور مثل ابراہیمؑ مسلم مطلق و مسلم بلا واسطہ ہیں۔ اور انہوں نے ایک چشم زدن کے واسطے شرک نہیں کیا۔ اور اس وقت سے پہلے سے مسلمان تھے۔ جب کہ آنحضرتؐ نے اسلام کا اظہار کیا۔ اور دعوت دی۔ اور آیات الٰہی کی تلاوت فرمائی۔ اور انہی کی بابت خدا ارشاد فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا الخ "جن لوگوں کو ہم نے پہلے سے علم کتاب دے دیا ہے۔ وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب اس قرآن کی آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم اس پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ بیشک یہ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے۔ اور ہم اس سے پہلے ہی مسلم تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کو ان کے صبر کی وجہ سے

دومرتبہ اجر دیا جائے گا۔" وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔" اور ہم نے ان کو امام بنایا ہے جبکہ ان سے صبر ثابت ہوا۔ اور وہ ہمارے ہی حکم سے ہدایت کرتے ہیں۔" اور یہ ائمہ اور شہداء علے الخلق ذریت ابراہیم وعترتِ خاتم النبیین علیؑ واولادِ علیؑ ائمہ اثنا عشر ہی ہوئے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ "بتحقیق کہ اللہ تعالےٰ نے مصطفےٰ اور برگزیدہ بنایا ہے آدمؑ و نوحؑ و آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو تمام عوالم پر۔ جو ذریتِ یک دیگر ہیں۔ یہ سلسلہ اصطفاء ذریتِ ابراہیمؑ سے ہرگز خارج نہیں ہو سکتا۔ اور ائمہ اثنا عشر جو شہداء علے الخلق ہیں۔ اوّل ان کے علیؑ ابن ابی طالبؑ و آخر محمد ابن الحسن العسکریؑ حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ ہیں۔ لہذا گیارہ گزر چکے۔ اور بارھویں امام باقی ہیں۔ اور ان کا وجود ضروری و لازمی ہے۔ کیونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ وہ بعد پیغمبرؐ شہید علے الخلق ہیں۔ اور وجود شہید ہر زمانے میں اور ہر ایک امت کے لئے ضروری ہے۔ پس وجود امام زمانؑ مہدیؑ امت شہید خلق اس زمانے میں ضروری ہے۔ اور وہ زندہ و موجود ہیں۔ اور وہی امام وقت ہیں نہ اور کوئی۔ وَهُوَ الْمَطْلُوْب

اٹھارھویں دلیل

آیہ مجیدہ "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا۔" ہے جس میں ان شہداء کا ذکر ہے۔ ان شہداء کو امتِ وسط کہا گیا ہے۔ اور یہ کہ امتِ وسط اس لئے ان کو بنایا گیا ہے۔ کہ وہ شہید علے الخلق ہو سکیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ فیض مبدء فیاض خالق و صانع شے مستفیض کی قابلیت و استعداد کے موافق ہوتا ہے۔ جیسی اور جتنی جس کسی میں قابلیت و استعداد ہو گی۔ اتنا ہی افاضۂ فیض اس پر ہو گا۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ موجودات باعتبار شدت و ضعف و تاکد وجود قابلیات و استعدادات میں مختلف حیثیت رکھتے ہیں۔ جو وجود جتنا اکد و اقوےٰ ہے اسی قدر اس میں قابلیت و استعداد اخذ فیض الٰہی و استفاضہ و استفادہ از مبدء فیاض زیادہ ہو گا۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ فیوضات مطلقہ الٰہیہ کی استعداد ہر موجود میں نہیں ہے۔ بلکہ قابل محض و مستعد مطلق وہ وجود ہے۔ جو سب سے قوےٰ و اکد و اکمل ہے اور وہ وجود وہ ہے۔ جو اوّل موجود و مخلوق و مصنوع ہو۔ اور ایسا وجود وجود حقیقی محمدی ہے۔ لہذا وہی سب سے زیادہ قابل و مستعد ہے فیوضاتِ الٰہی اور رحماتِ غیر متناہی کے لئے۔ اور اس لئے وہی وجود اقدس مظہر رحمت واسعۂ الٰہی ہے۔ اور اسی وجہ سے رحمۃ للعالمین کے خطاب مستطاب سے مخاطب ہے۔ اور وہی خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ مطلقہ ہے۔ خدا سے لیتا ہے اور مخلوق کو پہنچاتا ہے (اس کی توضیح بعض احادیث نورے مبحث اہل البیتؑ میں ہے۔ اور نیز دوسرے مقامات پر بھی ہے)۔ اور آیۂ مذکورہ سے بالصراحت ثابت ہے۔ کہ اسی طرح سے ان نفوس قدسیہ کو جو شہید علے الخلق ہیں۔ خدا نے امتِ وسط قرار دیا ہے۔

پیغمبروں پر شہید ہے۔ اور یہ تمام لوگوں پر شہید۔ پیغمبر واسطہ مطلقہ ہے۔ اور یہ بعد از پیغمبر واسطہ فیضان و امت وسط ہیں۔ اور جس طرح بدلائل یہ ثابت ہے۔ کہ وجود شہید علی الخلق ہر زمانے میں ضروری ہے۔ چنانچہ بیان ہوا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ وجود امت وسط و واسطہ فیضان الٰہی بین الخالق والمخلوق ضروری و لازمی ہے۔ اور اس لفظ وسط سے جس طرح یہ ثابت ہے۔ کہ یہ امت وسط واسطہ ہے درمیان خالق و مخلوق۔ اسی طرح بلحاظ اطلاق و عموم لفظ وسط یہ بھی ثابت ہے۔ کہ وہ ہر ایک لحاظ سے وسط ہیں۔ یعنی بلحاظ خَلق بھی اور بلحاظ خُلق بھی۔ چنانچہ خود لفظ وسط دال ہے۔ اور نیز اس لئے کہ مسلم و محقق ہے۔ کہ وجود جس قدر حد اعتدال میں ہوگا اسی قدر ابقیٰ و اقویٰ و اکمل ہوگا۔ اور یہ بھی ثابت شدہ ہے۔ کہ بقاء و نظام عالم اسی عدل پر مبنی ہے۔ اور اسی کی طرف آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَبِالْعَدْلِ قَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ "اور خدا کے عدل ہی سے زمین و آسمان قائم ہیں"۔ اور یہ عدل عدلِ تکوینی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى الخ امر شامل ہے امر تکوینی اور امر تکلیفی وغیرہما کو۔ اور اول امر تکوینی و امر ایجادی ہے۔ جس کی بابت فرماتا ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ "سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کا امر یہ ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے"۔ اور اسی عدل تکوینی سے تمام اشیاء کو قائم و باقی رکھا ہوا ہے۔ اور اسی عدل سے انسان کو خلق کیا ہے۔ کما قال مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ "کس نے تجھے مغرور کر دیا ہے تیرے اس پروردگار کریم کی بابت۔ جس نے (اے انسان) تجھے خلق کیا اور درست بنایا۔ اور معتدل کیا اور حالت عدل پر خلق فرمایا"۔ پس امت وسط وہ ہے۔ جو بعدل تکوینی و عدل ایجادی کمال درجہ عدل و اعتدال پر خلقاً و خُلقاً جبل کی گئی اور بنائی گئی ہے۔ اور وہ اگر درجہ کمال عدل و وسط و اعتدال حقیقی میں نہ ہوتی۔ تو اس میں کمال قابلیت و استعداد قبول فیض مبدء فیاض بھی نہ ہوتی۔ اور وہ واسطہ فیضان اور امت وسط نہ ہو سکتی۔ اور شہید علی الخلق قرار نہ پاتی۔ وہ اس درجہ کمال عدل پر خلق ہوئی ہے۔ کہ دوسری مخلوقات اس درجہ عدل و اعتدال میں نہیں ہیں۔ اور اسی واسطے وہ دوسروں پر شہید اور نگران احوال اور من جانب اللہ ان پر حاضر و ناظر ہے۔ اور ان کے اعمال کو دیکھتی اور نگرانی کرتی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ نفوس تمام اعمال و افعال پر احاطہ رکھتے اور ان کو دیکھتے ہیں۔ اور کوئی امر خلوت و جلوت کا ان سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور وہ روز قیامت گواہی دیں گے۔ سچوں کی تصدیق فرمائیں گے۔ اور جھوٹوں کی تکذیب کریں گے۔ اور ان کی امتوں کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا۔ اور جس طرح وہ از روئے خلقت و وجود کمال عدل و اعتدال حقیقی میں ہیں اسی طرح از روئے اوصاف باطنہ و اخلاق۔ کمال حد اعتدال و عدل میں ہیں۔ اور عدالت جامع ہے جمیع مکارم اخلاق کو۔ اور اس لئے وہ بعد پیغمبر صاحب خلق عظیم ہیں۔ کسی امر صغیرہ و کبیرہ و ادنیٰ و اعلیٰ میں جادۂ اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے۔ اور یہ معنی مستلزم ہیں عصمت مطلقہ کو

اور اس لئے وہ امت ضرور معصوم ہے ؎

یہاں سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ بعض نافہم حضرات کا یہ خیال خام کہ مراد اس امتِ وسط سے تمام امتِ محمدی ہے۔ اور وہ تمام دوسری امتوں کی گواہ ہو گی۔ اور ان کے اعمال و افعال کی شہادت دے گی "محض غلط و باطل مطلق ہے کیونکہ جو جو صفات اس امتِ وسط کی اجمالاً مذکور ہوئیں۔ ان میں سے ایک بھی تمام امتِ محمدی میں نہیں پائی جاتی۔ اوّل آیۂ مبارکہ میں صرف دو شہیدوں کا ذکر ہے۔ ایک پیغمبر ہے۔ دوسرے یہ امتِ وسط۔ امت وسط بلا استثناء تمام لوگوں پر شہید ہے۔ کیونکہ آیت میں "ناس" کا لفظ ہے۔ نہ یہود و نصاریٰ یا غیر از مسلمین۔ اور ناس میں تمام نوعِ انسان داخل ہے۔ پس تمام امتِ محمدی مشہود علیہم میں داخل ہوئی مثل دیگر اشخاص و امم۔ نہ شہداء و شاہدین میں۔ ورنہ لازم آئے گا۔ کہ خود ہی شاہد ہوں اور خود ہی مشہود علیہم۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف واقع و خلاف محکم آیہ ہے۔ اس لئے تمام امتِ محمدی وہ امتِ وسط نہیں ہو سکتی۔ جو شہید علی الناس ہے۔ بلکہ وہ خاص نفوسِ قدسیہ ہیں۔ دوم اس امتِ وسط اور شہداء علی الناس کی صفت یہ ہے۔ کہ وہ اعمالِ خلق کو دیکھتے ہیں۔ اور وہ بعد خدا و ند عالم باعطاء قوتِ نورانی من جانب اللہ ان پر احاطہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے خلوت و جلوت کے اعمال کو دیکھتے ہیں۔ کیونکہ لفظ "یرے" آیت میں مکرر نہیں ہے۔ جو رویت خدا کی طرف منسوب ہے۔ وہی ان کی طرف بھی منسوب ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ رویتِ خدا بالذات ہے۔ اور ان کی رویت بالعرض و من جانب اللہ۔ اور تمامِ امتِ محمدی میں یہ صفت ہرگز نہیں ہے۔ کہ وہ تمام انسانوں کے جملہ اعمال خلوت و جلوت کو دیکھتے ہوں۔ اور ان پر احاطہ رکھتے ہوں۔ اور اگر یرے سے علم مراد لی جائے۔ تو علاوہ اس کے کہ اس صورت میں نفی رویتِ اعمال از باری تعالےٰ لازم آتی ہے حالانکہ وہ سمیع و بصیر ہے اور ضرور ہر ایک شے کو دیکھتا ہے یہ محظور لازم آتا ہے۔ کہ تمام امتِ محمدی اس صفت سے بھی متصف نہیں ہے۔ کہ وہ تمام اعمال انسانی خلوتی و جلوتی کا علم رکھتی ہو۔ ایک شہر اور ایک محلہ تو کیا اپنے ہمسایہ کے معمولی اعمال کا علم ہمسایہ کو نہیں ہوتا پہ جائیکہ مسلمانوں کو جملہ امم سابقہ و لاحقہ یہود و نصاریٰ و براہمہ و غیرہم کے جملہ اعمال کا علم ہو جائے۔ قطعاً محال ہے۔ اور عیب بیّن ہے۔ تو تمام امتِ محمدی ہرگز راعی اعمال خلق و شہید علی الناس نہیں ہو سکتی۔ اور ہرگز یہ صفت ان میں نہیں پائی جاتی۔ سوم مسلم و محقق ہے۔ کہ تمام مسلمانوں کی شہادت خود ان کے معمولی امور میں قبول نہیں ہوتی۔ اگر طلاق دیں۔ تو دو شاہدین عادلین کی ضرورت ہے۔ اور اسی طرح جمیع امور و دعاوی میں۔ پھر کیوں کر ممکن ہے۔ کہ تمام انسانوں کے برخلاف ان کی شہادت و گواہی قبول کر لی جائے۔ درآنحالیکہ ان میں فاسق و فاجر بھی ہیں۔ اور خاص مسلمانوں کی ہی نسبت خدا فرماتا ہے اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا اے مسلمانو! تم سے ہر ایک شخص وارد جہنم ہو گا۔ یہ تیرے

پروردگار کی تقضاء حتمی ہے۔ جو بدل نہیں سکتی۔ پھر وہاں سے ہم صرف ان لوگوں کو نجات دیں گے۔ جو متقیں ہیں۔ اور گنہگاروں کو وہیں جہنم میں پڑا چھوڑ دیں گے۔ ان گنہگاروں اور مجرمین کی گواہی دوسروں کے حق میں کیا قبول ہو سکتی ہے۔ جبکہ دُنیا میں فاسقین کی خبر کے متعلق یہ کلمہ صریح ہے۔ اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا۔ "جب فاسق کوئی خبر لائے۔ تو اس سے اس پر گواہ طلب کرو۔ جب تک گواہ گواہی نہ دیں۔ اس کی بات نہ مانو۔ اور اس کی خبر نہ سنو" جب یہاں فاسقین کی بات نہیں سُنی جاتی۔ تو قیامت میں یہ کیوں کر شاہد قرار پائیں گے۔ چہ جائیکہ شہید ہوں ؟

اگر کوئی بے بصیرت یہ کہے۔ کہ پیغمبرؐ تمام مسلمانوں کو لوگوں کے اعمال کی خبر دیں گے اور پھر مسلمان گواہی دیں گے۔ تو یہ خلاف عقل و لغو محض ہے۔ پیغمبرؐ خود کافی ہے اور وہ خود شہید ہے۔ ان کی شہادت کی پیغمبرؐ کو کیا ضرورت ہے۔ کوئی فائدہ اس مصنوعی شہادت میں مقصود نہیں۔ اور فعل حکیم بلا فائدہ و لغو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ خود ساختہ شہادت غیر مسموع بلکہ غیر معقول ہے۔ چہارم ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ شہید وہ امام ہے۔ کہ جس کے ساتھ لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور "یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ" سے ظاہر ہے۔ کہ تمام انسان بلا استثناء اپنے اپنے امام کے ساتھ بُلائے جائیں گے۔ اور ان میں تمام مسلمان بھی داخل ہیں۔ پس اگر تمام مسلمان شہید اور امام ہوں۔ تو خود ہی امام اور خود ہی ماموم ہوں گے۔ اور ہر ایک مسلمان امام ہوگا۔ یہ بالکل خلافِ عقل ہے۔ امام غیر از ماموم ہے اور ہر مسلمان کبھی امام نہیں ہو سکتا۔ پنجم۔ یہ امتِ وسط وہ نفوس ہیں۔ جو ہر ایک اعتبار خلق و خلق سے حد اعتدال حقیقی و عدل واقعی پر خلق کئے گئے ہیں۔ اور یہ صفت عام مسلمانوں میں کیا خواص میں بھی نہیں۔ اس لئے یہ خیال کہ امتِ وسط سے مراد تمام امتِ محمدیؐ ہے ایسا لغو ہے۔ کہ کوئی عاقل بصیر اس کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ چہ جائیکہ اس کا قائل ہو۔ اور اعتقاد رکھے۔ یہ امتِ وسط وہی نفوس قدسیہ شہداء علی الناس ہیں۔ جو خانہ نبوت میں داخل اور صفاتِ نبویؐ سے متصف ایک نور کے ٹکڑے مظہر اوصاف الٰہی ہیں۔ اور خاص اسی کے لئے بنائے اور چُنے گئے ہیں۔ اور مخلوق کے درمیان واسطۂ فیضانِ خالق قرار دئے گئے ہیں۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ۔ "خدا جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے۔ اور جس کو جس کام کے لئے چاہتا ہے چُن لیتا اور پسند فرماتا ہے" وَهُوَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔

آیات سورۂ حج جس میں ان شہداء علی الناس کی بارہ صفتیں مذکور ہیں۔ اور جو خاص ذریتِ ابراہیمؑ و امتِ مسلمہ ہیں۔ ان میں اگر ہر ہر صفت میں غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ اوصاف غیر از ذریتِ ابراہیمؑ و عترتِ خاتم النبیینؐ اہلبیتِ نبوت و رسالت کسی میں پائے ہی نہیں جاتے۔ منجملہ ان اوصاف کے ایک وصف "اجتباء" ہے۔ اور متدبرین قرآن واقف ہیں۔ کہ لفظ "اجتباء" اخص برگزیدگان خدا و انبیاء مخصوصین پر

بولا جاتا ہے۔ اور تمام انبیاءؑ پر بھی اس عظیم الشان لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور سارے انبیاء مصطفےٰ مجتبےٰ نہیں ہیں۔ لفظ اصطفاء انبیاء وغیر انبیاء و ملائکہ وغیر ملائکہ کے لئے قرآن میں استعمال کیا گیا ہے۔ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ "اللہ ملائکہ میں سے کچھ رسول انتخاب کرتا ہے۔ اور کچھ انسانوں میں سے" پس بعض ملائکہ مصطفےٰ ہیں۔ اور بعض انبیاءؑ۔ وَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ "اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ وآل عمرانؑ کو تمام عالم میں مصطفےٰ بنایا اور انتخاب کیا ہے۔ جو ذریت یک دیگر ہیں۔ اور اللہ سب باتوں کا جاننے والا اور سننے والا ہے" پس اس میں بندگان مصطفےٰ انبیاء و ذریت انبیاء ہیں۔ وَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ "اللہ نے طالوت کو مصطفےٰ بنایا اور اس کو منتخب کیا ہے۔ اور علم و جسم میں زیادتی عطا فرمائی ہے" یہاں غیر نبی کو بھی مصطفےٰ کہا گیا ہے۔ مگر یہ ضرور ہے۔ کہ یہ لفظ عوام کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ بطور خاص برگزیدگان خدا ہی کے لئے ہے۔ اگرچہ نبی ہوں یا غیر نبی۔ لیکن اجتباء کا اطلاق خاص خاص انبیاء پر ہوا ہے۔ کما قَالَ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (آل عمران) "اللہ ایسا نہیں ہے کہ وہ تم سب کو غیبت پر مطلع کرے اور اس کا علم دے دے لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے اس کے لئے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے" اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سارے رسول مجتبےٰ نہیں ہیں۔ بلکہ رسولوں میں سے خاص خاص مجتبےٰ ہیں۔ جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے لئے آیا ہے۔ کَذٰلِکَ یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ اسی طرح سے تیرا پروردگار۔ تجھے چن لے گا۔ اور مجتبےٰ بنائے گا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے لئے فرماتا ہے۔ اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ حَنِیْفًا وَلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ شَاکِرًا لِّاَنْعُمِہٖ اِجْتَبٰہُ وَھَدٰہُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ "تحقیق کہ ابراہیمؑ خدا کے فرمانبردار اور حق کی طرف مائل رہنے والے بندے تھے۔ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔ وہ شکر گزار تھے۔ نعمات الٰہی کے۔ اللہ نے ان کو چنا اور مجتبےٰ بنایا۔ اور صراط مستقیم کی ہدایت کی" اور حضرت یونسؑ کے لئے فرمایا ہے۔ فَاجْتَبٰہُ رَبُّہٗ فَجَعَلَہٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ "خدا نے ان کو مجتبےٰ کیا اور صالحین میں سے بنا دیا"۔

اور سورۂ انعام میں خداوند عالم حضرت ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ۔ نوحؑ و داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ ایوبؑ و یوسفؑ۔ موسےٰؑ و ہارونؑ۔ زکریاؑ۔ یحیےٰؑ و عیسےٰؑ و اسمٰعیلؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ "اور ان کو چنا ہے۔ اور سیدھے راستے کی ہدایت کی ہے۔ اور یہی خدائی ہدایت ہے۔ جس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے راہ نمائی کرتا ہے" اسی طرح سورۂ مریم میں انبیاء ذریت انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے

فرماتا ہے۔ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا الخ یہ ان میں سے ہیں۔ جن کو ہم نے ہدایت کی ہے۔ اور مجتبٰے بنایا ہے۔

غرض کلام حمید مجید میں تامل و تدبر کرنے سے معلوم ہے۔ کہ اجتباء غیر انبیاء و خاص ذریت انبیاء اور کسی کے لئے ہرگز نہیں بولا گیا۔ اور انبیاء میں سے بھی مخصوصین کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں سورۂ حج میں ان شہداء و ذریت ابراہیمؑ کے لئے وہی لفظ اجتبٰے استعمال کیا گیا ہے۔ جو انبیاء مخصوصین و حضرت ابراہیمؑ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح سے ان کو مجتبٰے کہا گیا ہُوَ اجْتَبٰكُمْ پس جب یہ ایسے برگزیدہ و مجتبٰے ہیں۔ اور مرتبۂ نبوت میں شامل و داخل ہیں۔ تو کیوں کر یہ تمام امت محمدی ہو سکتے ہیں۔ یہ مرتبہ و مقام مخصوص ہے ذریت ابراہیمؑ و حضرت خاتم النبیین کے لئے۔ اور یہ مجتبٰے بندے وہ امت مسلمہ باسلام نبوتی ابراہیمیؑ ہیں۔ جن کا ایک فرد پیغمبر ہے۔ اور دوسرا علیؑ ابن ابی طالب۔ اور آخر مہدی آخر الزمانؑ پس یہی نفوس قدسیہ امت وسط و واسطۂ فیضان الٰہی و مظہر رحمت خداوندی ہیں۔ اور بنص آیات وجود اس امت وسط اور واسطۂ فیض کا زمانہ میں ضروری ہے۔ جب تک خدا ہے۔ اور خدا کا فیض اس عالم میں جاری ہے۔ یہ امت وسط بھی موجود ہے۔ اور چونکہ بارھواں اور آخری فرد اس امت وسط کا مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ لہٰذا بعد اپنے آباؤ اجداد و دوازدہ امامؑ کے وہی واسطۂ فیض و مظہر رحمت ہے۔ اور وہ ضرور اس وقت زندہ و موجود ہے اور اسی کے وسیلے سے فیوضات الٰہیہ و رحمات قدسیہ ہم پر نازل ہوتی ہیں۔ ہر گز زمانہ اس وجود مقدس سے خالی نہیں۔ یہ اٹھارھویں دلیل ہے وجود امام زمان مہدیؑ امت پر کہ واسطۂ فیض الٰہی ہمیشہ زمانہ میں موجود ہے۔ اور وہ غیر از محمد بن الحسن العسکریؑ اور کوئی نہیں۔ وہو المدعا۔

انیسویں دلیل

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد)

یعنی اے پیغمبر سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ تو منذر ہے۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ نذیر و منذر رسولؐ کی امت ہے۔ اور اسی نام سے انبیاءؑ ہی پکارے جاتے ہیں۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ۔ اللہ نے انبیاءؑ کو بھیجا۔ جو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تھے۔ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ۔ وہ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسولؐ تھے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ۔ ہم نے ان میں ڈرانے والے رسولوں کو بھیجا۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ۔ اے پیغمبر کہدو۔ کہ میں ڈرانے والا ہوں۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ اور کوئی امت نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں ایک نذیر گزرا ہے۔ قُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ۔ اے پیغمبر کہدو۔ کہ میں ہی نذیر مبین ہوں۔ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ اور بس میں ہی نذیر مبین ہوں۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (احزاب) اے نبیؐ ہم نے تجھے شاہد و بشیر و نذیر اور داعی الی الحق اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔" پس اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ پیغمبرؐ منذر و نذیر ہے۔ لیکن لفظ "انما" سے ظاہر و ثابت ہے۔ کہ نذارت آنحضرتؐ پر ختم ہے۔ اور آپ کے بعد کوئی اور نذیر نہیں ہے۔ اور یہی خاتم النبیین کے لفظ سے ثابت ہے۔ اور اسی واسطے آخر جزو آیہ میں یہ ارشاد ہوا ہے "وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" یعنی اے پیغمبرؐ تم نذیر ہو۔ اور تمہارے بعد کوئی اور نذیر نہیں آئے گا اور کوئی نئی شریعت اور نئی کتاب نازل نہ ہوگی۔ اور بعد تمہارے ہر ایک قوم اور ہر زمانے میں ایک ہادی ہوگا۔ جو اسی شریعت و دین و کتاب سے ہدایت کرے گا۔ اور اسی دین اور کتاب و شریعت کی طرف بلائے گا۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ بعد پیغمبر خاتم النبیینؐ ہر قوم اور ہر زمانے میں ایک ہادی کا وجود ضروری ہے۔ کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور اسی بنا پر ہمارا زمانہ اور یہ قوم بھی ہرگز ہادی سے خالی نہیں۔ کیونکہ اگر زمانہ ہادی سے خالی ہو تو علاوہ اغراء بالشر و اغراء بالجہل و ظلم صریح و تکذیب آیۂ مجیدہ لازم آئے گی۔ جس کا صاف و صریح مفہوم نہیں بلکہ منطوق یہی ہے۔ کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ضروری ہے۔ اور کوئی زمانہ ہادی سے خالی نہیں ہو سکتا۔ بنا بریں اب صرف یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ بعد آنحضرتؐ ہادی کون ہے اور اس وقت کون ہادی ہے۔ اور اس کے لئے اوّل اوصاف ہادی کے جاننے اور معلوم کرنے کی ضرورت ہے کلام حمید مجید کی بہت سی آیات اوصاف ہادی کو بیان کرتی ہیں۔ منجملہ ان کے نہایت صریح الدلالۃ آیت یہ ہے۔ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (یونس) ترجمہ: "آیا کیا وہ شخص جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے اس بات کا مستحق و سزاوار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے؟ یا وہ شخص کہ جو بلا دوسرے کے ہدایت کئے ہدایت نہیں پاتا اور اپنے ہدایت یافتہ و مہتدی ہونے میں دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسا کہتے ہو۔ اور غیر ہدایت یافتہ کو ہادی بناتے ہو۔ اور اس کی پیروی کرتے ہو۔"

اس آیۂ مبارکہ سے بکمال وضاحت ثابت ہے۔ کہ ہادی جس کی پیروی و اتباع تمام دوسرے لوگوں پر واجب ہے اور وہ سب کی راہ نمائی کرتا ہے وہ شخص ہونا چاہیئے۔ کہ جو خود ہدایت یافتہ ہو۔ اور اپنے ہدایت پانے میں خود دوسروں کی ہدایت کا محتاج نہ ہو اور "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار" کا مضمون صادق نہ آئے۔ اور ایسا شخص جو کسی دوسرے کی ہدایت کا محتاج نہ ہو۔ وہی ہو سکتا ہے۔ جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ اور مؤید من اللہ ہو۔ اور شکم مادر سے ایسا ہی پیدا ہوا ہو۔ ورنہ اگر وہ بھی کسی دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے۔ تو تسلسل محال لازم آئے گا اور "گوسے کی عصاکش کور دیگر بود" صادق۔ پس

معلوم ہوا کہ ہادی وہ ہو سکتا ہے۔ جو منجانب اللہ بلاواسطہ غیر ہدایت یافتہ ہو۔ اور کسی امر میں ان کی راہ نمائی کا محتاج نہ ہو۔ جن کا ہادی مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہیں سے علماء اسلام نے یہ استنباط کیا ہے کہ "امام وہ ہے۔ جو کسی امر میں محتاج رعیت و ماموبین نہ ہو" اور اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔ اب تحقیق کرنا چاہئیے۔ کہ بعد پیغمبرؐ ایسا شخص کون ہے۔ اور نیز یہ کہ ہدایات الہی میں سے وہ کون سی ہدایت ہے۔ جو اس ہادی سے مخصوص ہے۔ اور وہی معیار ہادیت ہے۔ کیونکہ بظاہر تو ہر ایک شخص کو خدا ہی ہدایت کرتا ہے۔ اور خدا ہی کی ہدایت ہدایت ہے "اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى" اور جس کو خدا ہدایت نہ کرے۔ اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا "وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ" جس کو خدا گمراہ کرے اس کا کوئی ہادی نہیں "وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ" اور آیہ ذیل سے ثابت ہے۔ کہ خدا نے ہر ایک شخص کو اور ہر ایک شے کو ہدایت کی ہے۔ "رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (طٰہ) ہمارا پروردگار وہ ہے۔ کہ جس نے ہر ایک شے کو اس کی مناسب خلقت عطا کی ہے۔ اور پھر ہدایت کی ہے۔ پس کوئی شے ہدایت خدائی سے خالی نہیں۔ کلام حمید مجید میں تفقہ کرنے سے منکشف ہوتا ہے کہ ہدایت الہی چند قسم کی ہے۔ مثلاً اول ہدایتِ فطری خلقی ہے۔ جیسا کہ اسی آیہ مذکورۃ الصدر اور نیز "وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى" (جس نے کہ مقدر کیا اور ہدایت کی) سے ظاہر ہے۔ کہ یہ ہدایت ہدایتِ خلقی فطری ہے۔ اور یہ تقدیر تقدیر خلقی۔ اور کوئی شے اس ہدایت سے خالی نہیں۔ یعنی خدا نے ہر ایک شے میں ایک ایسا جوہر ملکوتی رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بالفطرۃ اپنے خالق و صانع کو پہچانتی اور فطرۃ اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض اوقات بعض افراد میں موانع خارجیہ یعنی ہوا جس طبعیہ و وساوس العادات اور نوامیس الامثال اس کے ظہور و بروز سے مانع ہوں۔ مگر اصل فطرت انسان میں ضرور موجود ہے۔ اور اگر انسان میں یہ جوہر نہ ہوتا۔ اور یہ استعداد اس میں رکھی جاتی ہے۔ تو ہر گز خارج سے ہدایت کو قبول نہ کر سکتا تھا۔ اور خالق و صانع کو نہ پہچانتا۔ کیونکہ تاثیر خارجی کے لئے تاثر وانفعال و استعداد داخلی شرط ہے۔ اور اسی ہدایت فطری خلقی کو ہدایت بالعقل کہتے ہیں۔ اور اگر یہ ہدایت من جانب اللہ نہ ہوتی۔ تو کوئی نبی یا رسول اس کو ہدایت نہ کر سکتا۔ "وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ"

دوم ہدایت بالنبی ہے۔ کما قال عزوجل "فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" یعنی بعد ہبوط آدمؑ و شیطان لعین تمام بنی آدم و بنی جان وغیرہم کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے۔ تو جو تم میں سے اس کی پیروی کرے گا اس پر کوئی خوف اور رنج نہ ہوگا۔ (بقرع ہم) یہ ہدایت ہدایتِ پیغمبری ہے۔ اور اتباع پیغمبرؐ واجب۔ اور

روزِ قیامت وہی رستگار اور بے خوف ہے۔ جو تبع پیغمبر ہو۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ یہاں پیغمبر کے لئے خدا نے ہدایت (ھُدًى) فرمایا ہے۔ ہادی نہیں کہا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ نفس وجود پیغمبر ہدایت مجسم ہے۔ ان کے اقوال ہدایت ہیں۔ ان کے افعال و اعمال ہدایت ہیں۔ ان کے اخلاق ہدایت ہیں۔ اور ان کا خود وجود ہدایت و حجت اللہ و برہان توحید و مظہر اوصاف الٰہی ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ نبی ہادی من اللہ و الی اللہ ہے۔

سوم ہدایت ہدایت توفیقی ہے۔ یعنی جس وقت انسان بہ ہدایت عقل نبی کی معرفت حاصل کر کے بحکمِ خدا اس کا اتباع کرتا ہے۔ اور کسی کام میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور اس کے قدم بقدم چلتا ہے۔ تو خدا توفیقاتِ خیر اس کے لئے زیادہ کرتا اور در ہائے نور کھول دیتا ہے۔ دل میں نور پیدا ہونے لگتا ہے۔ سینہ کھل جاتا ہے۔ اور نفس مقام اطمینان میں پہنچنے لگتا ہے۔ کما قال عزّ وجلّ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ دعنکبوت ع "جو لوگ ہماری راہ میں سعی کرتے ہیں۔ ہم ضرور ان کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔ اور راہ دکھلا دیتے ہیں۔ بیشک اللہ نکوکاروں کے ساتھ ہے"۔ وقال وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى دقتال ع "اور جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اور ہدایت کر لیتے ہیں اللہ ان کی ہدایت کو اور بڑھا دیتا ہے"۔ اور یہ ہدایت توفیقی ہے۔ اور اس کے درجات بیشمار ہیں۔ جو شخص جس قدر راہِ خدا میں ساعی ہے۔ اور اتباعِ پیغمبر میں کوشاں۔ اُسی قدر اس کی توفیقات زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اور ابواب نور علم کھلتے جاتے ہیں۔ اور اسرار معارف منکشف ہوتے ہیں۔ اور یہ ہدایت موقوف ہے اتباعِ پیغمبر پر۔ بلا اس کے ممکن نہیں۔

چہارم ہدایت ایلٰے صراط مستقیم ہے۔ جس کے لئے ہم سب ہر روز دعا کرتے ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ گویا یہ عام انسانوں کے لئے منتہائے توفیقاتِ الٰہی و عنایاتِ الٰہیہ ہے۔ اور گویا اثر و نتیجہ ہدایت ثالثہ یعنی ہدایتِ توفیقی وصول بصراط مستقیم ہے۔ اور چاروں ہدایتیں مسلسل ہیں۔ یعنی اگر پہلی ہدایت ہے۔ تو دوسری مفید ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ اگر کوئی بچہ بالفطرۃ مجنون یا ناقص الخلقت پیدا ہوا ہو۔ تو ہدایتِ پیغمبری اس کے لئے ہرگز مفید نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر دوسری ہدایت نہ ہو۔ تو تیسری نصیب نہیں۔ یعنی توفیق الٰہی اتباعِ ہدایت دوم یعنی پیروی رسول پر موقوف ہے اور اسی طرح اگر تیسری یا تینوں ہدایات مفقود ہوں۔ چوتھی یقیناً مفقود ہو گی۔ اور ہرگز ایسا شخص۔ جو غیر عاقل ہو۔ یا تبع رسولؐ نہ ہو یا بوجہ معاصی و عدم اصلاح اعمال موردِ توفیق الٰہی نہ ہو اصل صراط مستقیم پر نہیں پہنچ سکتا۔ اور صراطِ مستقیم پر پہنچنا ہی انسان کی ہدایت کا مقصد اعلےٰ ہے۔ کیونکہ صراط مستقیم پر پہنچنا۔ گویا

خداوند عالم سے اتصال و قربِ منزلتی حاصل کر لیتا ہے۔ اس لئے کہ خدا صراطِ مستقیم پر ہے۔ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ "کوئی متحرک ذی روح نہیں ہے مگر یہ کہ خدا اس کی پیشانی پکڑے ہوئے ہے۔ اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور اسی کی طرف جا رہا ہے۔ بیشک میرا خدا صراطِ مستقیم پر ہے۔" پس انسان بہ ہدایاتِ الٰہی و توفیقاتِ خداوندی و بسیر و سلوکِ سبیلِ ہوئی و عملِ صالحات صراطِ مستقیم پر پہنچتا ہے۔ لیکن اوّل آیہ سورۂ یٰسٓ سے معلوم ہے۔ کہ پیغمبر خاتم النبیینؐ اوّل ہی سے صراطِ مستقیم پر ہے۔ نہ یہ کہ یہ مراتب مذکورہ طے کرنے کے بعد صراطِ مستقیم پر پہنچا ہے يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ "اے یٰسٓ احمدؐ! قسم ہے قرآن کریم کی۔ بیشک تو مرسلین میں سے صراطِ مستقیم پر ہے۔" پس اوّل بالذات صراطِ مستقیم پر واجب الوجود رب العالمین ہے۔ اور ثانیاً و بالعرض ممکن واجب التحلو حضرت خاتم النبیینؐ رحمۃ للعالمین صراطِ مستقیم پر ہے۔ اور اسی لئے کوئی بلا واسطہ و وسیلہ حضرت خاتم النبیینؐ صراطِ مستقیم پر نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ نبی ہو یا غیر نبی۔ اور شرائع انبیاء سابقینؑ وہ سبیل اللہ ہیں۔ جو اس صراطِ مستقیم تک منتہی ہوتی ہیں۔ اور صراطِ نبوی متصل ہے صراطِ الٰہی سے وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (اٰل عمران ع۱۱) "اور کیونکر تم خدا کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ اس کی آیات تم پر پڑھی جاتی ہیں۔ اور تم میں اس کا رسولؐ موجود ہے۔ اور جو شخص خدا سے وابستہ ہو جائے اور اس کو مضبوط پکڑے۔ وہ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا۔" وَهُوَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؁

اس بیانِ سابقہ سے بخوبی واضح ہو گیا۔ کہ ان ہدایاتِ رابعہ میں ایک ہدایت ہدایتِ رسولؐ ہے۔ اور بعد خدا وہی ہادی خلق ہے۔ اور باقی دو کو ہدایات اس کی اتباع پر مبنی و موقوف ہیں۔ اور چونکہ وہ ہادی ہے۔ تو وہ خود اس ہادی ثانوی کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ضرور اس امر میں تمام دوسرے انسانوں سے خارج ہے۔ جو دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہو تو وہ ہادی ہی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ ہدایت الٰہی جو ہادیانِ دینؑ اور انبیاءؑ سے مخصوص ہے وہ کونسی ہے؟ پس وہ ہدایت جو مخصوص ہے۔ انبیاءؑ و ہادیانِ دین سے یہ ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ "اور اے ہمارے حبیبؐ اسی طرح ہم نے تجھ کو ایک روح اپنے عالمِ امر سے عطا کی ہے۔ تو خود نہیں جانتا تھا کہ حقیقتِ کتاب کیا ہے اور حقیقتِ ایمان کیا۔ لیکن ہم نے اس روح کو جو تجھے عطا کی ہے نور بنا دیا ہے۔ اور اس نور کے ذریعہ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ہدایت کرتے ہیں۔ اور بیشک تو ہی صراطِ مستقیم کی

طرف راہ نمائی کرتا ہے" یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ ہدایت پیغمبر اس روح نورانی سے ہے۔ اور یہ روح وہی روح اور نور ہے۔ جس کی بابت آنحضرتؐ نے خود فرمایا ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ "سب سے پہلی جو چیز خدا نے خلق کی۔ وہ میری روح اور میرا نور ہے" اور یہ ہدایت بندگان خاص یعنی انبیاء سے مخصوص ہے۔ اور تذکرۃ الائمہ سے ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کو اسی طرح ایک روح نورانی سے ہدایت کی جاتی ہے۔ اللہ جب ان کو وہ روح عطا کر دی جاتی ہے۔ اور وہ عالم و ہدایت یافتہ ہو جاتے ہیں۔ پھر کسی اور ہدایت اور ہادی کے محتاج نہیں رہتے۔ اور باقی تینوں ہدایات اس ہدایت روح نورانی کے تحت میں ہیں اور تمام توفیقات و عنایات و رحمات الٰہیہ اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی روح نورانی پاک کو روح قدس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ خاص انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے خدا فرماتا ہے۔ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ "اور ان سب کی اپنی ایک روح خاص سے تائید کی ہے" یہی روح انبیاء سے مخصوص ہے یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ خدا اپنے امر سے ایک روح اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے (جس کو نبی بناتا ہے) عطا کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ اس روح کے ذریعہ سے ہدایت کرے۔ اور روزِ قیامت سے لوگوں کو ڈرائے" اور ہدایت حضرت آدمؑ و علم حضرت آدمؑ اسی روح سے تھا۔ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا۔

"لہٰذا انبیاء محتاج ہادی خارجی نہیں ہیں۔ خدا کی طرف سے بالفطرۃ اس روح نورانی کے ذریعہ ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ پس ہادی وہی ہو سکتا ہے۔ کہ جو یہ روح نورانی رکھتا ہو۔ بلا اس کے ہرگز ہادی نہیں ہو سکتا۔ بلا اس کے ہدایت غیر سے بے پروا نہیں ہو سکتا۔ من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہادی وہی ہے۔ جس کی اس روح سے ہدایت کی گئی ہو۔ اور یہ روح ہرگز فرشتہ نہیں ہے۔ ملک اور شے ہے اور روح اور شے۔ اور خدا صاف فرماتا ہے۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ وَالرُّوْحَ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ "خدا نازل کرتا ہے ملائکہ کو ساتھ روح کے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے" روح اور فرشتہ دو چیزیں ہیں۔ اور با نزال ملائکہ و القاء روح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ فافہم و تدبر۔

بہر نہج ہادی کے لئے صاحب روح قدس ہونا ضروری ہوا۔ اور نیز یہ کہ علم لدنی رکھتا ہو۔ کیونکہ ہدایت بلا علم غیر معقول ہے۔ اور مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ جب تک یہ روح نہ تھی علم کتاب نہ تھا۔ اور اس نور کے عطا ہوتے ہی علم کتاب حاصل ہو گیا۔ گویا روح نورانی اور علم کتاب ساتھ ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں یہ روح ہے۔ اور جب سے یہ روح ہے۔ علم کتاب و حقیقت کتاب بھی موجود ہے۔ اور جہاں حقیقت کتاب و علم کتاب ہے۔ یہ روح بھی موجود ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ ہادی

علم اپنے وجود کے ساتھ رکھتا ہے۔ اور صاحب علم لدنی و موہبتی ہے۔ بلکہ یوں کہئے۔ کہ وہ روح نورانی عین علم ہے۔ اور علم حقیقی غیر از نور اور کوئی شے نہیں ہے۔ اَلْعِلْمُ نُوْرٌ یَقْذِفُہُ اللّٰہُ فِیْ قَلْبِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ علم ایک نور ہے جس کو اللہ جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔

بنا بریں معیار ہادی روح قدس و علم لدنی موہبتی وجودی ہوا۔ اللہ اسی پر معلوم کرنا بہت آسان ہے کہ بعد ہادی السبل و خاتم الرسل و منذر کل ہادی لے الحق و راہ نمائے مطلق کون ہے۔ یعنی وہ شخص ہادی امت محمدی ہے۔ جو صاحب روح نورانی اور علم لدنی موہبتی وجودی ہو۔ یعنی وجود کے ساتھ علم لے کر آیا ہو۔ یا یوں کہئے۔ کہ بعد پیغمبر ہادی الی الحق والا صراط مستقیم وہ ہے۔ جس کی نورانیت متصل بنورانیت محمدی روحانیت متصل بروحانیت نبوی علم متصل بعلم پیغمبری اور اس کی راہ اس کی صراط منتہی بصراط خاتمی۔ تاکہ وہ متصل بصراط الٰہی ہو۔ اور امت محمدی میں اس صفت سے متصف غیر از جزو نور محمدی علیؑ و اجزاء نور یہ علیؑ اور کوئی نہیں۔ قال سبحانہ و تعالیٰ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلِیٌّ مُسْتَقِیْمٌ "یہ علیؑ کا سیدھا راستہ ہے" صراط مستقیم علوی متصل و منتہی بصراط نبوی ہے۔ اور وہ ہادی الیٰ صراط اللہ۔ کما قال عز و جل اِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اَلَآ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ۔ "اے ہمارے حبیب بیشک تو ہی صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرنے والا ہے۔ اس اللہ کی صراط کی طرف جو کل زمین و آسمان و ما فیہا کا مالک ہے۔ آگاہ رہو۔ کہ تمام امور اسی کی طرف رجوع کرتے اور منتہی ہوتے ہیں" یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ معیار ہادیت غیر از عترت رسولؐ علیؑ و اولاد علیؑ اور کسی میں نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ نور علیؑ نور محمدی ہے۔ کما قال صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ نُّوْرٍ وَّاحِدٍ "میں اور علیؑ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں" و قال خُلِقْتُ اَنَا وَ اَھْلُ بَیْتِیْ مِنْ نُّوْرٍ وَّاحِدٍ "میں اور میرے اہلبیتؑ ایک ہی نور سے خلق ہوئے ہیں" اور روح علوی و علم علوی روح و علم محمدی ہے۔ کیوں کہ ثابت کر چکے ہیں کہ علم کتاب خواہ اس سے حقیقت قرآن مراد ہو یا مطلق جنس کتاب روح محمدی کو لازم ہے۔ اور کتاب کو یہ روح و نورانیت اور کتاب محمدی بوراثت ذریت رسولؐ کے افراد مصطفےٰ کو پہنچی ہے۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا "پھر ہم نے وارث بنایا ہے۔ کتاب کا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا ہے۔ اور آیۂ مجیدہ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ " سے ثابت ہے۔ کہ مصطفےٰ صرف ذریت انبیاء ہے۔ بخصوصاً ذریت ابراہیمؑ۔ اور نیز فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَالْکِتٰبَ "ہم نے ذریت ابراہیمؑ میں نبوت و کتاب کو قرار دے دیا ہے" پس بجعل الٰہی نبوت و کتاب ذریت ابراہیمؑ میں

باقی ہے۔ لیکن ذریتِ اسمٰعیلؑ میں نبوت حضرت خاتم النبیینؐ پر ختم ہو گئی۔ اور اسی طرح کتاب بھی بایں معنی۔ کہ قرآن کے بعد اور کوئی نئی کتاب الٰہی نہ ہو گی بلکہ وراثت کتاب یعنی علم کتاب بطور وراثت ذریتِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے افرادِ مصطفےٰ میں باقی ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اس امت میں ذریت مصطفےٰ از ابراہیمؑ عترت و ذریتِ رسولؐ اور ائمہؑ اثنا عشر ہیں۔ یعنی علیؑ و اولادِ علیؑ۔ بلکہ نہ مصطفےٰ بلکہ مثل حضرت ابراہیمؑ سب کے سب مجتبےٰ ہیں۔ وہ خاص بندگان مرتضےٰ ہیں۔ لہٰذا وہی وارثِ کتاب محمدی اور درِ رعایتِ نبوی و ذوراثت پیغمبری ہیں۔

احمد بن حنبل، عبداللہ بن حمید اور مسلم زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ "اللہ نے اولادِ اسمٰعیلؑ میں سے کنانہ کو منتخب کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو۔ قریش میں سے بنی ہاشم کو مصطفےٰ بنایا۔ اور بنی ہاشم میں سب سے مصطفےٰ میں محمد مصطفےٰ ہوں۔" اور مسلم و ترمذی نے ان سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ ذُرِّیَّۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِیْ صُلْبِہٖ وَجَعَلَ ذُرِّیَّتِیْ فِیْ صُلْبِ عَلِیٍّ۔ یعنی "اللہ تعالےٰ نے ہر ایک نبیؐ کی ذریت کو اس کے صلب سے قرار دیا۔ اور میری ذریت کو صلب علیؑ سے قرار دیا۔" قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَحْنُ اُوْرِثْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ فِیْہِ مَا تُسَیَّرُ بِہِ الْجِبَالُ وَقُطِّعَتْ بِہِ الْبُلْدَانُ وَیُحْیٰی بِہِ الْمَوْتٰی وَنَعْرِفُ بِہِ الْمَآءَ وَاُوْرِثْنَا ھٰذَا الْکِتَابَ فِیْہِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ "ہم ہی وارث ہوئے ہیں اس قرآن کے جس میں وہ آیات ہیں۔ جن سے پہاڑ چل نکلیں۔ منازل بلاد قطع ہو جائیں مُردے زندہ ہو جائیں۔ اور ہم اس سے پانی کو پہچانتے ہیں (جس کو سلیمانؑ نہ پہچانتے تھے۔ اور پرند خبر دیتے تھے)۔ اور ہم ہی اس کتاب کے وارث ہیں۔ جس میں ہر شے کا بیان موجود ہے۔" بہرکیف مصطفےٰ ذریتِ انبیاءؑ ہیں۔ اور اسی طرح ذریتِ خاتم الانبیاءؐ اور ذریتِ رسول اللہ ذریتِ فاطمہؑ اولادِ علیؑ ہے۔ اور کلامِ حمید مجید میں بھی لڑکی کی اولاد کو ذریت کہا گیا ہے۔ کَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَوَھَبْنَا لَہٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ کُلًّا ھَدَیْنَا وَنُوْحًا ھَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَھٰرُوْنَ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَزَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ وَمِنْ اٰبَآئِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَاِخْوَانِھِمْ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ

ان آیاتِ مبارکہ میں حضرت عیسےٰؑ کو ذریتِ انبیاءؑ میں شامل کیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرتؑ بلا باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اور باپ کے سلسلے سے انبیاءؑ کی ذریت میں داخل نہیں ہیں۔ لیکن حضرت مریمؑ اولادِ انبیاءؑ

ہیں ہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ذریت کا لفظ عام ہے۔ اور شامل ہے انسان کی اس اولاد و نسل کو بھی جو لڑکی سے چلے۔ اور کلام حمید مجید میں ہر جگہ ایسے موقعوں پر ذریت ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ بنا بریں اولاد حضرت فاطمۂ بنص قرآن ذریتِ رسول ہے۔ اور یہی بندگان مصطفٰے و مجتبٰے ہیں۔ جو وارث کتاب پیغمبریؐ و روحانیت و نورانیت محمدی ہیں۔ اور ان کی صراط متصل بصراط نبویؐ اور یہ ضرور ملحق بہ نبیؐ ہیں۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ (طور)

یعنی خدا فرماتا ہے: اور جو لوگ ایمان لائے ہیں۔ اور ان کی ذریت نے ایمان میں ان کا اتباع کیا ہے۔ تو ہم ان کے ساتھ ان کی ذریت کو ملا دیں گے اور ملحق کر دیں گے۔ اور ان کے عملوں میں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔ جبکہ عام مومنین کی ذریت کا یہ حال ہے۔ کہ وہ ان کے ساتھ بشرط اتباع ایمانی ملحق ہوگی۔ تو ذریتِ رسولؐ جو اسی نور محمدیؐ کا جزو ہے۔ جو وارث علم نبی ہے۔ جو مثل رسولؐ امت مسلمہ ہے۔ اور مجتبٰے و مصطفٰے ہے اور روحانیت و نورانیت میں شریک ہے۔ وہ کیوں کر رسولؐ سے ملحق نہ ہوگی؟ ذریتِ رسولؐ ضرور ملحق برسولؐ ہے۔ اور صراط ذریتِ رسولؐ منتہی بصراط رسولؐ ہے۔ اور جس نے اس ذریتِ رسولؐ کے کسی ایک فرد کا اتباع کر لیا اور دامن پکڑ لیا۔ لابد رسولؐ سے جا ملا۔ اور جب رسولؐ سے جا ملا۔ تو خدا سے جا ملا۔ اور صراطِ مستقیم الٰہی پر پہنچ گیا۔ یہی وہ اصحاب و اوصیاء رسولؐ ہیں جن کی بابت فرمایا ہے بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ ان میں سے جس کا اتباع و اقتدار کر لیا۔ ہدایت پا گئے۔ پس بعد رسولؐ ہادی الی الحق و موصل الی اللہ علیؑ و اولاد علیؑ ہے۔ اور انہی میں معیار ہادیت موجود ہے۔ اور کوئی اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ یعنی والئے روح قدس و روح نورانی بھی یہی ہیں۔ اور جب وارث روح نورانی و روح قدس ہیں۔ اور وہ روح علمی ہے۔ تو ضرور صاحبان علم لدنی و علم وجودی ہوئے۔ اور وراثت کتاب سے ثابت ہے۔ کہ علم کتاب نبی و انہی کے پاس ہے۔ لہٰذا یہی قائم مقام نبیؐ و وارث پیغمبرؐ و بعد نبیؐ ہادیان دین ہوئے۔

علاوہ ازیں ہادی کے لئے جو آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر ہے۔ ضروری ہے۔ کہ تمام مناہی و مناکر و معاصی و مآثم سے پاک و صاف ہو۔ ورنہ اگر خود بھی انہی میں آلودہ ہو۔ تو مقصد ہدایت فوت ہو جائے گا۔ اور غرض پوری نہ ہوگی۔ اس لئے عصمت لازمۂ ہدایت ہے۔ نیز ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ علم کتاب یا حقیقتِ قرآن اس روح قدس سے وابستہ ہے۔ اور وہ حقیقتِ پیغمبری ہے۔ اور قرآن وہ الفاظ مقروءہ ہیں۔ جو زبان مبارک پیغمبرؐ سے نکلے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ انه لقران كريم فی كتاب مكنون لا يمسه الا المطهرون۔ تحقیق کہ یہ قرآن کریم کتاب مکنون میں ہے۔ نہیں مس کرتے اس کو مگر مطہر لوگ۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ کتاب مکنون روح نورانی محمدی یا حقیقتِ نبویہ ہے۔ جو روح نورانی

علمی بلکہ عین علم ہے۔ اور یہ قرآن اسی میں ہے۔ اس کے وارث ہونے اور مس باطنی کرنے اور علی الشہور اس حقیقت نورانیہ علمیہ کے سینہ بسینہ وارثان کتاب تک تطہیر کامل کی ضرورت ہے۔ یعنی تطہیر تکوینی باطنی۔ اور بنص آیہ قرآن مسلم و محقق ہے۔ کہ تطہیر کامل اور تطہیر الٰہی تکوینی غیر از اہلبیت پیغمبر اور کسی کے لئے ثابت نہیں۔ پس وارث کتاب مطہرین و معصومین ہیں۔ اور وہی ہادیان دین و قائم مقام پیغمبر ہیں۔ اور مطہرین اہلبیت پیغمبر ہیں۔ لہذا ہادیان دین اہلبیت پیغمبر علیؑ و اولاد علیؑ ہی ہیں۔ انہی کے لئے معیار ہادیت وجود روح قدس۔ علم لدنی وجودی اور طہارت باطنی و عصمت ثابت ہے۔ لہذا یہی بعد پیغمبرؐ ہادی خلق ہیں۔ اور یہی لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کے مصداق ہیں:

کتاب ذخائر العقبیٰ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اَنَا الْمُنْذِرُ وَعَلِیٌّ الْهَادِیْ وَبِكَ یَا عَلِیُّ یَهْتَدِی الْمُهْتَدُوْنَ۔ میں ڈرانے والا رسولؐ ہوں۔ اور علیؑ ہادی ہے۔ اور اے علیؑ تجھ ہی سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔ اسی مضمون کو ابن عساکر و ابن منجار وغیرہما سے ثعلبی و سیوطی نے نقل کیا ہے۔

ابو ایوب انصاریؓ وغیرہ سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے عمارؓ سے فرمایا۔ اے عمارؓ میرے بعد میری امت میں بہت خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اختلافات پڑیں گے۔ اور آپس میں تلوار چلے گی۔ اے عمارؓ جب تو یہ حال دیکھے۔ تو اس (علیؑ) کے ساتھ رہنا۔ اور اس سے جدا نہ ہونا۔ اگر تمام لوگ ایک وادی کی طرف چلیں۔ اور علیؑ اکیلا ایک وادی کی طرف جائے۔ تو اُدھر ہی جانا جدھر علیؑ جائے۔ اور لوگوں سے علیحدہ ہو جانا۔ یَا عَمَّارُ عَلِیٌّ لَا یَرُدُّكَ عَنْ هُدًی وَلَا یَدُلُّكَ عَلٰی رَدًی یَا عَمَّارُ طَاعَةُ عَلِیٍّ طَاعَتِیْ وَطَاعَتِیْ طَاعَةُ اللّٰهِ۔ یعنی اے عمارؓ علیؑ تجھ کو ہدایت سے نہ موڑے گا۔ اور ہلاکت کی طرف راہ نمائی نہ کرے گا۔ اے عمارؓ علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور میری اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ پس علیؑ کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہوئی۔ پس صراط علیؑ متصل بصراط نبیؐ ہے۔ اور صراط نبی منتہی بصراط الٰہی۔ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

حاکم و ابوالقاسم الحسکانی وغیرہما نے بریدہ الاسلمی سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول خداؐ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا۔ اور علیؑ کا ہاتھ لے کر اپنے سینے پر رکھا۔ اور فرمایا۔ اَنَا الْمُنْذِرُ پھر اپنا ہاتھ علیؑ کے سینے پر رکھا۔ اور فرمایا۔ وَ اَنْتَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ اے علیؑ تو میرے بعد ہر قوم کا ہادی ہے۔ پھر فرمایا۔ اَنْتَ مَنَارُ الْاَنَامِ وَغَایَةُ الْهُدٰی وَاَمِیْرُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ اَشْهَدُ عَلٰی ذٰلِكَ اَنَّكَ كَذٰلِكَ۔ اے

علیؑ تو ہی تمام مخلوق کو بلانے اور دعوت دینے والا اور غایت ہدایت ہے۔ اور تو ہی امیر ہے متقیوں اور نیکوکاروں کا اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ تو بیشک ایسا ہی ہے۔" اس حدیث سے علاوہ اس کے کہ علیؑ ہادی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد تا قیام قیامت ہدایت خلق علیؑ سے وابستہ ہے۔ اور علیؑ ہی ہر قوم کا ہادی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ علیؑ بصورتِ ظاہری ہر زمانے اور ہر قوم میں موجود نہیں ہے۔ پس مطلب یہی ہوا کہ علیؑ یا جزو علیؑ (اولاد) ہر زمانے میں موجود ہوگا۔ اور وہی ہادی ہوگا اپنے زمانہ کا۔ اور ہدایت انہی علیؑ و اولاد علیؑ سے وابستہ ہے۔ ہدایت خانۂ فاطمہؑ سے ہرگز کسی وقت میں خارج نہیں ہو سکتی۔ اور مناقب میں محمد بن مسلم سے مروی ہے۔ کہ صادقؑ آل محمدؐ نے فرمایا۔ کُلُّ اِمَامٍ ھَادٍ لِکُلِّ قَوْمٍ فِی زَمَانِھِمْ یعنی ہر ایک امام ہادی ہے اپنے زمانے کی ہر قوم کا۔ اسی واسطے آیا ہے۔ "یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ" اور باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ میں منذر ہوں۔ اور علیؑ ہادی ہے۔ اور واللہ یہ آیت ہم میں ہمیشہ رہی۔ یعنی ہم اولاد علیؑ میں ہمیشہ ایک امام ہادی رہا ہے۔

اب خوب واضح ہو گیا۔ کہ ہر قوم اور ہر زمانے کے لئے ہادی ضروری ہے۔ اور بعد آنحضرت صلعم ہادی خلق علیؑ و اولاد علیؑ ہے۔ اور اس سے وجود امام ہادی مہدیؑ فرزند علیؑ بن ابی طالبؑ ضروری ہے۔ اور اس سلسلہ ائمہؑ میں اس وقت بجز مہدی آخر الزمانؑ حضرت محمد بن الحسن العسکری اور کوئی ہادی و امام نہیں پس موجودگی مہدیؑ امت ہادی خلق فرزند علیؑ ذریتِ فاطمہؑ عترتِ نبیؐ واجب و ضروری و لازمی ہے۔ دنیا ہرگز اس سے خالی نہیں ہے۔ وہ ضرور زندہ و موجود ہے۔ یہ انیسویں دلیل ہے وجود امامؑ پر کہ ہادی خلق موجود ہے۔ دنیا اس سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ مہدی آخر الزمانؑ ہی ہے۔ وَھُوَ الْمَقْصُوْد۔

بیسویں دلیل

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ "اور اللہ دعوت دیتا اور دار السلام کی طرف بلاتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی راہ نمائی کرتا ہے۔" بلا شک و شبہ خداوند عالم ہی اول داعی الی الحق ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں۔ کہ دعوت خدا دو قسم پر ہے۔ ایک دعوتِ فطری فعلی مثل ہدایت بالعقل و بالآیات۔ سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِھِمْ "ہم ہمیشہ اپنی نشانیاں اطراف و آفاق عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھلاتے ہیں۔" دوم دعوتِ قولی ہے۔ اور وہ بذریعہ انبیاءؑ ہے۔ اور انبیاءؑ جو دعوت دیتے ہیں۔ از جانب اللہ و بجانب خدا و دار السلام دیتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے ہیں۔ ہر امر میں امر الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔ اور بامر خدا باذن خدا و بہ تعلیم خدا دار السلام اور صراط مستقیم کی طرف لوگوں کی راہ نمائی فرماتے ہیں۔ کَمَا اَخْبَرَ عَنْھُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَوَھَبْنَا لَہٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَۃً

وکلا جعلنا صالحین وجعلنٰھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام
الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وکانوا لنا عابدین (انبیاء ع) ترجمہ چند مرتبہ ہو چکا ہے۔ "یھدون بامرنا"
سے ظاہر ہے۔ کہ انبیاء اور یہ ائمہ خلق امر الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔ اور اسی کے حکم سے اور حکم کے مطابق
راہ نمائی کرتے ہیں۔ و قال وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا (سجدہ ع ۳) "ہم نے
ان میں سے امام بنائے ہیں۔ جب کہ ان سے صبر ثابت ہوا۔ اور وہ ہمارے ہی امر سے ہدایت کرتے ہیں۔" اور
اس سے واضح ہے۔ کہ گویا دوسرا داعی اہل الحق والے اللہ پیغمبر ہے۔ اور جملہ پیغمبر داعیان حق ہیں۔ اور یہ دعوت
آنحضرتؐ پر ختم ہو جاتی ہے۔ اور حضرتؐ ختمی مرتبت آخری پیغمبر داعی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایھا النبی
انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔" اور یہی
داعی مطلق ہیں۔ کیونکہ جملہ عوالم پر مبعوث ہیں تبارک الذی نزل الفرقان لیکون للعالمین نذیرا
اور معلوم ہے۔ کہ جب داعی مطلق و داعی جمیع عوالم پیغمبر آ چکا۔ تو پھر کوئی پیغمبر نہ آئے گا۔ لیکن غور طلب یہ ہے
کہ آیا دعوت پیغمبری آپ کی ذات مبارک کے ساتھ ختم ہو گئی یا نہیں؟ اگر ایسا ہے۔ کہ دعوت اہل الحق
بھی آپ کے انتقال ظاہری کے بعد ختم ہو گئی۔ تو اس وقت سے اس وقت تک کا تمام زمانہ دعوت حق سے
خالی ہو گا۔ حالانکہ جو ضرورت داعی بلحاظ احتیاج انسان اس وقت تھی اب بھی ہے۔ پس ناممکن ہے۔ کہ
سلسلہ دعوت منقطع ہو۔ بیشک پیغمبری آنحضرتؐ پر ختم ہو گئی۔ اب کوئی نیا پیغمبر اور نئی کتاب نہیں آئے گی۔
لیکن وہ شریعت اور یہ دین اور یہ کتاب قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے۔ لہٰذا ضرور ہے۔ کہ کوئی داعی
لئے دین محمدؐ و دین الاسلام باقی رہے۔ ورنہ آنحضرتؐ ان لوگوں کے پیغمبر نہ کہلائیں گے اور خاتم النبیین
نہ ٹھیریں گے۔ اور قرآن اور اسلام اسی زمانہ پیغمبری سے مخصوص ہو گا۔ اور یہ باطل ہے۔ اور قرآن ہی
ہمیں ہدایت کرتا ہے۔ کہ دعوت قرآنی برابر جاری ہے۔ اور سب کے لئے ہے۔ حیث قال اوحی
الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ "مجھ کو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔ کہ میں تم کو
اس سے ڈراؤں۔ اور جس کو یہ قرآن پہنچے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ قرآن سب کے لئے ہے۔ اور اس کی دعوت
عام ہے۔ اور اپنے وقت میں قرآن سے دعوت دینے والے پیغمبرؐ تھے۔ اور وہ اب موجود نہیں۔ مگر
قرآن ہے۔ تو اس سے دعوت دینے والے ضرور ہونے چاہئیں۔ جو داعی اہل الحق ہوں۔ اور لوگوں کی
بھی راہ نمائی کریں۔ یعنی اس داعی دوم کے بعد داعی سوم بھی چاہئے۔ چنانچہ آیہ مجیدہ ولتکن منکم امۃ
یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون
(آل عمران ع ۱۱) اور چاہئے کہ تم میں سے ایک امت ہمیشہ ایسی رہے۔ جو خیر کی طرف بلائے اور

دعوت دے۔ اور نیکی کا حکم کرے اور بدی سے روکے۔ اور یہی لوگ دراصل رستگار ہیں۔ اس سے بکمال وضاحت ثابت ہے۔ کہ امت میں ایک جماعت ایسی ہے۔ جو داعی الی الحق ہے۔ اور کوئی زمانہ اُس امت سے خالی نہیں ہو سکتا۔

اس آیت سے چند امور مستنبط ہوتے ہیں۔ اوّل لفظ "منکم" سے ثابت ہے۔ کہ اس امت سے مراد جو داعی الی الحق ہے تمام امتِ محمدی نہیں ہے۔ بلکہ بعض افراد خاص۔ دوم "ولتکن" سے ظاہر ہے۔ کہ یہ جماعتِ خاص ہمیشہ مسلمانوں میں موجود ہونی چاہیئے۔ سوم ان کی صفت یہ ہے کہ وہ مطلق خیر کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور ان کا کام امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ چہارم یہ ضرور رستگار و فلاح یافتہ ہیں۔

لہٰذا اب ان کی تشخیص کے لئے کہ امتِ محمدی میں یہ جماعت خاص اور یہ لوگ کون ہیں۔ جو داعی الی الحق و داعی الی الخیر ہیں۔ دو باتوں کی تحقیق کی ضرورت ہے۔ اوّل یہ کہ چونکہ وہ داعی الی الخیر ہیں۔ لہٰذا اول عالم خیر ہوں۔ کیونکہ اگر عالم نہ ہوں گے۔ تو دعوت بھی نہیں دے سکتے۔ اور چونکہ خیر اسم جنس ہے اور ال جنسی اس پر داخل ہے۔ لہٰذا ضرور بقاعدہ عربیت خیر سے کل خیر و مطلق خیر مراد ہے۔ یعنی جملہ خیرات جو عند اللہ خیرات ہیں۔ ان کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں۔ لہٰذا جملہ خیر و مطلق خیر و کل خیر کے عالم ہونے چاہئیں۔ ورنہ دعوت محال ہوگی۔ دوم یہ کہ ان کا علم عطائے الٰہی ہو۔ یعنی وہبی۔ نہ کسبی و تحصیلی۔ کیونکہ علم حقیقی واقعی وہی ہوگا۔ جو خالق حقائق و ماہیات کی طرف سے ہو۔ ورنہ علم انسانی ناقص ہے۔ بسا اوقات انسان اپنے علم ناقص سے ایک شے کو اچھا اور خیر سمجھتا ہے۔ اور دراصل وہ شر اور بری ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات ایک چیز کو بُرا سمجھتا اور شر جانتا ہے۔ اور اس لئے اس سے کراہیت کرتا ہے۔ اور دراصل وہ اس کے لئے خیر ہوتی ہے۔ چنانچہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ خبر دیتا ہے۔ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ممکن ہے کہ تم ایک شے کو دوست رکھو۔ اور وہ تمہارے لئے شر ہو۔ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم ایک شے کو مکروہ جانتے ہو۔ اور وہ تمہارے لئے خیر ہوتی ہے۔ پس اگر داعی الی الخیر ایسا شخص فرض کیا جائے۔ جس کا علم کسبی ہے اور خاص عطائے الٰہی اور موہبتِ خداوندی نہیں ہے۔ تو بجائے خیر کی طرف دعوت دینے کے شر کی طرف دعوت دے گا۔ اور ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا کا مصداق ہوگا۔ اس لئے وہ علما جن کا علم تحصیلی کسبی ہے داعی الی الخیر نہیں ہو سکتے ایسے علماء علاوہ اس کے کہ احاطہ جمیع خیرات و کل خیر پیدا نہیں کر سکتے۔ شر واقعی اور خیر واقعی کی پوری تمیز بھی نہیں کر سکتے۔ اور وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا میں سب شامل ہیں۔ لہٰذا اس آیت کا مصداق اور آنحضرت کے

بلاواسطہ اِلے الخیر اور داعی اِلے الحق وہی نفوس ہو سکتے ہیں۔ جو علم موہبتی رکھتے ہیں اور منجانب اللہ کل خیر پر احاطہ اور پھر آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ خود مرتکب مناہی نہ ہوتا ہو۔ اور ایسا شخص جس کی نسبت ارتکاب مناہی و مناکر کا خوف نہ ہو۔ اور اطمینان حاصل ہو۔ وہی ہو سکتا ہے۔ جس کی عصمت پر نص ہو۔ اور خدا نے بتلا دیا ہو۔ اور پیغمبرؐ نے مشخص کر دیا ہو۔ کہ ایسا شخص جو خلعت عصمت سے مُخلع ہے فلاں ہے۔ اور جملہ صفات جو داعی اِلے الخیر و داعی اِلے الحق و آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر کے لئے ضروری ہیں۔ امتِ محمدی میں صرف اہلبیت طاہرینؑ کے لئے تو ثابت و محقق ہیں۔ وہ صاحبان علم موہبتی بھی ہیں اور صاحبان عصمت و طہارت بھی۔ اور علم ان کا علم نبیؐ ہے۔ اور وہ وارث علوم نبوتی ہیں۔ دوسرے کی نسبت ان اوصاف کا اثبات نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

بعبارتِ دیگر۔ بعد پیغمبرؐ داعی اِلے الحق اور دین محمدی کی طرف بلانے والا اور شریعت محمدی کی تبلیغ کرنے والا وہی ہے۔ جو عالمِ کتاب محمدی ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ علم قرآن اور اس کی حقیقت پر احاطہ صرف اہلبیت طاہرینؑ کو حاصل ہے۔ اور نیز اور بھی آیات دلالت کرتی ہیں۔ اور کلام حمید مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو "وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ" سے خارج ہیں۔ یعنی علم ناقص جزئی نہیں رکھتے بلکہ علم کلی رکھتے ہیں۔ اور اولوا العلم کا مصداق ہیں۔ چنانچہ ان کی نسبت خدا یوں فرماتا ہے۔ "وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ" ... اسی طرح سے اے پیغمبرؐ ہم نے تیری طرف کتاب نازل کی ہے۔ اور جن لوگوں کو ہم نے پہلے سے کتاب دے دی ہے۔ وہ سب اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے بھی بعض اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہماری آیات کا دیدہ و دانستہ انکار کافر ہی کرتے ہیں۔ اور اے حبیبؐ تو تو اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھتا تھا۔ اور نہ اس کو خود اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو یہ مبطلین اس میں شک کرتے۔ اور ان کو واقعی شک کا موقع مل جاتا۔ بلکہ یہ کتاب (قرآن) تو آیات بینات ہیں سینوں میں ان لوگوں کے جن کو علم کلی عطا کر دیا گیا ہے۔ اور ہماری آیات کا انکار صرف ظالمین ہی کرتے ہیں" اس سے معلوم ہوا۔ کہ کچھ لوگ امت محمدی میں ایسے ہیں۔ جن کے سینوں میں علم قرآن ودیعت کر دیا گیا ہے اور ان میں وہ بطور آیات بینات موجود ہے۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں "اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ" کہا ہے وہاں کتاب سے علم کتاب ہی مراد ہے۔ اور انبیاء کی طرف منسوب ہے۔ اور اہل کتاب کو "اوتوا الکتاب" کہا

گیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں تدبر کرنے والے پر پوشیدہ نہیں۔ تفصیل اس کی رسالہ البرہان اور کشف الاسرار میں ملاحظہ ہو) اسی بنا پر اوتوا العلم اور اتیناہم الکتاب کا مصداق ایک ہی ہوئے۔ اور آیہ سورۂ قصص جس کو ہم مکرر لکھ چکے ہیں۔ صاف بتلاتی ہے۔ کہ وہ لوگ جو قبل نزول ظاہری قرآن علم قرآن رکھتے تھے اور پہلے ہی سے مسلم تھے۔ وہ امت مسلمہ باسلام نبوتی ذریت ابراہیمؑ و عترت رسولؐ ہے۔ اور وہی "والذین اتیناہم الکتاب" کا مصداق ہیں۔ پس اوتوا العلم کا مصداق بھی وہی ہیں۔ اور انہی کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہے۔ آیات بینات انہی کے سینوں میں ہیں۔ ان سینوں سے باہر آیات بینات نہیں۔ اور اسی واسطے یہ صاحبان اوتوا العلم زمانۂ پیغمبریؐ میں مشہور و معروف تھے چنانچہ خداوند عالم ان کا ذکر یوں فرماتا ہے۔ "وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا" ...... یعنی فرماتا ہے۔ کہ اے حبیب ان میں سے جو پاس بیٹھتے اور قرآن سنتے ہیں۔ وہ بھی ہیں۔ جو تیری طرف خوب کان لگاتے ہیں۔ اور غور سے سنتے ہیں۔ تاآنکہ جب تیرے پاس سے باہر جاتے ہیں۔ تو ان لوگوں سے جن کو علم عطا ہوا ہے کہتے ہیں۔ کہ ابھی پیغمبرؐ نے کیا فرمایا۔ یعنی خود نہیں سمجھتے۔ صاحبان اوتوا العلم واہل العلم سے پوچھتے ہیں۔ اس لئے اُس زمانے میں یہ لوگ جو صاحبان علم ہیں مشہور تھے۔ اور انہی سے علم کتاب حاصل کیا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ دیکھ اور سن چکے تھے۔ کہ جو شخص قبل نزول ظاہری قرآن و قبل بعثت پیغمبرؐ وقت ولادت قرآن کی تلاوت کرے۔ وہ ضرور مؤید من اللہ اور صاحب علم موہبتی لدنی ہے۔ اور پہلے سے علم قرآن رکھتا ہے جیسا کہ جناب امیر المومنینؑ کی نسبت ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس واسطے لوگ انہی سے آکر علم کی بات پوچھتے اور علم کتاب حاصل کرتے تھے۔

اور یہی مصداق و مورد "مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ" بھی ہیں۔ یعنی وہ شخص جس کے پاس علم جنس کتاب یا علم کل قرآن ہے۔ یہی ہیں۔ علمائے یہود یا عبداللہ سلام ہرگز اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ قرآن ان یہودیوں کے سینوں میں بطور آیات بینات موجود نہیں ہے۔ اور وہ قبل نزول حقیقت کتاب کے عالم نہیں ہیں۔ اور یہی اہل اسلام کے نزدیک محقق ہے۔ چنانچہ احادیث و روایات کثیرہ دال ہیں۔ اور ثعلبی و ابن المغازلی و ابونعیم وغیرہم نے ابن عباس و جابر بن یزید۔ سعید بن جبیر و سلیم بن قیس وغیرہم سے روایت کیا ہے۔ کہ من عندہ علم الکتاب علیؑ کی شان میں آیا ہے۔ اور سعید ابن جبیر سے جب دریافت کیا گیا۔ کہ من عندہ علم الکتاب کا مصداق کون ہے۔ اور کس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ بن سلام یا اور کسی کی۔ تو کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ یہ عبداللہ بن سلام کی شان میں آئے! اس لئے کہ یہ آیت

گئی ہے۔ اور عبداللہ بن سلام مدینہ میں مسلمان ہوا ہے۔ اس سے تو علیؑ ابن ابی طالبؑ مراد ہیں۔ اور ابن عباس فرماتے ہیں: "من عندہ علم الکتاب" علیؑ ہیں۔ اور وہی عالم ہیں تفسیر و تاویل و ناسخ و منسوخ کے ؛

صاحب ینابیع المودۃ بعض محققین علماء اہل السنت کی زبانی فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیبؐ کو مبعوث برسالت کیا۔ بعد اس کے تمام انبیاء وغیر انبیاء سے ان کی رسالت کا عہد لیا۔ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ اور جگہ ندائے عرب اور خصوصاً قریش اور بالخصوص بنی ہاشم پر ابواب رحمت وسعادت وہدایت کھول دئے۔ اور بنی ہاشم کے لئے مخصوصاً فرمایا وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک المخلصین ڈراؤ اپنے قریبی کنبہ اور خلصین قبیلہ کو۔ تو عقل اسی کو مقتضی ہے۔ کہ بعد نبی جمیع اسرار کتاب اللہ کا عالم کوئی شخص بنی ہاشم ہی میں سے ہو۔ کیونکہ فضل وعنایت الٰہی انہی سے مخصوص ہے۔ کیونکہ وہی سب سے اقرب الے النبی ہیں۔ اور یہ کہ یہ وہ شخص ہو کہ جو سب سے پہلے اسلام لایا ہو۔ تاکہ جملہ اسرار رسالت اور بدو وحی کا واقف ہو۔ اور یہ کہ ہر وقت وہ پیغمبرؐ کے ساتھ اور اس کی متابعت میں رہے۔ تاکہ اس کے تمام اعمال وافعال واقوال سے باخبر ہو۔ اور بچپن ہی سے جملہ اعمال جاہلیت سے منزہ ومبرا ہو۔ تاکہ پیغمبرؐ کے اخلاق سے متخلق اور اس کے آداب سے متادب اور فرزند رشید کی مانند ہو۔ اور یہ شرطیں سوائے علیؑ کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ اور عبداللہ بن سلام تو ہجرت کے بعد مسلمان ہوا ہے۔ اس کو ان آیات کے سبب نزول وغیرہ کی کچھ بھی خبر نہیں۔ جو قبل ہجرت نازل ہوئیں۔ اور وہ حق تاویل قرآن نہیں رکھتا۔ باوجودیکہ سلمان فارسیؓ جس نے تین سو سال اسرار انجیل وتوریت وزبور کے سیکھنے میں اور کتب انبیاء سابقین کے پڑھنے میں صرف کئے۔ وہ "من عندہ علم الکتاب" کا مصداق نہیں۔ کیونکہ اس میں یہ تمام شرائط مذکورہ موجود نہ تھیں۔ پس عبداللہ بن سلام کیونکر "من عندہ علم الکتاب" کا مصداق ہو سکتا ہے۔ جس نے انجیل پڑھی۔ اور نہ اس میں یہ شرطیں پائی گئیں۔ اور نہ اس سے وہ اسرار قرآن ظاہر ہوئے۔ جو یعسوب الدین امیرالمومنین علیؑ سے ہوئے۔ چنانچہ آنجنابؑ کے خطبات وغیرہا سے ثابت ہے۔ اور فرمایا سلونی قبل ان تفقدونی فان بین جنبی علوما کالبحار الزواخر یعنی پوچھ مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کیونکہ میرے پہلوؤں کے بیچ میں (سینے میں) زخار سمندروں کی مانند علوم ہیں۔ اور جو اسرار ومعارف وعلوم وحکم اس کی اولاد کے ہادیان دین ائمہ طاہرینؑ سے ظاہر ہوئے۔ انتہی ؛

یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے سینوں میں قرآن بطور آیات بینات موجود ہے۔ اور جب یہی نفوس طاہرہ عالم کتاب پیغمبری ہیں۔ تو پھر بعد پیغمبرؐ داعی الے الخیر وآمر بالمعروف وناہی عن المنکر ہادیان دین یہی ہو سکتے ہیں۔ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور جب اس امت داعی الے الخیر کی صفات یہ ہیں۔ تو ضرور وہ بہترین امم ہے

کوئی امت ان کے مقابل نہیں ہو سکتی۔ اور اسی وجہ سے خدا اس امت سے یوں خطاب فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اُخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ تم بہترین امت ہو۔ جو لوگوں کے لئے نکالی گئی نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو" ایمان اور مومنین کی تفسیر ہم پہلے کر چکے ہیں ؛

اس آیت میں اخرجت" کا لفظ آیا ہے۔ جو دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ پہلے ہی سے موجود تھے۔ اور حجابہائے عالم دپردہ ہائے اسرار میں پوشیدہ تھے۔ کیونکہ اخراج کسی موجود چیز کے نکالنے ہی کو کہتے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے ان کے سابق الوجود ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ وجود محمدی ہی اوّل مخلوق ہے۔ اور اہلبیت محمدی جزو نور محمدی اور وہ بھی مثل آنحضرتؐ اوّل مخلوق ہیں۔ پس یہ انوار مقدسہ سب سے پہلے موجود تھے۔ اور اصلاب انبیاءؑ میں ودیعت چلے آتے تھے۔ اور اس زمانۂ پیغمبری میں نکلے گئے اور ظاہر ہوئے۔ چنانچہ احادیث نور محمدی صاف دلالت کرتی ہیں۔ اور اسی آیت کی تفسیر میں جابر بن عبداللہ الانصاری سے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اِبْتَدَعَہٗ مِنْ نُوْرِہٖ وَاشْتَقَّہٗ مِنْ جَلَالِ عَظَمَتِہٖ فَاَقْبَلَ یَطُوْفُ بِالْقُدْرَۃِ حَتّٰی وَصَلَ اِلٰی جَلَالِ الْعَظَمَۃِ فِیْ ثَمَانِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ ثُمَّ سَجَدَ لِلّٰہِ تَعْظِیْمًا فَفَتَقَ مِنْہُ نُوْرَ عَلِیٍّ فَکَانَ نُوْرِیْ مُحِیْطًا بِالْعَظَمَۃِ وَنُوْرُ عَلِیٍّ مُحِیْطًا بِالْقُدْرَۃِ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ وَاللَّوْحَ وَالشَّمْسَ وَضَوْءَ النَّہَارِ وَنُوْرَ الْاَبْصَارِ وَالْعَقْلَ وَالْمَعْرِفَۃَ وَاَبْصَارَ الْعِبَادِ وَاَسْمَاعَھُمْ وَقُلُوْبَھُمْ مِنْ نُوْرِیْ وَنُوْرِیْ مُشْتَقٌّ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ نَحْنُ الْاَوَّلُوْنَ وَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ وَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ وَنَحْنُ الشَّافِعُوْنَ وَنَحْنُ کَلِمَۃُ اللّٰہِ وَنَحْنُ خَاصَّۃُ اللّٰہِ وَنَحْنُ اَحِبَّاءُ اللّٰہِ وَنَحْنُ وَجْہُ اللّٰہِ وَنَحْنُ جَنْبُ اللّٰہِ وَنَحْنُ یَمِیْنُ اللّٰہِ وَنَحْنُ اُمَنَاءُ اللّٰہِ وَنَحْنُ خَزَنَۃُ وَحْیِ اللّٰہِ وَسَدَنَۃُ غَیْبِ اللّٰہِ وَنَحْنُ مَعْدِنُ التَّنْزِیْلِ وَمَعْنَی التَّاوِیْلِ وَفِیْ اَبْیَاتِنَا ھَبَطَ جِبْرَئِیْلُ وَنَحْنُ مَحَالُّ قُدْسِ اللّٰہِ وَنَحْنُ مَصَابِیْحُ الْحِکْمَۃِ وَنَحْنُ مَفَاتِیْحُ الرَّحْمَۃِ وَنَحْنُ یَنَابِیْعُ النِّعْمَۃِ وَنَحْنُ شَرَفُ الْاُمَّۃِ وَنَحْنُ سَادَۃُ الْاَئِمَّۃِ وَنَحْنُ نَوَامِیْسُ الْعَصْرِ وَاَحْبَارُ الدَّھْرِ وَنَحْنُ سَادَۃُ الْعِبَادِ وَنَحْنُ سَاسَۃُ الْبِلَادِ وَنَحْنُ الْکُفَاۃُ وَالْحُمَاۃُ وَالسُّقَاۃُ وَالرُّعَاۃُ وَطَرِیْقُ النَّجَاۃِ وَنَحْنُ السَّبِیْلُ وَالسَّلْسَبِیْلُ وَنَحْنُ النَّھْجُ الْقَوِیْمُ وَالطَّرِیْقُ الْمُسْتَقِیْمُ مَنْ اٰمَنَ بِنَا اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَنْ رَدَّ عَلَیْنَا رَدَّ عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ شَکَّ فِیْنَا شَکَّ فِی اللّٰہِ وَمَنْ عَرَفَنَا عَرَفَ اللّٰہَ وَمَنْ تَوَلّٰی عَنَّا تَوَلّٰی عَنِ اللّٰہِ وَمَنْ اَطَاعَنَا اَطَاعَ اللّٰہَ وَنَحْنُ الْوَسِیْلَۃُ اِلَی اللّٰہِ وَالْوُصْلَۃُ اِلٰی رِضْوَانِ اللّٰہِ وَلَنَا الْعِصْمَۃُ وَالْخِلَافَۃُ

وَاٰلُہٗ اِیَّ وَفِیْنَا النُّبُوَّۃُ وَالْوِلَایَۃُ وَالْاِمَامَۃُ وَمَعْدِنُ الْحِکْمَۃِ وَبَابُ الرَّحْمَۃِ وَشَجَرَۃُ الْعِصْمَۃِ وَنَحْنُ کَلِمَۃُ التَّقْوٰی وَالْمَثَلُ الْاَعْلٰی وَالْحُجَّۃُ الْعُظْمٰی وَالْعُرْوَۃُ الْوُثْقٰی الَّتِیْ مَنْ تَمَسَّکَ بِہَا نَجَا ۔" یعنی " پہلے جو اللہ نے خلق کیا۔ وہ میرا نور ہے۔ اس کو اپنے نور سے ازل اوّل بنایا۔ اور اپنے جلال عظمت سے نکالا پس وہ حجاب قدرت کے گرد طواف کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اسی ہزار سال میں جلال عظمت تک پہنچ گیا۔ پھر اس نے تعظیماً خدا کا سجدہ ادا کیا۔ اور اس سے خدا نے نور علیؑ کو جدا کیا اور چیر کر نکالا۔ پس میرا نور تو عظمت کو احاطہ کئے ہوئے تھا۔ اور علیؑ کا نور قدرت کو محیط تھا۔ پھر اللہ نے۔ عرش لوح۔ آفتاب۔ دن کی روشنی۔ آنکھوں کا نور اور عقل و معرفت اور لوگوں کے کان اور آنکھیں اور دل میرے نور سے خلق کئے۔ اور میرا نور نورِ خدا سے مشتق ہے۔ پس ہم (یعنی علیؑ و اولادِ علیؑ) ہی سب سے اوّل ہیں۔ اور ہم ہی سب سے آخر۔ ہم ہی سبقت کرنے والے ہیں اور ہم ہی تسبیح گزار اور شافعِ محشر ہیں۔ ہم ہی کلمۃ اللہ و مخصوصین و مقربینِ خدا ہیں۔ اور ہم ہی دوستِ خدا اور وجہ اللہ۔ ہم ہی جنب اللہ اور دستِ خدا ہیں۔ اور ہم ہی اس کے امین اور اس کی وحی کے خزینہ دار اور پردہ دارِ غیب الٰہی۔ ہم ہی معدنِ تنزیل معنی تاویل و مہبطِ جبرئیلؑ اور ہم ہی محلِ قدسِ الٰہی و مورد روح قدس ہیں۔ ہم ہی شمعہائے حکمت۔ کلیدہائے رحمت و چشمہائے نعمت۔ سردار ائمہ و شرفِ امت ہیں۔ ہم ہی ناموسِ زمان و علماء دہر اور سرداران عباد و حکام بلاد ہیں۔ ہم ہی کفیل رعیت۔ حامئ دین راعئ خلق اور ساقئ دہر و راہِ نجات ہیں۔ ہم ہی سبیل ہیں۔ ہم ہی سلسبیل۔ ہم ہی راہِ قویم اور طریق مستقیم ہیں۔ جو ہم پر ایمان لایا۔ خدا پر ایمان لایا۔ جس نے ہمارے قول کو رد کیا۔ اس نے خدا کے کلام کو رد کیا۔ جس نے ہم میں شک کیا۔ اس نے خدا میں شک کیا۔ جس نے ہم کو پہچان لیا۔ اس نے خدا کو پہچان لیا۔ جو ہم سے پھرا۔ وہ خدا سے پھرا۔ جس نے ہماری اطاعت کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی۔ ہم ہی خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور اس کی خوشنودی کا ذریعہ ہیں۔ اور ہمارے ہی لئے عصمت و خلافت و ہدایت ہے۔ اور ہم میں ہی نبوت و ولایت و امامت۔ اور ہم میں ہی معدنِ حکمت۔ بابِ رحمت اور شجرۂ عصمت۔ ہم ہی کلمۂ تقوےٰ و مثلِ اعلےٰ و حجتِ عظمےٰ اور وہ عروۃ الوثقےٰ (مضبوط رسی) ہیں۔ کہ جس نے اس کو پکڑ لیا۔ نجات پا گیا"۔

اس حدیث شریف میں ان تمام اوصاف و کمالات کی تصدیق ہے۔ جو ہم نے کلام حمید مجید و براہین فطریہ عقلیہ سے اہل البیتؑ علیؑ و اولادِ علیؑ کے لئے دلائل مذکورہ میں ثابت کئے ہیں۔ اور اس میں تشریح ہے۔ کہ وہ سابقین مقربین بہترین امم جو داعی الی الخیر و داعی الی الحق ہیں۔ یہی نفوس مقدسہ ہیں۔ اور ضرور بعد پیغمبر یہی ہادیانِ دین و داعئ حق و پیشوائے خلق ہیں۔ اور یہی وہ امت ہیں۔ جن کا وجود بنص قرآن

ہر زمانے میں ضروری ہے۔ کبھی ان سے دنیا خالی نہیں ہو سکتی۔ اور مسلم ہے۔ کہ ان ائمۂ اہلبیتؑ میں سے گیارہ بزرگوار وفات پاچکے ہیں۔ اور اب باقی اولاد علیؑ میں سے صرف حجتؑ ابن الحسن العسکری ہیں۔ اور اس لئے اس وقت وہی داعی حق و ہادی خلق ہیں۔ اور ہرگز دنیا ان سے خالی نہیں۔ وہ ضرور زندہ و موجود ہیں۔ وھو المطلوب۔

اس آیت اور اس بیان سے ادکہ یہ امت جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے۔ وہ امت ہے۔ جس کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے دُعا کی تھی یعنی امتِ مسلمہ جس کا ایک فرد پیغمبرؐ ہے۔ یہی خیر الامم ہیں۔ اور یہی امتِ وسط۔ اور انہی کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے۔ اور یہی رستگار و فلاح یافتہ ہیں۔ جیسا کہ چند مرتبہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور اس امت کی بابت آیت میں "اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" ہے اظاہر ہے۔ کہ امت محمدی کے تمام فرقوں میں ناجی اور حق پر وہی ہے۔ جو اس امت خیر الامم کے ساتھ ہے۔ ان کی پیروی کرتا ہے۔ اور ان کے اقوال پر چلتا ہے۔ اور انہی کی احادیث سے اپنے احکام دین اخذ کرتا ہے۔ اور انہی سے علم قرآن لیتا ہے۔ یعنی محمدؐ و اہلبیتِ محمدؐ سے۔ اور یہ فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ ہے اور کوئی دوسرا اہلبیتؑ کی پیروی کا ادعا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دیگر تمام فرق اسلامی نے احکام دین اور علم قرآن کو ان سے نہیں لیا۔ اور ہرگز وہ اقوال اہلبیتؑ نبویؐ پر عمل نہیں کرتے ؛؛

مروان سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ کچھ آدمی راس الجالوت یہودیوں کے عالم اور جاثلیق نصرانیوں کے عالم کو ہمراہ لے کر آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے راس الجالوت سے کہا کہ کچھ تجھے خبر ہے۔ کہ حضرت موسٰےؑ کے بعد امت موسوی میں کتنے فرقے ہو گئے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ کتاب دیکھ کر بتلاؤں گا۔ آپؑ نے فرمایا۔ تجھ پر خدا کی مار۔ تو کس برتے پر لوگوں کا امام بنا ہوا ہے۔ اگر تیری کتاب جل جائے یا چوری چلی جائے اور اس وقت تجھ کو کوئی مسئلہ پوچھے تو کیا تو اس وقت بھی یہی جواب دے گا۔ کہ کتاب ہوتی تو بتلایا۔ اس کے بعد حضرتؑ جاثلیق کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس سے دریافت کیا۔ حضرت عیسٰےؑ کے بعد نصاریٰ کے کتنے فرقے ہو گئے؟ اس نے کہا پینتالیس۔ فرمایا۔ خدا کی قسم تو بالکل جھوٹا ہے۔ میں توریت کو اس سے اور انجیل کو تجھ سے بہتر جانتا ہوں۔ امتِ موسٰےؑ کے اکہتر فرقے تھے۔ ستر ناری اور ایک ناجی۔ جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے "وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ" اور موسٰےؑ کی قوم میں سے ایک جماعت تھی جو ہدایت بالحق کرتی تھی"۔ اور عیسٰےؑ کی امت۔ کے بہتر فرقے ہوئے اکہتر ناری اور ایک ناجی۔ جس کی بابت خدا فرماتا ہے۔ "وَتَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ" یعنی ان میں سے کچھ لوگ ہیں۔ کہ جب آیات حق سنتے ہیں۔ تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے

ڈنڈا باقی ہیں۔ اور امت محمدیہ کے تہتر فرقے ہوں گے۔ بہتر ناری اور ایک ناجی۔ چنانچہ انہی کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۔ اور ان میں سے جن کو ہم نے خلق کیا ہے ایک گروہ ہے۔ جو ہدایت بالحق و عدل بالحق کرتا ہے۔ اور یہ ہمارے پیرو و شیعہ ہیں۔

اس حدیث شریف سے علاوہ اس کے کہ امت محمدی کے تہتر فرقوں میں سے ناجی اور بہشتی وہی فرقہ ہے۔ جو اہلبیت نبیؐ علیؑ و اولاد علیؑ کا پیرو ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا۔ جو عین حق و صدق ہے۔ اور جس کو بدلائل ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ علم وہی ہے۔ جو سینوں کے اندر ہو۔ اور من جانب اللہ عطا ہوا ہو۔ جو علم کسب و تحصیل کتابوں کے دیکھنے اور ان کے رٹ لینے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ علم نہیں ہے اور نہ وہ قابل اعتبار و اعتماد ہے۔ اور جن کا علم کسبی و تحصیلی و کتابی ہو۔ وہ کبھی پیشوائے خلق امام امت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ امام امت پیشوائے دین وہی ہیں۔ جو علم کتاب الٰہی سینے میں رکھتے ہیں۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ .... یعنی اہل بیت نبی۔ اور وہی امام خلق و ہادی دین و داعی الی الخیر و آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر ہیں۔ علماء میں بھی عالم کہلانے کا مستحق وہی ہے۔ جو کچھ سینے میں رکھتا ہو۔ اور علم در سینہ دارم نہ در سفینہ کا مصداق ہو۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ امام و پیشوا وہ ہونا چاہیے۔ جو کسی سوال کے جواب میں عاجز نہ ہو۔ اور کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ یا کتاب دیکھ کر بتلاؤں گا۔ اور پوچھ کر کہوں گا۔ یہی حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے۔ الحجۃ من لا یقول لا ادری یعنی حجت خدا وہ ہے۔ جو کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ اور جملہ منصف مزاج علمائے اسلام اس سے اختلاف نہیں کر سکتے۔ کہ یہ صفت سوائے اہل بیت نبوت و رسالت اور کسی میں ثابت نہیں ہو سکتی ہیں۔ حجج اللہ و خلفاء اللہ وہی ہیں ۞

یہ چند دلیلیں ان آیات قرآنی سے لکھی گئی ہیں۔ جو ضرورت امام پر دال ہیں۔ اور ہر ایک آیت سے جو دلیل میں پیش کی گئی ہے ایک خاص صفت اور علامت امام کی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی آیات ضرورت و وجود امام پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ جو اوصاف مخصوصہ کے ساتھ اس کے وجود پر دال ہیں۔ مگر چونکہ طوالت کا خوف ہے۔ لہذا دلائل قرآنیہ کو بالفعل یہیں ختم کرتے ہیں ۞ ہاں اور ابواب کے ضمن میں آیات دیگر ذکر کی جائیں گی۔ اب یہاں صرف یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ چند احادیث نبویؐ ایسی ذکر کریں۔ جو اسی طرح ضرورت و وجود امام پر دال ہیں۔ تاکہ ان حضرات کے نور ایمانی میں اور اضافہ ہو۔ جو آنحضرتؐ کے فرمان کو مثل حکم خدا واجب التعظیم و واجب العمل جانتے ہیں۔ وھی ھذہ ۞

فصل در احادیث نبویہ

اکیسویں دلیل

حدیث مشہور و معروف و متفق علیہ فریقین ہے۔ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔ یعنی "جو اپنے زمانہ کے امامؑ کی معرفت حاصل کئے اور اس کو پہچانے بغیر مرجائے۔ وہ زمانۂ جاہلیت کی موت مشرک و کافر و بے دین مرتا ہے۔" اور لفظ "اِمَامَ زَمَانِهٖ" سے بکمال صراحت معلوم ہے۔ کہ ہر زمانے میں امام کا وجود ضروری ہے جس کی معرفت ہر شخص پر واجب ہے۔ اور اس کی معرفت بغیر نجات ناممکن ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کا حشر و حساب اپنے امام و پیشواہی کے ساتھ ہو گا۔ جیسا کہ آیۂ مجیدہ "يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ" سے ثابت کیا جاچکا ہے۔ اور اسی آیہ مبارکہ سے یہ حدیث مستنبط ہے۔ اس لئے کہ امام ہر شخص کا وہ پیشوائے دین و مقتدا ہے۔ جس سے کہ وہ اپنے احکام و مسائل دین لیتا و اخذ کرتا ہے۔ اور اس کے تمام افعال و اعمال و اعتقادات اسی کی طرف منسوب و منتہی ہوتے ہیں۔ فَاِنَّ الْاِمَامَ مَنْ يُّؤْتَمُّ وَيُقْتَدٰى بِهٖ "امام وہ ہے۔ جس کو اپنا پیشوا اور رہنما بنایا جائے۔ اور جس کی اقتداء و پیروی کی جائے۔ اور وہی مرجع و مآب ہو۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جو ایک مقتدا و پیشوا نہ رکھتا ہو۔ اگر وہ پیشوا مقرر کردۂ خدا و من جانب خدا ہے۔ تو امام برحق ہے۔ اور وہ اپنے مقتدیوں کو راہ حق پر لے جائے گا۔ اور وہ اس کے ساتھ داخل بہشت ہوں گے۔ اور اگر وہ خود ساختہ ہے۔ اور من جانب اللہ امام و پیشوا مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ اور بامر الٰہی ہدایت نہیں کرتا ہے۔ تو خود جہنمی ہو گا۔ اور اپنے مقتدیوں کو بھی جہنم میں لے جائے گا۔ فَاِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ نکوکار بہشت میں جائیں گے اور بدکار جہنم میں۔ اور ہر شخص کا حشر اس کے اسی پیشوا کے ساتھ ہو گا۔ جس کی وہ دنیا میں پیروی کرتا رہا ہے۔ اور جس کو اپنا مقتدا جانتا اور اس سے احکام و مسائل دین اخذ کرتا رہا ہے۔ اور جس کے قدم بقدم چلا ہے۔ خواہ حنفی ہو یا شافعی یا حنبلی یا مالکی۔ یا جعفری ہو یا اور کوئی احمدی و اسمٰعیلی و زیدی وغیرہم۔ "يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ" پس امام سے تو کوئی شخص خالی نہیں ہے۔ اور اس کو جانتا اور کچھ نہ کچھ پہچانتا بھی ہے۔ لیکن محقق و مسلم اور بیان سابق سے ثابت ہے بلکہ مشاہدہ و تجربہ بھی شاہد ہے۔ کہ امام دو قسم کے ہیں۔ ایک امام حق اور ایک۔ امام باطل۔ اور ان دو قسم کے اماموں کا ذکر قرآن میں خدا نے فرمایا ہے۔ امام حق کی نسبت فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا "ہم نے یہ امام خلق بنائے ہیں۔ جو ہمارے امر سے لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں۔" اور امام باطل کی نسبت فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ "اور ان کو ہم نے پیشوا بنا دیا۔

ہے۔ کہ وہ لوگوں کو آتش جہنم کی طرف بلاتے ہیں" یہ ایسے امام ہیں۔ جو لوگوں کو جہنم کی طرف لئے جاتے ہیں۔
اور وہ ایسے امام ہیں۔ کہ لوگوں کو بحکم خدا و بامر خدا صراط مستقیم الٰہی پر چلاتے اور راہ نمائی فرماتے ہیں[1]:
اور آیہ مجیدہ میں "یھدون بامرنا" اور آخر کے جملات " واوحینا الیھم فعل الخیرات و
اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وکانوا لنا عابدین" "اور ہم نے ان کو ہر ایک خیر کے کرنے
اور بجا لانے اور اقامۂ صلوٰۃ وایتاء الزکوۃ کی وحی کر دی ہے۔ اور وہ صرف ہماری ہی عبادت کرنے
والے تھے" سے معلوم و ثابت ہے۔ کہ امام حق وہادی الی الحق وہی ہے۔ جو خدا کی طرف سے مقرر
کیا گیا ہے۔ اس کو امر خدا پہنچتا ہے۔ اور بامر خدا لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔
جو کچھ امر خدا اس کو پہنچتا ہے۔ وہ لوگوں کو پہنچا دیتا ہے۔ اور اس کو خدا نے ہر ایک امر خیر کی وحی کر دی ہے۔
اور اقامۂ صلوٰۃ وادائے زکوٰۃ کا طریق وحی کے ذریعہ تعلیم دے دیا ہے۔ وہ خود ساختہ نماز نہیں پڑھتے بلکہ
خدا کی بتلائی ہوئی۔ اور اس لئے وہ سوائے خدا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ کیونکہ جو شخص اپنی رائے پر عمل کرتا
ہے۔ وہ دراصل اپنی عبادت کرنے والا ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ "ارأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ"
(جاثیہ) کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے۔ یعنی جو اس کا
دل چاہتا ہے۔ اور جو اس کی رائے ہوتی ہے۔ اور جو اس کی خواہش کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ اسی پر
عمل کرتا ہے۔ ایسا شخص اپنے نفس کی عبادت کرتا ہے۔ اور وہی اس کا معبود ہے۔ اور اس لئے یہ
شرک ہے۔ عابد خدا نہیں ہے۔ عابد خدا اور موحد و مسلم وہی ہے۔ جو محض حکم خدا پر چلتا ہے۔ اور اس سے

---

[1] واضح ہو۔ کہ ان دو آیتوں میں لفظ جعل آیا ہے۔ اور خدا کی طرف منسوب ہے۔ کہ دونوں قسم کے امام خدا نے بنائے ہیں۔
اور اس سے خداوند عالم فاعل شر و مصدر شر ارادہ قرار پاتا ہے۔ اور اغرا بالشر لازم آتا ہے۔ اور یہ قطعاً محال ہے۔ اور ذات
باری تعالیٰ و تقدس سے اس کا صدور نا ممکن ہے۔ پس آیہ اول میں جعل سے جعل اولی بسیط مراد ہے جو بمقام خلق وایجاد
ہے۔ جیسا کہ لفظ یھدون بامرنا سے صاف واضح ہے۔ کہ یہ ہدایت کے لئے خلق ہی کئے گئے ہیں۔ اور سب کچھ
بامر الٰہی کرتے ہیں۔ اور آیہ ثانیہ میں جعل جعل ثانوی ہے وھو تصییر الشئ شیئا نہ جعل اولی۔ پس ائمہ باطل کو خدا نے
اضلال و تضلیل کے لئے خلق نہیں کیا۔ بلکہ جب انہوں نے ہدایت حق کو قبول نہ کیا اور ائمہ حق کے ساتھ نہ ہوئے۔
اور لوگوں کو گمراہ کرنے لگے۔ اور کسی طرح راہ حق پر نہ آئے۔ تو خدا نے بھی ان کو اسی حال میں چھوڑ دیا۔ اور ان
کو ان گمراہوں کا پیشوا قرار دے دیا۔ جو ان کے بہکانے میں آ گئے۔ پس ان کا ائمہ اضلال وائمہ باطل بننا ان کے افعال
کا اثر و نتیجہ ہے۔ نہ خلق وایجاد خدائی۔ شیطان کی شیطنت اور اس کا مردود و رجیم ہونا اس کی کرتوت ہے۔ نہ خدا
نے اس کو ایسا بنایا ہے۔ فافہم وتدبر۔

ذرا تخطی نہیں کرتا۔ اور جو شخص کسی دوسرے کی رائے پر چلتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے۔ وہ دراصل اس کی عبادت کرنے والا ہے۔ پس وہ شخص صاحب حکم اگر مقرر کردہ خدا ہے۔ اور حکم خدا پہنچاتا ہے تو یہ عبادت خدا کی عبادت ہے ورنہ اگر اس کی رائے سے وہ حکم ہے تو یہ اسی کی عبادت۔ چنانچہ آیۂ ذیل اور اس کی تفسیر سے ظاہر ہے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ توبہ ع ۵ ان لوگوں نے اپنے علماء اور اپنے زہاد اور مسیح بن مریم کو بجائے خدا کے اپنا رب و معبود بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ ان کو سوائے خداوند وحدہ لاشریک کسی دوسرے کی عبادت کا حکم نہیں دیا۔ اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کوئی معبود و قابل پرستش نہیں ہے۔ اُس کی ذات اقدس اس سے منزہ و مبرا ہے۔ جو یہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں!!

یہ تو معلوم ہے۔ کہ کوئی شخص بھی اپنے عالم کو خدا نہیں کہتا۔ اور اس کو معبود نہیں جانتا۔ اور نہ یہود و نصاریٰ ہی یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ چنانچہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تو بعض ان یہودیوں نے جو مسلمان ہو چکے تھے خدمت اقدس نبوی میں عرض کیا کہ یا حضرتؐ ہم یہود تھے اور ہم اپنی قوم میں رہتے تھے۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ کوئی یہود یا نصاریٰ اپنے عالموں اور زاہدوں کو اور صحرا نشینوں کو خدا نہیں جانتا اور رب نہیں سمجھتا۔ پھر خداوند عالم کیسے فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو معبود اور رب بنا لیا؟ فرمایا۔ لَيْسَ كَمَا تَذْهَبُ ۔ یہ مطلب نہیں جو تو سمجھا ہے۔ یعنی بظاہر کوئی بھی ایسا نہیں کہتا۔ خدا کی قسم۔ ان لوگوں (عالموں زاہدوں) نے اپنی طرف نہیں بلایا۔ اور اپنے کو معبود نہیں کہا۔ اگر وہ ایسا کہتے۔ تو کوئی بھی ان کی بات نہ مانتا اور اپنی عبادت کراتے تو کوئی نہ کرتا۔ وَلٰكِنْ اَحَلُّوْا لَهُمْ حَرَامًا وَحَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ حَلَالًا فَعَبَدُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔۔ یعنی انہوں (عالموں) نے ان کے لئے بعض حرام چیزوں کو اپنے فتوے سے حلال کر دیا۔ اور حلال کو حرام بنا دیا۔ اور لوگوں نے ان کی پیروی کی۔ اور ان کے ایسے فتووں پر عمل کیا۔ پس انہوں نے انہی کی عبادت کی۔ اس طرح سے کہ وہ خود سمجھے بھی نہیں۔ کہ وہ ان کی عبادت کر رہے ہیں!! پس معلوم ہوا۔ کہ جن لوگوں نے اپنی رائے سے فتوے دئے اور بنام خدا حکم نہ کئے۔ وہ مشرک ہو گئے۔ اور ان کے ماننے والے اور عمل کرنے والے بھی مشرک اور انہی کی عبادت کرنے والے۔ لہٰذا عبادت خدا ہی ہے۔ جو بحکم خدا و مطابق امر خدا ہو۔ اور ہادی برحق وہ ہے۔ جو بحکم خدا ہدایت کرے۔ اور اپنی طرف سے کوئی حکم نہ بدلے۔ اور رائے نہ دے۔ چنانچہ ہادی برحق کا قرآن میں یہ قول ہے۔ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا

مَا یُوحیٰ اِلَیَّ اِنِّی اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّی عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (یونس ۱۵) مجھے یہ حق نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کچھ بدل دوں۔ میں تو صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ کو وحی کی جاتی ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں۔ کہ اگر میں خدا کی نافرمانی کر دوں (اپنی طرف سے کچھ زیادتی کمی کر دوں) کہ بڑے دن کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤں"۔ اور خدا فرماتا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلیٰ شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا۔ "پھر اے پیغمبر ہم نے تجھ کو ایک شریعت عالم امری پر قرار دے دیا ہے۔ اسی کی پیروی کر۔ کسی پیغمبر یا امام برحق کو اختیار نہیں۔ کہ وہ شریعت میں اپنی طرف سے زیادتی کمی کر سکے۔ یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر سکے۔ اگر پیغمبر یہ کہے کہ میں فلاں چیز کو حرام کرتا ہوں۔ اور فلاں کو حلال۔ اور جو میرا حکم نہ مانے گا بس کو سزا دوں گا۔ پیغمبر اور ہادی برحق نہیں بلکہ مشرک اور ان پیشواؤں میں سے ہے۔ جو آتش جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ اور ایسا ہی کرنے والے لوگ پیشوائے اہل جہنم ہیں۔ ورنہ بظاہر کوئی شخص بھی نہیں کہتا۔ کہ وہ جہنم کی طرف بلاتا ہے اور صراط شیطانی کی راہ نمائی کرتا ہے۔ بلکہ حلال خدا کو حرام اور حرام کو حلال کر کے اور بلا استحقاق مسند فتوے و حکم و قضا پر بیٹھ کر لوگوں کو جہنم کی طرف عالمیت کے مقدس لباس میں در پردہ دعوت دے رہا ہے۔ "وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ"۔ اور چونکہ مسلمانوں میں کثرت سے ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور ہیں۔ اور کچھ لوگ ان کے حکم پر چلتے ہیں۔ اور ان کو پیشوا اور امام مانا جاتا ہے۔ حالانکہ خدا نے ان کو یہ حکم نہیں دیا ہے۔ اور خدا نے امام نہیں بنایا ہے۔ اور امامت کے لئے خلق نہیں کیا ہے۔ اور صفات ائمہ ان میں قرار نہیں دئے ہیں۔ لہٰذا خدا اکثر مسلمین و مومنین کو مشرک فرماتا ہے۔ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِکُوْنَ "نہیں ایمان رکھتے اکثر ان میں سے اللہ پر مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں"۔ یعنی ان لوگوں میں سے جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان مومن کہلاتے ہیں بہت زیادہ مشرک ہیں۔ یہ مشرک وہی مشرک ہیں۔ جن کی تعریف اوپر ہو چکی۔ ورنہ بصورت ظاہری تو سب مسلمان موحد اور خدا اور رسول و کتاب اللہ کے قائل ہیں۔

اس مختصر بیان سے بخوبی ظاہر ہو گیا۔ کہ امام برحق وہی ہے۔ جو بحکم خدا ہدایت کرتا ہے۔ اور خدا کے حکم سے مقرر کیا گیا ہے۔ اور خدا نے اس کو اسی کام کے لئے خلق کیا ہے۔ اور ہر ایک امر کی وحی کر دی ہے۔ وحی لازم امامت ہے۔ جو امام ہے اس کو وحی ضرور ہو گی۔ اور غیر از خدا اس نے کبھی کسی کی عبادت نہیں کی ہے۔ اور اس کے برعکس امام باطل و داعی الی النار ہے۔ اور چونکہ امام برحق منصوص من اللہ اور تابع حکم خدا ہے۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا۔ اس لئے وہ

اپنے نفس کو روکے رکھتا ہے۔ اور جب تک حکم خدا نہ پہنچے۔ ہر مصیبت و اذیت و تکلیف جانی و مالی اور جسمانی و روحانی پر صبر کرتا ہے۔ اگر ہاتھ روکنے کا حکم ہو۔ تو ہاتھ روکے رکھتا ہے۔ ہرگز نہیں اٹھاتا خواہ کیسی ہی تکلیف پہنچے۔ اور اگر لڑنے کا حکم ہو جاتا ہے۔ تو لڑتا ہے۔ خواہ گھر ہی کیوں نہ تباہ ہو جائے۔ لہذا ایک صفت امام برحق کی صبر ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔ یعنی جب ان کا صبر دیکھ لیا گیا اور امتحان کر لیا گیا۔ اور وہ مقام صبر میں ثابت قدم ثابت ہوئے۔ تو ان کو امام و پیشوائے خلق بنایا گیا۔ کہ وہ بامر خدا ہدایت کریں"۔

پس مقصود حضرت ختمی مرتبت صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کا "لَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ" سے معرفت امام برحق ہے۔ یعنی اول انسان تمیز کرے۔ کہ امام حق و پیشوائے برحق و منصوص من اللہ کون ہے۔ اور پھر اس کی معرفت حاصل کرے۔ یعنی صرف یہ جاننا کافی نہیں۔ کہ فلاں امام برحق ہے۔ بلکہ اس کی معرفت باوصاف و آثار وجود یہ ضروری ہے۔ کیونکہ معرفت کی تعریف یہ ہے۔ اَلْمَعْرِفَةُ اِدْرَاكُ الشَّيْءِ بِاٰثَارِهٖ وَاَوْصَافِهٖ اس کے آثار و اوصاف سے ایک شے کا معلوم کرنا اور جاننا معرفت کہلاتا ہے۔ لہذا امام کے نام کا علم اجمالی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے اوصاف و آثار کی معرفت حاصل ہونی چاہیے۔ کیونکہ اگر اس نے اس امام برحق کو نہ پہچانا۔ یا پہچان کر اس کے ساتھ نہ ہوا۔ تو لا بد امام باطل کے ساتھ ہوگا۔ اور اگر اسی حالت میں مر گیا۔ تو مشرک و کافر مرے گا۔ اور اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ اس لئے کہ امام ہر شخص کا وہی ہے۔ جو اس کا پیشوائے دین ہے۔ اور جس سے اس نے اپنے احکام و مسائل دین کو لیا ہے۔ اور جس کی طرف اس کے اعتقادات منتہی ہوتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ ہر زمانے میں امام برحق و منصوص من اللہ کا وجود ضروری ہے۔ تاکہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔ اور اس سے اپنے دین کو لیں۔ اور اسی کی طرف اعتقادات منتہی ہوں۔ اور کبھی زمانہ ایسے امام برحق سے خالی نہیں ہو سکتا۔

یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ ہر زمانے کے مسلمانوں کے امام حضرت ختمی مرتبتؐ نہیں ہیں۔ وہ اپنے زمانہ ظاہری تک کے لئے تھے۔ اور اس وقت کے لوگوں کے پیشوا۔ اور جو اس زمانے میں مرے ان کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا۔ اور بعد آں حضرتؐ امام وہ ہے۔ جو حضرتؐ کی شریعت کو پہنچانے والا اور اس کی ترویج کرنے والا اور ان کی جگہ ان کا قائم مقام و خلیفہ و جانشین ہے۔ پس اگر وہ منجانب اللہ ہے۔ اور بامر خدا ہدایت خلق کرتا ہے۔ تو امام برحق ہے۔ ورنہ امام باطل۔ اور ہر زمانے میں ایسے اشخاص کا وجود ضروری ہے۔ اور امام برحق اور پیشوائے خلق اور خلیفۂ رسول بارہ ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ دین برابر جاری اور قائم رہے گا یہاں تک کہ اس میں بارہ خلیفہ گزریں۔ پس جب تک دنیا میں

دین خدا موجود ہے۔ اور اسلام کا نام صفحۂ ہستی پر باقی۔ خلیفۂ برحق و امام برحق کا وجود زمانے میں ضروری۔ ورنہ ماننا پڑے گا۔ کہ معاذاللہ دین خدا دنیا سے اُٹھ گیا۔ پس حدیث شریف "مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ" بالصراحت دال ہے۔ کہ امام زمانہ موجود ہے۔ اور کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور نہیں ہے امام برحق اور خلیفۂ دوازدہم مگر حجت ابن الحسن العسکری علیہم السلام (کما بیناہ) پس وجود اس جناب کا ضروری و لازمی ہے۔ وَھُوَ المطلوب

بائیسویں دلیل

حدیث مشہور و معروف و متفق علیہ بین الفریقین حدیث الثقلین ہے۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ الخ۔ اس حدیث شریف میں حضرت ختمی مرتبتؐ نے اپنے بعد ضرورت وجود امام اور قرآن ناطق کو بوضاحت بیان فرمایا ہے۔ اور یہ بکمال صراحت دلالت کرتی ہے۔ کہ زمانہ کبھی امام اور خلیفۂ رسولؐ سے خالی نہیں رہتا۔ بعض احادیث میں اس خلافت کی یوں تصریح فرمادی ہے۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الْخَلِیْفَتَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ۔ میں تم میں دو خلیفہ و جانشین چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب خدا۔ دوسرے میری عترت اہل بیتؑ: ایک خلیفہ صامت ہے یعنی کتاب اللہ۔ اور دوسرا خلیفہ ناطق یعنی اہل بیتؑ۔ اور آخر حدیث میں ان دونوں جانشینوں کی نسبت یہ فرمایا ہے۔ کہ ان دونو سے تمسک رکھو گے۔ تو گمراہ نہ ہو گے۔ معلوم ہوا۔ کہ بعد آنحضرتؐ واجب الاتباع اہل البیتؑ اور واجب العمل کتاب اللہ ہے پس اہل بیتؑ ہی بعد آنحضرتؐ پیشوائے خلق و مقتدائے عالم ہیں۔ اور ان دونو سے تمسک کئے بغیر نجات ناممکن۔ اور پھر فرمایا۔ اِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ یقیناً یہ دونو ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ نہ ہوں گے۔ تا اینکہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں پس معلوم ہوا۔ کہ بقاء کتاب اللہ و اہل بیتؑ تا قیام قیامت ضروری ہے۔ اور کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور محقق ہے۔ کہ کتاب اللہ اس وقت موجود ہے۔ پس لازمی ہے۔ کہ امام از اہل بیتؑ و قرآن ناطق بھی موجود ہو۔ کیونکہ وہ کتاب اللہ کے ساتھ ہیں۔ نہ وہ ان سے جدا اور نہ یہ اُن سے۔ اگر اس وقت وجود امام از اہلبیتؑ تسلیم نہ کیا جائے تو وجود کتاب اللہ سے بھی انکار ضروری ہو گا۔ اور یہ ثابت و محقق ہے۔ کہ اہل البیتؑ مع آنحضرتؐ چہاردہ معصوم ہیں۔ از ان جن میں سوائے جناب فاطمۃ الزہراؑ باقی دوازدہ امام ہیں۔ اور اس سلسلے میں گیارہ امام تا امام حسن العسکریؑ گزر چکے ہیں۔ اور بارھویں حضرت مہدی آخر الزمانؑ ہیں۔ لہٰذا وجود ان کا کتاب اللہ کے ساتھ ضروری و لازمی ہے۔ اور قرآن کے وجود کے قائل اور پیغمبرؐ پر ایمان رکھنے والے کسی صورت سے اس امام زمانؑ کا انکار نہیں کر سکتے۔ تفصیل اس حدیث اور اہل بیتؑ کی باب اہل البیتؑ میں

ملاحظہ ہو۔ غرض یہ حدیث یقیناً دلیل قطعی ہے وجود امام زمانؑ پر وَھُوَ الْمَقْصُوْد

تیئسویں دلیل حدیث مشہور و معروف و مسلم عند المسلمین حدیث سفینہ ہے۔ جو متعدد طرق سے مروی ہے۔ چنانچہ علامہ الحموینی فرائد السمطین میں سعید ابن جبیرؓ سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا "یا علیؑ میں شہر علم ہوں اور تو اس کا دروازہ ہے اور شہر میں داخل نہیں ہوا جا سکتا مگر دروازے سے۔ اور وہ جھوٹا ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ درآنحالیکہ تیرا دشمن ہے اور تجھ سے بغض رکھتا ہے۔ کیونکہ میں تجھ سے ہوں۔ اور تو مجھ سے ہے۔ تیرا گوشت پوست میرا گوشت پوست ہے۔ اور تیرا خون میرا خون اور تیری روح میری روح۔ تیرا باطن میرا باطن اور تیرا ظاہر میرا ظاہر (یعنی جسم و روح و ظاہر و باطن میں اتحاد رکھتے ہیں)۔ سعید ہے وہ جس نے تیری اطاعت کی اور شقی ہے وہ جس نے تیری نافرمانی کی۔ متمتع ہوا نعمت دین سے جس نے تجھ کو دوست رکھا۔ اور خسارے میں رہا وہ جس نے تجھ سے دشمنی کی۔ کامیاب و رستگار ہوا جس نے تجھ کو پکڑا اور اتباع کیا۔ اور ہلاک ہوا وہ جو تجھ سے جدا ہوا۔ اے علیؑ تیری اور تیری اولاد کے اماموں کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے۔ جو اس پر سوار ہو لیا۔ نجات پا گیا۔ جو اس سے ہٹا رہا وہ ہلاک ہوا۔ اور تو اور تیری اولاد مثل ستاروں کے ہے۔ كُلَّمَا غَابَ نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ جب ایک ستارہ غائب ہوا۔ تو دوسرا طالع ہو گیا۔ اور روز قیامت تک یہی سلسلہ رہے گا" حدیث نجوم اور بھی متعدد طرق سے مروی ہے۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہو گا۔

اس حدیث مذکور میں آنحضرتؐ نے صاف توضیح فرمادی ہے۔ کہ دریائے ضلالت و جہالت سے نکالنے اور نجات دینے والی کشتی علیؑ و اولاد علیؑ ہی ہیں۔ اور یہ ایسے کوکب ہدایت ہیں۔ کہ ہمیشہ ان کا وجود ضروری ہے۔ جس وقت ان میں سے ایک ستارہ غائب ہو۔ فوراً چاہیئے کہ دوسرا طالع ہو جائے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ دنیا ان نورانی ستاروں کی روشنی سے خالی ہو۔ اور کوئی کوکب درخشاں ان میں سے موجود نہ ہو۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ انہی ستاروں سے تو لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ انہی کے لئے حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔ یہ میرے اصحاب صاحب وراثت نبوت و رسالت اور مجمع ظاہری و باطنی مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں جس کی اقتدا کرو گے۔ نجات پا جاؤ گے۔ یہ سب معصوم ہیں۔ اور ان سب کے لئے بہشت واجب ہے۔ بلکہ وارث فردوس بریں۔ نبیؐ ہیں۔ اور ان کے ساتھی ان کے ساتھ۔ ناممکن ہے کہ دنیا اولاد علیؑ کے امامؑ اور پیشوا اسے حق سے خالی ہو۔ اور یقیناً ائمہ اولاد علیؑ میں سے گیارہ امام ؑ گزر چکے۔ اب صرف بارھویں

امام باقی ہیں۔ وہی اس زمانے کے نجم ہدایت و آفتاب ولایت ہیں۔ چونکہ یہ اس سلسلہ کے آخری کوکب دُرّی ہیں۔ اور انہی کے وقت میں نور محمدی کمال ظہور کو پہنچے گا۔ اس لئے انہی کی شان میں آیا ہے۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا زمین اپنے مربی کے نور سے چمک اٹھے گی۔ اور وہ زمین کو عدل و داد و دین و ایمان سے پُر اور روشن کریں گے۔ اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ فَرَجَهٗ پس حدیث مذکورہ بالوضاحت دال ہے۔ کہ امام زمانؑ از اولاد علیؑ اس وقت موجود ہے۔ وہو المدعا۔

چوبیسویں دلیل ۲۴

عن عبدالعزیز قال اَنَّ النَّبِیَّ قَالَ فِیْ کُلِّ خَلَفٍ مِنْ اُمَّتِیْ عَدُوْلٌ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ یَنْفُوْنَ عَنْ هٰذَا الدِّیْنِ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَاِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاْوِیْلَ الْجَاهِلِیْنَ اَلَا وَاِنَّ اَئِمَّتَکُمْ وَفْدُکُمْ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی فَانْظُرُوْا مَنْ تُوَفِّدُوْنَ (شرف النبوۃ۔ سیرۃ الملاء ینابیع المودۃ) یعنی فرمایا۔ کہ میری امت کی ہر ایک نسل اور اولاد میں میرے اہلبیت میں سے ایسے عادل موجود رہیں گے۔ جو اس دین سے غالیوں کی تحریفات و مبطلین کے انتحالات و مداخلات اور جاہلین کی تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔ اور اے لوگو! یاد رکھو۔ کہ تمہارے امام خدا کی طرف پہنچانے والے وفد ہیں۔ پس تم غور کرلو کہ کس کے ساتھ تم جاتے ہو۔

اس حدیث کا مطلب بھی واضح ہے۔ کہ ہمیشہ اہلبیت نبویؐ میں سے ایک نہ ایک امام عدل کا وجود ضروری ہے۔ کیونکہ اہل البیتؑ سے وہی ائمہؑ مراد ہیں۔ لہٰذا اس سے بھی وجود امام ثابت ہے ہرگز اس امام عادل سے جو عنقریب عدل و داد سے زمین کو پُر کرنے والا ہے۔ زمانہ خالی نہیں۔ بلاشک وہ امام عدل موجود ہے۔ وَهٰذَا اَمَا اَرَدْنَا۔

پچیسویں دلیل ۲۵

عن الجابر قال قال النبی۔ لَا خَیْرَ فِی الْاُمَّةِ لَیْسَ فِیْهِمْ اَحَدٌ مِنْ وُلْدِ عَلِیٍّ یَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِ۔ اس امت میں کوئی خیر نہیں۔ جس میں اولاد علیؑ میں سے کوئی شخص ایسا موجود نہ ہو۔ جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے (ینابیع) اس خیر کی رُو سے اس زمانے کی امت بھی ہرگز ائمۂ اولاد علیؑ کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتی۔ جو داعی الی الحق اور آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر ہو۔ کیونکہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ صفت خاص امام ہی کی ہے! اور وہ ائمہ اہلبیت ہیں۔ پس یہ زمانہ بھی وجود امام از اہلبیتؑ و اولاد علیؑ سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا شخص موجود نہ ہو۔ تو دنیا میں کوئی خیر نہ ہو۔ حالانکہ دین محمدی جو اصل خیر و مجموعہ خیرات ہے موجود ہے۔ لہٰذا جبکہ دین محمدی موجود ہے تو خیر موجود ہے۔ اور خیر موجود ہے تو امام وقت جو اہل بیتؑ نبویؐ و اولاد علیؑ سے ہے موجود ہے۔ وهو مقصودنا۔

چھبیسویں دلیل ۲۶ ابن المغازلی نے کتاب المناقب میں عبداللہ بن الحسن المثنیٰ سے بسلسلۃ الذہب جناب امام حسنؑ سے روایت کیا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میرے نانا نے ایک خطبے میں بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا۔ کہ اے لوگو میں عنقریب بلایا جاؤں گا۔ اور جواب دوں گا۔ اور میں تم میں دو بڑی چیزیں کتاب اللہ اور اپنی عترت اہلبیتؑ چھوڑے جاتا ہوں۔ جب تک ان سے تمسک رکھو گے۔ کبھی گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونو ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تاآنکہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ پس ان سے سیکھو۔ اور انہیں تعلیم نہ دو۔ کیونکہ وہ تم سے عالم تر ہیں۔ وَلَا تَخْلُوا الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَلَوْ خَلَتْ لَانْسَاخَتْ بِاَهْلِهَا اور زمین ان سے خالی نہیں ہوتی۔ اور اگر زمین وجود اہلبیتؑ سے خالی ہو جائے۔ تو مع رہنے والوں کے دھنس جائے۔ پھر فرمایا۔ بار الٰہا تو زمین کو کبھی اپنی حجت سے خالی نہ چھوڑے گا۔ تاکہ تیری حجت باطل نہ ہو جائے اور تیرے دوست بھٹک نہ جائیں۔ یہ لوگ تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ اور قدر و منزلت میں خدا کے نزدیک بہت زیادہ۔ اور میں نے دعا کی ہے۔ کہ خدا علم و حکمت میری اولاد میں اور اولاد کی اولاد میں اور میری نسل اور نسل کی نسل میں روز قیامت تک کے لئے قرار دے۔ اور میری یہ دعا قبول کی گئی اس حدیث مبارک میں تصریح ہے کہ ایک امامؑ از اہلبیتؑ دنیا میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ اور دنیا اسی کے وجود سے قائم ہے۔ اور اگر امامؑ اہل البیتؑ کا وجود زمین پر نہ ہو۔ تو زمین دھنس جائے اور دنیا فنا ہو جائے۔ لہٰذا ثابت ہے۔ کہ امام اہلبیتؑ نبوت و رسالت لنگر زمین و آسمان حضرت قائم آل محمدؐ امام زمان علیہ السلام موجود ہے ؛

ستائیسویں دلیل ۲۷ حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بروایت صادق آل محمد علامہ الحموینی نے روایت کیا ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں۔ وَلَوْ لَا مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنَّا لَانْسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا اگر زمین پر ہم میں سے ایک موجود نہ ہوتا۔ تو زمین مع اپنے رہنے والوں کے منخسف ہو جاتی۔ پھر فرمایا۔ وَلَمْ تَخْلُ الْاَرْضُ مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مِنْ حُجَّةِ اللّٰهِ فِيْهَا ظَاهِرٍ مَشْهُوْرٍ اَوْ غَائِبٍ مَسْتُوْرٍ وَلَا تَخْلُ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ مِنْ حُجَّةٍ فِيْهَا وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَمْ يُعْبَدِ اللّٰهُ اور جب کہ خدا نے آدمؑ کو خلق کیا ہے۔ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں ہوئی۔ خواہ ظاہر و مشہور ہو یا غائب و مستور۔ اور نہ روز قیامت تک خالی ہو گی۔ اگر حجت خدا زمین میں موجود نہ ہو۔ تو خدا کی عبادت نہ کی جائے پس وجود حجت خدا از اولاد جناب حسین علیہ السلام و امامِ وقت ضروری و لازمی ہے۔ کبھی زمین اس سے خالی نہیں ہوتی اور سلسلہ ائمہ اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام میں آخر امام حضرت حجت ابن الحسن العسکری علیہما السلام ہے۔ لہٰذا وجود اس جناب کا اجل ضروریات سے ہے ؛

اٹھائیسویں دلیل کتاب المناقب میں سلیم بن قیس الہلالی سے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا قال رسول اللہ من مات ولم یعرف امامہ مات میتۃ الجاھلیۃ قال اللہ عزوجل۔ «اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم» فکان علیؑ ثم صار من بعدہ حسنؑ ثم حسینؑ ثم علی ابن الحسینؑ ثم محمد بن علی ابن الحسینؑ وھکذا یکون الامر ان الارض لا تصلح الا بامام۔ یعنی رسول خدا نے فرمایا۔ کہ جو اپنے امام وقت کو پہچانے بغیر مرگیا۔ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسولؐ کی اور اپنے اولے الامرؑ کی۔ پس وہ ولی الامر واجب الطاعت علیؑ ہیں۔ بعد ان کے ان کے بیٹے حسنؑ بعد ان حسینؑ اور ان کے بعد علیؑ ابن الحسینؑ۔ ان کے بعد محمد بن علیؑ۔ اور اسی طرح سے برابر یہ امر ان میں رہے گا۔ کیونکہ زمین بلا امام کے درست و صلاح پذیر نہیں ہو سکتی۔ صلاح زمین موقوف ہے وجود امام از اولاد حسین علیہ السلام پر۔

اس حدیث شریف سے علاوہ ضرورت وجود امام علیہ السلام اولے الامر کے معنی اور اس کی تشخیص بھی معلوم ہو گئی۔ کہ اولے الامر جس کی اطاعت واجب ہے امام مفترض الطاعۃ ہے نہ شاہان اسلام (ینابیع)

انتیسویں دلیل حضرت صادق آل محمدؐ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ایک حدیث طولانی کے ذیل میں فرمایا۔ لا تترک الارض بغیر امام یحل حلال اللہ ویحرم حرام اللہ وھو قولہ تعالیٰ یوم ندعوا کل اناس بامامھم یعنی زمین بغیر ایسے امام کے وجود کے نہیں چھوڑی جا سکتی۔ جو حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام کرے۔ اور یہی مقصود ہے اس قول باری تعالیٰ سے کہ روز قیامت ہم ہر ایک شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ حشر و نشر انسان کا امامؑ کے ساتھ ہے۔ اور دیانت وجود امام پر موقوف ہے۔ لہٰذا امام کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے (ینابیع)

تیسویں دلیل احمد بن اسحاق بن موفق سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت حسن العسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ دریافت کروں کہ آپ کے بعد امام کون ہے۔ قبل اس کے کہ میں سوال کروں آپ نے فرمایا۔ اے احمد حق تعالیٰ ہرگز زمین کو وجود حجت سے روز قیامت تک خالی نہ چھوڑے گا۔ زمین اور اہل زمین کے لئے وجود حجت ضروری و لازمی ہے۔ تاکہ اس کے واسطے و وسیلے سے خیرات و برکات الٰہی زمین پر نازل ہوں۔ اور آفات و بلائیں دور رہیں (ینابیع وغیرہ)

اس حدیث سے بھی ثابت ہے۔ کہ زمین حجۃ اللہ سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ اور ضرور اس وقت

امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے ٭

اکتیسویں دلیل [۳۱] علامہ الحموینی نے خیثمۃ الجعفی سے حضرت باقر العلوم محمدؑ بن العلیؑ بن الحسینؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے ایک حدیث طولانی کے ذیل میں فرمایا۔۔۔۔
ہم امان ہیں اہل زمین کے لئے۔ جس طرح کہ ستارے امان ہیں۔ اہل آسمان کے لئے۔ اور ہمارے ہی وسیلے سے آسمان قائم ہے اور زمین پر نہیں گرتا۔ اور ہمارے ہی وسیلے سے خدا باران رحمت نازل فرماتا اور برکات زمین نکالتا ہے۔ وَلَوْلَا مَا عَلَی الْاَرْضِ مِنَّا لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا وَلَمْ تَخْلُ الْاَرْضُ مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مِنْ حُجَّةٍ فِیْهَا اِمَّا ظَاهِرٍ مَشْهُوْرٍ اَوْ غَائِبٍ مَسْتُوْرٍ وَلَا تَخْلُو الْاَرْضُ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ مِنْ حُجَّةٍ فِیْهَا وَلَوْلَا ذَالِكَ لَمْ یُعْبَدِ اللّٰهُ ٭

اس وقت تک جو احادیث و اقوال تفسیریہ ان دلائل میں نقل کئے گئے ہیں۔ وہ اکثر و بیشتر کتب اہل السنت اور انہی کے علماء کے اقوال سے لئے گئے ہیں۔ احادیث اہل البیتؑ کتب شیعہ میں جو ضرورت وجود امام و حجت خدا پر دال ہیں سیکڑوں سے زیادہ ہیں۔ یہاں تبرکاً چند احادیث نقل کرتے ہیں۔ جن کا سُنی اور شیعہ کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سُنی خود اس لئے ان کا انکار نہیں کر سکتے۔ کہ ان کے یہاں کی احادیث کے موافق ہیں۔ اور شیعوں کا ان کے اقوال پر ایمان ہی ہے۔ ان کا نور ایمان اور زیادہ ہوگا۔ اور اطمینان کامل حاصل ہو جائے گا ٭

بتیسویں دلیل [۳۲] ابن صدقہ نے صادق آل محمدؐ سے اور آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے کوفہ میں ایک طولانی خطبے کے ذیل میں فرمایا۔ "پروردگارا تیری زمین کے لئے تیری حجت ضروری ہے۔ جو تیرے دین کی طرف لوگوں کو ہدایت کرے اور تیرے علم کی تعلیم دے۔ تاکہ تیری حجت باطل نہ ہو۔ اور تیرے اولیاء امور کے پیرو بعد ہدایت گمراہ نہ ہو جائیں۔ یا ظاہر غیر مطاع ہو یا پوشیدہ۔ یا منتظر حکم خدا۔ اگرچہ وہ بصورت ظاہری ان سے غائب ہو۔ کیونکہ اس کا علم اور اس کے آداب مومنین کے دلوں میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور وہ ان پر عمل کرتے ہیں ٭

تینتیسویں دلیل [۳۳] حرث بن المغیرہ نے صادق آل محمدؐ سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تُتْرَكُ اِلَّا بِعَالِمٍ یَحْتَاجُ النَّاسُ اِلَیْهِ وَلَا یَحْتَاجُ اِلَی النَّاسِ یَعْلَمُ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ "زمین بلا ایک ایسے عالم کے نہیں چھوڑی جا سکتی۔ جس کے لوگ محتاج ہوں۔ اور اس کی طرف رجوع کریں۔ اور وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو۔ اور وہ جملہ حلال و حرام خدا کو جانتا ہو"۔ یہ صفت پیغمبر اور امام کی ہے۔ کیونکہ وہ من جانب اللہ عالم ہوتے ہیں۔ کسی علم میں لوگوں کے محتاج نہیں۔ اور تمام لوگ چونکہ

علم الٰہی موہبتی نہیں رکھتے۔ ان صاحبان علم الٰہی کے محتاج ہوتے ہیں۔ اسی واسطے جملہ اہل اسلام اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ خلیفۂ رسولؐ و امام کسی امر میں دوسروں کا محتاج نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسے صاحب علم لدنی امام کا وجود ہر زمانے میں ضروری ہے ؛

چونتیسویں دلیل ۳۴

ابو اسحاق السبیعی نے جناب امیرؑ سے ایک خطبہ روایت کیا ہے۔ جس میں فرماتے ہیں۔ بار الٰہا بیشک تیری حجتوں کا وجود ضروری ہے۔ جو یکے بعد دیگرے لوگوں کو تیرے دین کی ہدایت کریں۔ اور تیرا علم سکھائیں۔ تاکہ تیرے اولیاء امور کے تبیعین متفرق نہ ہو جائیں۔ اِمَّا ظَاهِرٍ غَيْرِ مُطَاعٍ اَوْ مُكْتَتِمٍ خَائِفٍ يَتَرَقَّبُ اِنْ غَابَ عَنِ النَّاسِ شَخْصُهٗ فِيْ حَالِ هُدْنَتِهِمْ فِيْ دَوْلَةِ الْبَاطِلِ خواہ ظاہر غیر مطاع ہو یا خائف منتظر حکم۔ خدا اگرچہ سلطنت باطلہ میں وہ غائب ہو۔ لیکن دراصل وہ غائب نہیں ہوتا۔ اس کا علم قلوب مومنین میں پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور وہ مانوس رہتے ہیں اس چیز سے جس سے مکذبین وحشت کرتے ہیں۔ اور مشرکین انکار کرتے ہیں۔ الخ ؛

پینتیسویں دلیل ۳۵

صفوان سے مروی ہے۔ کہ حضرت رضاؑ نے فرمایا۔ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَخْلُوْا مِنْ اَنْ يَكُوْنَ فِيْهَا اِمَامٌ مِنَّا۔ زمین ہم میں سے ایک نہ ایک امام کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتی۔ نیز فرمایا۔ ہم حجج اللہ ہیں۔ اور اس کی زمین میں اس کے خلیفہ اور اسی کے اسرار کے امین۔ اور ہم ہی کلمہ تقویٰ و عروۃ الوثقےٰ ہیں۔ ہم ہی شہداء اللہ اور اس کے نشانات ہیں۔ ہمارے ہی سہارے سے آسمان کھڑا ہے۔ اور باران رحمت نازل ہوتا ہے۔ "لَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ قَائِمٍ مِّنَّا ظَاهِرٍ اَوْ خَائِفٍ وَلَوْ خَلَتْ يَوْمًا بِغَيْرِ حُجَّةٍ لَمَاجَتْ بِاَهْلِهَا كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ بِاَهْلِهٖ

چھتیسویں دلیل ۳۶

حرث بن نوفل روایت کرتے ہیں۔ کہ علیؑ نے جناب رسول خداؐ سے دریافت فرمایا۔ اَمِنَّا الْهُدَاةُ اَمْ مِنْ غَيْرِنَا کیا ہادی ہم ہی میں سے ہوں گے یا ہمارے اغیار میں سے؟ فرمایا مِنَّا الْهُدَاةُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ہادی روز قیامت تک ہم اہل بیتؑ ہی میں سے ہوں گے۔ ہمارے ہی ذریعہ سے اللہ نے لوگوں کو ضلالت شرک سے نکالا۔ اور ہمارے سبب سے ضلالت فتنہ سے نجات دے گا۔ اور ہمارے ہی وسیلے سے بعد ضلالت بھائی بھائی بن جائیں گے ؛

سینتیسویں دلیل ۳۷

حمزہ بن حمدان صادق آل محمدؐ سے راوی ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا اثْنَانِ لَكَانَ اَحَدُهُمَا الْحُجَّةَ وَلَوْ ذَهَبَ اَحَدُهُمَا بَقِيَ الْحُجَّةُ۔ اگر زمین میں دو ہی آدمی باقی رہ جائیں۔ تو بھی ایک امام ہوگا۔ اور اگر ان میں سے ایک چلا جائے

تو امام باقی رہیگا ا[illegible] حجت خدا سے زمین کبھی خالی نہیں ہو سکتی۔ وقال لن تخلوا الارض ساعۃ الا وفیہا امام لا تخلو [illegible] الارض من الحق۔ زمین ایک ساعت کے لئے امام سے خالی نہیں ہو سکتی زمین کبھی حق [illegible] خالی نہیں رہتی ؛

اڑتیسویں دلیل

زرارہ سے روایت ہے۔ کہ حسینؑ بن علیؑ نے فرمایا۔ لو کان من علی الارض من حجج اللہ لنقضت الارض ما فیہا والقت ما علیہا ان الارض لا تخلوا ساعۃ من الحجۃ ایک ساعت زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ اور اسی زرارہ نے روایت کی [illegible] فرمایا امامؑ نے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ امامؑ اٹھ جائے۔ اور اس کے بعد اس کی اولاد میں [illegible] ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو خدا کا غضب اہل زمین پر نازل ہو جائے ؛

انتالیسویں دلیل

باقر العلومؑ فرماتے ہیں۔ لو بقیت الارض یوما بلا امام منا لساخت الارض باہلہا ولعذبہم اللہ باشد عذابہ۔

یعنی اگر زمین ایک [illegible] ہم میں سے کسی امام بغیر رہ جائے۔ تو مع رہنے والوں کے منخسف ہو جائے۔ اور خدا لوگوں کو سخت عذاب میں مبتلا کرے ؛ تحقیق کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو اپنی زمین پر حجت قرار دیا ہے۔ اور اہل زمین کے لئے امان بنایا ہے۔ اور برابر وہ امان میں رہیں گے۔ جب تک کہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی ان میں موجود ہے۔ جب اللہ یہ چاہے گا۔ کہ ان کو ہلاک کر دے۔ اور مہلت نہ دے۔ تو ہم کو ان کے درمیان سے اٹھا لے گا۔ پھر جو چاہے گا ان کے ساتھ کرے گا۔ لن تخلوا الارض الا وفیہا منا رجل یعرف الحق اور فرمایا۔ علیؑ اس امت کے عالم ہیں۔ اور علم وراثۃً پہنچتا رہتا ہے۔ اور ہم اہل البیتؑ میں سے کوئی نہیں مرتا۔ مگر یہ کہ وہ ایسا شخص اپنے بعد اہل البیتؑ میں سے چھوڑ جاتا ہے۔ جو وہ علم رکھتا ہے اور ویسا ہی عالم ہوتا ہے۔ اور فرمایا۔ وہ علم جو خدا نے آدمؑ کے ساتھ نازل کیا اٹھا نہیں لیا گیا۔ اور علم ورثے میں پہنچتا رہتا ہے۔ اور ہر ایک علم و آثار و سنن انبیاءؑ و مرسلین میں سے جو ہم اہل البیتؑ سے مروی و منقول ہے۔ وہ حامل ہے۔ وان علیا صلوٰۃ اللہ علیہ عالم ہذہ الامۃ وانہ لن یموت منا عالم الا خلف من بعدہ من یعلم مثل علمہ او ما شاء اللہ اور وہ علم جو آدمؑ کے وقت سے نازل کیا گیا ہے۔ وہ اٹھا نہیں۔ اور ہم میں سے کوئی عالم نہیں مرتا مگر یہ کہ اس کے علم کا وارث رہا۔ ان الارض لا تبقی بغیر امام نیز فرماتے ہیں ان الحجۃ لا تقوم للہ عزوجل علی خلقہ الا بامام حی یعرفونہ ؛

چالیسویں دلیل عبدالکریم راوی ہے۔ کہ جبرئیلؑ ابن رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ "خداوند عالم بعد تحفہ درود و سلام کے فرماتا ہے۔ کہ میں زمین کو ایک ایسے عالم بغیر نہ چھوڑوں گا۔ جو میری طاعت و عبادت اور میری ہدایت کو جانے۔ اور وہ ایک نبی سے دوسرے نبی تک باعثِ نجات خلق ہو۔ اور میں شیطان نہ چھوڑوں گا۔ کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ اور زمین میں حجتِ خدا و داعی الی الحق و ہادی الی اللہ و عارف امر خدا موجود نہ ہو۔ میں نے ہر ایک قوم کے لئے ایک ہادی مقرر کر دیا ہے۔ جو سعیدوں کو نجات دے گا۔ اور اشقیاء پر حجت ہو گا"۔

اکتالیسویں دلیل ابوبریدہ العجلی نے جناب باقر العلومؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ "رسول اللہؐ منذر ہیں۔ اور ہر زمانے میں ہم میں سے ایک ہادی رہے گا۔ جو ہدایت کرے گا لوگوں کو اس چیز کی طرف جو رسول اللہؐ لاتے ہیں۔ پس ہادی بعد رسولؐ علیؑ ہیں۔ اور پھر ان کے اوصیاء یکے بعد دیگرے۔ وَقَالَ مَا ذَهَبَتْ مِنَّا وَمَا زَالَتْ مِنَّا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ روز قیامت تک ہدایت ہم میں سے زائل نہیں ہو سکتی۔ اور اسی آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فضیل سے فرمایا۔ كُلُّ اِمَامٍ هَادٍ لِلْقَرْنِ الَّذِىْ هُوَ فِيْهِمْ یعنی ہر ایک امام ہادی ہے اس قرآن اور اس امت کا جس میں وہ ہے۔ وغیرہا من الاحادیث"۔

یہ اکتالیس دلیلیں ہیں۔ اور ان دلائل عقلیہ و فطریہ و نقلیہ و قطعیہ سے ثابت ہے۔ کہ اس وقت زمانے میں مجریِ قانونِ الٰہی۔ مُصلحِ عالم۔ رافعِ فساد۔ مُعلّمِ الٰہی۔ صادقِ امین۔ معصومِ مطلق۔ مربیِ عالم۔ امانِ زمین۔ خلیفۂ خدا۔ ہادیِ دین۔ وارثِ ابراہیمؑ۔ مُطاعِ خلق۔ شہید علی الناس۔ مُمَثّلِ اعلیٰ۔ منزلِ ملائکہ۔ مَہبطِ وحی۔ محلِ قدس۔ حاملِ کتاب۔ مبیّنِ قرآن۔ داعی الی الحق۔ واسطۂ فیضان۔ سفینۂ نجات۔ ثانیِ ثقلین عادلِ حقیقی۔ آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر۔ عارف بالحق۔ نجمِ ہدایت۔ شاہِ ولایت۔ رکنِ زمین و آسمان۔ ولی الامور۔ مُدبّرِ امرِ الٰہی۔ حجتِ خدا۔ وارثِ علومِ انبیاءؑ۔ امامِ حق۔ مرکزِ انوار۔ جزوِ نورِ محمدی۔ وصیِ رسولؐ۔ صاحب الزمان۔ بقیۃ اللہ و خاتم الاوصیاءؑ موجود و بقید حیات ہے۔ جب تک خدا ہے۔ خدا کا دین ہے۔ خدا کی زمین ہے اور جناب ختمی مرتبت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعتِ مقدسہ ہے۔ حضرت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ موجود ہے اور کوئی صاحب دیانت و انصاف و عقل سلیم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

اگرچہ اس ضمن میں اوصاف و تعرافِ امام بھی معلوم ہو گئی ہے۔ لیکن مزید توضیح و اطمینان خاطر کے لئے ایک علیحدہ باب میں تعریفِ امامت درج کرتے ہیں۔ تا کہ جھوٹے اور سچے امام میں ایسی تمیز ہو جائے۔ اور ایسی سند قائم ہو جائے۔ کہ پھر کوئی دھوکا نہ کھا سکے ؏

یہ بھی یاد رہے۔ کہ اکتالیس دلیلیں جو مع ضمنی دلائل پچاس سے بھی زیادہ ہیں۔ جس طرح وجود امام مہدی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثابت اور مشخص کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ جھوٹے مدعیان نبوت و امامت و مہدویت و عیسویت کے ابطال پر پچاس سے زائد مستقل دلیلیں ہیں۔ جو نہ صرف ہندوستانی یا پنجابی جھوٹے مہدی کی امامت کو باطل کرتی ہیں۔ بلکہ کُل جھوٹے اماموں اور جھوٹے نبیوں کی امامت و نبوت کو باطل ثابت کرتی ہیں۔ اور ہر ایک دلیل میں ایک وصفِ خاص امام علیہ السلام ثابت ہے۔ اور ان اوصاف میں سے ایک بھی ان جھوٹے مدعی نبوت و امامت و مہدویت و عیسویت و بروزیت و مثالیت میں نہیں پایا جاتا۔ اور اس لئے ہر ایک دلیل بجائے خود اس کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ فتدبر فیہ وانتظر الزیادۃ والتفصیل

بابِ دوم

(معیارِ امامت و تعریفِ امامِ)

کسی چیز کی اصلیت و ماہیت کی جہالت و ناواقفیت کے ساتھ جب آبائی اندھی تقلید اور پھر اس کے ساتھ عصبیت و عداوت و اغراض شخصیہ و ذاتیہ بھی شامل ہو جائیں۔ تو کریلے اور نیم کی مثال صادق نہیں آسکتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اپنے خیال۔ اعتقاد۔ تقلید اور مطلوب و محبوب معتقد کی محبت میں انسان "حب الشئی یعمی و یصم" (محبت انسان کو اندھا و بہرہ بنا دیتی ہے) کا مصداق بن جاتا ہے۔ اور تحقیق حق سے منزلوں دور اور پھر اپنے مقابل کی

ہرایک اچھی سے اچھی بات قبیح ترین عیب معلوم ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے۔ کہ اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا۔ اور دوسرے کی آنکھ کی پھٹکی بھی دور ہی سے دکھائی دینے لگتی ہے۔ اگر نہ بھی ہو۔ تو قوتِ خیال آنکھوں کے سامنے مجسم کر دکھاتی ہے۔ سہ

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اکثر اہل اسلام بوجوہات مذکورہ حدود اسلام و اصول اسلام سے ایسے بے خبر ہیں یا بن گئے ہیں۔ کہ ان کے کفر و اسلام میں فرق کرنا تقریباً محال ہو گیا ہے۔ توحید سے لے کر تا حدود و تعزیرات کوئی اصل ایسی نہیں رہی یا نہیں رکھی گئی۔ جو تبدیل و مسخ نہ کر دی گئی ہو۔ خصوصاً امامت ایسی مسخ شدہ صورت میں دکھلائی دے رہی ہے۔ اور دکھلائی جا رہی ہے۔ کہ اصل حقیقتِ امامت تک کسی کا طائرِ وہم بھی نہیں پہنچ سکتا۔ شاید اوصافِ امام و حدود امامت ہی کے چھپانے کے لئے لفظ اور تعریف امامت ایسی عام کر دی گئی۔ کہ امامِ جمعہ و جماعت و امامِ فتوے و پیشوائے خلق و ماہرینِ فن سب ایک ہو گئے۔ اور کسی میں تمیز نہیں رہی۔ مسجد کے ملا اور مرجع انام و مربی عالم مساوی ہو گئے۔ یہاں تک کہ اب اہل اسلام خصوصاً اہل ہند میں لفظ امام کے اطلاق و تلفظ سے اوّل تبادر ذہن کا مسجد کے ملا کی طرف ہوتا ہے۔ بلکہ پڑھے لکھے بھی اس جہالت میں گرفتار ہیں۔ یا لوگوں کو دیدہ و دانستہ گمراہ اور جاہل بنا رہے ہیں۔ میں نے ایک اخبار میں بچشم خود ایک مضمون دیکھا۔ جس کی سُرخی "یا ایہا الائمة" تھی۔ اور خطاب مسجد کے ملاؤں سے تھا۔ اور آیات "وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا"، "وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ" ان کی شان میں پیش کر کے ان کو ہدایت و تنبیہ کی گئی تھی۔ حالانکہ کلام حمید مجید میں یہ آیات انبیاء مرسلین ذریتِ حضرت ابراہیمؑ کی شان میں ہیں۔ تو گویا حضرت موسےٰ و عیسےٰ و اسحاقؑ و اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ اور مساجد کے ملاؤں اور پیشنمازوں کو ایک سٹیج پر دکھایا جا رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں کیا جہال کا خیال اس طرف منعطف ہو سکتا ہے کہ امامت ابراہیمیؑ و پیشوائی خلق کوئی ایسا مرتبہ ہے۔ جو خاص برگزیدگان خدا انبیاء مرسلین جیسے اشخاص سے مخصوص ہے۔ حالانکہ صاحب درمختار فرماتے ہیں۔ کہ "امامت کبرےٰ رکن دین ہے۔ اور اسی واسطے مسلمانوں نے اس کے تقرر کو صاحب شریعت کے دفن پر مقدم رکھا۔" سہ

اہلِ دُنیا کارِ دُنیا ساختند مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند"

کلام مجید میں اوصاف امام وحدود امامت اس توضیح سے مذکور ہیں۔ کہ اہل دیانت کسی اور بیان اور کتاب کے محتاج نہیں۔ چنانچہ اکثر اوصاف ہم ذکر اور ثابت بھی کر چکے ہیں۔ لیکن حضرات اہل حل وعقد نے ان کو بالکل مجہول رکھا ہوا ہے اور بنا دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اگر ایک جاہل مطلق مجسمۂ عیوب ونقائص دعوئے امامت کرتا ہے۔ تو اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ اور کم سے کم یہ خیال تو بہت سے حضرات کو ہو جاتا ہے۔ کہ دیکھیں شاید اس میں کوئی بات ہو۔ اور شاید امام ہی ہو۔

فصل

منصب امامت

بہرحال لفظ امامت مشترک ہے۔ شامل ہے امامت صغرئے (پیش نمازی) اور امامت کبرئے (مرجعیت انام وپیشوائی خلق) کو۔ اور لفظ امام امام جمعہ وجماعت وامام خلق وپیشواء ومقتدائے عالم کو۔ اور ان دونوں کے درمیان بعد المشرقین اور دس نہیں بلکہ ہزار مرتبہ فرق زمین وآسمان ہے۔ اور جس کے ساتھ حشر ہوگا اور جس کی معرفت واجب ہے۔ یہی امام ہے نہ پیشنماز۔ اور یہ امامت ایک مرتبہ عالیہ ہے کہ اس سے فوق کوئی مرتبہ متصور نہیں۔ بسلسلۂ انبیاء علیہم السلام میں اوّل اوّل یہ منصب عالی جناب شجرۃ الانبیاء حضرت ابراہیم علےٰ نبیّنا وعلیہ السلام کو من جانب اللہ عطا ہوا۔ حضرتؑ سے پہلے کوئی نبی مرسل وغیر مرسل اس نام سے نہیں پکارا گیا۔ اگرچہ وہ اپنے زمانے میں اپنی قوم کا ہادی اور مبلغ احکام تھا۔ مگر جمیع اقوال ونیز افعال میں مقتدائے کل نہ تھا۔ ان کے لئے اوّل حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے فرمایا "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔" درآنحالیکہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ مرتبۂ نبوت ورسالت اور خلت خاصہ پر فائز ہو چکے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے اشرف افضل کوئی منصب نہ تھا۔ جو آپ کو عطا کیا جاتا اور اس سے بہتر کوئی اور نام نہ تھا جس سے آپ اس وقت موسوم کئے جاتے۔ واضح رہے کہ نبوت موقوف ہے وجود روح قدس پہ۔ اور وہ ایک روح خاص قدسی نورانی۔

ہے جو انبیاء کو عطا کی جاتی ہے۔ اور نبی اور عام انسانوں میں ایسا ہی فرق ہے۔ جیسا کہ انسان اور دوسرے حیوانوں میں۔ ہر ایک انسان حیوان ہے۔ مگر عام حیوان اور انسان میں فصل ممیز روح انسانی ہے۔ جس کا اثر خاص نطق ہے۔ اور حیوان ناطق خاص اسی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور روح انسانی جامع ہے جملہ اوصاف حیوانیت کو مع شئے زائد۔ یعنی اوصاف خاصہ انسانیہ۔ اسی طرح نبی اور عام انسانوں میں حد فاصل اور فصل ممیز روح نبوتی روح قدس نورانی ہے۔ اور وہ جامع و حاوی ہے۔ جملہ اوصاف و کمالات انسان کامل کو مع شئے زائد۔ یعنی اوصاف و کمالات خاصۂ نبوت۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ۔ یعنی خداوند عالم روح خاص اپنے عالم امر سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا اور القاء کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ روز قیامت سے ڈرائے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ یہ روح خاص ہے۔ خاص بندگان خدا کو دی جاتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے وہ بشیر و نذیر ہوتے ہیں۔ اور کار تبلیغ و نذارت انجام دیتے ہیں۔ کما قال يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ "خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ ملائکہ کو روح کے ساتھ نازل فرماتا ہے" اس آیت میں علاوہ اس تصریح کے کہ یہ نزول ملائکہ و روح خاص بندگان خدا پر ہوتا ہے نہ ہر ایک پر یہ بھی تشریح ہے۔ کہ ملائکہ اور روح دو چیزیں ہیں۔ روح ملک نہیں ہے اور ان کے خیال کی رد ہے جو اس روح کو فرشتہ کہتے ہیں۔

یہی روح خاص ہے جو حضرت آدمؑ کو عطا ہوئی۔ فقال فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ۔ "روحی کی اضافت خدا کی طرف دلالت کرتی ہے۔ کہ یہ روح خاص برگزیدہ و مقرب مخلوق خالق عالم ہے۔ اور اس کو کمال قرب منزلت کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس روح قدس کو ساحت قدس قدوس سے خاص نسبت و تعلق ہے۔ اور یہی روح حضرت عیسیٰ کو عطا ہوئی " وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ اور یہ کلمۃ اللہ جو مریم کو القا کیا اور اس کی ایک روح خاص۔ اور پھر تمام انبیاء کے حق میں فرماتا ہے " وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ۔ "جملہ انبیاء کی خدا نے اپنی ایک روح خاص سے تائید کی ہے" جب تک یہ روح نہ ہو تلقی وحی و تعلم عن اللہ جو صفت نبی ہے حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اکثر محققین نے اس کی تصریح کر دی ہے اور علامہ ابن خلدون نے بھی اپنے مقدمے میں اقرار ضرور کیا ہے۔ کہ عام نفوس بشریہ بحیثیت بشری تلقی وحی کلامی اور کلام اللہ سننے اور اخذ کرنے کے قابلیت نہیں رکھتے۔ خاص نفوس ایک

علیحدہ صنف خلق کئے جاتے ہیں۔ اور وہ ملاء اعلےٰ سے اتصال رکھتے ہیں۔ اور تلقی وحی کرتے ہیں۔ ماحصل یہی ہے۔ کہ عام نفوس انسانی تعلم من اللہ اور تلقی وحی کلامی کی قابلیت نہیں رکھتے۔ یہ صنف علیحدہ ہی ہے۔ اور ہم کہتے ہیں۔ کہ نوع ہی علیحدہ ہے۔ اور مابہ الامتیاز یہی روح خاص روح قدس نورانی ہے۔ جو انہی مخصوصین وبرگزیدگان خدا کو دی جاتی ہے۔ اور علم وجودی وقدرت بر ماتحت اس کے آثار وجودیہ ہیں۔ اور عصمت لازمہ روح قدس (پاک روح) جہاں یہ روح قدس ہے۔ عصمت ہے۔ اور جہاں نہیں۔ وہاں عصمت بھی نہیں (کما اشرنا الیہ سابقا) جب تک یہ روح نہ ہو۔ نبی وحی رحمانی والقاء شیطانی میں تمیز نہیں کرسکتا۔ اور حجت قائم نہیں ہوسکتی۔ اور آثار اس روح پاک وروح علمی کے روز ولادت ہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اسی واسطے ہر نبی کتاب وجودی لے کر آتا ہے۔ یعنی علم اپنے وجود کے ساتھ لاتا ہے۔ چنانچہ قصہ حضرت آدمؑ وحضرت عیسےٰؑ وحضرت اسحٰقؑ وحضرت اسمٰعیلؑ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ یعنی ابراہیمؑ کو ایک علیم بچے کی بشارت دی۔ اور تمام انبیاء کے حق میں فرمایا۔ بَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ اللہ نے انبیاء مبشرین ومنذرین کو بھیجا۔ اور ان کے ساتھ ہی ساتھ کتاب نازل کی۔ وغیر ذالک من الآیات (تفصیل ہماری کتاب کشف الاسرار میں دیکھنی چاہیئے)۔

اور قصہ حضرت ابراہیمؑ "إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا" "وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا الخ" سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ نبوت ورسالت وامامت ایک ہی رشتہ ہے۔ مرتبہ رسالت ہی پر فائز ہونے کے بعد عہدۂ امامت کا اظہار واعلان کیا گیا ہے۔ پس لابد امام جامع ہے۔ انہی اوصاف مخصوصہ کو۔ یعنی وہ دارائے روح قدس نورانی علمی صاحب علم وقدرت طہارت وعصمت ہے۔ اور نتیجہ علم وقدرت۔ حکم وتصرف ہے۔ اور یہی اول معیار امامت ہے ان اوصاف کے بغیر کوئی امام امام ومرجع انام نہیں ہوسکتا۔ اور یہی امامت ذریت ابراہیمیؑ میں تا قیام قیامت باقی ہے۔ جیسا کہ باب اول میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ پس ائمہ ذریت ابراہیمؑ تماما ان اوصاف سے متصف ہیں۔ اور لفظ "جاعلک" سے تصریح نص ہے۔ یعنی بلا جعل الٰہی کوئی نبی نبی اور امام امام نہیں ہوسکتا۔ چاہیئے کہ خدا ہی خود بلا واسطۂ غیر یا بواسطہ اپنے رسولؐ یا امام کے اس کے نام کی تصریح کرے۔ جیسے کہ خلافت آدمؑ وداؤدؑ وامامت ابراہیمؑ کی تصریح خود فرمائی ہے۔ اور دوسرے ائمہؑ کے اوصاف منصوص فرما کر پیغمبرؐ سے اعلان کرایا۔ پس نص الٰہی ضروری ہ

لازمی ہے اور داخل در معیار امامت ہ

تعریف امامت ان بیانات کے بعد دیکھنا چاہیئے۔ کہ (ڈیفی نیشن) یعنی تعریف امامت کیا قرار پاتی ہے؟ اکثر متکلمین اسلام نے امامت کی تعریف یہ قرار دی ہے۔ "اَلْاِمَامَةُ رِیَاسَةٌ عَامَّةٌ نِیَابَةً عَنِ النَّبِیِّ" "یعنی امامت بطور نیابت از رسولؐ ریاست عامہ ہے۔ لیکن بیانات سابقہ و نصوصات قرآنیہ میں اونکے تامل کرنے سے ثابت ہے۔ کہ یہ تعریف جامع و مانع نہیں ہے۔ کیونکہ نیابت نبی کی قید سے حضرت ابراہیمؑ جیسے ائمہ اس تعریف سے خارج ہو گئے۔ کیونکہ وہ نائب نبی نہ تھے بلکہ خود رسولؐ تھے۔ اور منصب امامت انہی کو عطا ہوا۔ اور نیز اس میں داخل ہو گئے۔ وہ غیر مستحق امامت جنہوں نے نیابت رسولؐ میں ریاست حاصل کر لی حالانکہ اوصاف امامت و معیار امامت ان میں موجود نہیں۔ اور وہ منصوص من اللہ امام نہیں ہیں۔ (کما لا یخفی علی المتامل) اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ مطلق امامت کی تعریف نہیں ہے۔ جس میں امامت پیغمبران بھی شامل ہو۔ بلکہ اس امامت کی صرف تعریف ہے۔ جو نیابت و خلافت رسول ہے۔ لیکن یہ بھی بدیہی البطلان ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ اسلام میں کوئی امامت نہیں ہے۔ بجز اس امامت ذریت ابراہیمیؑ کے۔ اور منشاء و مدرک اصل امامت یہی آیۂ مجیدہ "وَمِن ذُرِّیَّتِی قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِینَ" ہے۔ اور یہی مابہ النزاع ہے۔ کہ بعد آنحضرتؐ ذریت ابراہیمیؑ میں کون امام ہے۔ یعنی ذریت ابراہیمؑ میں۔ بنی اسرائیل میں تو مثل حضرت اسحاقؑ و یعقوبؑ دوسرے وغیرھم امام ہوئے تا حضرت عیسےٰؑ اور بنی اسمٰعیلؑ میں یہ منصب و عہدہ بجعل الٰہی اوّل آنحضرتؐ ختمی مرتبت کو پہنچا۔ اور آپ ہی اس کے اوّل وارث ہوئے۔ کما قال عزّ وجلّ "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ" یعنی تمام لوگوں سے وراثت ابراہیمؑ کے مستحق اور سزاوار وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے ان کا اتباع کیا ہے۔ اور یہ پیغمبرؐ اور خاص اہل ایمان اور اللہ ولی مومنین ہے۔ پس مابہ النزاع یہی امامت ابراہیمیؑ ہے۔ کہ بعد پیغمبر ختمی مرتبت وہ مومنین خاص کون ہیں۔ جو اس مرتبے بڑے فائز ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ امامت یقیناً قید نیابت نبی سے خارج ہے۔ اگرچہ بعد نبی ہے۔ مگر منصب وہی ہے۔ فتامل۔ دوم اگر یہ محض خلفاء رسولؐ کے لئے ہے۔ اور ریاست عامہ سے مقصود سلطنت و حکومت ہے۔ تو بھی یہ تعریف کسی خلیفۂ رسولؐ پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ کسی کو ریاست عامہ حاصل نہیں ہوئی۔ اور بعض تو عرب کی حدود سے باہر بھی نہ نکلے تھے چہ جائیکہ تمام زمین پر

حکومت عامہ ہو۔ سوم اس لئے کہ خلفاء رسول یا شوریٰ سے ہوتے تھے یا اجماع سے یا خود خلیفہ کی تصریح سے۔ پس ان کو ریاست عامہ حاصل نہ تھی۔ بلکہ رئیس دراصل وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے بنایا اور جو اتار دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ اور عزل کر سکتے ہیں۔ ان کا بنایا ہوا خلیفہ ان کا ماتحت ہے نہ کہ ان پر ریاست عامہ و حکومت تامہ رکھتا ہے۔ چہارم اگر یہ نیابت رسول ہے۔ اور نیابۃً عن النبی خلیفہ ہوتے تھے۔ تو چاہیئے کہ "عن النبی" ہوتے۔ یعنی پیغمبرؐ نے خود اپنے نائب مقرر کئے ہوتے۔ اور یہ خلفاء ایسے نہ تھے۔ اور نبی نے اپنے نائب منتخب نہ کئے تھے۔ بلکہ لوگوں نے کئے تھے۔ پس چاہیئے کہ وہ لوگوں کے نائب اور ان کے قائم مقام۔ ریپریزنٹیٹو۔ ہوں۔ بہر کیف یہ تعریف جملہ افراد ائمہ کو شامل نہیں۔ بلکہ بعض مورد میں نافی و ناقض امامت ہے اور اس لئے یہ صحیح تعریف نہیں۔ اور اس سے حقیقت امامت پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ اور کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ البتہ حضرت ابراہیمؑ و امامتِ ابراہیمیؑ سے علاوہ جعل الٰہی و عصمت چند چیزیں ثابت ہیں۔ اول یہ کہ "للناس" سے ثابت ہے۔ کہ آپ تمام انسانوں کے امام بنائے گئے۔ اس لئے کم سے کم ان تمام لوگوں پر آپ امام ہیں۔ جو اس وقتِ اعلان امامت سے تا قیام قیامت ہوں گے۔ بلکہ ظاہر لفظ اس سے بھی زیادہ عمومیت کا مستحق ہے۔ فافہم۔ اور یہ معلوم ہوا۔ کہ وجود امام مقدم ہے وجود ماموین سے۔ دوم علاوہ اعلان امامت یہ بھی ارشاد باری ہے۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ "اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو ملکوت آسمان و زمین دکھلاتے ہیں۔ حضرت آدمؑ کو صرف علم الاسماء دیا گیا تھا۔ اور مسمیاتؑ مصادیق اس میں داخل ہیں۔ مگر علم حقائق و ماہیات نہیں دیا گیا تھا۔ یہاں مقام امامت میں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ کو علاوہ علم اسماء و صور و مسمیات و مصادیق علم حقائق و بواطن بھی دیا گیا۔ اور ملکوت زمین و آسمان دکھلائے گئے۔ اور آپ سے پہلے یہ علم کسی نبی کے لئے ثابت نہیں ہوتا۔ پس آپ علم میں جملہ انبیاء سابقین اور جملہ ماموین سے افضل و اقدم ہیں۔ سوم جس وقت حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا۔ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ یعنی لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ اور پکارو"۔ اور حکم بھی وہاں ہوا۔ جہاں کوئی انسان بجز آپ کے گھر کے آباد نہ تھا۔ یعنی وادی بے زراعت مکہ معظمہ میں۔ اور ارشاد باری یہ ہوا۔ کہ آواز دو۔ اور لوگوں کو بلاؤ۔ لوگ تمہاری آواز سے دور دراز ملکوں سے پیادہ و سوار آئیں گے۔ حضرتؑ نے آواز دی۔ اور اسی وادی بے زراعت و غیر آباد میں لوگوں کو پکارا۔ آیا کسی نے حضرتؑ کی آواز سنی یا نہیں؟ اگر نہیں سنی۔ تو پکارنا لغو ہوا۔ اور حکم خدا فضول و بے فائدہ۔ اور

ذات پیغمبرؐ و خدا اس سے کہیں ارفع و اعلےٰ ہے۔ ضرور آواز سُنی گئی۔ تا ممکن ہے کہ آواز امام بیکار نہ جائے۔ اور حکم خدا فضول ہو۔ پھر کس نے سنی؟ ان لوگوں نے جو دور دراز ملکوں میں آباد تھے۔ لیکن کیا۔ انہی لوگوں نے سُنی۔ جو اس وقت دور دراز ملکوں میں روئے زمین پر آباد تھے؟ اگر ایسا ہے۔ تو پھر حضرت للناس امام نہ ہوئے۔ بلکہ لبعض الناس کے امام ہوئے۔ اس لئے ضروری و لازمی ہے۔ کہ تمام لوگوں کو آواز پہنچے۔ خواہ وہ پیدا ہو چکے تھے یا نہ ہو چکے تھے۔ بلکہ عالمِ ذری میں ان کی ارواح و نفوس تھے۔ چہارم یہ کہ اس آواز ابراہیمیؑ کا اثر بھی اور حضرت کا تصرف بھی ضرور ظاہر ہوا۔ کیونکہ اگر اثر ظاہر نہ ہو۔ اور کوئی قبول نہ کرے۔ تو بھی فضول ہے۔ ضرور ہے کہ کوئی نہ کوئی قبول کرے۔ اور اس دعوتِ ابراہیمیؑ پر لبیک کہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور بعض ارواح نے لبیک کہا۔ اور جنہوں نے اس اوّل آواز ابراہیمیؑ اور حضرت کی دعوت پر لبیک کہا۔ وہی حج کو جاتے اور اسی دعوت پر لبیک کہتے۔ اور اس کا جواب دیتے ہیں۔ اور یہ حاجیوں پر فرض ہے۔ اور اسی کو تلبیہ کہتے ہیں۔ کتاب العلل میں حضرت صادق آل محمدؐ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا جب حضرت ابراہیمؑ خانہ کعبہ بنا چکے تو رکن پر چڑھے اور بآواز بلند پکارا "هَلُمَّ الْحَجَّ هَلُمَّ الْحَجَّ" حج کی طرف جلدی کرو۔ حج کو آؤ" اور اگر آپ یوں فرماتے هَلُمُّوا اِلَى الْحَجِّ هلموا الی الحج تو وہی لوگ اجابت کرتے۔ جو اس وقت مخلوق ہو چکے تھے۔ لیکن "هلم الحج هلم الحج" فرمایا۔ اور ان لوگوں نے اجابت کی۔ جو ابھی اصلابِ رجال ہی میں تھے۔ پس جس نے دس مرتبہ ندا و اذان ابراہیمیؑ پر لبیک کہا۔ وہ دس حج کرے گا۔ جس نے پانچ دفعہ کہا۔ وہ پانچ حج کرے گا۔ اور اسی طرح جس نے ایک دفعہ کہا۔ وہ ایک ہی حج کرے گا! اور جس نے اس آواز ابراہیمیؑ پر لبیک نہیں کہا۔ وہ ایک بھی حج نہ کرے گا۔ اور جناب باقر علوم الاولین و آخرین فرماتے ہیں۔ کہ جب خداوند عز و جل نے جناب ابراہیمؑ کو حکم دیا۔ کہ وہ لوگوں کو حج کے لئے پکاریں۔ تو مقام پر چڑھے اور کوہ ابوقبیس کے مقابل ہو گئے۔ اور لوگوں کو حج کے لئے پکارا فاسمع مَن فِي اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَاَرْحَامِ النِّسَاءِ اِلَى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔ تو ان سب کو سُنایا جو قیامت تک باپ کی پشتوں اور ماں کے رحموں سے پیدا ہونے والے تھے۔ لفظ "اَسْمَعَ" صاف تصرف تام ندا ابراہیمیؑ پر دال ہے۔ نیز مروی ہے۔ کہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ اذان دیتے کھڑے ہوئے۔ تو انگلیاں کانوں میں رکھیں۔ اور شرق و غرب ہر طرف متوجہ ہو کر پکارا ایها الناس کتب علیکم الحج الی البیت العتیق فاجیبوا ربکم "اے لوگو تم پر حج بیت اللہ فرض کیا گیا ہے پس حکم خدا مانو اور اپنے پروردگار کی دعوت کو قبول کرو" فاجابوه من تحت البحور السبع ومن بين

المشرق والمغرب الی منقطع التراب من اطراف الارض کلہا ومن اصلاب الرجال ومن ارحام النساء بالتلبیۃ لبیک اللھم لبیک ؎ یعنی "پس حضرت ابراہیمؑ کی اذان ونداء پر تمام اطراف عالم میں خشکی وتری میں سے ماؤں کے رحموں سے اور باپوں کی پشتوں سے لبیک اللھم لبیک کہہ کر جواب دیا؎ اور بھی احادیث اس مضمون کی موجود ہیں۔ اور مطلب واضح ہے۔ کہ آواز حضرت ابراہیمؑ تمام لوگوں کو پہنچی۔ خواہ وہ کسی قطعہ زمین میں تھے خشکی میں تھے یا تری میں تھے۔ پیدا ہو چکے تھے یا نہ ہو چکے تھے۔ باپ کی پشت میں تھے یا ماں کے رحم میں۔ اور یہ معنی ہیں تصرف اور نداء امامت کے۔ اور یہ ہے شان امام۔ لہذا اس سے حکم وتصرف ابراہیمیؑ ثابت ہے۔ بنا بر بیانات سابقہ ونیز دلائل باب اوّل کی رو سے تعریفِ امامت یہ قرار پائی ہے۔ اَلْاِمَامَۃُ رِیَاسَۃٌ عَامَّۃٌ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ حَیْثُ التَّقَدُّمِ وَالْعِلْمِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْحُکْمِ۔ یعنی امامت من جانب اللہ ریاست عامہ ہے بلحاظ تقدم فی الوجود وعلم وقدرت وحکم"۔ یہ فصول اربعہ اور تقرر من اللہ امامت کے لئے لازمی ہے۔ اور یہ اوصاف نہیں پائے جا سکتے مگر اسی روح قدس کے ذریعہ سے۔ علم موہبتی لدنی وجودی اسی کا اثر ہے۔ اور طہارت وعصمت اسی کے لوازم سے ہے۔ نیز بیانات سابقہ وباب اوّل کے دلائل سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ جس طرح وجود امام وجود ماموین سے مقدم ہے۔ کہ امام پہلے سے موجود ہو۔ تاکہ کوئی امت اور کوئی زمانہ حجت خدا سے خالی نہ رہے۔ اور خدا پر حجت قائم نہ ہو۔ کہ کوئی کہ سکے۔ کہ ہمیں بلا ہادی ورہنما کے چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح بعد وجود ماموین بھی وجود حجت وامام کی ضرورت ہے۔ کیونکہ حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا۔ اور وجود ماموین کے ساتھ بھی وجود امام وحجت خدا کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ نہ صرف باطناً جیسے کہ حضرت ابراہیمؑ ان کے لئے جو ابھی خلق نہ ہوئے امام تھے۔ ظاہراً بھی مرجع انام وپیشوا ومقتدائے عالم قرار پائے۔ سب اس کی طرف رجوع کریں۔ اور اس سے احکام اخذ کریں۔ اسی بیں سے یہ حدیث مستنبط وماخوذ ہے۔ اَلْحُجَّۃُ قَبْلَ الْخَلْقِ وَمَعَ الْخَلْقِ وَبَعْدَ الْخَلْقِ یعنی حجت خدا وہ ہے۔ جو قبل خلق موجود ہو۔ خلق کے ساتھ ہو۔ اور خلق کے بعد بھی رہے" اور ضرور یہ مرتبہ بعد رسولؐ ائمہ ذریتِ ابراہیمؑ میں تاقیام قیامت بجعل الٰہی ثابت ہے۔ اور وہ ان اوصاف سے متصف ہیں اور معیار امامت سب میں موجود ہے۔

امامت مطلقہ

اس میں شک نہیں۔ کہ اگر حضرت ابراہیمؑ شجرۃ الانبیاء ہیں۔ اور تمام لوگوں کے امام۔ مگر تمام عوالم اور جملہ ماسوائے اللہ پر امام ورسول نہیں ہیں۔ بخلاف

ہمارے پیغمبر کے کہ نص آیہ مجیدہ "تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیراً"
(بزرگ و برتر ہے وہ ذات پاک جس نے اپنے بندۂ خاص پر قرآن نازل کیا۔ تاکہ وہ تمام عالمین پر نذیر ہو)
سے ثابت ہے۔ کہ جملہ عوالم پر آپ پیغمبر ہیں۔ اور کل ماسوائے اللہ آپ کے تحت نذارت ہیں۔
خواہ ملائکہ ہوں یا عقول قادسہ یا ارواح و نفوس و جن وانس و چرند و پرند وغیرہم۔ اور آیۂ میثاق نبیین
دال ہے۔ کہ تمام انبیاء بھی آپ کی امت میں داخل ہیں۔ اور آپ نبی مطلق ہیں۔ کوئی زمانہ اور کوئی
امت کوئی مخلوق آپ کی امت و رسالت سے خارج نہیں۔ اور یہی مطلب "کنت نبیاً و آدم بین
الماء والطین" کا ہے۔ کہ آپ اس وقت سے اوصاف نبوت و رسالت سے متصف تھے۔
جبکہ آدم خلق بھی نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ جملہ علماء محققین نے اس کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو خصائص
کبریٰ۔ بحار الانوار وغیرہما۔ لہٰذا جب آپ کی نبوت مطلق و عام ہے۔ اور جملہ ماسوائے اللہ پر مبعوث
ہیں۔ اور کل موجودات نص آیہ مبعوث الیہم و منذر الیہم۔ تو آپ کی امامت بھی مطلق و عام ہوئی۔
اور حضرت پیشوائے کل عوالم و مقتدائے جملہ ماسوائے اللہ ہوئے۔ اور اسی طرح آپ کے اوصیاء
بر اسی مرتبہ امامت مطلقہ کے وارث اور حضرتؐ کے قائم مقام ہیں۔ اور اسی واسطے بعد خدا جملہ
عوالم پر شہید ہیں۔ اور اسی وجہ سے چرند و پرند و جن و انس وغیرہم کا ان حضرات کی طرف اپنی حوائج
میں رجوع کرنا اور استغاثہ کرنا کتب سیر و تواریخ سے ثابت ہے ؛

اور جب رسالت و امامت و نیز ولایت آنجنابؐ کی جیسا کہ پیشتر ثابت کیا جا چکا ہے مطلق و عام
ہوئی۔ تو لابد علم آپ کا زیادہ ہوگا جملہ عوالم سے۔ اور قدرت آپ کی نزنی قدرت منذرین و مبعوث
الیہم اور تصرف ان کا مطلق و کلی۔ اور یہ یقینی و قطعی ہے۔ چنانچہ آیہ مجیدہ "اُمرت ان اکون اوّل
المسلمین" و "و اُمرت ان اکون اوّل من اسلم" وغیرہا اور احادیث کثیرہ متواترہ سے ثابت
ہے۔ کہ آپ کی روح نورانی اوّل مخلوق و اوّل ماصدر ہے (دیکھو خلافت الٰہیہ۔ کشف الاسرار اور البرہان)
اور باتفاق حکماء محققین اوّل مخلوق اتوے و افضل و اشرف و اعلےٰ ہوتا ہے جملہ مخلوقات مصنوعات
سے پس کوئی موجود موجودات عالم سے اوصاف و کمالات و علم قدرت میں مثل روح اعظم
نبوی و اوّل مخلوق و مصنوع نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ثابت ہے۔ کہ عالم امکان اسی نور کی شعاعوں
سے روشن ہے۔ اور یہی وجود مقدس مرکز دائرہ امکان جیسا کہ باب اہل البیت میں مفصل معلوم ہوگا
اور نیز اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب کشف الاسرار سے دیکھنی چاہیئے ؛

اور ارواح انبیاء اسی نور اوّلی کی شعاعیں ہیں۔ اور یہ مطلب آیات مجیدہ سے بھی واضح ہے۔ کیونکہ

خداوند عالم جہاں کہیں ان انبیاء جزئیہ کی روح نورانی کا ذکر فرماتا ہے۔ وہاں "من تبعیض" ضرور موجود ہے مثلاً "نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي" اپنی روح میں سے اس میں میں نے پھونکا۔ "وَرُوحٌ مِّنْهُ" اور اس کی روح میں سے وغیر ذالک۔ اور آنحضرتؐ کی روح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا۔ اسی طرح سے ہم نے اے حبیب ایک روح عالم امر سے تجھے دے دی" اور "وَلٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ" سے ثابت ہے۔ کہ یہ روح نور ہے۔ پس تمام انبیاءؑ اسی روح نورانی کی شعاعیں ہیں؛

ختم نبوت یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ نبوت مطلقہ وختم نبوت ایک ہی مرتبہ ہے۔ کیوں کہ نبوت منتہائے ترقی انسانی اور ختم نبوت منتہائے نبوات۔ کہ اس کے اوپر کوئی مرتبہ نہیں۔ اور یہ مرتبہ عین مرتبہ نبوت مطلقہ ہے۔ کیونکہ نبی مطلق بغیر از مخلوق اوّل اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ تقدم وجود ضروری ہے۔ مؤخر متقدمین پر حجت نہ ہوگا۔ پس اگر اس سے پہلے اور مخلوقات ہوں۔ تو وہ اس کی نبوت و رسالت سے خارج ہوں گی۔ اور جب کچھ موجودات و مخلوقات اس نبوت سے خارج ہو گئیں۔ تو نبوت بلحاظ مبعوث الیہم عام و مطلق نہ رہی۔ اور چوں کہ اس سے پہلے اور مخلوقات ہیں۔ اور ایک زمانۂ ماضیہ اس سے خالی ہے لہٰذا۔ بحیثیت مکان بھی مطلق و عام نہیں۔ پس نبی مطلق مخلوق اوّل ہی ہو سکتا ہے۔ اور مخلوق اوّل اقرب و افضل و اشرف و اعلیٰ مخلوق ہے۔ کہ اس سے فوق کوئی مخلوق نہیں۔ کیونکہ اوّل تو اس کے اور مبدء فیاض و کمال حق کے درمیان کوئی اور وجود وسیلہ و فاصلہ نہیں ہے۔ اور وہی مخلوق اقرب الخلق الی الخالق ہے۔ پس اس سے اشرف و اعلیٰ و افضل اور کوئی مخلوق نہیں ہو سکتا۔ دوسرے ہر ایک صانع اوّل مصنوع میں کمال صنعت کو کام میں لاتا ہے۔ تاکہ اس کا کمال کمال صانع کی دلیل ہو۔ پس فوق مخلوق اوّل کوئی مرتبہ ممکن کے لئے نہیں ہے۔ اور مرتبہ ختم نبوت یہی ہے۔ لہٰذا نبی مطلق ہی خاتم النبیینؐ ہو سکتا ہے۔ اور جب یہ عالم ظاہر میں ظاہر ہو جائے۔ تو پھر اس کامل کے بعد اور کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ بعد تکمیل نبوت و تتمیم شریعت و اتمام دین ناقص نبی اور اوّل سے ادنےٰ پیغمبر کو بھیجنا فعل قبیح ہے۔ اور اس مخلوق اوّل سے ہر ایک مخلوق ناقص ہے۔ لہٰذا بعد آپ کے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ قطعًا ناممکن ہے کہ بعد آنحضرتؐ کوئی نبی آئے۔ الا جھوٹا اور مفتری۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ؛

مقام و مرتبہ نورانیت آنحضرتؐ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ اور مَا كَذَبَ

الفؤاد ما رأی وَاِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" سے ظاہر و باہر ہے یقیناً آپ فوق سدرۃ المنتہٰے پہنچے۔ اور سدرۃ المنتہٰے منتہائے ترقی عالم امکان ہے۔ علماً و عملاً اور کوئی خواہ ملک ہو یا انسان یا جن اس سے فوق مرتبہ ترقی نہیں رکھتا۔ جبرئیل امینؑ جیسا مقرب بارگاہ الٰہی اس سے فوق نہیں جا سکتا۔ اور "لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَۃً لَاحْتَرَقْتُ" فرما دیتا ہے۔ اور آپ اس سے فوق عرش اعظم الٰہی تک پہنچتے اور جملہ عوالم انوار کو طے کرتے اور بچشم بصری ملاحظہ و معائنہ فرماتے ہیں۔ اور نہ آنکھ خیرگی کرتی ہے اور نہ غلط بینی۔ بعین حقیقت ملاحظہ انوار فرماتے ہیں۔ اور نورانیت میں جبرئیل امینؑ سے کہیں بالاتر ثابت ہوتے ہیں۔ تا اینکہ قاب قوسین کے مقام تک پہنچتے ہیں۔ جو منتہائے امکان ذاتی اور مقام اتصال قوس امکانی و قوس وجوبی ہے۔ "اَوْ اَدْنٰی" مقام وجوب غیری یعنی مقام و مرتبہ و منزلت قرب و اتصال میں امکان ذاتی سے فوق وجوب بالغیر کے مقام تک پہنچے۔ کہ اس سے فوق بس مقام وجوب ذاتی و واجب بالذات ہے۔ بنابریں بعد اس مرتبہ و مقام کے ممکن کے لئے کوئی مرتبہ و درجہ متصور نہیں ہو سکتا۔ پس بعد آنحضرتؐ اگر کوئی مدعی دعوےٰ کرے۔ تو چاہیئے۔ کہ ربوبیت مطلقہ و الوہیت عامہ یعنی الٰہ العالمین ہونے کا مدعی فرعون ثانی بلکہ لاثانی بنے۔ اور کوس لمن الملک بجائے لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ والمنکرون کلھم اھل النار و سیصلون دار البوار۔

آیہ مجیدہ "شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا" سے ثابت ہے۔ کہ شریعت الٰہیہ آنحضرتؐ پر ختم ہو چکی۔ اور حضرت نوحؑ و حضرت ختمی مرتبتؐ کے درمیان محصور ہے۔ بعد آپ کے کوئی شریعت جدیدہ نہیں ہے۔ جو آپ کے بعد نئی شریعت کا مثل بابی یا بہائی وغیرہ مدعی ہو۔ اکذب الکاذبین و سرور مفترین ہے۔ اور "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" "آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت پوری اور تمام کر دی۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا" سے ثابت ہے۔ کہ دین الٰہی آنحضرتؐ کے ساتھ کامل ہو چکا۔ نعمت الٰہی پوری کر دی گئی۔ اور اسلام ہر اعتبار سے مکمل و پسندیدہ ہو گیا۔ اب اس کے بعد جو تکمیل دین اسلام کا دعوےٰ کرے۔ وہ مکذب آیات الٰہی اور منکر اسلام ہے۔ اور دراصل کسی اور دین کا پیرو یا موجد۔ آیات مجیدہ "تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ"۔ "مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ"۔ "وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ"۔ "وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ"۔۔ یعنی اس آخری کتاب

(قرآن شریف) میں ہر ایک شے کا بیان فصیح موجود ہے۔ اور اس کتاب میں کوئی کمی باقی نہیں رکھی گئی۔ ہر ایک خشک و تر کا بیان اس میں موجود ہے۔ اور جو کچھ ضرورت تھی اور پیغمبر نہ جانتے تھے سب تعلیم دے دیا گیا۔ پھر نہ معلوم بعد آنحضرتؐ کوئی نیا مدعی نبوت خدا کی اصلاح کرے گا یا کتاب اللہ کی۔ یا پیغمبرؐ کو عدم تبلیغ کا الزام لگائے گا۔ د کل ذالک شرک و کفر۔ (وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ)

پہلے منافقین کی تو یہ حالت تھی۔ کہ آیات متشابہات ہی کو اپنا دستور العمل بناتے تھے۔ اور جس طرح چاہتے تھے اپنی خواہش کے موافق ان کی تاویلیں گھڑ لیتے تھے۔ اور آیات بینات سے تمسک نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ ان میں انہیں خود ساختہ تاویلوں کا موقع نہ ملتا تھا۔ اور ان کی تاویلیں کرتے تو علماء تو کیا جہال عرب بھی ان پر ہنستے۔ مگر اب ایسے مجہول مطلق لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ متشابہات کے ساتھ آیات محکمات و بینات قرآنی کی وہ من گھڑت تاویلیں کرتے ہیں۔ جن کو سن کر گدھے بھی لات ماریں اور روتے ہنسنے لگیں۔ مگر جو جھوٹے پنجابی نبیؐ کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں۔ وہ بفحوائے "حب الشی یعمی و یصم" انہی بیہودہ معانی پر بغلیں بجاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اور یقین کر لیتے ہیں۔ کہ ان کے بروزی نبی کی آواگون والی جھوٹی نبوت حق ثابت ہو گئی۔ اور یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ ساری دنیا اندھی نہیں ہو گئی ہے۔ آیہ مجیدہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" از روئے قواعد علمیہ و اصول عقلیہ صریحۃ الدلالۃ ہے۔ اور اس کا صاف مطلب یہی ہے۔ کہ انبیاء رسول عربی پر ختم ہو گئے۔ اور ان کے بعد روز قیامت تک کوئی نبی نہ اٹھے گا۔ مگر جھوٹا۔ اور اس کی طرف ہم اکثر اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ لفظ خاتم النبیین کے خواہ کوئی بھی معنی لئے جائیں۔ ماحصل سب کا یہی ہے۔ لفظ خاتم کے تین ہی معنی ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کو وصف لیا جائے اور ختم کا اسم فاعل مانا جائے۔ تو معنی صاف ختم کرنے والا ہے۔ اور خاتم النبیین کا لفظی ترجمہ بلا کسی تاویل و تفسیر کے یہی ہے۔ کہ آنحضرتؐ پر انبیاء ختم ہو گئے۔ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اور یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا جو اس آیت کی تفسیر میں خود آنحضرتؐ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا یا علیؑ انا خاتم الانبیاء و انت خاتم الاوصیاء یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں تو خاتم الاوصیاء۔ میں نے انبیاء ختم کر دیئے۔ اور تو نے اوصیاء ختم کر دئے۔ اور اس معنی میں بہت سی احادیث ہیں۔ جن میں سے ابھی نقل ہوں گی۔ اور اگر خاتم اسم لیا جائے یعنی ما یختم بہ تو اس کے معنی مہر اور مہر کرنے والے کے ہیں۔ اور اس معنی کی رو سے خاتم النبیین کے دو معنی ہوں گے۔ ایک یہ کہ خاتم النبیین وہ ہے جس کی مہر پر نبی مبعوث

ہوتے ہیں۔ جس پر وہ مہر کر دے۔ وہی نبی ہے۔ اور جس پر وہ مہر نہ کرے وہ نبی نہیں۔ اگر دعوے کرے تو جھوٹا ہے۔ یہ مہر والا نبی ہے۔ اور باقی سب انبیاء اُس کی مہر سے نبی ہُوا کرتے ہیں۔ پس اس صورت میں لازم ہے۔ کہ جتنے نبی ہیں۔ وہ سب اس سے پہلے آئیں۔ کیونکہ یہ مہر کنندۂ جمیع انبیاء ہے۔ اور کوئی فرد نبی اس سے خارج نہیں ہے۔ سب اسی کی مہر کرنے کے بعد مبعوث ہوتے ہیں۔ اور جب یہ صاحب مہر نبی خود آ گیا۔ تو پھر اس کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اور یہ معنی صاف بدلالت التزامی دال ہیں کہ بعد خاتم النبیین قیامت تک اور کوئی نبی نہ آئے گا۔ دوسرے معنی مہر کرنے والے کے یہ ہیں۔ کہ وہ تصدیق کنندہ جملہ انبیاءؑ ہے اس عالم جسمانی میں۔ یعنی کل انبیاءؑ کا مُصدِّق ہے۔ اور کل انبیاءؑ کا مصدق اس عالم جسمانی ظاہری میں وہی ہو سکتا ہے۔ جو سب سے آخر میں آئے۔ اور اس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ کیونکہ اگر اس کے بعد بھی نبی ہوتے۔ تو وہ ان کا مُصدق نہ ہوگا۔ اور یہ اُس کی تصدیق سے خارج ہوں گے اور النبیین صیغہ جمع محلی باللام ہے۔ جو مفید استغراق ہے۔ اور کل افراد انبیاءؑ بلا استثناء شامل۔ پس انبیاءؑ کا اس کی تصدیق سے خارج ہونا خلاف فرض ہے۔ لہذا خاتم النبیین وہی ہو سکتا ہے۔ جو سب کے آخر میں آئے۔ اور سب کی تصدیق کرے۔ پس خاتم النبیین جناب محمد مصطفےٰ آخری پیغمبر اور سب انبیائے سابقین کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور انہی کی شان پاک میں آیا ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ۔ یعنی وہ تصدیق کرنے والے ہیں ان سب انبیاءؑ کی جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اور ان کی کتاب مُصدق جمیع کتب و جنس کتب ہے۔ آیۂ میثاق انبیاء میں بھی یہی مذکور ہے۔ کما قال عزوجل اذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ الخ۔۔ یعنی یاد کرو اس وقت کو جب میں نے جمیع انبیاءؑ سے عہد لیا۔ کہ جب میں تم کو کتاب و حکمت دے کر دنیا میں بھیجوں۔ پھر تمہارے اوپر وہ رسول آئے۔ جو تمہاری شریعتوں اور کتابوں کی تصدیق کرے گا۔ تو تم سب اس پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی نصرت کرو۔ یعنی پیغمبر رسول عربی جملہ انبیاء کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اور جب کل انبیاء کا مصدق ہے۔ تو پھر یہ خاتم النبیین اور آخر النبیین ہے۔ اور لازم ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔ کیوں کہ لفظ النبیین جنس انبیاءؑ اور کل افراد انبیاءؑ کو شامل ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ النبیین سے بعض انبیاءؑ مخصوصین مراد ہیں۔ اور پیغمبر عربی صرف ان خاص انبیاء کے مصدق ہیں۔ تو اس کو دلیل و برہان سے ثابت کرنا چاہیئے۔ اور آیات و احادیث بالکل اس کے خلاف ہیں۔ اور یہ نص قرآنی ہے۔ اور نص قرآنی محض شبہ یا وہم و قیاس سے باطل نہیں ہو سکتی۔ اس کے مقابل ایسی ہی نص چاہیئے۔

جس میں تصریح ہو۔ کہ انبیین سے فلاں بعض انبیاءؑ مراد ہیں۔ اور رسول مقبول صرف ان کے مصدق ہیں۔ ورنہ ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ رسول عربی کل انبیاءؑ کے مصدق اور آخر النبیین ہیں۔ ان کے بعد ہرگز کوئی نبی نہ ہوگا۔ وہوالحق۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نبی برحق وہی ہے۔ جس کی نبوت پر محمد مصطفےٰ مہر کردیں اور تصدیق فرمادیں۔ اور جس پیان کی مہر نہ ہو۔ اور وہ تصدیق نہ فرمائیں۔ وہ یقیناً جھوٹا مفتری کذاب ہے۔ اور حضرت رسول مقبولؐ نے ہرگز ہرگز کسی بروزی اور ظلی نبی پنجابی کی نبوت پر مہر نہیں کی ہے اور تصدیق نہیں فرمائی ہے۔ بلکہ بطور پیشگوئی تکذیب فرمائی ہے۔ پس پنجابی نبیؑ کے جھوٹا ہونے میں کسی مسلمان کو شبہ کرنا خروج از اسلام ہے۔ فافہم: تیسرے معنی خاتم النبیین خاتم النبوۃ ہیں۔ بایں معنی کہ نبوت منتہائی ترقی انسانی ہے۔ اور ختم نبوت منتہائے ترقی نبوات۔ کہ اس سے اوپر کوئی مرتبہ نبوت نہیں ہے۔ اور یہی مطلب دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ کا ہے اور اس کی ہم تشریح کر چکے ہیں۔ اور ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اس مقام و مرتبہ کے بعد کوئی مرتبۂ نبوت ہی نہیں ہے۔ جو کسی کو عطا کیا جائے۔ اور یہ مرتبہ جامع ہے۔ جملہ نبوات ماتحت کو مع شے زائد۔ اور اس خاتم النبیین اور اکمل الکاملین کے بعد کسی ناقص اور جزئی نبی کا آنا عقلاً محال ہے۔ اور جو شخص بعد نبوت خاتم النبیین دعوئے نبوت کرے۔ چاہیئے وہ فرق نبوت محمد مصطفےٰ درجہ نبوت رکھتا ہو۔ اور آنحضرتؐ سے افضل و اکمل ہو۔ بلکہ ثابت ہے۔ کہ قاب قوسین کمال قوس امکانی ہے۔ ثم دنیٰ و صعودؐ۔ اور او ادنیٰ مقام وجود غیری۔ اور اس مرتبہ سے فوق صرف مرتبہ واجب الوجود ہے۔ نہ مرتبہ ممکن الوجود۔ پس بعد خاتم النبیین مدعی نبوت دعوئے خدائی کرے۔ اور فرعون و نمرود ثانی بنے۔ ممکن نہیں ہے کہ بعد آنحضرتؐ کوئی نبی ہو۔ ہو ہی نہیں سکتا۔ علماء محققین جانتے ہیں۔ کہ مدار دور زمانی سات پر مبنی ہے۔ اور ساتویں دور پر عالم جسمانی درجہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ اور حد اعتدال میں آجاتا ہے۔ تا دور ہفتم وقتاً فوقتاً انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ اور ایک کے بعد دوسرا آتا رہا۔ اور ہر ایک شریعت لاحقہ سابقہ کو نسخ کرتی رہی ہے۔ جب دورہ ہفتم آیا۔ تو شریعت منحصر و محدود ہوگئی۔ اور ذاتاً و صفاتاً درجہ کمال کو پہنچ گئی۔ کما اشیراشرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ الخ" پس شریعت منحصر ہے حضرت نوحؑ سے تا حضرت خاتم النبیینؐ۔ اور بعد خاتم النبیینؐ کوئی شریعت جدیدہ نہیں ہے۔ دین مکمل ہوگیا" الیوم اکملت لکم دینکم" اور نعمت الٰہی ہر طرح سے تمام و کمال کو پہنچادی گئی" وتممت علیکم نعمتی" اور دین اسلام درجہ رضاء الٰہی کو پہنچ گیا" ورضیت لکم الاسلام دینا"

اور اس لئے اب قیامت تک یہی نبوت ہے۔ یہی کتاب تبیان لکل شئی ہے۔ یہی شریعت محمدی ہے یہی دین اسلام محمدی ہے۔ دین کامل ہو چکا ہے۔ نعمت خدا پوری ہو چکی ہے۔ شریعت محدود ہو چکی ہے نبوت منتہائے ترقی کو پہنچ چکی ہے۔ اور یہی مطلب ہے اس آیۂ مجیدہ کا۔ وما ارسلنک الا کافۃ للناس" نہیں تجھ کو مبعوث کیا ہے اور رسول بنا کر بھیجا ہے مگر تمام لوگوں کے لئے" ناس اسم جنس ہے۔ اور الف لام جنسی اس پر داخل اور شامل ہے جملہ افراد انسانی کو۔ کوئی فرد انسانی اس سے خارج نہیں ہے۔ اور قیامت تک جتنے انسان ہوں گے۔ سب نبوت محمدی میں داخل ہوں گے۔ اور اگر بعد نبوت خاتم النبیین کوئی نبی تسلیم کیا جائے۔ خواہ بروزی ہو یا مثالی وغیرہما۔ تو یہ آیت غلط ثابت ہو گی۔ اگر اس زمانے میں سوائے محمد مصطفٰے کوئی اور نبی مانا جائے۔ تو اس زمانے کے لوگ نبوت خاتم النبیین سے خارج ہوں گے۔ پس احمدی اور بابی و بہائی فرقے دائرۂ نبوت محمدی سے خارج ہیں اور آیۂ وما ارسلنک الا کافۃ للناس" کے منکر و مکذب۔ اور نص قرآن کی تکذیب و انکار کفر صریح ہے۔ کیونکہ آیت یقیناً عموم پر دال ہے۔ کل جنس ناس کو شامل۔ ہرگز اس میں کوئی قید یا تخصیص کسی خاص زمان و مکان و قوم کی نہیں ہے۔ پس بعد آنحضرتؐ جو دعوئے نبوت کرتا ہے۔ وہ صاف آیۂ خاتم النبیین اور اس آیۂ مذکورہ کا مکذب اور اس زمانے میں نبوت محمد مصطفٰے کا منکر ہے۔ اور دائرہ اسلام سے یقیناً خارج۔ محمدی کسی کی نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور بابی بہائی مرزائی نہیں بن سکتا۔

اسی آیت کی تفسیر میں جناب رسول اللہؐ نے حسی مثال دے کر فرمایا ہے۔

میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ملے ہوئے ہیں۔ مجھ میں اور قیامت میں جدائی نہیں ہے میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی حائل نہیں ہے۔ قیامت میری نبوت پر آئے گی۔ اور اسی پر خاتمہ ہوگا۔ اور اسی واسطے فرمایا ہے۔ حلال محمد حلال الی یوم القیامۃ وحرام محمد حرام الی یوم القیمۃ" حلال محمدی روز قیامت تک حلال ہے۔ اور حرام محمدی روز قیامت تک حرام ہے" یہی دین ہے اور یہی اسلام ہے۔ اور کسی جدید نبوت کی طرف مائل اور قائل تو کیا اس کی صداقت میں شبہ کرنے والا بھی دین اسلام و دین محمدی سے خارج ہے۔ محمدی قیامت تک محمدی ہی رہیں گے۔ ہرگز بابی بہائی مرزائی احمدی نہیں ہو سکتے۔ فتامل فیہ۔

بعبارۂ اخریٰ آیۂ خاتم النبیین وغیرہا اگر محکمات سے ہیں۔ قرآن کا مطلب صاف یہی ہے جو ہم نے عرض کیا ہے۔ اور تمام مفسرین۔ محققین و علمائے اسلام لکھتے اور مانتے چلے آئے ہیں۔ اور

اگر آیہ متشابہ ہے۔ تو یقیناً متشابہ کی تاویل کا ہر شخص کو حق حاصل نہیں ہے۔ بلکہ تاویل اس کی خدا ہی جانتا ہے۔ یا وہ جس کو خدا تعلیم دے۔ اور یقیناً قرآن کے محکم و متشابہ کو خدا نے اپنے حبیب اور اپنے رسول کو مکمل تعلیم دی ہے۔ الرحمن علم القرآن الخ وعلمك مالم تكن تعلم اور مرتبہ دوم میں معلم کتاب و حکمت ہے۔ پس ہمیں اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اور دیکھنا چاہئیے۔ کہ خود رسول نے خاتم النبیین کی کیا تفسیر کی ہے۔ اور کیا معنی بتلائے ہیں۔ پس احادیث کثیرہ میں بطرق مختلفہ و باالفاظ متفاوتہ مروی ہے۔ کہ جناب رسول خدا نے حضرت علیؑ کی نسبت فرمایا۔ انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی "اے علیؑ تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو۔ جو ہارونؑ موسےٰ سے رکھتے تھے۔ لیکن حضرت ہارون نبیؑ تھے۔ مگر تم نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے" بعض احادیث میں فرماتا ہے۔ لا نبوة بعدی "میرے بعد نبوت نہیں ہے میری نبوت کے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔" ان احادیث کا صاف و صریح مطلب یہی ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہو گا۔ اب انبیاء ختم ہو گئے۔ اور باقی تاویلات مہملہ فضول ہیں۔ لفظ بعد صاف بعدیت زمانی پر دال ہے۔ اور چونکہ کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے۔ اس لئے لا بد مطلق بعدیت کو شامل ہے۔ اور کسی وقت اور کسی زمان میں بھی بعد رسول اللہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا۔ تو ضرور زمان بعدیت کو محدود فرماتے۔ بلکہ مثل سنن انبیاءؑ اس کے آنے کی بشارت دیتے۔ مگر آنحضرتؐ نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ نہ زمان نفی کو محدود کیا ہے۔ اور نہ کسی آنے والے پیغمبرؐ کی بشارت دی ہے۔ یوں جھوٹا ادعا قابل سماعت نہیں ہو سکتا۔ جب تک کوئی مستند دلیل بیان نہ کی جائے۔ اور کوئی صحیح و مسلم حدیث مسلمہ اہل اسلام پیش نہ کی جائے۔ ورنہ یوں تو ہمیشہ جھوٹے مدعیان نبوت اپنے کو سچا ہی کہتے رہے ہیں۔ فضول بکواس اور ادعا کے لئے میدان وسیع ہے۔ انسان جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور جب اس نے اتنا بڑا جھوٹ بول لیا۔ کہ دعوئے نبوت کاذبہ کیا۔ تو اس کے ساتھ اور جھوٹ بولنا اور افتراء کرنا معمولی بات ہے۔

یہ بات بھی مسلم ہے اور بدلائل کثیرہ ثابت کر چکے ہیں کہ اہل بیت نبوت وارثان خانہ نبوت ہیں۔ اور جملہ اوصاف و کمالات نبوت میں شریک محمد مصطفےٰؐ ہیں۔ ان کی ایک ہی حقیقت ہے۔ ایک ہی نور ہے۔ صرف اصل و فرع کا فرق ہے۔ اور حضرات اہل البیتؑ علیہم السلام نے جملہ اوصاف و کمالات محمدی کا دعوےٰ کیا ہے۔ ان کو ثابت کیا ہے۔ اور دلائل مفصل دی ہیں۔ اور اپنے وہ اوصاف و کمالات ثابت کئے ہیں۔ کہ عقول ان میں حیران ہوتی ہیں۔ بلکہ اس درجہ اوصاف و کمالات

اہل البیتؑ کتب اہل اسلام سُنی اور شیعوں میں منقول اور مروی ہیں۔ کہ ان کو دیکھ کر جہالی ان کو خدا کہنے لگ گئے ہیں۔ مگر باوجود اس قدر اوصاف و کمالات بیان فرمانے اور مظہر اوصاف خدائی ہونے کے کسی امام اہل البیتؑ نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا ہے۔ بلکہ اکثر و بیشتر اس کی نفی فرمائی ہے۔ اور لانبوۃ بعد محمد فرمایا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت نہیں ہے۔ جناب امیرالمومنینؑ اپنے خطبات میں اکثر اس کی نفی فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ بعث اللّٰہ محمداً رسول اللّٰہ لانجاز عدتہ وتمام نبوتہ۔ یعنی "خدا نے جناب محمدؐ رسول اللہ کو اپنا وعدہ پورا کرنے اور اپنی نبوت ختم اور تمام کرنے کے لئے مبعوث کیا۔" اور سید علی ہمدانی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔ "یا علیؑ خدا نے مجھ کو اور تجھ کو اپنے نور سے خلق کیا۔ اور تجھے اور مجھے برگزیدہ و مصطفےٰ بنایا۔ پس مجھے نبوت کے لئے اختیار کیا اور تجھ کو امامت کے لئے۔ جس نے تیری امامت کا انکار کیا اُس نے میری نبوت کا انکار کیا۔" اور نیز جناب امیرؑ فرماتے ہیں۔ "میں اور رسول اللہؐ ایک ہی سبیل پر ہیں۔ اور ایک ہی حقیقت رکھتے ہیں۔ مگر یہ کہ وہ اپنے نام (پیغمبرؐ) سے پکارے جاتے ہیں۔ اور مجھ کو نبی نہیں کہا جاسکتا۔"

یہ احادیث بھی صاف اتحاد علیؑ و نبیؐ پر دال ہیں۔ مگر ان کو نبی نہیں کہا جاسکتا۔ نبوت رسول اللہؐ پر ختم ہوگئی۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں کہلا سکتا اور جب اہل البیتؑ باوجود وارث نبوت بلکہ وارث جمیع نبوات ہونے کے بھی نبی نہیں ہوسکتے۔ تو پھر اور کوئی امتی کیوں کر نبی ہوسکتا ہے۔ جو دعوےٰ کرے۔ یقیناً جھوٹا ہے؛

رسول اللہؐ نے کبھی اشارۃً بھی نہیں فرمایا۔ کہ ان کے بعد کوئی نبی آئے گا۔ بلکہ متعدد مواقع پر فرمایا۔ کہ اب نبوت تو ختم ہوچکی۔ اور بقاء دین اسلام اب وجود خلفاء سے وابستہ ہے۔ اور وہ منحصر و محدود ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لایزال ھٰذا الامر عزیزاً ینصرون علی اعدائھم علیہ اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش "یہ امر اسلام برابر باعزت رہے گا۔ اس پہ بارہ خلفاء نصرت دین کریں گے۔ جو کل کے کل قریش سے ہوں گے۔" قریب قریب یہی مضمون جمع الفوائد میں ہے۔ اور بعض احادیث میں قریش کی بھی تشریح ہے۔ کہ کون سے قریش خلفاء ہوں گے۔ یعنی بنی ہاشم۔ چنانچہ تحقیق خلفاء میں مذکور ہے۔ اور خلافت الٰہیہ میں مفصل لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی اسی کی تصریح ہے۔ کہ بعد رسول اللہؐ پیغمبری نہیں ہے صرف خلافت ہے۔ اور خلافت بارہ میں منحصر ہے۔ قیام دین اسلام تا روز قیامت بارہ خلفاء رسولؐ پر مبنی ہے۔ اور بارھویں

خلیفہ پر دنیا کا خاتمہ ہے۔ اور قیامت صغریٰ واقع ہوجائے گی۔ خلاصہ یہ کہ نبوت اور خلافت الٰہیہ میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے ہر نبی خلیفۃ اللہ ہے۔ مگر ہر خلیفۃ اللہ نبی نہیں ہے۔ کیونکہ نبوت آنحضرت پر ختم ہے۔ اور خلافت الٰہیہ باقی ہے۔ اور آپ کے بعد کے خلفاء خلیفۃ اللہ ہیں۔ مگر نبی اللہ نہیں ہیں۔ آپ کے بعد نبوت کا مدعی یقیناً کاذب و مفتری ہے۔ مسلمان مسلمان رہ کر بعد رسول خدا کسی کی نبوت کا قائل نہیں ہوسکتا۔ یہ امر ضروریات دین اسلام سے ہے۔ اور یقینی طور پر آنحضرتؐ کے بعد نبوت کا مدعی اور نیز اس کا قائل رسول اللہؐ کی تکذیب کرنے والا بلکہ فی الحقیقت نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے۔ اور امتِ محمدیؐ سے خارج ہے یعنی مع اپنے تمام اشیاع واتباع کے ؛

دفع شبہ ۔ غرض از روئے اصول مسلّمہ اسلامی بعد آنحضرتؐ دعوئے نبوت کسی طرح صحیح ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ یہاں ایک شبہ عوام کو ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمارا زمانہ ہادی سے کیوں خالی ہے۔ درآنحالیکہ خدا نے ہر قوم کے لئے ہادی بھیجا ہے۔ اور قرآن میں بھی خدا فرماتا ہے۔ "ولکل قوم ھاد" اگر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اور بعد آنحضرتؐ کے کوئی نبی نہیں ہے۔ تو بعد آنحضرتؐ ہادی کون ہے۔ اور ہمارا ہادی کون ہے؟ مگر جواب اس کا اسی آیت میں موجود ہے۔ کیونکہ صدر آیت یوں ہے "انما انت منذر ولکل قوم ھاد" سوائے اس کے نہیں ہے کہ اے محمد تو ہی منذر ہے۔ اور اب کوئی منذر پیغمبر نہ آئے گا۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی رہے گا۔ اسی کی مکمل بحث باب اول میں آچکی ہے اور رسول اللہؐ نے تصریح فرما دی ہے۔ کہ بعد آنحضرتؐ کے ہادی کون ہے۔ اور ہم خود ہادی کی ضرورت ثابت کر چکے ہیں۔ ہادی بیشک ہر زمانے میں ضروری ہے۔ مگر ہدایت منحصر نبوت میں نہیں ہے۔ بلکہ غیر نبی بھی ہادی ہوتا ہے۔ ہمیشہ یا نبی رہا ہے یا وصی نبی۔ اور حقیقت الامر یہ ہے۔ اصل ہدایت کار خلیفۃ اللہ ہے۔ اور خلیفۃ اللہ نبی اور امام دونو ہوتے ہیں۔ پس جب نبوت ختم ہوگئی۔ تو ہادی امام خلق موجود ہے۔ اور بعد آنحضرتؐ خلفاء اللہ ہادی خلق ہیں۔ اور وہ بارہ ہیں۔ اور انہی پر دار و مدار بقاء و قیام دین ہے۔ پس ختم نبوت نفی ہادی پر دال نہیں ہے ہادی موجود ہیں۔ مگر نئی شریعت نہیں ہے۔ نیا دین نہیں ہے۔ نئی کتاب نہیں ہے۔ اور اس معنی میں خصم بھی ختم نبوت کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ ہاں بعد رسول اللہؐ ختم نبوت کے یہ معنی ہیں۔ کہ اب کوئی نیا دین نہ آئے گا۔ نئی شریعت نہ ہوگی۔ نئی کتاب نہ آئے گی۔ مگر نفی نبی نہیں ہے۔ نبی ہوگا مگر یہ چیزیں نہ ہوں گی۔ ہم کہتے ہیں۔ نبوت انہی چیزوں کا نام ہے۔ اگر یہ نہیں ہیں۔ تو نبوت بھی نہیں ہے۔ اور

ہدایت اور تجدید و تبلیغ شریعت محمدی کے لئے قیامت تک خلفاء اللہ جو امام خلق ہیں کافی ہیں۔ وہ اسی شریعت محمدی کے پہنچانے والے اور اس کو زندہ رکھنے والے ہیں۔ کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ہرگز بعد آنحضرت نبی نہیں ہو سکتا۔ اسم نبی کسی پر صادق نہیں آسکتا۔ پس اسلام میں اگر بعد حضرت رسول مقبولؐ کوئی دعوے کر سکتا ہے۔ تو خلافت و امامت کا کر سکتا ہے۔ مگر وہ بھی بارہ کے اندر اندر۔ تیرھواں خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ بارہ خلفاء اور ائمہ خلق ائمہ اہل البیتؑ ہیں۔ جن میں سے گیارہ گزر چکے ہیں۔ اور صرف ایک بارھویں کا انتظار ہے۔ اور وہی مہدی موعود و مہدی منتظر ہے۔ اور وہ معین و مقرر ہے۔ اور تمام اوصاف و فضائل و کمالات و علامات معین و معلوم ہیں۔ اور وہ سوائے حضرت حجۃ ابن الحسنؑ العسکری اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جو اس کے سوا دعوے مہدویت کرے جھوٹا ہے۔ خواہ عربی ہو یا عجمی۔ ہندی ہو یا سندھی۔ یونانی ہو یا جاپانی۔ پنجابی ہو یا شیرازی۔ قادیانی ہو یا افغانستانی۔ کشمیری ہو یا لداخی۔ سب کی تردید یہ کتاب کرتی ہے جس میں تقریباً پانچ سو دلیلیں اثبات امامت و مہدویت حضرت حجۃ ابن الحسنؑ العسکری اور ابطال مہدویت و امامت غیر پر دال ہیں۔ اسی موضوع پر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ دعوے مہدویت قطعاً باطل ہے۔ اور تفصیلی مباحث باب دفع شبہات میں آئیں گی۔ یہاں اسی قدر کافی ہے۔ اور یہ وہ دلائل ہیں جن سے کوئی اہل بصیرت انکار نہیں کر سکتا! اور ان سے کسی طرح مفر نہیں۔

ہاں اگر مفر ہے تو مجددیت کے پردے کی طرف۔ چنانچہ جو لوگ حقیقت امر سے واقف ہو گئے۔ یا وہ جو جماعت میں داخل ہونے کے باوجود نبوت و مہدویت قادیانی کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ وہ صرف ایک مجدد تھے۔ ہم کو ان سے خصوصیت سے بحث نہیں ہے۔ بلکہ عام طور پر ہر ایک قائل مجددیت سے ہے۔ اور ہم کہتے ہیں۔ کہ اوّل تو یہ اصل ثابت نہیں ہے۔ کہ ہر قرن میں ایک مجدد ہوتا ہے۔ اوّل اس کو ثابت کرنا چاہیئے۔ دوم تجدید شریعت محمدی کے لئے خلفاء رسولؐ اور اہل بیتؑ نبوت و رسالت اور بعد ازاں علماء شریعت کافی ہیں۔ ہرگز کسی خاص اصطلاحی مجدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بقاء دین محمدی کسی مجدد خاص کے وجود پر مبنی نہیں ہے بلکہ صاف فرما دیا ہے۔ کہ بقاء دین اسلام اور اس کی عزت اور اس کا قیام و دوام بارہ خلفاء پر ہے۔ سوم بالفرض اگر ہم تسلیم بھی کر لیں۔ کہ ہر زمانے میں یا ہر قرن میں یا ہر صدی میں ایک مجدد خاص کی ضرورت ہے۔ تو بھی ان کا ادعا درست نہیں ہوتا۔ کیونکہ جملہ اہل علم کے نزدیک مجدد کی یہ شان نہیں ہے۔ کہ وہ اپنی طرف سے شریعت پیغمبری میں کوئی کمی و بیشی بھی کرے۔ بلکہ وہ صرف ان رسوم شریعت کو

زندہ کرنے والا ہے۔ جو عدم عمل سے مٹ گئی ہیں۔ بے عمل لوگوں کو باعمل بنانا صرف مجدد کا کام ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ کا اگر مدعی ہو۔ تو وہ جھوٹا مجدد ہے۔ شریعتِ محمدی میں مجدد کا کام صرف یہ ہوگا۔ کہ وہ سنن نبوئی کو زندہ کرے۔ اور محمدیوں کو باعمل محمدی بنائے۔ اور جب یہ ہے۔ تو پھر کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ اصول ثلثہ اسلامی توحید و نبوت و معاد کے قائل کو خارج از اسلام نہیں کر سکتا۔ پابند صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ کو مشرک نہیں بتلا سکتا۔ وہ اپنے لئے خاص بیعت نہیں لے سکتا۔ اپنی اطاعت کا حکم نہیں دے سکتا۔ اور جب یہ ہے۔ تو مجدد کی اسلام سے علیحدہ کوئی نئی جماعت نہ بنے گی۔ کوئی نیا فرقہ تمام مسلمانوں سے جدا ایجاد نہ ہوگا۔ اور یہاں ایسا ہی ہے۔ مرزائی جماعت جسے خارج تمام اہل اسلام قائل توحید و نبوت و معاد و صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ وغیرہا ضروریاتِ دین سب کافر بتلائے جاتے ہیں۔ جو ان کی بیعت سے خارج ہو وہ جہنمی کہلاتا ہے۔ جس کے صریح یہ معنی ہیں۔ کہ یا معاذ اللہ وہ شریعت دین محمدی کو باطل سمجھتے ہیں یا اب منسوخ جانتے ہیں۔ یا مجددیت نہیں ہے بلکہ خروج از اسلام اور ادعاء شریعت و نبوت جدیدہ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ نہیں اس نے کوئی دعوےٰ نبوت نہیں کیا۔ یا کوئی نئی بات دین اسلام میں ایجاد نہیں کی۔ تو یہ بدیہی البطلان ہے اور آفتاب پر خاک ڈالتا ہے۔ اگر کوئی نئی بات پیدا نہیں کی ہے۔ اور کوئی جدید دعوےٰ نہیں ہے۔ اور اسی قدیم دین اسلام کی تجدید ہے۔ اور اسی کی رسوم کو زندہ کیا گیا ہے۔ تو پھر یہ تفریق کلی کیسی ہے۔ کیوں تمام مسلمان ان کو دین اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور یہ کیوں کل اہل قبلہ اور امتِ محمدی کو خارج از دین اور کافر جانتے ہیں۔ اور کسی مجدد کے لئے کسی زمانے میں یہ بات پیدا نہیں ہوئی۔ نہ کسی مجدد نے کل اہل قبلہ کو کافر کہا ہے۔ اور نہ اہل اسلام نے کسی مجدد کو قطعاً دین اسلام سے خارج سمجھا ہے۔ اور دور نہیں تو مجدد الف ثانی کا حال دیکھ لو۔ کیا ان کے زمانے میں یہی صورت پیدا ہوئی تھی۔ ہرگز نہیں۔ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی مجدد سنن نبوی امتِ محمدی کو کافر کہہ دے۔ اور کل اہل قبلہ کو اسلام سے خارج سمجھے۔ اور اپنے اوپر ایمان لانا فرض قرار دے۔ یہ محض ادعاء نبوت کاذبہ ہے۔ اور بابی تو کچھ نبوت سے بھی اوپر ترقی کر گئے۔ اور تمام اہل اسلام اور اہل قبلہ کو کافر جانتے ہیں۔ اور بابیت ہی سے مرزائیت پیدا ہوئی ہے۔ اور بقول بعض علماء محققین مرزائیت کچھی بابیت کا نام ہے۔ ورنہ اصل ایک ہی ہے۔ اور ہر حال میں یہ سلسلہ اضلال و تضلیل ہے۔ اور حق و تحقیق حق سے منزلوں دور۔ خدا مسلمانوں کو اس دام تزویر سے محفوظ رکھے۔ اور توفیق نیک عطا فرمائے۔ کہ اس جال سے نکلیں اور راہ راست اختیار کریں :: یہاں ہم ماتحن فیہ سے دور چلے گئے۔ اور

ضمنی بحث گو اصل سے زیادہ طول دیا۔ مگر امید ہے۔ کہ انشاء اللہ مفید ہوگی۔ اور بہت سے اہل بصیرت کو فائدہ بخشے گی۔ اب اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں:۔

بہر کیف یہاں سے بخوبی واضح ہو گیا۔ کہ مرتبہ نبوت میں طولی ترقی بعد آنحضرتؐ قطعاً ناممکن ہے اور لفظ خاتم النبیین اسی پر نص ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہ آئے گا۔ نبوت ختم ہے۔ شریعت ختم ہے۔ کتاب ختم ہے۔ اور دین اسلام کامل ہو چکا ہے۔ البتہ ظہور فعلی کمالات محمدی و اوصاف نبوتی و کمالات ربانی تا قیام قیامت حسب ضرورت زمان و مکان باقی ہے۔ اور وہ سلسلہ ولایت و امامت و خلافت الہیہ ہے۔ کیونکہ ظہور اوصاف محمدی و کمالات دین احمدی انہی نفوس طاہرہ مطہرہ مقدسہ نورانیہ سے ہوگا۔ جو جملہ اوصاف محمدی و علوم نبوتی کے وارث و والی ہیں۔ اور وہی بعد آنحضرتؐ امام خلق ہیں۔ لن اقال سبحانہ و تعالیٰ کل شیٔ احصیناہ فی اِمَامٍ مبینٍ "ہر ایک شے کا ہم نے امام مبین میں احصاء کر دیا ہے" اور اس میں جمع ہے۔ اور یہ اسی طریق سے ہے۔ کہ علم کتاب محمدی بوراثت باطنی ان کو پہنچا ہے۔ فقال ثُمَّ اَورَثنا الکِتابَ الَّذِینَ اصطَفَینَا مِن عِبَادِنَا "پھر ہم نے وارث بنایا اس کتاب کا ان لوگوں کو۔ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے اس کام کے لئے چن لیا ہے۔ اور مصطفےٰ بنایا ہے" اور آیہ مجیدہ "امۃ مسلمۃ لک" و آیہ آخر سورہ حج یا ایہا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم...... ھو اجتبٰکم الخ و ان اللہ اصطفٰے آدم و نوحا و آل اِبرٰھِیمَ و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض "سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ سلسلہ ذریت انبیاء سے ہرگز خارج نہیں۔ اور یہ بندگان مصطفےٰ و مجتبےٰ جو وارث کتاب ہوئے بنی ہاشم و اہلبیت نبوت و رسالت ہیں۔ پس وہی بعد آنحضرتؐ ابواب علوم نبوی و امام مبین ہیں۔ اسی کی تصریح کرتے ہوئے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ انا مدینۃ العلم و علی بابھا "میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے" اور اسی طرح جو نفوس بعد حضرت علیؑ امام خلق ہیں۔ وارث علوم نبوتی ابواب علوم ہیں۔ کیونکہ امامت جناب ابراہیمؑ کو بعد نبوت و رسالت حاصل ہوئی۔ اور بعد ان حضرتؑ کے ان کی ذریت کے انبیاء مثل موسیٰؑ وغیرہ امام مستحق ہوئے۔ اور بعد ختم نبوت امام نہ ہوگا مگر وارث علم نبوت صاحب علم لدنی۔ فافہم۔ لہٰذا ظہور کمالات محمدی و دین احمدی و تکمیل فعلی۔ انہی ابواب علوم سے ہوگا۔ اور چونکہ بوجہ مصلحت الٰہی کمال ظہور فعلی خاتم الاوصیاء و آخر الائمہ مہدی آخر الزماں پر موقوف ہے۔ اور وعدۂ الٰہی ھُوَ الَّذِی اَرسَلَ رَسُولَہٗ بِالھُدٰی وَ دِینِ الحَقِّ لِیُظھِرَہٗ عَلَی الدِّینِ کُلِّہٖ وَلَو کَرِہَ المُشرِکُونَ "اسی کے ہاتھ پر پورا ہوگا۔ تمام اہل د

مذاہب باوجود کامل واکمل پیغمبرؐ کے آجانے کے جس کی پیشین گوئیاں انبیاءؑ سلف سے سنتے آتے تھے ایک آنے والے کے منتظر ہیں۔ اور تمام مسلمان ظہور مہدی آخر الزماں کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہر انسان فطرۃً محسوس کر رہا ہے۔ کہ تکمیل فعلی و ظہور فعلی دین الٰہی کا ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ جیسا کہ نفس الامر واقع ہونا چاہیئے لہذا ایک دن ضرور آئے گا۔ جبکہ دین الٰہی کو تمام عوالم پر غلبہ تام حاصل ہوگا۔ اور تمام روئے زمین کے انسان ایک اور متحد اور متفق اور بھائی بھائی ہو کر مقصد تبلیغ پورا ہوگا۔ اور تمام روئے زمین پر ایک قانون تمدن قائم ہوگا۔ اور قومی۔ ملکی اور رنگ و روپ کی خصوصیتیں و تمیزیں اُٹھ جائیں گی۔ یوروپین و انڈین۔ انگلش و محمڈن وغیرہم سب ایک ہو جائیں گے۔ چنانچہ تشریحات آگے آتی ہیں:

الحاصل معلوم ہوا۔ کہ نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہو گئی۔ مگر امامت و ولایت و خلافت جو مقام ظہور رہے باقی ہے۔ اور تا قیام قیامت رہے گی۔ اور یہ سلسلہ امامت ہرگز ذریت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ بنی ہاشم و عترت رسولؐ و اہل بیت نبوت و رسالت سے خارج نہیں۔ یہ سلسلہ ہدایت و پیشوائی کبھی ذریت انبیاء سے خارج ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ دوسرا جو دعوے کرے وہ جھوٹا ہے۔ ذریۃ بعضھا من بعض ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء یہ خاص فضل الٰہی ہے۔ جس کو خدا دیتا ہے۔ اُسی کو ملتا ہے۔ لوگوں کو اس کے حصول و عدم حصول میں دخل نہیں۔ ربک یخلق من یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ۔ خدا جو چاہتا ہے خلق کرتا۔ اور جس کو چاہتا ہے کسی کام کے لئے اختیار و پسند کرتا ہے۔ وھو فعال لما یرید واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ وہی جانتا ہے کہ مقام نبوت و رسالت کہاں ہے اور کس جگہ قرار دیا ہے۔ امامت بجعل الٰہی ذریت ابراہیمؑ عترت رسولؐ و اہل بیت و رسالت میں ہے۔ کون ہے جو قضائے الٰہی و جعل خداوندی کو بدل دے۔ لا تبدیل لخلق اللہ۔

فصل

معجزاتِ امامتِ مطلقہ

مسلم جمیع اہل ملل و مذاہب ہے۔ کہ خداوند عالم "حی قیوم" ہے۔ اور جملہ ممکنات اسی سے قائم و باقی ہے۔ اور حکماء و فلاسفر قائل ہیں۔ کہ بقاء و قیام جمیع ممکنات معیت قیومیہ واجب الوجود سے ہے۔ اور آیۂ مجیدہ ھو معکم اینما کنتم وہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں اور جس حال اور

جس مرتبہ جس مقام میں ہو۔ اسی پر دال ہے۔ اور وہ اصل و بہ ابہ الحیاۃ و مابہ قوام اشئے جس سے معیت قیومیہ متعلق ہوتی ہے۔ اور اصل باطن کون ہے۔ اصطلاح قرآنی میں "ملکوت شئے" کہلاتی ہے۔ اور کوئی شئے از موجودات عالم ملکوت سے خالی نہیں۔ جیسا کہ کوئی موجود معیت قیومیہ سے خارج نہیں اور اسی واسطے ہر شئے از موجودات اسی ملکوت کے ذریعہ سے معرفت مبدء رکھتی ہے۔ اور تسبیح و تحمید بجا لاتی ہے۔ ان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم بلا استثناء ہر ایک شئے از موجودات عالم حمد الٰہی کی تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ یسبح للہ ما فی السموات والارض۔ جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے سب خدا کی تسبیح کرتا ہے۔ اور آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ لکل ذرۃ لسان ملکوتی ناطق بالتسبیح۔ ہر ایک ذرہ ذرات عالم سے ایک زبان ملکوتی رکھتا ہے جو تسبیح الٰہی میں گویا ہے (تفصیل کشف الاسرار میں دیکھو) اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ موجودات حسب تاکد وجود اختلاف رکھتی ہیں۔ جس موجود سے تعلق معیت قیومیہ زیادہ ہے۔ وجود اس کا اکد و اقوئے ہے۔ اور ملکوت اس کا اقوئے و اکمل ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ تعلق معیت قیومیہ سب سے زیادہ اس موجود اول و مصنوع اول سے ہے۔ جو مبدء فیاض سے تقرب منزلتی سب سے زیادہ رکھتا ہے۔ اور اس کے اور خالق کے درمیان کوئی غیر واسطہ نہیں ہے اور فوق جمیع ممکنات اول مظہر کمالات جلالیہ و جمالیہ الٰہیہ محیط بر مکان و زمان ہے۔ پس ملکوت اس کا ملکوت عوالم امکانیہ سے اقوئے و اکمل ہے۔ جملہ ملکوت اس کے تحت اور وہ فوق جمیع ملکوت اشیاء ممکنہ ہے۔ ولذا قال تبارک و تعالیٰ بیدہ ملکوت کل شیءٍ۔ "ملکوت کل اشیاء دست قدرت الٰہی میں ہے" اور تصریح ید قدرت و تشریح مظہریت تامہ میں فرمایا ان الذین یبایعونک یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ اے ہمارے حبیبؐ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اور تمہارے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں۔ وہ دراصل خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ اور خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے۔ یعنی اے حبیبؐ تو دستِ خدا اور مظہر قدرت الٰہی ہے۔ اور جب دستِ محمدی دستِ خدائی ہے۔ تو اس کا کام عین خدا کا کام ہے۔ لہٰذا فرمایا۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ اے حبیبؐ ہمارے تم نے خاک نہیں پھینکی جب کہ تم نے ہی پھینکی تھی۔ لیکن دراصل اللہ نے پھینکی تھی۔ یعنی تمہارا ہاتھ دستِ خدائی ہے۔ اور اس سے جو ظاہر ہوا ہے وہ مصدر فیاض سے صادر ہوا ہے۔ اور تم اس کے مظہر ہو۔

ثابت ہوا۔ کہ مظہر کمالات جلالیہ و جمالیہ الٰہیہ وجود محمدی ہے۔ اور دستِ محمدی دستِ خدائی و

بد عمالہ الٰہی ہے۔ اور اسی طرح چشم محمدی عین اللہ۔ ولذا قال فسیری اللہ عملکم ورسولہ" خدا تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے اور اس کا رسول" "والمومنون" اور مومنین خاص" رویت کا" مکرر ذکر نہیں "یری" ایک ہی ہے۔ رویت محمدی رویت خداوندی بقوت الٰہی و نورانی ربانی ہے۔ اور مثل اس کے احاطہ رکھتے ہیں۔ لیکن خدا بالذات رائی اعمال و شہید ہے۔ اور پیغمبر اور اس کے اوصیا مومنین بالعرض (کما مر ذکرہ) پس ملکوت محمدی فوق ملکوت جمیع اشیاء ہے۔ اور سب اس کے تحت ہیں۔ ملکوت آسمان و زمین و ملکوت زمین۔ ملکوت جن۔ ملکوت انس۔ ملکوت عقل و ملکوت ملک۔ ملکوت نار۔ ملکوت ما ملکوت تراب۔ ملکوت ہوا۔ اور یہ مسلمہ اہل عقل ہے۔ کہ کوئی شئے ماتحت مافوق پر احاطہ اور اس پر موثر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مافوق غالب و قاہر ہے ماتحت پر۔ اور اس میں موثر و اس پر متصرف۔ پس کرۂ ہوائی و ناری وغیرہ ذالک سب تحت ملکوت محمدی ہیں۔ ملائکہ در تحت ملکوت محمدی ہیں۔ انوار تحت نور محمدی ہیں۔ اور نور محمدی مرکز عالم انوار و ام الارواح ہے۔ اور اس لئے کوئی شئے اس کے تصرف و تاثیر کو حاجب و مانع نہیں ہو سکتی۔ وہ جس وقت بحکم الٰہی باذن خداوندی ارادہ کرے۔ چشم زدن سے پہلے عرش سے فرش تک جا اور آ سکتا ہے۔ اور وہاں پہنچ سکتا ہے جہاں کسی کو دخل نہیں۔ اور مقام اس کا مقام عرش الٰہی ہے۔ کیونکہ روح اس کی اس مقام سے اور مرکز اس کا مرکز انوار۔ اور ہر ایک شئے اپنے مرکز کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور فوق مرکز نہیں جا سکتی۔ اگر مقام محمدی فوق سدرۃ المنتہٰی نہ ہوتا۔ تو جسم محمدی کبھی وہاں نہ پہنچ سکتا۔ اور نور محمدی فوق جمیع انوار نہ ہوتا۔ تو تمام عالم انوار کو طے نہ کر سکتا۔ اور چشم بصری معائنہ نہ کر سکتا۔ اور اگر ملکوت محمدی فوق ملکوت جمیع ممکنات نہ ہوتا۔ تو ان عوالم اور ان کرات سے نہ گذر سکتا۔ اور ملکوت محمدی قاہر و غالب بر ملکوت آب و آتش و ہوا نہ ہوتا۔ بلکہ مرکز ملکوت عناصر و مواد و ارواح و نفوس نہ ہوتا۔ تو عناصر کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکتا۔ قال الصادق پہلا وہ شخص جس نے روز الست بلٰی کہنے میں سب سے سبقت کی۔ وہ رسول اللہ ہیں۔ وذالک انہ کان اقرب الخلق الی اللہ تعالٰی اور یہ اس لئے کہ وہ خدا کے سب سے مقرب بندے اور سب سے اقرب الی اللہ تھے۔ اور اس مقام میں تھے۔ کہ جب معراج کو گئے۔ تو ندا آئی "اے محمد بڑھو۔ تم نے اس مقام پر قدم رکھا ہے۔ جہاں اس سے پہلے نہ کوئی ملک مقرب پہنچا۔ اور نہ نبی مرسل"۔ ولولا ان روحہ ونفسہ کانت من ذالک المکان لما قدر ان یبلغہ۔ اور اگر آپ کی روح اور آپ کا نفس اس مقام سے نہ ہوتے۔ تو ہرگز وہاں تک نہ پہنچ سکتے۔ پس وہ قرب الٰہی میں اس درجے پر پہنچے ہوئے تھے جس کی بابت خدا فرماتا ہے۔ فکان قاب قوسین او ادنی ای بل ادنی

یعنی وہ مقام قاب قوسین ہیں تھے بلکہ اس سے بھی قریب تر۔ یہ تصریح ہے۔ کہ اس روح و نفس محمدی کا مرکز و مقام عرش الٰہی ہے۔ اور اگر ان کی اصل وہاں سے نہ ہوتی۔ تو ہرگز وہاں تک نہ پہنچ سکتے۔ (دھذا ما قلنا ہ) یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ تصرفات و تاثیرات محمدی فوق تصرفات ممکنات ہیں۔ اور نہیں ہیں اعجازات مگر یہ تصرفات۔ ذاتِ محمدی عین معجزہ ہے۔ نورِ محمدی معجزہ ہے۔ روح محمدی معجزہ ہے۔

بعبارۃ اخرےٰ۔ اللہ ولی کل و متصرف کل ہے۔ کما قال اللہ ھو الولی۔ پس خدا تعالےٰ ولی بالذات و متصرفِ کل ہے۔ اور وجود محمدی اور وجود اوصیاء محمدی مظہر ولایت مطلقہ الٰہیہ اور تمام مظاہر تحت مظہر ولایت و تمام تصرفات تحت تصرف ولایتی ہیں۔ لہٰذا تصرف محمدی فوق تصرف جمیع ممکنات ہے۔ اور یہ عین اعجاز ہے۔ بعبارتِ دیگر وہ مظہر علم و قدرت الٰہی ہے۔ اور معجزات نہیں ہیں مگر تصرفات علم و قدرت۔ جس کا علم و قدرت زیادہ ہوگا۔ اس کا تصرف بھی زیادہ ہوگا۔ چنانچہ مشاہد و محسوس ہے۔ کہ جس قدر اس عالم میں علم زیادہ ہوتا جاتا ہے تصرف انسانی بڑھتے چلتے ہیں۔ اور روح انسانی قوت علمی و تاثیر نفس کے ذریعہ سے کرہ خاک سے گزر کر کرہ ہوا و کرہ ماء پر تصرف رکھتی ہے۔ اور آج روئے زمین پر پانی کے اندر اور ہوا کے اوپر وہ کام کرتا ہے۔ جو اب سے بیس سال یا تیس سال پہلے انسانی تصور میں نہیں آسکتے تھے۔ اور یہ صرف ایک قوت برقی کو کام میں لانے اور اس کے اثرات و تصرفات سے فی الجملہ واقف ہو جانے کا اثر و نتیجہ ہے۔ اور معجزات جمیع انبیاء ماسلف از قسم تصرفات علم و قدرت تھے۔ ہاں بعض معجزات ایسے ہیں۔ جو فوق قدرت ہیں۔ اور وہ ان کے مستجاب الدعوات و مقبول بارگاہ ایزدی ہونے پر دال ہیں۔ اور سارے ان کے معجزات کہلاتے ہیں۔ چونکہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ انبیاء اپنے وجود کے ساتھ علم لے کر آتے ہیں۔ اور ان سے ایسی حالتِ طفولیت میں کچھ نہ کچھ آثار وجودیہ علمیہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ چونکہ علم تحصیلی و کسبی رکھتے ہیں۔ اور ان سے تصرفات اس وقت ظاہر ہو سکتے ہیں جب ان علوم کو حاصل و کسب کریں۔ لہٰذا وہ بمقابل پیغمبر عاجز ہوتے ہیں۔ افعال پیغمبری معجزہ کہلاتے ہیں۔ یعنی عاجز کر دینے والے۔ اور یہی دلیل صداقت پیغمبر ہوتے ہیں۔ اور دلالت کرتے ہیں۔ کہ یہ خاص برگزیدہ خدا اور ملہم من اللہ و معلم بتعلیم الٰہی ہے۔ اور عام انسانوں میں سے نہیں ہے۔ اور علاوہ عہد طفولیت دوسرے اوقات عمر میں بھی پیغمبر سے ایسے تصرفات علمی ظاہر ہوتے ہیں۔ جو دوسرے انسان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ علم ہر پیغمبر کا علم فوق علم امت ہوتا ہے۔ تمام امت علم میں محتاج پیغمبر ہوتی ہے۔ اور پیغمبر محتاج امت نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ اپنے علم موہبتی لدنی کے ذریعہ سے وہ کام کر سکتا ہے جو دوسرے نہیں کر سکتے اور وہ اس کے مقابل ہمیشہ عاجز ہوتے ہیں۔ اور وہ صاحب اعجاز و معجز نما ہوتا ہے۔ اور چونکہ وہ تابع حکم خدا و امر الٰہی

ہوتا ہے۔ اور یہ علم وقدرت بھی عطیہ الٰہیہ ہے۔ اور بلا حکم خدا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس لئے جو تصرفات بحکم خدا اس سے ظاہر ہوتے ہیں فعل خدا کہلاتے ہیں۔ اور اسی واسطے علماء کہتے ہیں۔ کہ معجزہ فعل خدا ہے۔ اور نبی مظہر اس فعل کا ہوتا ہے۔ خصوصاً افعال مظہر مطلق ومظہر کامل ودست الٰہی ویدعمالۂ خداوندی حضرت ختمی مرتبت جو محل مشیت الٰہی ہیں۔ اور اصل مقصود مَا یَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ یَشَاءَ اللہُ افعال خدائی کہلاتے ہیں۔ اگرچہ دراصل ان سے صادر وظاہر ہوئے ہیں۔ کما ذکر وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی فعل رمی۔ پیغمبر سے صادر وظاہر ہوا۔ لیکن چونکہ دستِ محمدی دستِ الٰہی ہے۔ اور بحکم ارادۂ الٰہی صادر ہوا ہے۔ اس لئے منسوب ہے خدا کی طرف اور اصل مصدر فعل وہ ہے اور مظہر پیغمبر۔ دیگر پیغمبر مثل شجرہ طور یا عصائے موسےٰ مظہر فعل الٰہی ہے۔ جن سے بارادہ واختیار فعل صادر نہیں ہوتے۔ جیسا کہ بعض قشریین خیال کرتے ہیں۔ فتامل فیہ (تفصیل البرہان میں دیکھو) ؛؛

یہاں سے یہ شبہ بھی دفع ہوگیا۔ جو بعض حضرات کیا کرتے ہیں۔ کہ معجزات انبیاءؑ وائمہؑ تصرف در محالات ہیں۔ کیونکہ محال سے تعلق قدرت کا نہیں ہوتا۔ بلکہ تصور محال بھی محال ہے۔ اس کا وجود دراصل ذہن میں بھی نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ خارج میں ہو۔ مثلاً ایک شے ایک ہی وقت میں اور آن میں موجود بھی ہو اور معدوم بھی۔ ایک شے ایک ہی آن میں ایک ہی جہت سے حار بھی ہو۔ اور بارد بھی۔ ایک شے اصلاً مادی بھی ہو اور روحی مجرد بھی۔ ایک شے قدیم بھی اور اُسی جہت سے اور معنی سے حادث بھی۔ واجب بھی ہو اور ممکن بھی۔ ایک شے ایک ہی جہت سے تاریک بھی اور روشن بھی۔ نور بھی اور ظلمت بھی وغیرہا۔ غرض محال سے قدرت کا کوئی تعلق نہیں۔ اور معجزات ہرگز محالات سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ ممکنات سے رکھتے ہیں۔ کوئی محال وجود میں نہیں آسکتا۔ اور نہ کسی عالم متکلم اسلامی نے یہ کہا ہے۔ کہ معجزہ محال سے تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ تمام لکھتے ہیں۔ کہ معجزہ خرق عادت ہے۔ یعنی پیغمبر خلاف عادت عامہ ایک کام کر سکتا ہے۔ مثلاً عام عادت عامہ یہ ہے۔ کہ بچہ پیدا ہوتے ہی عالم نہیں ہوتا۔ بلکہ تحصیل وکسب سے عالم بنتا ہے۔ اور ایک بچہ پیدا ہوتے ہی عالم ہوتا ہے اور آثار علم اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ ظہور علم یا تصرف علمی یا تصرف قدرتی وقتِ ولادت یا وقتِ رضاعت یا وقتِ صباوت معجزہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ خلافِ عادت وخرقِ عادت ہے۔ اگر تمام بچے روز ولادت سے عالم پیدا ہوتے ہوں۔ یہ فعل معجزہ نہ کہلائے۔ اور خلافِ عادت نہ ہو۔ اور بچے کا عالم پیدا ہونا محال نہیں ہے۔ پس تعلق اس اعجاز کا محال سے نہ ہوا۔ اسی طرح مثلاً ایک وقت اور ایک نبیؑ کے زمانے میں عام لوگ ہوا میں نہیں اُڑ سکتے۔ اور ایک شخص ہوا میں اُڑ کر دکھلائے اور وہ بھی بلا اسباب ظاہریہ۔ اور دوسرے تمام عاجز ہیں۔ تو یہ بھی معجزہ کہلائے گا۔ اور ہوا میں اُڑنا قطعاً محال عقلی نہیں ہے۔ ہاں

خلافِ عادت ہے۔ اور اگر ایک زمانہ ایسا ہو۔ کہ سب یا بہت سے لوگ ایسا کر سکتے ہوں۔ اور ہوا میں اُڑ سکتے ہوں۔ تو یہ فعل معجزہ نہ کہلائے گا۔ لیکن اس حیثیت سے وہ معجزہ ہوگا۔ کہ لوگ کسب تحصیل سے بذریعہ آلات و ادوات ایسا کرتے ہیں۔ اور نبی بلا آلات و اسباب ظاہریہ بلا کسب و تحصیل و مشق و ترقی ارتقائی۔ فافہم وعلےٰ ہذا القیاس کسی معجزے کا تعلق محال سے نہیں ہوتا ہے۔ اور تمام معجزات انبیاء تصرفات علمیہ ہیں۔ کیونکہ علم انبیاء ہمیشہ اپنی امت سے زیادہ ہوتا ہے۔ تصرفات علمیہ بھی ان کے زیادہ ہوتے ہیں، اور ہمیشہ معجزات انبیاء انہی چیزوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جس میں اس کے امتی کمال رکھتے ہیں تاکہ ان کا غرور ٹوٹے اور قائل ہوں۔ کہ یہ ہم سے فوق طاقت رکھتا ہے اور برگزیدۂ خدا ہے۔ اور اس کا علم ہم سے بالا ہے۔ اور اس کے افعال علم کسبی کا اثر نہیں۔ ورنہ ہم بھی ایسا کر سکتے۔ نیز چونکہ یہ بزرگوار معلم بتعلیم الٰہی ہوتے ہیں۔ اور بحکمِ خدا و باذنِ خدا ایسا کرتے ہیں۔ اسباب ظاہریہ و آلات ظاہریہ کے محتاج نہیں ہوتے۔ بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ وہ بلا اسباب و آلات ظاہریہ کچھ نہیں کر سکتے۔ مگر معجز نما کے تصرفات علم اسباب باطنیہ پر ہوتے ہیں۔ جس زمانے میں جس علم کا دور ہوا ہے۔ اس زمانے کے پیغمبر سے اس قسم کے تصرفات ظاہر ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت موسےٰ کے زمانے میں جادو کا زور تھا۔ اور وہ ایک شے کی صورت ظاہری دوسری صورت میں بدل دیتے تھے۔ رسیوں کو سانپ کی صورت میں لوگوں کی آنکھوں پر تصرف کر کے دکھلا سکتے تھے (سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ) انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔ اور نظر بندی کر کے دکھلا دی۔ اور رسیوں کو صورت خیالی سانپ دکھلاتی تھی۔ لیکن در اصل وہ سانپ نہ تھے۔ محض تخیل تھا۔ حضرت موسےٰ سے اسی قسم کا تصرف ایک لکڑی میں ظاہر ہوا مگر باطنی اور حقیقی لاٹھی سانپ بن گئی۔ اور ان کی تمام رسیوں کو نگل گئی۔ اور یہ تصرف واقعی حقیقی تھا۔ ورنہ اگر محض خیالی یا نظر بندی ہوتا۔ تو وہ رسیاں وجود عصا میں معدوم نہ ہو جاتیں بلکہ اسی طرح باقی رہتیں۔ بعد رفع سحر رسیاں ہی دکھلائی دیتیں اور پائی جاتیں۔ اور اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ تصرف حقیقی تھا نہ خیالی۔ فرماتا ہے۔ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى۔ اس کو پکڑ اور خوف نہ کر۔ ہم عنقریب اس عصا کو اس کی پہلی سیرت (اصلیت باطنی) پر لوٹا دیں گے۔ پس معلوم ہے کہ عصا کی سیرت بدل گئی تھی۔ اور اس کی سیرت سیرت چوبی نہ رہی تھی۔ نہ کہ صورت جیسا کہ جادوگروں کی رسیوں کی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو خدا فرماتا۔ سَنُعِيْدُهَا صُوْرَتَهَا الْاُوْلٰى۔ (ہم اس کو اس کی پہلی صورت کی طرف لوٹا دیں گے) حضرت عیسےٰ کے زمانے میں طب و حکمت کا زور تھا۔ اور بڑے بڑے اطباء موجود تھے۔ آپ سے اس وقت اسی قسم کے تصرفات ظاہر ہوئے۔ جس میں جمیع اطباء عاجز تھے۔ حضرت نے علم موہبتی الٰہی کے

ذریعے اور اذن خدا سے مُردے زندہ کئے۔ اندھے۔ بہرے۔ مبروص اچھے کئے۔ اور پرندے بنائے اور اڑائے۔ یہ تمام تصرفات علمیہ روحانیہ تھے۔ اور تمام ممکنات سے ہیں۔ چنانچہ خدا خبر دیتا ہے۔ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْکَ اِذْ جِئْتَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ الخ یعنی فرماتا ہے۔ کہ یاد کرو اس وقت کو جب کہ اللہ نے کہا اے عیسٰے بن مریمؑ یاد کر میری اُس نعمت کو جو کہ تجھ کو اور تیری والدہ کو دی گئی۔ جبکہ مَیں نے روح القدس سے تیری تائید کی۔ کہ تو گہوارے (شیر خواری و طفولیت) میں اور بڑا ہو کر باتیں کرتا تھا۔ یعنی جس طرح بڑا ہو کر باتیں کرتا تھا۔ اسی طرح سن طفولیت و شیر خوارگی میں کرتا تھا۔ اور دونو حالتیں یکساں تھیں۔ اور جبکہ تجھے کتاب حکمت۔ توریت اور انجیل تعلیم دی۔ اور جبکہ مٹی سے پرندے کی صورت میرے حکم سے بناتا تھا۔ پس تو اس میں روح پھونکتا تھا۔ اور وہ میرے اذن سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور تو میرے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا تھا۔ اور میری اجازت سے قبروں سے مُردے نکال کر کھڑے کرتا تھا اور جبکہ مَیں نے تجھے بنی اسرائیل کی دست درازی سے بچا لیا جبکہ تو ان کے پاس آیات بینات لے کر آیا۔ اور کافر کہنے لگے۔ کہ یہ تو کھُلم کھُلا جادو ہے" الخ۔ یہاں خداوند عالم اپنی ان نعمات کو شمار کرتا ہے۔ جو اس نے حضرت عیسٰے کو عنایت کیں۔ منجملہ ان عنایات کے مُردوں کا زندہ کرنا اور پرندہ بنانا ہے۔ مسلمہ جملہ اہل اسلام مفسرین و متکلمین و اہل سیر و تاریخ ہے۔ اور صاف و صریح ہے۔ کہ حضرتؑ مٹی سے پرند کی صورت بناتے تھے۔ لیکن نہ از خود بلکہ بحکم خدا۔ اور پھر اس میں روح پھونکتے تھے۔ اور وہ بحکم خدا پرندبن جاتا تھا۔ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ جہال اور جھوٹے مدعی اپنے دعوے کے اثبات کے لئے اور لوگوں کو فریب دینے کے واسطے بجائے مٹی کے لکڑی کا پرندہ بتلاتے ہیں۔ کہ معاذاللہ حضرت عیسٰے بڑھیوں کی طرح لکڑی کا پرندہ بنا کر اس میں پیچ لگا کر ہوا میں اُڑا دیتے تھے قبحھم اللہ تعالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ...۔ گویا صاف خدا کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کی نعمت کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اس کی قدرت نمائی کو نیست و نابود۔ لکڑی کی مورت بنا کر اس میں کل لگا کر اور پر اڑانا کون سی بڑی نعمت الٰہی ہے؟ معمولی ترکھانوں کے بچے کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ مبصرین پر پوشیدہ نہیں۔ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ غرض تصرفات علمیہ پیغمبر

ہمیشہ فوق تصرفات اہل عالم ہوتے ہیں۔ اور اسی قسم کے تصرفات جس میں امتی دخل نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت خاتم النبیینؐ کے زمانے میں عرب میں کمال صرف فصاحت و بلاغت کلام و زبان میں منحصر تھا۔ اپنی فصاحت کے مقابلہ میں عرب سب کو گونگا اور بے زبان بولتے تھے اور اپنے اشعار پر فخر و مباہات کرتے تھے۔ حضرتؐ کا معجزہ اس کلام میں دکھلایا گیا۔ اور ان متکبرین و مدعیان فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں تحدی کی گئی۔ اور علے الاعلان کہا گیا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ تمہیں جو کمال دعوے فصاحت و بلاغت ہے تو اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ بلکہ ایک آیت ہی ایسی بنا لاؤ" تمام فصحاء و بلغاء اس تحدی کا جواب دینے سے عاجز رہے۔ کوششیں کیں۔ اور اپنے ہی نزدیک ناکامیاب ثابت ہوئے۔ بڑے جان و مال و اہل و عیال و مال و منال ضائع کئے۔ مگر اتنا نہ ہو سکا کہ ایک ایسی کتاب یا ایک ایسی سورۃ بلکہ ایک آیت ہی بنا کر حضرتؐ کے سامنے پیش کرتے۔ اور دعوے کو غلط ثابت کر دیتے۔ اور جنگ و جدل سے محفوظ رہتے۔ "ما ھذا من کلام البشر" (یہ بشر کا کلام نہیں ہے) کہہ کر خاموش رہ جاتے تھے۔ اور کچھ نہ بن پڑتا تھا۔ تو اس جادو بیانی کو سحر مبین کہہ کر دل ٹھنڈا کرتے تھے۔ یہی دعوے قرآن آج تک موجود ہے۔ اور بڑے بڑے عربی داں یہود و نصاریٰ موجود۔ مگر کبھی کسی کی جرأت نہ پڑی کہ اس کے جواب میں کچھ لکھ سکیں یا دعوے کریں۔ چہ جائیکہ ہندی اٹھ کر جن کی زبان بھی درست نہیں اور عربی کیا اردو کا تلفظ صحیح نہیں کر سکتے وہ قرآن کا جواب لکھیں۔ ان ھذا الا عجب العجاب تضحک منہ الثواکل۔ یہ اعجاز کلام (قرآن) نہ صرف ترکیب و اسلوب کلام و محض فصاحت و بلاغت کی رو سے بلکہ جس طرح از روئے ترکیب کلامی و اسلوب معجزہ ہے۔ اسی طرح از روئے معانی و مطالب و مقاصد بلکہ اصل معجزہ اسی صفت باطنی کی رو سے ہے۔ اور جس طرح آج تک وہ مدعی ہے کہ ان جیسی ایک آیت فصاحت و بلاغت میں کوئی نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح مدعی ہے۔ کہ اس کی ایک ایک آیت میں جو مطالب و مقاصد و معانی و نکات و حقائق و دقائق اور اصول علوم پڑے ہیں۔ کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ قرآن حاوی و جامع ہے جملہ علوم و فنون کو۔ جو ایجاد ہو چکے ہیں اور ہو رہے اور جو قیامت تک ہوں گے۔ بلکہ وہ جن پر قیامت تک عوام مطلع اور متصرف نہ ہوں گے۔ انزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیءٍ۔ ہر ایک کا بیان اس میں موجود ہے۔ اسی قرآن کی تعلیم کا ادنے اثر تھا۔ کہ جہال عرب صرف چند سال میں تمام عالم میں مشہور و معروف اور متمدن ترین اقوام عالم ہو گئے۔ اور ان کے علم و ہنر و تہذیب و تمدن کو آفاق عالم میں تسلیم کیا گیا۔ درآنحالیکہ نہ کوئی دارالعلوم تھا۔ اور نہ کوئی یونیورسٹی و کالج۔ چند دن اس معلم حقیقی روحانی کی صحبت کا اثر

تھا۔ ص

جمال ہم نشیں در من اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

لیکن وہی لوگ جن میں قبول اثر کی قابلیت اور مستعد تھے۔ اور باقی "زمین شور سنبل برنیارد" کا مصداق رہے۔ قرآن نہیں ہے مگر تعلیم خدائی۔ اور معجزات پیغمبر نہیں ہیں مگر تصرفات علمیہ۔ جو کچھ بھی تصرفات علمی ہے وہ تصرف قدرتی اور استجابتِ دُعا کے کرشمے ہیں۔ خواہ حیوانوں سے باتیں کرنا ہو خواہ سنگریزوں کا گویا کرنا۔ خواہ چاہ خشک سے پانی نکالنا اور خواہ اشارہ انگشت مبارک سے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھلا دینا اور خواہ آفتاب کو لوٹا دینا وغیرہا۔

قدرت خاتم النبیین فوق جمیع انبیاء و دیگر موجودات ہے۔ علم پیغمبری فوق علوم عالم و علوم جملہ انبیاء ہے۔ اور بلحاظ کمال قرب الٰہی مستجاب الدعوات ہونے میں سب سے افضلیت و فوقیت مسلمہ اہل اسلام ہے۔ جو کچھ تمام انبیاء رکھتے تھے۔ وہ سب آپ میں جمع ہے مع شئے زائد۔ پس جتنے معجزات و تصرفات دیگر انبیاء و غیر انبیاء رکھتے ہیں۔ وہ سب آپ رکھتے ہیں مع شئے زائد۔ اور کتاب محمدی جامع ہے جمیع کتب ماسلف و جنس کتاب کو۔ و تبیان کل شئے ہے۔ اور جس کا علم زیادہ ہے۔ اور قدرت بالا ہے۔ اس کا تصرف زیادہ۔ اور جس طرح علم محمدی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح تصرفات و معجزات محمدی کا بھی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ص

حسن یوسف دم عیسٰی ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی ادنےٰ شان ہے۔ کون ہے۔ جو اوصاف و کمالات و تصرفات محمدی کا احاطہ کر سکے اور ان کو حیطہ تحریر میں لا سکے۔ ہاں اجمالاً عارف اتنا کہہ سکتا ہے ع

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

اور چونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ امامت بجعل الٰہی تا قیام قیامت ذریتِ ابراہیمؑ کے افراد مصطفٰے و مجتبٰے معصومینؑ میں قائم و باقی ہے۔ اور بعد آنحضرتؐ یہی مرتبہ امامت مطلقہ ہے۔ اور اسی طرح ولایت انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون ختم ہے۔ اور بعد آنحضرتؐ اسم نبی کسی پر صادق نہیں آسکتا۔ آپ کے بعد کسی کو شریعت جدید حاصل نہ ہو گی۔ اور کوئی نئی کتاب نہ آئے گی۔ کسی کو عہدہ نذارت نہ ملے گا۔ لیکن مابہ النبوۃ والامامت والولایت والخلافت علوم نبوی و کتاب وجودی و کار نبی بوراثت ان اوصیاء نبی و ائمہ اولیاء اللہ میں موجود۔ اور وہ من عندہ علم الکتاب کے مصداق ابواب علوم نبوی ہیں۔ قل کفیٰ باللہ شھیداً بینی و بینکم و من عندہ

علم الکتاب کہ باتفاق مفسرین، محققین و محدثین متدینین حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور بعد ازاں آپ کی اولاد میں بجعل الٰہی دبوراثت ہمیشہ ثابت ؛

ابن المغازلی و حافظ ابونعیم و ثعلبی وغیرہم نے نقل کیا ہے۔ کہ آیہ مبارکہ مذکورہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور سعید بن جبیر سے سوال کیا گیا۔ کہ "من عندہ علم الکتاب" کا مصداق کون ہے؟ کیا عبداللہ بن سلام ہے؟ فرمایا۔ نہیں۔ وہ کیونکر اس کا مصداق ہو سکتا ہے۔ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور عبداللہ مذکور بعد ہجرت مدینہ میں مسلمان ہوا ہے۔ اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت کے مصداق علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ جو کہ عالم ہیں تفسیر و تاویل و ناسخ و منسوخ قرآن کے۔ اور بطریق اہل البیتؑ بہت سی احادیث و روایات مروی ہیں۔ کلام اللہ خود شاہد ہے۔ ضرورت استدلال نہیں آصف بن برخیا وزیر جناب سلیمانؑ کتاب کا تھوڑا سا علم رکھتے تھے۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ - اور اس شخص نے جو کتاب کا کچھ علم رکھتا تھا کہا۔ میں تخت بلقیس آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پس ادنٰے علم کتاب کا یہ تصرف ہے۔ کہ ایک ماہ کی راہ سے چشم زدن سے پہلے تخت بلقیس اٹھا کر لا دیا۔ تو جو شخص جنس کتاب کا علم رکھتا ہو۔ اس کے تصرفات کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ چاہے تو چشم زدن سے پہلے مشرق و مغرب عالم کی سیر کر آتے۔ نہیں بلکہ چشم زدن میں فرش سے عرش تک جائے اور آئے۔ اور سدرۃ المنتہٰے سے اوپر پہنچے۔ عبداللہ بن سلام میں یہ تصرف یہ طاقت کہاں۔ اس کا مصداق و مورد وہی ہے۔ جو بر سر عام باواز بلند و بطور تحدی فرمائے۔ "سلونی قبل ان تفقدونی" جو تمہارا دل چاہے پوچھو۔ یا جس کی شان میں شارح بخاری ابن حجر جیسے شخص یوں لکھیں۔ یلاحظ اللوح المحفوظ فی ذلک الوقت۔ یعنی حسنؑ کا حال عام لوگوں کا سا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس صغر سنی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو حدیث تمرۂ صدقہ بخاری وغیرہ میں اور اس کی شرح۔ اور علامہ غزالی جن کی شان میں فرمائیں۔ کہ علم لوح و قلم ان کے ادنٰے علوم سے ہے۔ یا وہ جس کی شان میں رسول مقبول حذیفہ یمانی سے فرمائیں علمہ علمی و علمی علمہ و نحن نعلم بالکائن قبل کینونتہ "اس کا علم میرا علم ہے اور میرا علم اس کا علم۔ اور ہم ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے جان لیتے ہیں۔ یعنی حسینؑ بن علیؑ۔ اور مثل محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ جو فرمائے۔ بِکَ لَدُنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنَا عِلْمُ کِتَابِ اللّٰہِ وَفِیْہِ بَدْءُ الْخَلْقِ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَفِیْہِ خَبَرُ السَّمَاءِ وَخَبَرُ الْاَرْضِ وَخَبَرُ الْجَنَّۃِ وَخَبَرُ النَّارِ وَخَبَرُ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَاَعْلَمُ ذٰلِکَ کَاَنَّمَا

اُنظُر اِلیٰ کَفِّی وَاَنَّ اللہَ یَقُولُ فِیہِ تِبیَانُ کُلِّ شَیءٍ وَیَقُولُ ثُمَّ اَورَثنَا الکِتٰبَ الَّذِینَ اصطَفَینَا
مِن عِبَادِنَا وَنَحنُ الَّذِینَ اصطَفَانَا اللہُ جَلَّ شَانُہٗ وَاَورَثَنَا ھٰذَا الکِتٰبَ فِیہِ تِبیَانُ کُلِّ شَیءٍ یعنی جنابِ محمد کو
رسول اللہ نے ورثہ دیا کیونکہ میں عالم تھا کتاب اللہ کا۔ اور اس میں ابتداءِ خلقت سے قیامت تک کا حال ہے۔
اور اس میں زمین و آسمان و جنت و دوزخ کی خبر ہے۔ اور کل گذشتہ و آئندہ کا علم ہے۔ اور میں ان جملہ
باتوں کو اس طرح جانتا ہوں۔ جیسا کہ میں اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھتا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔
کہ اس کتاب میں ہر شے کا بیان موجود ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ ہم نے وارث بنایا ہے کتاب کا اپنے مصطفےٰ
و برگزیدہ بندوں کو۔ اور وہ مصطفےٰ ہم ہی ہیں۔ اور خدا نے ہمیں ہی اس کتاب کا وارث بنایا ہے۔
جس میں ہر شے کا بیان ہے" ظاہر ہے۔ کہ آپ آنحضرتؐ کی چوتھی پشت میں ہیں۔ مگر فرماتے ہیں۔ کہ
مجھ کو رسول خداؐ نے جنا ہے۔ اور جس وقت سے جنا ہے اُسی وقت سے عالمِ کتاب ہوں۔ تو
اس سے مطلب یہی ہے۔ کہ میں جزوِ نورِ محمدی ہوں۔ اور جب سے یہ نور آنحضرتؐ سے جدا ہوا
ہے۔ اسی وقت سے عالمِ کتاب اللہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضراتؑ پیدا ہوتے ہی شکمِ مادر میں
کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔ بلکہ پیدا ہوتے ہی کتب اربعہ سُنا دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں حالات علیؑ
ابن ابی طالبؑ و حضرت حجتؑ وغیرہما۔ کیونکہ نورانیتِ روحانی و جسمانی ان کی متحد ہے نورِ محمدی سے
اور یہ سب ایک ہی اصل سے ہیں اور سب کی ایک ہی حقیقت۔ لذا قالوا و سلام اللہ علیہم اوّلنا
محمد و اوسطنا محمد و اٰخرنا محمد و کلنا محمد" ہمارا پہلا بھی محمد ہے۔ بیچ کا بھی
محمد اور آخری بھی محمد اور ہم سب کے سب محمد ہیں۔" چنانچہ اس کی پوری تشریح بحث اہل البیتؑ میں معلوم
ہو گی۔ صادق آلِ محمد جعفرؑ بن محمدؑ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کو ائمہ اہل بیتؑ نبی سے واضح
کیا۔ اور انہی سے بواطن و اسرار چشمہائے علوم نبوی کو روشن کیا۔ جو ان کو بحق معرفت پہچانے۔ وہ
ایمان کی حلاوت پائے گا اور اسلام کی خوبی دیکھے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے امام کو اپنی خلق کے لئے نشان
ہدایت بنایا ہے۔ اور اپنی زمین پر حجت قرار دیا ہے۔ اور اس کو تاج وقار پہنایا ہے۔ اور اس کو
نورِ جبار سے ڈھانپا ہے۔ جو ہمیشہ ایسے سبب آسمانی سے بڑھتا رہتا ہے۔ جس کے بارے کو
کبھی انقطاع نہیں۔ اور فیضِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر اسی کے اسباب کے ذریعہ سے اور معرفت
بندگان کو خدا قبول نہیں کرتا۔ مگر معرفتِ امام کے ذریعہ سے۔ کیونکہ وہی عالمِ وحیِ الٰہی اور سننِ نبویؐ
و حوادثِ زمانی کے مشتبہات و مشکوکات و معموں اور چیستانوں اور ان کے اسرار و
غوامض کا جاننے والا ہے۔ پس ہمیشہ اللہ انتخاب کرتا رہا ہے ان کو اولادِ حسینؑ سے۔ ہر ایک

امام کے بعد امام اسس کو اس کے لئے چنتا اور برگزیدہ بناتا ہے۔ جو امام گذر گیا۔ اللہ نے اس کی اولاد میں ایک اور کو منصوب کر دیا۔ عَلَماً بَيِّناً وَمَنَاراً نَيِّراً أَئِمَّةً مِنَ اللهِ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ خِيَرَةً مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَنُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَصَفْوَةً مِنْ عِتْرَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اصْطَفَاهُمُ اللهُ فِي عَالَمِ الذَّرِّ قَبْلَ خَلْقِ جِسْمِهِمْ عَنْ يَمِينِ عَرْشِهِ مَحْبُوًّا بِالْحِكْمَةِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَهُ وَجَعَلَهُمُ اللهُ حَيَاةَ الْأَنَامِ وَدَعَائِمَ الْإِسْلَامِ مناقب ابن المغازلی وغیرہ۔ یعنی خدا نے ان کو نشان روشن اور منارہ نور درخشاں اور ائمہ منصوص من اللہ بنایا، جو حق کی ہدایت کرتے اور اس پر عدل سے چلتے ہیں۔ جو بہترین ذریت آدم و نوح و ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و خلاصہ عترت محمدیؐ ہیں۔ اللہ نے ان کو عالم ذر میں قبل خلقت اجسام یمین عرش سے بنایا۔ اور اپنے علم غیب میں حکمت سے پوشیدہ رکھا۔ اور حیات عالم امکان و ارکان اسلام قرار دیا۔ اِنَّ اللهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور حضرت سر اللہ فی العالمین امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ من عندہ علم الکتاب کی تفسیر کرتے ہوئے اور علم سلیمانؑ و وزیر سلیمانؑ آصف بن برخیا کا قصہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدا اس کتاب کی نسبت فرماتا ہے۔ لَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا۔ اگر کوئی قرآن ایسا ہے کہ اس سے پہاڑ چل نکلیں۔ زمین قطع ہو جائے۔ اور مردے زندہ ہو جائیں۔ بلکہ ہر ایک امر الٰہی انجام پا جائے۔ تو وہ یہی قرآن ہے۔ اور یقیناً ہم ہی اس قرآن کے وارث ہوتے ہیں۔ پس ہمارے پاس وہ ہے۔ کہ جس سے پہاڑ چل نکلیں۔ زمین قطع ہو جائے۔ اور مردے بول اٹھیں۔ اور ہم جانتے ہیں پانی کو ہوا کے تحت میں۔ جس کو سلیمانؑ نہ جانتے تھے۔ اور ہدہد ان کو بتلاتا تھا۔ اور نہیں ہیں جنس کتاب الٰہی میں آیات جن سے کوئی امر امور عالم سے مراد ہے اور جو انبیاء سابقین کو دی گئی تھیں مگر وہ کل کی کل اور وہ جملہ علم ہمارے پاس اسس ام الکتاب میں پہنچا ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ مَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ۔ اور نہیں ہے زمین آسمان میں کوئی پوشیدہ چیز مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں موجود ہے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ اور جملہ حقائق وجود امام مبین علیہ السلام میں ودیعت کر دی گئی ہیں۔ اور محفوظ ہیں۔ صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں۔ کہ موسےٰ نے یوشع بن نون کو وصی بنایا۔ اور یوشعؑ نے اولاد ہارونؑ میں وصیت کی۔ اور موسےٰ نے عیسےٰ کی۔

اور عیسےٰ مسیح نے ہمارے نبی کی بشارت دی۔ جب عیسےٰ نبی ہوئے۔ تو انہوں نے اپنی امت سے کہا۔
میرے بعد بنی اسمٰعیلؑ سے ایک نبی آئے گا۔ جس کا نام احمدؐ ہوگا۔ اور وہ میری اور تمہاری تصدیق کرے
گا۔ اور یہ وصیت وصایت اولاد ہارونؑ سے بوساطت مسیح تک پہنچی۔ اور ان کے بعد یہ وصیت
وصایت حواریین و مستحفظین میں جاری رہی۔ (قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰاۃَ فِیْھَا ھُدًی وَّ
نُوْرٌ یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا وَالرَّبَّانِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ
اللّٰہِ) اور ان کو مستحفظین اس لئے کہا۔ کہ یہ اسم اکبر کے یاد رکھنے والے تھے۔ اور یہ اسم اعظم ہی وہ
کتاب ہے۔ جس سے ہر چیز کا علم ہو جاتا ہے۔ اور ہر ایک نبی کے ساتھ یہی کتاب ہوتی ہے۔
(کَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ) یہ کتاب جو
ہر نبی کے وجود کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہی اسم اکبر و اسم اعظم ہے۔ جس سے ہر علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اس
میں کتاب آدمؑ ہے۔ کتاب ادریسؑ ہے۔ کتاب شیثؑ ہے۔ و صحف نوحؑ و ابراہیمؑ و شعیبؑ ہوتے
ہیں۔ اور میزان شرائع و احکام الہٰی ہیں۔ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلیٰ صُحُفِ
اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسیٰ اور وہ صحیفہ موسےٰؑ و ابراہیمؑ اسم اکبر ہی ہیں۔ پس برابر یہ وصیت
ایک عالم میں بعد عالم جاری رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اور اولاد مستحفظین نے آپ کو پہنچا دیا۔
پس جب آپ کی نبوت کے ایام پورے ہو گئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے پیغمبر کو حکم دیا۔ کہ یہ اسم اعظم اور
میراث علم اور آثار نبوت اپنے وصی علیؑ ابن ابی طالبؑ میں قرار دے۔ کیوں کہ میں نے زمین کو
کبھی ایسے عالم کے وجود سے خالی نہیں چھوڑا۔ جس سے میری طاعت و ولایت
پہچانی جاتے۔ (یہ بھی ایک دلیل وجود امام زمانؑ ہے) اور وہ میرے ان بندوں پر حجت ہو۔
جو ایک نبی کے مرنے سے دوسرے نبی کے خروج تک پیدا ہوتے تھے۔ پس اسی سنت الہٰی کے
مطابق تو بھی علیؑ کو وصی بنا۔ پس آنحضرتؐ نے ہزار باب علم وصیت کئے۔ اور ہزار کلمات علمیہ وصیت
کئے۔ ہر کلمہ اور ہر باب سے ہزار باب اور ہزار کلمات نکلتے اور کھلتے ہیں (ینابیع المودۃ) یہ تصریح
ہے۔ اس کی کہ جو کچھ جمیع انبیاء سابقین رکھتے تھے۔ وہ آنحضرتؐ رکھتے ہیں مع اشیاء زائد
مختصہ بختم نبوت اور الکتاب شامل ہے جمیع کتب آسمانی و صحائف انبیاء کو۔ اور یہ کل علم امامؑ
کے پاس ہے۔ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ چنانچہ کتاب المناقب میں بروایت ابو جارود
و بسلسلہ اہل بیت حسین بن علیؑ سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو لوگوں نے دریافت
کیا۔ یا رسول اللہؐ! یہ امام مبین توریت ہے یا انجیل یا قرآن۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی بھی نہیں۔ اتنے

میں میرے پدر بزرگوار علیؑ تشریف لے آئے۔ آپؑ نے فرمایا۔ یہ وہ امام مبینؑ ہے۔ جس میں خدا نے ہر ایک شے کے علم کا احصاء کر دیا ہے۔ اور عمار یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب امیرؑ کے ساتھ جا رہا تھا۔ کہ ایک وادی چیونٹیوں سے پُر دیکھی۔ میں نے کہا۔ یا امیر المومنینؑ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ان کی شمار جانتا ہو۔ آپؑ نے فرمایا۔ ہاں میں ایسے شخص کو جانتا ہوں۔ جو ان کی تعداد جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے۔ کہ ان میں کتنے نر اور کتنی مادین ہیں۔ عمارؓ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ وہ شخص کون ہے۔ فرمایا۔ کیا تو نے نہیں پڑھا۔ کل شیئٍ احصیناہُ فی امام مبین۔
میں نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے پڑھا ہے۔ فرمایا۔ پس میں ہی وہ امام مبینؑ ہوں۔ ایضاً آنحضرتؐ نے خطبہ غدیریہ کے ذیل میں فرمایا۔ "اے لوگو! سنو اور سمجھو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک ولی اور امام نصب کیا ہے۔ جس کی اطاعت تمام مہاجرین و انصار و تابعین بدوی و شہری۔ عجمی و عربی۔ آزاد و غلام۔ چھوٹے بڑے۔ سفید و سیاہ۔ سب پر فرض ہے۔ اور ہر ایک موحد پر اس کا حکم جاری ہے۔ اس کا قول جائز اور امر نافذ ہے۔ اس کا مخالف ملعون ہے۔ اور تصدیق کنندہ مرحوم۔ جس نے اس کی بات سنی اور اطاعت کی۔ اللہ اس کو بخش دے گا۔ اے لوگو یہ آخری مقام ہے۔ جہاں میں کھڑا ہوا ہوں۔ پس میری بات سنو۔ اور اطاعت کرو اپنے پروردگار کے امر کی۔ کیونکہ اللہ تمہارا مولیٰ اور معبود ہے۔ اور اس کے بعد اس کا رسول محمدؐ تمہارا ولی ہے جو کھڑا ہوا تم سے خطاب کر رہا ہے۔ پھر میرے بعد علیؑ تمہارا ولی اور امام ہے منجانب اللہ۔ پھر امامت میری ذریت میں ہے۔ جو صلب علیؑ سے ہے تا روز قیامت و ملاقاتِ خدا۔ نہیں ہے حلال مگر وہ جس کو خدا نے حلال کیا ہے۔ اور نہیں ہے حرام مگر وہ جس کو خدا نے حرام کیا ہے۔ اور اللہ نے مجھے جملہ حرام و حلال کی معرفت دی ہے۔ اور جو کچھ خدا نے مجھے کتاب و معرفت حلال و حرام تعلیم دی۔ میں نے وہ علم علیؑ کو پہنچا دیا۔ اور اے لوگو۔
ما من علمٍ الا وقد احصاہُ اللہُ فیَّ وکلُّ علمٍ علمتُ فقد احصیتُ فی امامٍ مبین
وما من علمٍ الا علمتہ علیاً وھو الامام المبین۔ کوئی علم نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اللہ نے وہ مجھے عطا کیا ہے اور مجھ میں جمع اور احصاء کر دیا ہے۔ اور جو کچھ مجھے علم ہوا۔ وہ میں نے امام مبین میں احصاء کر دیا۔ اور کل علم میں نے علیؑ کو دے دیا۔ اور وہی امام مبین ہے۔ پس اس سے گمراہ نہ ہو۔ اور اس سے نفرت نہ کرو۔ اور اس کی ولایت و امامت سے ناک نہ چڑھاؤ۔ کیونکہ وہی تمہیں حق کی طرف ہدایت کرے گا۔ اور باطل سے

بچلائے گا اور اس سے رُکے گا۔ "ولا تاخذ کافی اللہ لومۃ لائم وہی اوّل وہ شخص ہے۔ جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی" الخ۔

غرض امام مبین یہی بزرگوار ہیں۔ اور جملہ علوم انبیاءؑ سابقین و آنحضرتؐ انہی میں احصاء کیا گیا ہے۔ اور امام کا اطلاق کتاب پر نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن میں جہاں کہیں امام مبین آیا ہے۔ اس سے یہی مظاہر قدرت حجۃ اللہ مراد ہیں۔ جیساکہ خدا دو پیغمبروں ہی کے حق میں فرماتا ہے۔ انہما لبامام مبین فتدبر فیہ ولا تشب فان انشک فی امر اللہ کفر۔ کیونکہ بلا اس علم کے امامؑ امام نہیں ہو سکتا۔ صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں۔ جس کی وجہ سے میں مستحق امامت ہوا ہوں۔ وہ تطہیر اور طہارت ہے از ذنوب و معاصی۔ جو باعث جہنم ہوتے ہیں۔ اور علم مستور یا علم مکنون جس کی تمام مخلوق محتاج ہے۔ از قسم حلال و حرام۔ اور علم کتاب اور اس کے مخصوص اسرار اور عام حقائق و محکم و متشابہ اور دقائق اسرار و غرائب علوم و ناسخ و منسوخ" وکل شی احصیناہ فی امام مبین۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

یقیناً جو کچھ جملہ انبیاء سابقین کو پہنچا۔ وہ سب مع شئے زائد حضرت خاتم النبیینؐ و افضل المرسلین کے پاس ہے۔ بلکہ اصل و منبع یہی ہیں۔ اور وہ کل بوراثت ائمہ اہل بیتؑ کو پہنچا پس ان کے تصرفات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ وہی دریائے ضلالت عالم امکان سے نجات دلانے والی کشتی نوحؑ ہیں۔ اور وہی عالم ملکوت آسمان و زمین۔ وہی آیات الٰہی کے ثعبان مبین وہی ید بیضا۔ وہی دم عیسٰیؑ۔ وہی عوالم کو چشم زدن میں قطع کر سکتے ہیں۔ وہ چشم زدن میں عرش تک جا سکتے ہیں۔ اور وہ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔ ان کا ملکوت مثل پیغمبرؐ فوق ملکوت عالم امکان اور ملائکہ و عقول تا دسہ ہے۔ اور مدبرات امور ان کے تحت حکم ہیں۔ اور وہی اولیاء تدبیر امور الٰہی۔ ولذا قال امیر المومنینؑ فی العالمین انا سر الاسرار انا شجرۃ الانوار انا دلیل السموات و انا انیس المسبحات انا خلیل جبرائیل انا صفی میکائیل۔ انا قائد الاملاک انا سمندل الافلاک انا سریر المعراج انا حفیظ الالواح انا قطب اللہ یجور انا البیت المعمور انا مزن السحائب انا نور الغیاہب انا فلک اللجج انا حجۃ الحجج انا صدر الخلائق انا محقق الحقایق۔ انا متول التاویل انا مفسر الانجیل انا خامس الکساء انا تبیان النساء انا الفتہ الایلاف انا رجال الاعراف انا سر ابراھیم انا ثعبان الکلیم انا ولی الاولیاء انا وارثۃ الانبیاء انا ادریس یاد الدجور انا حجاب

الغفور انا صفوة الجبیل انا ایلیا والانجیل انا شدیا القوی انا حامل اللواء انا امام المحشر۔ انا ساقی الکوثر۔ انا قسیم الجنات انا مساعیر النیران انا یعسوب الدین انا امام المتقین انا وارث المختار انا طہیر الاطہار انا مبید الکفرہ انا ابو الائمۃ البررۃ انا قالع الباب انا مفرق الاحزاب انا الجوہرۃ الثمینہ انا باب المدینہ انا مفسر البینات انا مبین المشکلات۔ انا النون والقلم انا مصباح الظلم انا سوال منی انا ممدوح ہل اتی انا النباء العظیم انا الصراط المستقیم انا السورۃ الاصدات انا جبل قاف انا سر الحروف انا نور الظروف انا الجبل الراسخ انا العلم الشامخ انا مفتاح الغیوب انا مصباح القلوب۔ انا نور الارواح انا روح الاشباح انا الفارس الکرار انا نصرۃ الانصار انا السیف المسلول انا الشہید المقتول انا جامع القرآن انا تبیان البیان انا شقیق الرسول انا بعل البتول انا عمود الاسلام انا مکسر الاصنام۔ انا صاحب الاذن انا قاتل الجن انا صالح المومنین انا امام المتقین انا امام ارباب الفتوۃ انا کنز اسرار النبوۃ انا المطلع علی اخبار الاولین انا المخبر عن وقائع الاخرین انا قطب الاقطاب انا حبیب الاحباب انا مہدی الاوان انا عیسیٰ الزمان انا راہب الله انا والله اسد الله انا سید العرب انا کاشف الکرب انا الذی قیل فی حقی لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار انا الذی قال الرسول فی شانہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ انا الیث نبی غالب انا علی ابن ابی طالب ...... ثم قال سلونی من طرق السماء فانی اعلم بہا من طرق الارض سلونی قبل ان تفقدونی فان بین جنبی علوما کثیرۃ کالبحار الزواخر علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القیامۃ وعلی الہ الکرام ما اتصل اللیالی والایام انقلہ وصححہ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ الحلبی الشافعی قدس سرہ فی کتاب المعظم **الدر المنظم**

اس کلام امام کی تشریح وتفسیر کے لئے تو ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ اور اس میں ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ لیکن غیر عربی داں احباب کے لئے مختصر ترجمہ کئے دیتے ہیں۔ کہ ولی اللہ برحق اپنی شان ولایت کے بعض اسرار کو ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ کہ میں رازوں کا راز اور شجرۂ انوار ہوں۔ میں آسمانوں کا راہنما ہوں اور انیس نفوس تسبیح کنندگان۔ میں خلیل جبرئیل ہوں اور دوست مخلص میکائیل۔ میں سردار و قطب افلاک ہوں اور سرگروہ ملائکہ۔ میں باطن اخلاص و حق مبین امام مبین ہوں۔

اور محافظ و مستحفظ ارواح ہوں گے۔ میں شب تاریک میں قطب ہدایت ہوں اور علوم و معارف سے پُر بیت معمور ربانی ہوں۔ میں اصل و جوہر سحاب بہائے رحمت ہوں اور تاریکیوں کی روشنی۔ میں بحار ضلالت سے نجات دینے والی کشتی ہوں۔ من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق وھوی اور میں ہی پیشواؤں کا پیشوا اور حجتوں کی حجت ہوں۔ میں ہی صدر نشین عالم علق اور تحقیق کنندۂ حقائق عالم ہوں میں تاویل کتب سماوی کا جاننے والا اور انجیل کا مفسر ہوں۔ میں خامس اصحاب کساء ان اہل بیت نبوی سے ہوں جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ میں بیان روشن سورۂ نساء ہوں۔ میں ہی اصل الفت ہوں جس کا ذکر سورہ تابان میں ہے۔ اور میں ہی ان مردوں میں سے ہوں۔ جو روز قیامت اعراف پر کھڑے ہوں گے۔ اور دوست و دشمن اور مجرم و مخلص کی شناخت کریں گے۔ وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم میں سر ابراہیم اور ثعبان کلیم ہوں۔ گلزار ابراہیم اور اژدہائے کلیم میرا کرشمہ ولایت تھا۔ میں ہی ولی اولیاء اور وارث انبیاء ہوں۔ میں ہی وہ اوریا ہوں جس کا بیان زبور میں مذکور ہے۔ اور میں پردہ پروردگار غفور و رحیم اور اس کا مظہر ہوں۔ میں برگزیدۂ خداوند جلیل اور ایلیا بار انجیل ہوں۔ انجیل میں ایلیا کہلاتا ہوں اور قرآن میں علیؑ۔ میں زبردست قوتوں والا ہوں۔ اور حامل رایت محمدی و لواء محمد ہوں۔ میں ساقی کوثر اور امام محشر ہوں۔ مجھ سے لوگوں کا حشر ہوگا۔ یوم ندعوا کل اناس بامامھم میں ہی قاسم جنت اور روشن کنندۂ آتش ہوں۔ دوستوں کو بہشت میں پہنچاؤں گا اور دشمنوں کو آگ میں جلاؤں گا۔ میں سردار دین اور امام متقین ہوں۔ میں مددگاروں کا مددگار اور ہلاک کنندۂ کفار ہوں۔ اور میں ہی پدر ائمۂ طاہرین و معصومین و صالحین ہوں۔ میں باب خیبر کو اکھاڑنے والا اور لشکروں کو شکست دینے والا ہوں۔ میں گوہر گراں بہائے امامت اور باب مدینہ نبوت و رسالت ہوں۔ میں مفسر آیات بینات اور مبین مشکلات ہوں۔ میں مفہوم نون والقلم اور شمع ہدایت خلق ہوں۔ اور میں ہی مراد مقصود متی نصر اللہ مجسمہ نصرت خدا مظہر العجائب ہوں نصرت الانبیاء سراً نصرت محمد جھراً۔ میری ہی شان میں ہل اتیٰ آیا ہے۔ اور میں ہی مراد نباء عظیم اور صراط مستقیم ہوں۔ کاھدنا الصراط المستقیم۔ میں گوہر صدف امامت و ولایت و خلافت اور کوہ محیط علم و ہدایت ہوں۔ میں راز حروف کتاب تکوین اور نور اشباح و اجسام ہوں۔ میں مستحکم کوہ ہدایت اور نشان بلند ہوں۔ میں اسرار غیوب الٰہی کی کنجی اور قلوب مومنین کو نورانی کرنے والی شمع ہوں۔ میں نور و حیات ارواح اور روح و باطن اجسام و اشباح ہوں۔ میں فارس کرار غیر فرار اور نصرت انصار ہوں۔ میں سیف مسلول الٰہی اور شہید مقتول ہوں۔ میں جمع کنندۂ قرآن اور تفسیر و تبیان

بیان ہوں۔ الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان میں مقصود از بیان میں ہی ہوں۔ میں برادر رسولؐ اور زوجِ بتولؑ ہوں۔ میں رکن دعمود الاسلام اور بُت شکن ہوں۔ میں صاحب اذن اور مصداق تعیها اذن داعیه اور قاتل جن ہوں میں صالح المومنین اور امام المتقین ہوں میں پیشوائے ارباب فتوت ہوں اور کنز اسرار نبوت۔ میں مطلع ہوں اخبار اوّلین پر اور خبر دینے والا ہوں وقائع آخرین کی۔ میں تبلیغوں کا قطب اور دوستوں کا دوست ہوں میں مہدی دوران اور عیسےٰ زمان ہوں۔ واللہ میں وجہ خدا ہوں۔ واللہ میں شیر خدا ہوں۔ میں سردار عرب ہوں۔ میں سختیوں کا دور کرنے والا اور حلال مشکلات ہوں۔ میں ہی وہ ہوں جس کی شان میں "لافتیٰ الاعلی لاسیف الا ذوالفقار" آیا ہے۔ میں ہی وہ ہوں۔ جس کی ثنا میں رسول اللہؐ نے "انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ" فرمایا ہے۔ اور ہاں امت قائم مقام رسول میں ہی ہوں۔ میں لیث بنی غالب اور علیؑ ابن ابی طالب ہوں ۔۔۔ پھر فرمایا۔ پوچھو مجھ سے آسمان کے راستوں کو۔ کیونکہ میں ان کا زمین کے راستوں سے زیادہ عالم ہوں۔ پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ کیونکہ میرے سینے میں مثل کار زخار علوم کثیرہ ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام ؀

اس میں حضرتؑ نے مقام ولایت میں مظہر العجائب و مظہر الغرائب ہونے کا غیر ناقص جملہ اظہار فرمایا ہے۔ اور یہی نصرت ولایتی باطنی روحانی تھا۔ جس کے ذریعہ سے ہر زمانے میں ہر ایک نبی کی نصرت فرماتے رہے۔ حضرت نوحؑ کی نصرت فرمائی۔ حضرت ابراہیمؑ کی نصرت فرمائی۔ حضرت موسیٰؑ کی نصرت فرمائی۔ دربار فرعون میں سلاح پوش سوار کی صورت میں نمایاں ہوئے۔ سلمان فارسی کو شیر سے بچایا۔ اور جناب رسول خاتم المرسلینؐ کی نصرت ظاہر بظاہر اور کھلم کھلا فرمائی۔ نصرت والانبیاء سرا و نصرت محمداً جھرا۔ غرض آپ اوّل مظہر ولایت کے وارث و قائم مقام تیسرے ولی اللہ ہیں۔ تمام علوم و کمالات نبویؐ کے وارث ہیں۔ مگر چونکہ آپ کے لئے نبوت نہیں ہے۔ اور ولایت ہے۔ اور مقام ولایت مقام تصرف ہے نہ مقام تبلیغ۔ اور نیز باب مدینہ نبوت ہیں نہ شہر نبوت اور باب مقام ظہور ہے۔ اس لئے اظہار عجائبات وحل مشکلات اور عالم میں تصرفات اس مظہر العجائب کی ذات سے مخصوص ہیں۔ اور مہدی آخر الزمانؑ وارث علوم انبیاء و کمالات ائمہ و آخر الاوصیاءؑ ہیں۔ اور وقت آپ کا وقتِ ظہور ہوگا۔ اس لئے ان سے وہ خوارق عادات معجزات ظاہر ہوں گے۔ جو کسی سے نہیں ہوئے۔ ہر شے قوت سے فعل میں آجائے گی۔ اور جو کچھ کمون وبطون عالم میں ہے۔ ظاہر ہوگا۔ اور جو کمالات و تصرفات ولایتی و اماممتی و خلافتی اب تک ظاہر نہیں۔

ہوئے ہیں آشکار ہو جائیں گے۔ اور نور محمدی اس دن فعلاً درجہ ظہور و بروز کو پہنچے گا۔ اللهم عجل فرجہ وسہل مخرجہ۔

غرض مہدی آخر الزمان فرزند نبیؐ و علیؑ اور وارث جمیع علوم نبوت وامامت آخر الائمہ وخاتم الاوصیاء ہیں۔ اور حضرتؑ ہی کا زمانہ زمانہ ظہور رکھتا ہے۔ جتنی آیات الٰہی کہ کھوں غیب میں ہیں اس وقت تمام ظاہر ہوں گی۔ اور جو کچھ تمام انبیاء سابقین واولیاء ماضین سے ظاہر ہوا ہے مع شئے زائد ان سے ظاہر ہوگا۔ اور ہر ایک اعجاز دکھلائیں گے۔ کیونکہ اس دن نور محمدی کے ظہور کامل کا وقت ہے۔ لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ اس وقت ایک مردہ نہیں ہزاروں مردے زندہ ہو جائیں گے ایک نہیں کتنے ہی لشکر پیادہ دریاؤں کو طے کریں گے۔ ایک نہیں سیکڑوں اصحاب مہدی ہوا کے راستے جائیں گے اور حاضر خدمت ہوں گے۔ تنہا نہیں مع اصحاب دوسرے کروں اور معراج پر تشریف لے جائیں گے۔ در و دیوار نہیں روئے زمین آپ کے نور سے روشن ہو جائے گی واشرقت الارض بنور ربھا عرب نہیں تمام انواع عالم مسلمان اور بھائی بھائی بن جائیں گے۔ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا والیہ ترجعون۔ اللهم عجل فرجہ

پس مہدیؑ موجود وہ ہے۔ جو جملہ انبیاء واوصیاء کے اوصاف وکمالات ومعجزات وتصرفات کا وارث ومالک اور ان کا مظہر تام اور سب کا آخری مصداق ہے۔ جو کچھ اس سے ظاہر ہوگا۔ وہ نہ کسی نبی سے ظاہر ہوا اور نہ کسی وصی سے۔

فصل

مقام ومرتبۂ امامتِ مطلقہ

اس بیان مختصر سے معلوم ہو گیا۔ کہ امامت کیسا عظیم الشان مرتبہ و مقام ہے۔ اور عند اللہ اس کی کیا قدر ومنزلت ہے۔ کون ہے جو اس کا احاطہ کر سکے یا اس کی حد پر مطلع ہو سکے وہ جانے جس نے دیا۔ یا وہ جانیں جن کو دیا گیا۔ اھل البیت ادری بما فی البیت۔ " گھر کا حال گھر ہی والے

خوب جانتے ہیں ہر خانۂ نبوت و رسالت و ولایت و خلافت و امامت سے واقف اہل البیتؑ وارثان نبوت و رسالت و خلافت و ولایت و امامت ہیں۔

امامؑ کی تعریف امامؑ کی زبانی

اس لئے مناسب ہے کہ اس کی تعریف و توصیف میں ان ہی حضرات کے کلمات ذکر کئے جائیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ وہ اس کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ تاکہ نور ایمان سے قلوب مومنین روشن تر ہو جائیں۔ اور ان کی معرفت تامہ حاصل ہو کر ان کی عظمت بڑھے۔ اور معرفت و عظمت سے محبت اہل بیت پیدا ہو کر تقوے زیادہ ہو۔ اس کی توقیر و تعظیم کے ساتھ اس کے افعال و اعمال و اخلاق میں اس کی تاسی کریں۔ اور ان کے آداب سیکھیں۔ کیونکہ اصل مقصد یہی ہے۔ کہ ان کی پیروی کی جائے۔ جو باعث نجات و فلاح دارین ہے۔ اللھم ارزقنا۔

اکمال الدین۔ عیون الاخبار۔ معانی الاخبار و امالی اور اصول کافی میں عبدالعزیز بن مسلم سے مروی ہے کہ جب ہم جناب امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ مقام مرو میں تھے۔ پس بروز جمعہ ہم جامع مسجد میں گئے۔ اور وہاں امر امامت پر بحث شروع ہوئی۔ لوگوں نے مختلف رائیں ظاہر کیں۔ کسی نے کچھ کہا۔ اور کسی نے کچھ۔ جب میں اپنے امام برحق اور سردار مطلق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لوگوں کا خیال امر امامت میں بیان کیا۔ پس حضرت امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور فرمایا یا عبدالعزیز جھل القوم وخدعوا عن ارائھم ان اللہ عزوجل لم یقبض نبیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حتی اکمل الدین وانزل علیہ القرآن فیہ تبیان کل شی بین فیہ الحلال والحرام والحدود والاحکام وجمیع ما یحتاج الیہ الناس کملا فقال عزوجل ما فرطنا فی الکتاب من شی وانزل فی حجۃ الوداع وھی اخر عمرہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا وامر الامامۃ من تمام الدین ولم یمض صلی اللہ علیہ والہ وسلم حتی بین لامتہ معالم دینھم واوضح لھم سبیلھم وترکھم علی قصد سبیل الحق واقام لھم علیا علما واماما وما ترک شیئا یحتاج الیہ الامۃ الا بینہ فمن زعم ان اللہ عزوجل لم یکمل دینہ فقد رد کتاب اللہ ومن رد کتاب اللہ فھو کافر ھل تعرفون قدر الامامۃ ومحلھا من الامۃ فیجوز فیھا اختیارھم ان الامامۃ اجل قدرا واعظم شانا واعلی مکانا وامنع جانبا وابعد

عز و جل من ان يبلغها الناس بعقولهم او ينالوها بآرائهم و يقيموا اماما باختيارهم
ان الامامة خص الله عز و جل بها ابراهيم الخليل بعد النبوة و الخلة مرتبة ثالثة
و فضيلة شرفه بها و اشاد بها ذكره فقال انی جاعلك للناس اماما فقال الخليل
سرورا بها و من ذريتی قال الله تبارك و تعالى لا ينال عهدی الظالمين فابطلت
هذه الاية امامة كل ظالم الى يوم القيامة و صارت فی الصفوة ثم اكرمه الله
تعالى بان جعل فی ذريته اهل الصفوة و الطهارة فقال و وهبنا له اسحق و يعقوب
نافلة و كلا جعلنا صالحين و جعلناهم ائمة يهدون بامرنا و اوحينا اليهم فعل الخيرات
و اقام الصلوة و ايتاء الزكوة و كانوا لنا عابدين فلم تزل فی ذريته يرثها بعض
عن بعض قرنا فقرنا حتى ورثها عز و جل النبی صلى الله عليه و اله فقال جل و تعالى
ان اولى الناس بابراهيم للذين اتبعوه و هذا النبی و الذين امنوا و الله ولی المؤمنين
فكانت له خاصة فقلدها صلى الله عليه و اله و سلم عليا بامر الله عز و جل على رسم
ما فرض الله فصارت فی ذريته الاصفياء الذين اتاهم الله العلم و الايمان بقوله
جل و علا و قال الذين اوتوا العلم و الايمان لقد لبثتم فی كتاب الله الى يوم البعث
فهی فی ولد علی خاصة الى يوم القيامة اذ لا نبی بعد محمد فمن اين يختار هؤلاء
الجهال ان الامامة هی منزلة الانبياء و ارث الاوصياء ان الامامة خلافة الله
و خلافة الرسول صلى الله عليه و اله و سلم و مقام امير المؤمنين و ميراث الحسن
و الحسين ان الامامة زمام الدين و نظام المسلمين و صلاح الدنيا و عز المؤمنين
ان الامامة اس الاسلام النامی و فرعه السامی بالامام تمام الصلوة و الزكوة و
الصيام و الحج و الجهاد و توفير الفیء و الصدقات و امضاء الحدود و الاحكام و منع الثغور
و الاطراف الامام يحل حلال الله و يحرم حرام الله و يقيم حدود الله و يذب عن دين
الله و يدعو الى سبيل ربه بالحكمة و الموعظة الحسنة و الحجة البالغة الامام كالشمس
الطالعة المجللة بنورها للعالم و هی فی الافق بحيث لا تنالها الايدی و الابصار
الامام البدر المنير و السراج الظاهر و النور الساطع و النجم الهادی فی غياهب الدجى
و اجواز البلدان و القفار و لجج البحار الامام الماء العذب على الظماء و الدال على الهدى و المنجی
من الردى الامام النار على اليفاع الحار لمن اصطلى به و الدليل فی المهالك من فارقه فهالك

الامام السحاب الماطر والغيث الهاطل والشمس المضيئة والسماء الظليلة والارض البسيطة والعين الغزيرة والغدير والروضة الامام الانيس الرفيق والوالد الشفيق والاخ الشقيق والام البرة بالولد الصغير ومفزع العباد في الداهية الامام امين الله في خلقه وحجته على عباده وخليفته في بلاده والداعي الى الله والذاب عن حرم الله الامام المطهر من الذنوب المبرأ من العيوب المخصوص بالعلم الموسوم بالحلم نظام الدين وعز المسلمين وغيظ المنافقين وبوار الكافرين الامام واحد دهره لا يدانيه احد ولا يعادله عالم ولا يوجد منه بدل ولا له مثل ولا نظير مخصوص بالفضل كله من غير طلب منه له ولا اكتساب بل اختصاص من المفضل الوهاب فمن ذا الذي يبلغ معرفة الامام او يمكنه اختياره هيهات هيهات ضلت العقول وتاهت الحلوم وحارت الالباب وخسئت العيون وتصاغرت العظماء وتحيرت الحكماء وتقاصرت الحلماء وحصرت الخطباء وجهلت الالباء وكلت الشعراء وعجزت الادباء وعييت البلغاء عن وصف شان من شانه او فضيلة من فضائله واقرت بالعجز والتقصير وكيف يوصف بكله او ينعت بكنهه او يفهم شئ من امره او يوجد من يقوم مقامه ويغني غناه لا كيف وانى وهو بحيث النجم من يد المتناولين ووصف الواصفين فاين الاختيار من هذا واين العقول عن هذا واين يوجد مثل هذا اتظنون ان ذلك يوجد في غير آل الرسول محمد كذبتهم والله انفسهم ومنتهم الاباطيل فارتقوا مرتقا صعبا دحضا تزل عنه الى الحضيض اقدامهم راموا اقامة الامام بعقول حائرة بائرة ناقصة وآراء مضلة فلم يزدادوا منه الا بعدا قاتلهم الله انى يؤفكون ولقد راموا صعبا وقالوا افكا وضلوا ضلالا بعيدا ووقعوا في الحيرة اذ تركوا الامام عن بصيرة وزين لهم الشيطان اعمالهم فصدهم عن السبيل وكانوا مستبصرين رغبوا عن اختيار الله واختيار رسوله الى اختيارهم والقرآن يناديهم وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة من امرهم سبحان الله عما يشركون وقال عز وجل وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم وقال ما لكم كيف تحكمون ام لكم كتاب فيه تدرسون

ان لكم فيه لما تخيرون ام لكم ايمان علينا بالغة الى يوم القيمة ان لكم لما
تحكمون سلهم ايهم بذلك زعيم ام لهم شركاء فليأتوا بشركائهم ان كانوا
صادقين وقال عز وجل افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها ام طبع الله
على قلوبهم فهم لا يفقهون ام قالوا سمعنا وهم لا يسمعون ان شر الدواب
عند الله الصم البكم الذين لا يعقلون ولو علم الله فيهم خيراً لاسمعهم ولو اسمعهم
لتولوا وهم معرضون ام قالوا سمعنا وعصينا بل هو فضل الله يؤتيه من يشاء
والله ذو الفضل العظيم فكيف لهم باختيار الامام والامام عالم لا يجهل وداع
لا ينكل معدن القدس والطهارة والنسك والزهادة والعلم والعبادة مخصوص
بدعوة الرسول ونسل المطهرة البتول لا مغمز فيه في نسب ولا يدانيه ذو حسب
في البيت من قريش والذروة من هاشم والعترة من الرسول والرضا من
الله عز وجل شرف الاشراف والفرع من عبد مناف نامي العلم كامل الحلم
مضطلع بالامامة عالم بالسياسة مفروض الطاعة قائم بامر الله عز وجل ناصح
لعباد الله عز وجل حافظ لدين الله الانبياء والائمة يوفقهم الله ويؤتيهم
من مخزون علمه وحكمه ما لا يؤتيه غيرهم فيكون علمهم فوق علم اهل زمانهم
في قوله جل وتعالى افمن يهدي الى الحق احق ان يتبع امن لا يهدي الا ان
يهدى فما لكم كيف تحكمون وقوله تبارك وتعالى ومن يؤت الحكمة فقد
اوتي خيراً كثيراً وقوله في طالوت ان الله اصطفاه عليكم وزاده بسطة في العلم
والجسم والله يؤتي ملكه من يشاء والله واسع عليم وقال لنبيه انزل عليك
الكتاب والحكمة وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما
وقال في الائمة من اهل بيت نبيه وعترته وذريته ام يحسدون الناس على
ما آتاهم الله من فضله فقد آتينا آل ابراهيم الكتاب والحكمة وآتيناهم ملكا
عظيما فمنهم من آمن به ومنهم من صد عنه وكفى بجهنم سعيراً وان العبد
اذا اختاره الله عز وجل لامور عباده شرح صدره لذلك واودع قلبه ينابيع الحكمة
والهمه العلم الهاما فلم يعي بعده بجواب لا يحير فيه عن الصواب فهو معصوم
مؤيد موفق مسدد قد امن من الخطاء والزلل والعثار

یخصہ اللہ بذالک لیکون حجۃ علی عبادہ وشاھد اعلی خلقہ و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم فھل یقدرون علی مثل ھذا فیختارونہ اویکون مختارھم بھذہ الصفۃ فیقدمونہ تعدوا وبیت اللہ الحق ونبذوا کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لایعلمون فی کتاب اللہ الھدی والشفا فنبذوہ واتبعوا اھواءھم فذمھم اللہ ومقتھم واتعسھم فقال جل وتعالی ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین وقال فتعسا لھم وسحقا لا عمالھم قال کبر مقتا عند اللہ وعند الذین اٰمنوا کذالک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار وصلی اللہ علی النبی محمد وآلہ وسلم تسلیما کثیرا۔

ترجمہ: لفظی "اے عبدالعزیز یہ لوگ بالکل ناواقف ہیں۔ ان کی رایوں نے ان کو دھوکا دیا ہے۔ خداوند بزرگ و برتر نے جب تک دین اسلام کو کامل نہیں کرلیا اپنے نبی کو اس جہان سے نہیں بلایا۔ ان پر قرآن نازل فرمایا۔ جس میں ہر شے کا بیان مفصل مذکور ہے۔ حلال، حرام، حدود، احکام اور کل ضروریات انسانی کو اس میں بیان فرمایا ہے۔ پس ارشاد فرمایا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیء۔ (ہم نے اس کتاب میں کوئی بات باقی نہیں رکھی) اور حجۃ الوداع میں جو حضرتؐ ختمی مرتبت کی عمر شریف کا آخری حصہ تھا آیہ مجیدہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (آج میں نے تمہارے لئے دین کو بلحاظ اوصاف کے کامل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا ہے۔ اور میں نے تمہارے لئے یہی دین اسلام پسند فرمایا ہے) نازل فرمائی۔ اور امر امامت اتمام دین سے ہے۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقبے کو اختیار نہیں فرمایا جب تک کہ اپنی امت کو معالم دین نہ بیان فرما دئے۔ اور واضح کر دیا اُن کے راستے کو۔ اور ڈال گئے اُن کو راہ حق پر۔ اور قائم کر گئے اُن کے لئے علیؑ کو علَم اور امام۔ اور وہ ہر شے جس کی امت کو حاجت تھی بیان فرمائی۔ پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے۔ کہ خداوند عالم نے اپنا دین کامل نہیں کیا۔ بالتحقیق اس نے کتاب خدا کو رد کیا ہے۔ اور جو کتاب خدا کو رد کرتا ہے۔ وہ کافر ہے۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ قدر امامت کیا ہے۔ اور امامت میں اس کا کیا کچھ محل و مقام ہے۔ کہ جائز ہو اس میں ان کو تصرف؟ بالتحقیق امامت کی قدر اور اُس کی شان اور اُس کا مکان اور اس کی اطراف و جوانب اور اُس کی گہرائی اس بات سے کہیں جلیل اور عظیم اور اعلے اور محفوظ اور بعید ہے۔ کہ لوگ اپنی عقلوں سے اس تک پہنچیں۔ یا اپنی رایوں سے اس کو حاصل کریں۔ یا امام کو اپنے اختیار سے قائم کریں۔ امامت وہ ہے۔ کہ خصوصیت

عنایت فرمائی خدائے عز وجل نے اُس سے ابراہیم خلیلؑ کو بعد نبوت اور خلت کے۔ پس امامت نبوت اور خلت کے بعد کا تیسرا درجہ ہے۔ اور وہ فضیلت ہے۔ کہ اس سے ان کو شرف عنایت فرمایا۔ اور اسی سے اُن کے ذکر کو محکم فرمایا۔ پس ارشاد ہوا انی جاعلک للناس اماما۔ اے ابراہیمؑ میں تجھ کو لوگوں کا امام بناؤں گا۔ پس یہ سُن کر جناب خلیل اللہ اس مرتبۂ عظمےٰ سے خوش ہوئے! اور دریافت کیا۔ کہ کیا یہ مرتبہ میری ذریت کو بھی پہنچے گا۔ پس ارشاد ہوا۔ کہ ہاں پہنچے گا۔ مگر جو ظالم ہیں ان کو نہیں پہنچے گا پس اس آیت نے ہر ظالم کی امامت کو قیامت تک کے لئے باطل کر دیا ہے۔ اور اس کو صرف معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں باقی رکھا ہے۔ پھر خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کی تعظیم و تکریم کے لئے اُن کی ذریت میں معصومین اور مطہرین کو خلق فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ ووھبنا لہ اسحق ویعقوب نافلۃ وکلا جعلنا صالحین وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وکانوا لنا عابدین۔ ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ عنایت فرمائے۔ اور ان کو صالح بنایا۔ اور ہم نے ان کو امام بنایا۔ کہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کریں۔ اور ہم نے ان کو وحی کی۔ کہ کل اچھے کاموں کو بجا لائیں۔ اور مخلوقات میں نماز کو قائم کریں۔ اور زکوٰۃ دلوائیں۔ اور وہ سب خاص ہماری ہی عبادت کرتے تھے) پس یہ عہدۂ امامت جناب ابراہیمؑ کی ذریت میں بطور میراث کے جاری رہا۔ اور ایک کے بعد دوسرا اس کا وارث ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ خدائے عز وجل نے اپنے حبیبؐ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وارث بنایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنوا واللہ ولی المومنین باتحقیق سب سے زیادہ مستحق وراثۃ ابراہیمؑ کے وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اور یہ نبیؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ اور اللہ مومنین کا ولی ہے۔ پس یہ عہدۂ امامت خاص نبیؐ اکرم باعثِ ایجاد عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تھا۔ پس اس جناب نے بحکم پروردگار اس عہدۂ جلیل الشان کو بطریق سنتِ خداوندی اپنے بھائی علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سونپا۔ پس علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت میں اصفیاء اور اتقیاء مخلوق ہوئے۔ جن کو خداوند عالم علیم و حکیم نے علم وہبی اور ایمان لدنی عنایت فرمایا۔ جس کا بیان آیہ مجیدہ میں مذکور ہے۔ وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث (اور کہیں گے وہ لوگ جن کو علم اور ایمان خداوند عالم کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ باتحقیق تم کتاب اللہ یعنی دنیا یا برزخ میں یوم بعث تک ٹھہرے ہو) پس وہ امامت اب اولاد علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں قیامت تک محصور اور مخصوص ہے۔ کیونکہ بعد نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی نبی نہیں ہے۔ پس یہ جہال کہاں سے امامت کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ امامت مقام انبیاء اور میراث اوصیاء ہے۔ بالتحقیق کہ امامت خلافت اللہ اور خلافت الرسول ہے۔ اور مقام امیر المومنینؑ اور میراث حسنؑ اور حسینؑ ہے۔ بالتحقیق کہ امامت سلک دین نظام مسلمین درستی دنیا و دین اور عزت و وقار مومنین ہے۔ بالتحقیق کہ امامت اصل اسلام عالی اور اساس کی فرع متعالی ہے۔ امامؑ سے کامل ہوتی ہے نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج اور جہاد اور زیادتی غنیمت اور صدقات کی اور جاری کرنا حدود اور احکام کا اور حفاظت سرحد اور اطراف کی۔ امام وہ ہے جو حلال کرتا ہے حلال خدا کو اور حرام کرتا ہے حرام خدا کو۔ اور قائم کرتا ہے حدود اللہ کو۔ اور حفاظت کرتا ہے دین خدا کی۔ اور بلاتا ہے لوگوں کو اپنے پروردگار کی سبیل کی طرف حکمت۔ موعظۂ حسنہ اور حجت بالغہ کے ساتھ۔ امام شمس نصف النہار کی طرح ہے۔ جو اپنی شعاع ضیاء بار سے عالم کو روشن کرتا ہے۔ اور خود اس قدر بلند مقام پر ہوتا ہے۔ کہ نہ تو وہاں تک کوئی ہاتھ پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ نظر کام کر سکتی ہے۔ امام بدر منیر۔ چراغ روشن۔ نور ساطع اور ستارۂ رہبر ہے راتوں کی تاریکیوں میں۔ شہروں کے چوراہوں میں چٹیل میدانوں میں اور بے تھاہ سمندروں میں۔ امام آب شیریں ہے پیاسے کے لئے۔ رہبر ہے ہدایت کی طرف اور نجات دینے والا ہے۔ ہلاکت سے۔ امام آگ ہے بلند مقام پر (اسخیاء عرب قحط سالیوں میں بلند مقام پر آگ روشن کر دیتے تھے۔ تاکہ بھولا بھٹکا دور سے اُسے دیکھ کر ان کے پاس آجائے)۔ اور حرارت ہے سرما خوردہ کے لئے۔ اور راہبر ہے خوفناک مقاموں میں۔ جو اس کو چھوڑ دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ امام بادل ہے برسنے والا۔ گھٹا ہے جھڑی والی۔ سورج ہے ضیا بار۔ آسمان ہے۔ سایہ دار۔ زمین ہے پُر فضا۔ چشمہ ہے جاری۔ تالاب ہے پُرآب اور سبزہ زار ہے پُر بہار۔ امام انیس و رفیق و والد شفیق۔ حقیقی بھائی۔ مادر مہربان اور آفتوں اور بلاؤں میں جائے پناہ ہے۔ امام خداوند عالم کا امین ہے اُس کی مخلوقات میں۔ اور حجت ہے اُس کی اُس کے عباد میں۔ اور خلیفہ ہے اُس کا اُس کی سلطنت میں۔ اور بلانے والا ہے طرف اللہ کے۔ اور محافظ ہے اُس کے حرم کا۔ امام گناہوں سے پاک اور عیوب سے بری ہے۔ مخصوص ہے علم سے۔ موسوم ہے حلم سے۔ دین کا نظام ہے۔ مسلمانوں کی عزت ہے۔ منافقوں کے لئے غیظ و غضب ہے۔ اور کفار کے لئے ہلاکت۔ امام یکتا ہے اپنے زمانے کا۔ کوئی اس کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی عالم اس کے برابر ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس کا بدل مل سکتا ہے۔ اور نہ اس کا مثل و نظیر ہوتا ہے۔ تمام فضائل اس کے ساتھ مخصوص ہیں بغیر طلب اور اکتساب کے۔ اور یہ اس کو ایک خصوصیت ملی ہے۔

منفصل رہا ہے۔ پس کون ہے جو معرفت امام حاصل کر سکے۔ اور کس کی مجال ہے کہ اپنی مرضی سے جس کو چاہے امام بنا لے۔ بہت دور ہے بہت دور ہے، عقل گمراہ ہے۔ دانش پریشان ہے خرد حیران ہے۔ آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ بڑے بڑے حقیر ہو گئے۔ حکماء متحیر ہیں۔ صاحبان دانش قاصر ہیں۔ خطباء گنگ ہیں۔ دانا جاہل ہیں۔ شعراء تھک گئے۔ اُدباء عاجز ہو گئے۔ بلغاء رہ گئے۔ کہ امام کی کوئی شان یا فضیلت بیان کریں۔ اور اپنے عجز اور تقصیر کا اقرار کیا۔ اور کیوں کر اس کے ساتھ اوصاف یا نعت بالکنہ بیان ہو سکیں۔ یا اس کا کوئی امر سمجھ میں آئے۔ یا اُس کا کوئی قائم مقام ہو سکے یا اُس سے مستغنی کر سکے۔ ہرگز نہیں۔ کس طرح اور کہاں! وہ ثریا کی طرح لوگوں کے ہاتھوں اور تعریف کرنے والوں کی زبانوں سے بلند اور دور ہے!

پس ایسے کو کہاں سے اختیار کر سکتے ہیں۔ اور اُس تک عقلیں کب پہنچ سکتی ہیں اور ایسا کہاں مل سکتا ہے۔ کیا تم خیال کر سکتے ہو۔ کہ ایسا شخص غیر آلِ رسولؐ میں مل سکتا ہے؟ قسم بخدائے عزوجل کہ اُن کے نفسوں نے اُن کو دھوکا دیا ہے۔ اور اُن کے خیالاتِ باطلہ نے ان کو جھوٹی آرزو میں رکھا ہے۔ پس چڑھ گئے ہیں ایک مقام دشوار گذار اور مہلک پر جہاں سے پھسل کر تحت الثریٰ میں گریں گے۔ قصد کیا ہے انہوں نے امام کا مقرر کرنا اپنی عقول متحیرہ ناقصہ اور گمراہ رایوں سے پس نہیں ترقی کی انہوں نے مگر یہ کہ امام برحق سے بہت دور ہو گئے۔ قاتلهم الله انّی یوفکون!

بالتحقیق کہ انہوں نے بڑی جرأت کی ہے۔ اور جھوٹ کہا ہے۔ اور سخت گمراہی میں پڑ گئے ہیں۔ اور دیدہ و دانستہ امام برحق کو چھوڑ کر حیران ہو گئے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں زینت دے رکھا ہے۔ پس طریق حق سے ان کو روک دیا ہے۔ اور حالانکہ سمجھ دار تھے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے اختیار سے اعراض کر کے اپنے اختیار کو انہوں نے ترجیح دی ہے۔ اور حالانکہ قرآن مجید فرقان حمید ان کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة من امرهم سبحان الله عما يشركون تیرا پروردگار جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مختار بناتا ہے۔ ان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جس کو چاہیں اپنا مختار بنا لیں۔ خداوند عالم اُن کے اس شرک فی الاختیار سے مقدس ہے۔ اور دوسری آیت میں خدائے بزرگ و برتر ارشاد فرماتا ہے وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم کسی مومن اور مومنہ کو اختیار نہیں ہے۔ کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کر دیں۔ تو وہ اپنی مرضی

نے اس میں تغیر و تبدل کریں اور ارشاد فرماتا ہے۔ مالکم کیف تحکمون الخ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم کیسے حکم لگاتے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو۔ اور تمہارے واسطے اس میں جو کچھ چاہو موجود ہے۔ یا تمہارا عہد و پیمان کامل ہم پر قیامت تک یہ ہے کہ جو کچھ تم حکم لگاؤ وہ ہم کو منظور ہے؟ اے پیغمبر ذرا ان سے پوچھ تو سہی۔ کہ اس بات کا تم میں سے کون ذمہ دار ہے؟ یا ان کے شرکاء ہیں۔ پس چاہیئے کہ وہ اپنے شرکاء کو بلائیں۔ اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور ارشاد فرماتا ہے۔ افلا یتدبرون القرآن الخ کیوں یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ یا اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ پس وہ کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ یا وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے سنا۔ اور حالانکہ نہیں سنتے۔ بالتحقیق کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا چلنے پھرنے والا وہ ہے۔ جو کچھ نہیں سنتا اور سمجھتا۔ اور اگر اللہ کو ان میں کچھ بھلائی نظر آتی۔ تو وہ ضرور ان کو سننے والا بناتا۔ اور اگر سننے والا بناتا۔ تو بھی وہ حق سے اعراض کر کے بھاگتے۔ یا وہ کہتے۔ کہ ہم نے سنا۔ لیکن ہم مخالفت ہی کریں گے (خیر جو کچھ ہو) امامت فضل خدا ہے۔ جس کو خداوند عالم چاہتا ہے۔ اپنے فضل سے ممتاز فرماتا ہے۔ واللہ ذوالفضل العظیم پس کس طرح وہ امام کو خود اختیار کر سکتے ہیں۔ اور حالانکہ امام ایسا عالم ہے۔ کہ کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور ایسا داعی ہے۔ کہ تنگ نہیں ہوتا۔ معدن اور منبع ہے۔ تقدس۔ طہارت۔ نسک۔ زہادت۔ علم اور عبادت کا۔ مخصوص ہے دعوت رسولؐ اور نسل مطہر بتولؑ سے اس کے نسب میں کوئی شبہ نہیں۔ اور حسب میں اس کا کوئی مقابل نہیں۔ خاندان میں قریشی اور اصل میں ہاشمی ہے۔ عترت ہے رسولؐ کی خوشنودی ہے۔ خدا کی اشرافوں کا اشراف ہے۔ اور عبد مناف کی فرع ہے۔ نامی العلم۔ کامل الحلم۔ حامل بار امامت۔ عالم علم سیاست مفروض الطاعت۔ قائم بامر اللہ۔ خیر خواہ عباد۔ محافظ دین خدا ہے۔ بالتحقیق کہ انبیاء اور ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام موفق باللہ ہوتے ہیں۔ اور خداوند عالم ان کو اپنے علم مخزون اور حکمت سے سب سے زیادہ حصہ عنایت فرماتا ہے۔ پس ان کا علم کل علماء زمانہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ جس کا تذکرہ خداوند عالم نے آیہ ذیل میں فرماتا ہے۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون۔ کیا وہ شخص جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے زیادہ مستحق ہے۔ کہ اس کی پیروی کی جائے۔ یا وہ شخص جس میں ہدایت کی قابلیت ہی نہیں اور دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہے۔ پس تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم کس طرح کے حکم لگاتے ہو! اور فرمایا ہے۔ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا جس کو منجانب اللہ حکمت ملی ہے۔ بالتحقیق اس کو خیر کثیر عطا

ہوئی ہے۔ اور اس آیت میں جو طالوت کے متعلق نازل فرمائی ہے۔ ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللہ یؤتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم۔ بالتحقیق کہ اللہ نے اس کو تم پر مختار بنایا۔ اسی واسطے اس کو علم اور جسم میں زیادتی عنایت فرمائی ہے۔ اور اللہ عطا کرتا ہے۔ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ صاحب وسعت اور علیم ہے۔ اور اپنے نبیؐ کریم رؤف و رحیم کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ انزل علیک الکتٰب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے۔ اور اُن چیزوں کی تعلیم دی ہے۔ جن کو تم نہیں جان سکتے تھے۔ اور اللہ کا فضل ہمیشہ سے تم پر عظیم ہے۔ اور ائمہ اہل بیتِ نبیؐ و عترتِ نبیؐ اور ذریت نبیؐ کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ فقد اٰتینآ اٰل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتیناھم ملکا عظیما فمنھم من اٰمن بہ ومنھم من صد عنہ وکفٰی بجھنم سعیرا۔ کیا اُن فضائل پر جو خداوند عالم نے اوصیاء رسولؐ کو عنایت فرمائے ہیں لوگ حسد کرتے ہیں۔ پس اس سے پہلے بھی تو ہم نے آل ابراہیم کو کتاب۔ حکمت اور ملکِ عظیم عنایت فرمایا تھا۔ پس بعض اُن میں سے اُس پر ایمان لائے۔ اور بعض رُک گئے۔ اور جہنم اُن کے عذاب کے لئے کافی ہے۔ بالتحقیق جب خداوند عالم کسی عبد کو اپنے عباد کے امور کے لئے اختیار کرتا ہے۔ تو اس کے صدر کو واضح کر دیتا ہے۔ اور اُس کے قلب میں بنا بیع حکمت جاری فرماتا ہے۔ اور اس کو ہر طرح کا علم الہام کر دیتا ہے۔ پس وہ کسی سوال کے جواب دینے سے عاجز نہیں ہوتا۔ اور نہ اُس میں صواب سے متحیر ہوتا ہے۔ پس وہ معصوم ہے۔ مؤید ہے۔ موفق ہے۔ مسدد ہے۔ ہر طرح کی خطاء و لغزش سے محفوظ ہے۔ اللہ اس کو ان امور سے مخصوص فرماتا ہے۔ تاکہ اس کے عباد میں اُس کی حجت ہو۔ اور اس کی مخلوقات میں اُس کا شاہد ہو۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم پس کیا یہ لوگ ایسے پر قدرت رکھتے ہیں۔ جو اس کو اپنی مرضی سے اختیار کریں۔ یا ان کا اختیار کردہ ان صفات سے موصوف ہو سکتا ہے کہ اس کو مقتداء بنائیں۔ بیت اللہ کی قسم کہ یہ لوگ حق سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اور کتاب خدا کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ گویا کہ کچھ جانتے ہی نہیں۔ اور حالانکہ کتاب خدا میں ہدایت اور شفاء ہے۔ پس اس کو تو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور اپنی خواہشوں کی پیروی کر لی ہے۔ پس خداوند عالم نے اُن کی مذمت کی ہے۔ اور اُن کو مورد عذاب و ہلاکت قرار دیا ہے۔ پس ارشاد فرمایا ہے۔ ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین اور اس سے

بھی کوئی زیادہ گمراہ ہے۔ جس نے محض اپنی ہوائے نفسانی کی پیروی کرلی ہے۔ اور حالانکہ اللہ نے اس کو اس امر کی ہدایت نہیں کی ہے۔ پس وہ ظالم ہے۔ اور اللہ ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں کرتا۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ فتعسا لھم واضل اعمالھم پس ہلاکت ہے اُن کے لئے۔ اور ان کے سارے اعمال بیکار ہیں۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ کبر مقتا عند اللہ وعند الذین امنو کذالک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار وصلی اللہ علی النبی محمد و الہ وسلم تسلیما کثیرا۔ اللھم صل علی محمد وال محمد بعدد معلوماتک فی الازل والابد۔

اس میں جو کچھ مذکور ہوا ہے وہ سب مبرہن و مدلل و منصوص من اللہ و من الرسول ہے۔ اور اس لئے کوئی اہل عقل و بصیرت اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ الا من فی قلبہ زیغ فاتبع ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ۔

ایضاً عن طارق بن شہاب عن امیر المؤمنین انہ قال یا طارق الامام کلمۃ اللہ وحجۃ اللہ ووجہ اللہ ونور اللہ وحجاب اللہ وآیۃ اللہ یختارہ اللہ ویجعل فیہ ما یشاء ویوجب لہ بذالک الطاعۃ والولایۃ علی جمیع خلقہ فھو ولیہ فی سماواتہ وارضہ اخذ لہ بذالک العھد علی جمیع عبادہ فمن تقدم علیہ کفر باللہ من فوق عرشہ فھو یفعل ما یشاء واذا شاء اللہ شاء ویکتب علی عضدہ وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا فھو الصدق والعدل وینصب لہ عمود من نور من الارض الی السماء یری فیہ اعمال العباد ویلبس الھیبۃ وعلم الضمیر ویطلع علی الغیب ویری ما بین المشرق والمغرب فلا یخفی علیہ شیء من عالم الملک والملکوت ویعطی منطق الطیر عند ولایتہ فھذا الذی یختارہ اللہ لوحیہ ویرتضیہ لغیبہ ویؤیدہ بکلمتہ ویلقنہ حکمتہ ویجعل قلبہ مکان مشیتہ وینادی لہ بالسلطنۃ ویذعن لہ بالامرۃ ویحکم لہ بالطاعۃ وذلک لان الامامۃ میراث الانبیاء ومنزلۃ الاصفیاء وخلافۃ اللہ وخلافۃ رسل اللہ فھی عصمۃ وولایۃ وسلطنۃ وھدایۃ لانھا تمام الدین ورجح الموازین الامام دلیل للقاصدین ومنار للمھتدین وسبیل للسالکین وشمس مشرقۃ فی قلوب العارفین ولایتہ سبب للنجاۃ وطاعتہ مفترضۃ فی الحیوۃ وعدۃ بعد الممات وعز المؤمنین وشفاعۃ المذنبین ونجاۃ المحبین وفوز التابعین لانھا راس الاسلام وکمال الایمان

ومعرفة الحدود والاحكام وتبيين الحلال من الحرام ام هي مرتبة لاينالها الا
من اختاره الله وقدمه وولاه وحكمه فالولاية هي حفظ الثغور وتدابير
الامور وتعديد الايام والشهور الامام الماء العذب على الظماء والدال
على الهدى الامام المطهر من الذنوب المطلع على الغيوب الامام هو الشمس
الطالعة على العباد بالانوار فلا تناله الايدى والابصار واليه اشارة في قوله
تعالى ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين والمؤمنون علىّ وعترته فالعزة
للنبي والعترة والنبي والعترة لا يفترقان الى اخر الدهر فهم رأس دائرة الايمان
وقطب الوجود وسماء الجود وشرف الموجود وضوء شمس الشرف ونور قمره
واصل العز والمجد ومبدئه ومعناه ومبناه فالامام هو السراج الوهاج والسبيل
والمنهاج والماء الثجاج والبحر العجاج والبدر الشارق والغدير المغدق والمنهج
الواضح المسالك والدليل اذا عميت المهالك والسحاب الهاطل والغيث الهامل
والبدر الكامل والدليل الفاضل والسماء الظليلة والنعمة الجليلة والبحر الذي
لاينزف والشرف الذي لايوصف والعين الغزيرة والروضة المطيرة والزهر
الاريج والبدر البهيج والنير اللائح والطيب الفائح والعمل الصالح والمتجر
الرابح والمنهج الواضح والطبيب الرفيق والاب الشفيق مفزع العباد في
الدواهي والحاكم والامر والناهي **مهيمن الله على الخلائق وامينه**
على الحقائق حجة الله على عباده ومحجته في ارضه وبلاده مطهر من الذنوب
مبرء من العيوب مطلع على الغيوب ظاهره امر لايملك وباطنه غيب لايدرك
واحد دهره وخليفة الله في نهيه وامره لايوجد له مثيل ولايقوم له بديل
فمن ذا ينال معرفتنا او يعرف درجتنا او يشهد كرامتنا او يدرك منزلتنا
حارت الالباب والعقول وتاهت الافهام فيما اقول تصاغرت العظماء و
تقاصرت العلماء وكلت الشعراء وخرست البلغاء ولكنت الخطباء وعجزت
الفصحاء وتواضعت الارض والسماء عن وصف شان الاولياء وهل يعرف
او يوصف او يعلم او يفهم او يدرك او يملك **من هو شعاع جلال الكبرياء**
وشرف الارض والسماء جل مقام آل محمد عن وصف الواصفين ونعت الناعتين

وَاَنْ يُقَاسَ بِهِمْ اَحَدٌ مِنَ الْعَالَمِيْنَ كَيْفَ وَهُمْ كَلِمَةُ الْعَلْيَاءِ وَالتَّسْمِيَةُ الْبَيْضَاءُ وَ
الْوَحْدَانِيَّةُ الْكُبْرٰى الَّتِيْ اَعْرَضَ عَنْهَا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى وَحِجَابُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ الْاَعْلٰى
فَاَيْنَ الْاِخْتِيَارُ مِنْ هٰذَا وَاَيْنَ الْعُقُوْلُ مِنْ هٰذَا وَمَنْ ذَا عَرَفَ اَوْ وَصَفَ مَنْ وَصَفْتُ
ظَنُّوْا اَنَّ ذٰلِكَ فِيْ غَيْرِ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَذَبُوْا وَزَلَّتْ اَقْدَامُهُمْ اِتَّخَذُوا الْعِجْلَ رَبًّا وَالشَّيَاطِيْنَ
حِزْبًا كُلُّ ذٰلِكَ بُغْضَةً لِبَيْتِ الصَّفْوَةِ وَدَارِ الْعِصْمَةِ وَحَسَدًا لِمَعْدِنِ الرِّسَالَةِ وَالْحِكْمَةِ
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ فَتَبًّا لَهُمْ وَسُحْقًا كَيْفَ اخْتَارُوْا اِمَامًا جَاهِلًا۔
عَابِدًا لِلْاَصْنَامِ جَبَانًا يَوْمَ الزِّحَامِ وَالْاِمَامُ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ عَالِمًا لَا يَجْهَلُ وَشُجَاعًا
لَا يَنْكُلُ لَا يَعْلُوْ عَلَيْهِ حَسَبٌ وَلَا يُدَانِيْهِ نَسَبٌ فَهُوَ فِي الذِّرْوَةِ مِنْ قُرَيْشٍ وَالشَّرَفِ مِنْ
هَاشِمٍ وَالْبَقِيَّةِ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ وَالشَّمِخِ وَالنَّهَمِ مِنَ النَّبْعِ الْكَرِيْمِ وَالنَّفْسِ مِنَ
الرَّسُوْلِ وَالرِّضٰى مِنَ اللّٰهِ وَالْقَوْلِ عَنِ اللّٰهِ فَهُوَ شَرَفُ الْاَشْرَافِ الْفَرْعُ مِنْ عَبْدِ مَنَافٍ
عَالِمٌ بِالسِّيَاسَةِ قَائِمٌ بِالرِّيَاسَةِ مُفْتَرَضُ الطَّاعَةِ اِلٰى يَوْمِ السَّاعَةِ اَوْدَعَ قَلْبَهُ
سِرَّهُ وَاَطْلَقَ بِهِ لِسَانَهُ فَهُوَ مَعْصُوْمٌ مُوَفَّقٌ لَيْسَ بِجَبَانٍ لَا جَاهِلٍ فَتَرَكُوْهُ يَا
طَارِقُ وَاتَّبَعُوْا اَهْوَائَهُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللّٰهِ۔
وَالْاِمَامُ يَا طَارِقُ بَشَرٌ مَلَكِيٌّ وَجَسَدٌ سَمَاوِيٌّ وَاَمْرٌ اِلٰهِيٌّ وَرُوْحٌ قُدْسِيٌّ
وَمَقَامٌ عَلِيٌّ وَنُوْرٌ جَلِيٌّ وَسِرٌّ خَفِيٌّ فَهُوَ مَلَكِيُّ الذَّاتِ اِلٰهِيُّ الصِّفَاتِ زَائِدُ
الْحَسَنَاتِ عَالِمٌ بِالْغَيْبِيَّاتِ خَصًّا مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَنَصًّا مِنَ الصَّادِقِ الْاَمِيْنِ
وَهٰذَا كُلُّهُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ لَا يُشَارِكُهُمْ فِيْهِ مُشَارِكٌ لِاَنَّهُمْ مَعْدِنُ التَّنْزِيْلِ وَمَعْنَى
التَّاْوِيْلِ وَخَاصَّةُ الرَّبِّ الْجَلِيْلِ وَمَهْبَطُ الْاَمِيْنِ جَبْرَائِيْلَ صَفْوَةُ اللّٰهِ وَسِرُّهُ وَكَلِمَتُهُ
شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ وَمَعْدِنُ الصَّفْوَةِ عَيْنُ الْمَقَالَةِ وَمُنْتَهَى الدَّلَالَةِ وَمُحْكَمُ الرِّسَالَةِ
وَنُوْرُ الْجَلَالَةِ جَنْبُ اللّٰهِ وَوَدِيْعَتُهُ وَمَوْضِعُ كَلِمَةِ اللّٰهِ وَمِفْتَاحُ حِكْمَتِهِ وَمَصَابِيْحُ
رَحْمَتِهِ وَيَنَابِيْعُ نِعْمَتِهِ السَّبِيْلُ اِلَى اللّٰهِ وَالسَّلْسَبِيْلُ وَالْقِسْطَاسُ الْمُسْتَقِيْمُ وَالْمِنْهَاجُ
الْقَوِيْمُ وَالذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَالْوَجْهُ الْكَرِيْمُ وَالنُّوْرُ الْقَدِيْمُ اَهْلُ التَّشْرِيْفِ وَ
التَّقْوِيْمِ وَالتَّعْظِيْمِ وَالتَّفْضِيْلِ خُلَفَاءُ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَاَبْنَاءُ الرَّءُوْفِ الرَّحِيْمِ وَاُمَنَاءُ
الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ السَّنَامُ الْاَعْظَمُ وَالطَّرِيْقُ
الْاَقْوَمُ مَنْ عَرَفَهُمْ وَاَخَذَ عَنْهُمْ فَهُوَ مِنْهُمْ وَاِلَيْهِ الْاِشَارَةُ بِقَوْلِهِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهُ مِنِّيْ

خلقهم الله من نور عظمته وولاهم امر مملكته فهم سر الله المخزون واولياؤه
المقربون وامره بين الكاف والنون بل هم الكاف والنون الى الله يدعون وعنه
يقولون وبامره يعملون علم الانبياء في علمهم وسر الاوصياء في سرهم وعز الاولياء
في عزهم كالقطرة في البحر والذرة في القفر والسموات والارض عند الامام كيده
من راحته يعرف ظاهرها من باطنها ويعلم برها من فاجرها ورطبها ويابسها
لان الله علم نبيه علم ما كان وما يكون وورث ذلك السر المصون الاوصياء
المنتجبون ومن انكر ذلك فهو شقي ملعون يلعنه الله ويلعنه اللاعنون
وكيف يفرض الله على عباده طاعة من يحجب عنه ملكوت السموات والارض و
ان الكلمة من ال محمد تنصرف الى سبعين وجها وكلما في الذكر الحكيم
والكتاب الكريم والكلام القويم من اية تذكر فيها العين والوجه واليد و
الجنب فالمراد منها الولي لانه جنب الله ووجه الله يعني حق الله وعلم الله و
عين الله ويد الله فهم الجنب العلي والوجه الرضي والمنهل الروي والصراط
السوي والوسيلة الى الله والوصلة الى عفوه ورضاه سر الواحد والاحد فلا
يقاس بهم من الخلق احد فهم خاصة الله وخالصته وسر الديان وكلمته
وباب الايمان وكعبته وحجة الله ومحجته واعلام الهدى ورايته وفضل
الله ورحمته وعين اليقين وحقيقته وصراط الحق وعصمته ومبدء الوجود و
غايته وقدرة الرب ومشيته وام الكتاب وخاتمته وفصل الخطاب ودلالته
وخزنة الوحي وحفظته واية الذكر وتراجمه ومعدن التنزيل ونهايته۔
فهم الكواكب العلوية والانوار العلوية المشرقة من شمس العصمة
الفاطمية في سماء العظمة المحمدية والاغصان النبوية النابتة في الدوحة
الاحمدية والاسرار الالهية المودعة في الهياكل البشرية والذرية الزكية
والعترة الهاشمية الهادية المهدية اولئك هم خير البرية فهم الائمة
الطاهرون والعترة المعصومون والذرية الاكرمون والخلفاء الراشدون
والكبراء الصديقون والاوصياء المنتجبون والاسباط المرضيون والهداة
المهديون والغر الميامين من ال طه ويس وحجج الله على الاولين والاخرين اسمهم

مَكْتُوبٌ عَلَى الْاَحْجَارِ وَعَلَى اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ وَعَلَى اَجْنِحَةِ الْاَطْيَارِ وَعَلَى اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَعَلَى الْعَرْشِ وَالْاَفْلَاكِ وَعَلَى اَجْنِحَةِ الْاَمْلَاكِ وَعَلَى حُجُبِ الْجَلَالِ وَسُرَادِقَاتِ الْعِزِّ وَالْجَمَالِ وَبِاسْمِهِمْ تُسَبِّحُ الْاَطْيَارُ وَتَسْتَغْفِرُ لِشِيْعَتِهِمُ الْحِيْتَانُ فِي لُجَجِ الْبِحَارِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَخْلُقْ اَحَدًا اِلَّا وَاَخَذَ عَلَيْهِ الْاِقْرَارَ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَالْوِلَايَةِ لِلذُّرِّيَّةِ الزَّكِيَّةِ وَالْبَرَاءَةِ مِنْ اَعْدَائِهِمْ وَاِنَّ الْعَرْشَ لَمْ يَسْتَقِرَّ حَتّٰى كُتِبَ عَلَيْهِ بِالنُّوْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَلِيُّ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ یعنی طارق بن شہاب نے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ اے طارق امام کلمۂ وجود یہ الہیہ۔ حجت خدا۔ وجہ اللہ نور خداوند عالم۔ حجاب اکبر الٰہی اور آیت خدائی ہوتا ہے۔ اللہ اس کو منتخب دل پسند کرتا ہے۔ اور جو کچھ اوصاف و کمالات چاہتا ہے اس کی سرشت کے ساتھ اس کو عطا کر دیتا ہے۔ اور یہ اوصاف و کمالات عطا کر کے اور اس کے وجود میں قرار دے کر اس کی اطاعت اور ولایت تمام مخلوقات پر واجب کرتا ہے۔ پس وہ ولی خدا ہے اس کے آسمانوں اور اس کی زمینوں میں جس طرح اس کو زمین پر تصرف حاصل ہے اسی طرح آسمان پر۔ اور اس بات پر اپنے تمام بندوں سے خدا نے عہد لیا ہے۔ پس جو اس سے مقدم بنا اور اس پر سبقت کی۔ اس نے خداوند عالم صاحب عرش عظیم کا انکار کیا۔ اور اس کا کافر ہو گیا۔ پس وہ امام خلق ولی خدا جو کچھ کہ چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ اور جب اللہ کسی بات کو چاہتا ہے تب ہی وہ چاہتا ہے۔ ما یشاؤن الا ان یشاء اللہ یہ الفاظ انہی کی صفت ہے۔ کسی امر میں مشیت الٰہی سے تجاوز نہیں کرتے۔ ہمیشہ مطیع و تابع ارادہ و مشیت الٰہی ہیں۔ اس لئے جو بات جس وقت ان سے ظاہر ہو۔ سمجھنا چاہیئے۔ کہ مشیت خدا یہی تھی۔ جو انہوں نے کیا جب وہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے بازو پر یہ کندہ ہوتا ہے۔ تمت کلمۃ ربک صدقا و عدلا۔ تیرے پروردگار کا کلمۂ وجودیہ صدق و عدل کے ساتھ درجۂ تمام و کمال کو پہنچ گیا۔ یہ وہ در اصل صدق محض اور عدل مطلق ہے۔ اور اس کے لئے زمین سے آسمان تک ایک عمود نور نصب کیا جاتا ہے۔ کہ اس نور میں وہ بندگان خدا کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے وہ تمام عالم پر شہید اور ان کے افعال و اعمال پر حاضر و ناظر ہے۔ جو کچھ وہ خلوت و جلوت میں کرتے ہیں ان کو دیکھتا ہے۔ وہ لباس ہیبت و جلال سے متلبس ہوتا ہے۔ اور دل کا بھید جانتا ہے اور غیب پر مطلع ہوتا ہے۔ اور مشرق سے مغرب تک تمام اشیاء کو دیکھتا ہے۔ اور اس سے

عالم ملک وملکوت۔ ظاہر وباطن کی کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔ اسی واسطے حضرت ابراہیم جب امام بنائے گئے تھے۔ تو ان کو باطن زمین وآسمان کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔ اور باطن زمین وآسمان کو وہ ملاحظہ فرماتے تھے۔ کما قال وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض اور وقت ولایت پرندوں کی بولی بھی عطا کر دی جاتی ہے۔ پس یہی وہ امام خلق خلیفۃ اللہ اور ولی خدا ہے۔ جس کو اللہ خود اپنے وحی کے لئے انتخاب اور پسند فرماتا ہے۔ اور اس لئے وحی لازم امامت ہے۔ جس کو وحی الٰہی نہ ہوتی ہو۔ وہ ہرگز امام اور خلیفہ رسول نہیں ہو سکتا۔ اور اسی کو اپنے علم غیب کے لئے پسند فرماتا ہے۔ فقال عالم الغیب والشھادۃ لا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول الخ خداوند عالم عالم غیب اور عالم شہادت کا عالم ہے۔ اور اپنے اسرار غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ الا اس شخص کو جو مرتضےٰ از جانب رسول ہو۔ پس یہ مرتضےٰ جس کو خدا علم غیب کے لئے پسند فرماتا ہے۔ امام خلق ہے۔ اور اول مرتضےٰ از رسول عالم اسرار غیب الٰہی علی مرتضےٰ ہے۔ اور اپنے کلمۂ تامہ سے اس کی تائید کرتا ہے۔ اور اس کو خاص اپنی حکمت تلقین فرماتا ہے۔ اور اس کے قلب کو اپنی مشیت کی جگہ قرار دیتا ہے۔ قلب امام و ولی خدا وخلیفۃ اللہ محل مشیت الٰہی ہے۔ مشیت خدا کا ظہور یہیں سے ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ ہمیشہ تابع مشیت خدا ہے۔ اور اس کی مشیت عین مشیت خدا۔ اور اس کو اولی الامر بنا کر سب کو اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ کما قال اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم یہ اولی الامر جس کی اطاعت مثل اطاعت پیغمبر واجب ہے۔ یہی امام خلق اور ولی خدا ہے۔ اور اس کی اطاعت عین اطاعت خدا۔ شاہان دنیا کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان کا یہ مقام نہیں ہے۔ اس لئے کہ امامت میراث انبیاء اور درجۂ اصفیاء اور خلافت الٰہی اور جانشینی پیغمبران خدا ہے۔ اس پر وہی متمکن ہو سکتا ہے۔ جو خلیفہ خدا اور قائم مقام رسول اور نفس پیغمبر ہو۔ پس وہ عصمت وولایت اور سلطنت وہدایت ہے۔ اور اس عہدے کا وارث ومستحق معصوم۔ ولی متصرف من اللہ اور سلطان اولو العزم واولی الامر صاحب قہر وغلبہ واقتدار اور ہادی خلق ہے۔ کیونکہ امامت ہی تتمیم وتکمیل دین ہے۔ اور اسی وجہ سے روز اظہار امامت وخلافت خلیفہ رسول علی ابن ابی طالب روز خم غدیر آیہ اتمام واکمال دین نازل ہوئی۔ اور ارشاد باری پہنچا۔ کہ چونکہ آج امام نصب کر دیا گیا۔ میں نے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی تمام نعمتوں کو تمہارے لئے پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ اور امام ہی کے وسیلے سے روز قیامت میزان اعمال عباد کا پلہ بھاری ہوتا ہے۔ کیونکہ پیشوا وہی ہے۔ اور بحکم یوم ندعوا کل اناس بامامھم

حشر اسی کے ساتھ ہے۔ اور اعمال عباد کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کی کسوٹی امام ہی ہے۔ امام خدا کا قصد رکھنے والوں کی دلیل، ہدایت پانے والوں کے لئے منارۂ نور اور سالکین الی اللہ کے لئے سبیل الٰہی ہے۔ اور وہ آفتاب ہے جو عارفوں کے دلوں میں چمکتا ہے۔ اور جاہل اس کی صورت ظاہری جسمانی دیکھنے کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کو بصورت ظاہری جسمانی نہ دیکھیں۔ تو اس کے وجود ہی کا انکار کر دیتے ہیں۔ مگر عارفین وجود شخصی جسمانی کے دیکھنے کے محتاج نہیں ہوتے۔ وہ دل کی آنکھ سے امام کو پہچانتے ہیں۔ اور اس کا نور ان کے دلوں میں ہمیشہ روشن ہے۔ خواہ وہ غائب ہو یا حاضر، مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ نہ نصرت امامتی و ولایتی کے لئے حضور شخصی شرط ہے۔ اور نہ معرفت ولی خدا اور امام ہونے کے لئے حضور جسمانی۔ ان کی ولایت سبب نجات ہے۔ اور اس کی اطاعت زندگی میں فرض ہے اور مرنے کے بعد وہی توشہ آخرت۔ وہ مومنین کی عزت ہے اور گنہگاروں کی شفاعت اور دوستوں کی نجات اور تابعین و مطیعین کے لئے فوز عظیم۔ کیونکہ امامت و ولایت ہی راس اسلام اور کمال ایمان معرفت حدود و احکام اور بیان حلال و حرام ہے۔ یہ شاہان دنیا کا کام نہیں۔ پس اس لئے یہ وہ مرتبہ ہے جس کو وہی حاصل کر سکتا ہے۔ جس کو اللہ خود انتخاب و پسند فرمائے۔ اور اس کو مقدم کرے اور سب پر وہ خود والی اور حاکم بنائے۔ نہ کہ چند لوگ جمع ہو کر اس کو امام بنا دیں اور حاکم و ولی فرض کریں۔ پس ولایت ہی حفظ ثغور اسلامی۔ تدبیر امور مسلمین اور تعدیدِ ایام و شہور ہے۔ اور یہ سب ولی خدا ہی کے فرائض ہیں۔ اور وہی ہر ایک وقت اور موقع کے لحاظ سے حسب مصلحت زمان و مکان تدبیر امور کرتا ہے۔ اصل مدبر امور یہی ہے۔ اور جملہ مدبرات الامور اس کے ماتحت ہیں۔ امام تشنگان علوم معارف کے لئے آب شیریں اور طالبان ہدایت کے لئے رہنماء برحق۔ امام وہ ہے جو تمام گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ کم سنی کے ہوں یا پیری کے۔ اور وہ اسرار غیوب الٰہی پر مطلع ہوتا ہے۔ امام وہ آفتاب ہدایت ہے۔ جو بزرگان خدا پر انوار جلال و جمال کے ساتھ طالع ہوتا ہے۔ پس وہ فی الحقیقت ایسی شے نہیں ہے۔ جس کو ہاتھ اور آنکھیں پا سکیں۔ اور چھونے اور دیکھنے میں آ سکے۔ وہ ایک سر الٰہی اور حقیقت باطنیہ نورانیہ ہے۔ جو کبھی کبھی صورت بشری میں نمایاں ہوتی ہے۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس قول خداوند عالم میں کہ عزت و غلبہ بس اللہ و رسولؐ اور مومنین مخصوصین کے لئے ہے۔ اور وہ مومنین علیؑ اور اس کی عترت ہاں جو سب اس نور محمدی کی شعاعیں ہیں۔ پس عزت نبیؐ اور عترت نبیؐ کے لئے ہے۔ اور نبیؐ اور عترت نبیؐ کبھی ایک دوسرے سے ابداً آبادتک جدا نہیں ہو سکتے۔ پس وہی عترت و اہلبیت نبی مرکز دائرہ ایمان اور قطب رحائے وجود و آسمان جو ماوراء شرف موجود ہیں۔ دنیا ان کے لئے بنی ہے

اور انہی کے وجود سے ان کو شرف حاصل ہے۔ ورنہ عالم وجود میں کیا دھرا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک خدا نے یہ سب کچھ اپنے حبیبؐ اور حبیبؐ کے محبوبوں اور اس کی نورانی شعاعوں کے لئے کیا ہے۔ یہی ضیاء آفتاب شرافت اور نور ماہتاب عزت و جلالت۔ اور یہی اصل و معدن عز و مجد اور اس کے منتہی و مبنیٰ ہیں۔ بناشے عز و مجد انہی پر ہے۔ امام ہی ضلالت کی تاریک راتوں میں سفید درخشاں چراغ ہے۔ اور وہی سبیل الٰہی اور اس تک پہنچنے کا کھلا ہوا راستہ ہے۔ امام ہی سب کو سیراب کرنے والا جوش زن پانی اور موج زن سمندر ہے۔ جس کا کہیں ساحل نہیں۔ امام بدر منیر اور علوم و معارف سے لبالب تالاب ہوتا ہے۔ امام ہی وہ صراط الٰہی ہے۔ جس کے راستے واضح ہیں۔ اور وہ دلیل و رہنما ہے جب کہ ضلالت کے ہولناک راستے ناپیدا ہوں۔ امام ہی رحمت الٰہی کا ٹوٹ کر برسنے والا بادل اور باران کثیر ہے۔ امام ہدایت کا بدر کامل اور راہنمائے فاضل۔ سب پر سایہ رکھنے والا آسمان رحمت اور بزرگ نعمت الٰہی ہے۔ امام علوم و کمالات کا وہ بحر ناپیدا کنار ہے۔ جو کبھی خشک نہیں ہو سکتا اور وہ شرف ہے جس کی توصیف نہیں کی جا سکتی۔ وہ کثیر الماء چشمہ فیض الٰہی ہے۔ اور نعمات خداوندی کا سرسبز باغ۔ امام مہکتا ہوا چمن رسالت کا پھول۔ چمکتا ہوا آسمان۔ ولایت کا چاند اور درخشاں آفتاب امامت ہے۔ وہ خوشبوئے پاکیزہ ہے جو سب کو پہنچتی ہے اور روحوں کو فرحت بخشتی ہے۔ امام مجسمہ عمل صالح اور وہ فائدہ بخش مال تجارت ہے۔ جس سے کبھی نقصان نہیں۔ اور وہ سبیل واضح ہے جس سے کوئی بھٹک ہی نہیں سکتا۔ امام بمنزلہ طبیب رفیق ہے اور پدر مہربان۔ اور ہر ایک مصیبت و مشکل میں ملجا و ماویٰ اور پناہ بندگان خدا۔ خواہ ظاہر ہو یا غائب۔ اس عالم میں ہو یا اس عالم میں۔ ہر مصیبت میں نصرت کرتا اور مشکل میں کام آتا ہے۔ اور مشکلکشائے خلق ہے۔ اور من جانب اللہ صاحب حکم و امر و نہی الٰہی۔ اور اس کا امر امر خدا اور اس کی نہی نہی خدا ہے۔ وہی از جانب خدا جمیع خلائق پر محافظ و نگران و حاکم و مسلط ہے۔ اور وہی جملہ حقائق پر امین خدا۔ اس کے بندوں پر اس کی حجت اور اس کی زمین اور اس کے ملک میں اس کی راہ روشن۔ تمام گناہوں سے پاک اور جملہ عیوب سے مبرا اور جملہ اسرار غیب پر مطلع۔ اس کی حقیقت ظاہر یہ ایک ایسا امر ہے۔ جس پر کوئی محیط نہیں ہو سکتا اور اس کو پا نہیں سکتا۔ اور باطن امام وہ غیب الٰہی ہے جس کو کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔ اور کون ہے جو سر الٰہی کو پہچان لے اور اس کا ادراک کر سکے۔ وہ یکتائے روزگار اور امر و نہی خدا میں اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ ہر ایک امر و نہی خدا کی اسی کے ذریعہ سے پہنچتی ہے۔ تنزل الملٰئکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر وہی ولی الامر ہے۔ اور جو کچھ کہے یا کرے عین حکم خدا ہے۔ نہ اس کا کوئی مثل و نظیر پایا جاتا ہے اور نہ اس کا کوئی

اور عوض و قائم مقام ہو سکتا ہے۔ پس کون ہے۔ جو اہل بیت عترت رسولؐ کی معرفت حاصل کر سکے۔ یا ہمارے مرتبے کو پہنچ سکے۔ یا ہماری کرامت کا مشاہدہ کر سکے۔ یا ہمارے درجے اور ہماری منزلت کو پا سکے جو کچھ میں نے کہا۔ اور اوصاف امام بیان کئے۔ اس میں عقول حیران ہیں اور افہام عباد سرگشتہ و پریشان۔ یہ وہ مرتبہ ہے۔ جس کے سامنے بڑے بڑے لوگ حقیر ہیں۔ اور اس کے ادراک سے علماء قاصر شعراء ماندے۔ بلغاء و خطباء گونگے و بہرے اور فصحاء عاجز اور زمین و آسمان نشان اولیاء اللہ میں سے ایک وصف بیان کرنے سے پست و حقیر و عاجز۔ اور کیا پہچانا جا سکتا ہے یا اس کا وصف کیا جا سکتا ہے یا اس کا علم ہو سکتا ہے اور اس کو سمجھا جا سکتا ہے یا اس کا ادراک کیا جا سکتا ہے یا اس کو پا سکتے ہیں۔ جو شعاع جلال کبریاء و شرف ارض و سماء ہو۔ مقام آل محمدؐ اس سے بزرگ و برتر ہے۔ کہ کوئی وصف کنندہ اس کی توصیف کر سکے۔ یا اس کی نعت و تعریف لکھ سکے۔ یا یہ کہ تمام عوالم میں ان کے ساتھ کسی اور کو قیاس کیا جا سکے۔ ان کے ساتھ ہرگز ہرگز کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی مخلوق ان کے مرتبہ اور پایہ کی نہیں ہے۔ اور کیونکر کوئی اس درجہ کو پہنچ سکتا ہے۔ حالانکہ یہ کلمہ علیاء الٰہی و کلمۃ اللہ ھی العلیا۔ اور تسمیہ بصفات خداوندی ہیں۔ ؎

مرجع ہوئے ہر نشاں نقطۂ بائے بسملہ ۔ کشف بیان وحدتش نفی و ثبوت ہیللہ

آیت دست قدرتش نص صریح خوتلہ ۔ از جبروت دست قدرت در ملکوت غلغلہ!

بر سر مشرکین زدہ تا صف حشر زلزلہ

پیشرو پیمبراں قطب جہاں علیؑ علیؑ

اور یہی وہ وحدانیت کبریٰ ہیں و مظہر توحید الٰہی ہیں۔ کہ جس نے ان سے منہ موڑا۔ اور ان سے پھرا۔ وہ وحدانیت سے مڑ گیا۔ اور یہی حجاب اعظم اعلائے خدائی ہیں۔ پس اس امام کو کون خود اختیار کر سکتا ہے۔ اور عقلیں اس کو کہاں پہنچ سکتی ہیں۔ اور کون ہے وہ جس نے اس کو پہچانا۔ یا اس کی توصیف کی۔ جملہ واصفین سے کوئی حق توصیف امام کو نہیں پہنچا۔ اس واسطے کہ ان کا مقام فوق جمیع مخلوقات اور تحت خالق ہے۔ اور مرتبہ الوہیت سے نیچے جو کچھ چاہو۔ ان کی تعریف و توصیف کرو۔ ان کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ فقالوا نزلونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا ما شئتم ولن تبلغوا۔ ہمیں خدا تو نہ کہو۔ اور اس سے نیچے جو کچھ چاہو تعریف کرو۔ اصل مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکو گے۔ لوگ یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ یہ امامت آل محمدؐ کے سوا غیروں میں پائی جاتی ہے جھوٹے ہیں۔ اور ان کے قدم صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں۔ وہ بنی اسرائیل کی طرح خود ساختہ

معبود و مربی بنا کر بچھڑا پوجنے لگے ہیں۔ اور شیاطین کو اپنی جماعت بنالیا ہے۔ اور یہ کل باتیں خاندان جلالت و مغفرت اور خانہ عصمت و طہارت و معدن رسالت و حکمت کی دشمنی اور ان سے حسد کی وجہ سے ہیں۔ ان کے لئے ان کے اعمال کو شیطان نے مزین کر دیا ہے۔ خدا انہیں ہلاک و برباد کرے۔ کس طرح انہوں نے اس کو امام بنا لیا۔ جو جاہل۔ بت پرست اور لڑائی میں نامردی دکھلانے والا تھا۔ حالانکہ واجب و لازم ہے۔ کہ امام ایسا عالم ہو۔ کہ کسی امر ضروری امت سے جاہل نہ ہو والحجۃ ملک یقول لا ادری۔ حجت خداوہ ہے۔ جو کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ اور ایسا شجاع و بہادر ہو۔ کہ کسی معرکہ سے منہ نہ موڑے۔ وحسب میں اس سے کوئی بالا ہو۔ اور نہ نسب میں کوئی اس کے برابر۔ پس امام برحق ذردۂ قریش و شرف بنی ہاشم و بقیہ ذریت ابراہیمی سے ہوتا ہے جس میں امامت بجعل الٰہی قیامت تک باقی ہے۔ اور وہ شاخ بلند نبی کریم نفس رسولؐ ہے۔ جو برضاء و نص صریح الٰہی مقرر ہوتا ہے۔ اور یہ انتخاب خلافت الٰہیہ کے لئے ضروری ہے۔ خلیفہ خدا وولی خدا مقرر کردۂ خدا ہی ہوتا ہے۔ لوگوں کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ پس وہ شرف ہے اشراف کا اور فرع ہے عبد مناف کی۔ وہ سیاست زمین و اہل زمین کا عالم اور ان پر ریاست عامہ تامہ رکھتا ہے۔ لان الامامۃ ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم والعلم والقدرۃ والحکم اور قیامت تک اس کی اطاعت فرض ہے۔ خدا اس کے قلب میں اپنے اسرار کو ودیعت کرتا ہے۔ اور ساتھ ان اسرار میں اس کی زبان کو گویا اور جاری کرتا ہے۔ پس وہ معصوم اور موفق من اللہ ہوتا ہے نہ نامرد و بزدل ہوتا ہے نہ جاہل۔ اے طارق لوگوں نے ایسے امام برحق کو چھوڑ دیا۔ اور ہوا و ہوس کے پیرو ہو گئے۔ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے۔ جو بغیر ہدایت خدا اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔ ارایت الذی اتخذ الٰھہ ھواہ اے طارق امام فرشتہ بصورت بشری اور ایک جسد سماوی نہ جسم ارضی۔ ایک امر الٰہی اور روح قدسی ہے۔ یہ روح قدس ہی حامل نبوت و امامت ہے۔ جس میں یہ روح قدس عرشی نہ ہو۔ جو فوق ارواح ہے۔ تو وہ ہرگز نبی یا امام نہیں ہو سکتا اور بار نبوت و رسالت نہیں اٹھا سکتا۔ اور حامل وحی کلامی الٰہی نہیں ہو سکتا۔ امام مقام علیؑ و نور جلی و سر خفی الٰہی ہوتا ہے۔ پس اس لئے وہ ملکی الذات والٰہی الصفات و زائد الحسنات و عالم المغیبات ہے ذات اس کی ذات ملکی ہے مگر صفات صفات الٰہی۔ جب تک وہ متصف باوصاف خدائی و متخلق باخلاق الٰہی متادب بآداب خداوندی نہ ہو۔ اس وقت تک وہ ہرگز خلیفہ خدا و جانشین رب علاء نہیں کہلا سکتا خلافت الٰہیہ نہیں ہے مگر اتصاف باوصاف الٰہی۔ پس امام ذات میں دراصل فرشتہ ہوتا ہے مگر صفات اس کی

صفات خدائی اور مظہر کمالات خداوندی ہے۔ ملائکہ سے کہیں افضل و اشرف و اعلیٰ ہوتا ہے۔ تمام ملائکہ تحت خلافت الٰہیہ ہیں۔ وہ ولی الامر ہے اور ملائکہ مدبرات امور۔ اور مدبرات امور تحت حکم ولی الامور ہیں۔ اور چونکہ وہ خلیفۂ خدا و مظہر اوصاف الٰہ ہے۔ تخصیص و تشخیص رب العالمین اور نص رسول اللہ صادق امین سے مقرر و معین ہوتا ہے۔ اور یہ کل باتیں اور جملہ اوصاف سوائے آل محمدؐ کے اور کسی میں نہیں پائے جا سکتے۔ انہی کو خدا نے روز اول سے اس کے لئے پسند اور اختیار کیا ہے۔ اور ان کو مظہر اوصاف بنایا ہے اور اپنا خلیفہ و جانشین قرار دیا ہے۔ اور کوئی دوسرا اس میں ان کا شریک نہیں۔ کیوں کہ یہی معدن تنزیل اور معنی تاویل کلام رب جلیل ہیں۔ اور خاصان خدائے رب العالمین اور جائے ہبوط روح و جبرئیل امین ہیں۔ انہی کے یہاں ملائکہ آتے ہیں۔ یہی برگزیدۂ خدا۔ راز خدا اور کلمۃ اللہ۔ شجرۂ نبوت و معدن صفوت عین فعال الٰہی اور منتہائے دلالت کلام خدا اور اس کا مقصود و مراد ہیں۔ یہی محکم رسالت و آیت محکمۂ نبوت اور نور جلال الٰہی ہیں۔ یہی جنب خدا۔ اس کی امانت۔ موضع کلمۃ اللہ۔ مفتاح حکمت۔ مصباح رحمت اور سرچشمۂ نعمت خدا ہیں۔ یہی سبیل الٰہی اور سلسبیل ہیں۔ اور یہی میزان مستقیم۔ راہ قویم۔ ذکر حکیم نفس وجود ان کا ذکر الٰہی ہے۔ جو پر از حکمتہائے گوناگوں ہے۔ وجہ کریم۔ جہت رجوع الی اللہ اور وجہ تقرب رب العالمین اور نور قدیم ہیں۔ کہ وہ نور اس وقت تھا۔ جبکہ کوئی مخلوق خلق نہ ہوا تھا۔ یہی صاحبان تشریف و تقویم و تقدیم و تفصیل و تعظیم۔ جانشینان نبی کریمؐ فرزندان رسول رؤف رحیم اور امانت داران خدائے علی عظیم ذریت انبیاء و عترت خاتم المرسلینؐ ہیں۔ اور خدا سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ یہی قوام عالم وجود ہیں۔ اور یہی سب سے مقدم۔ یہی سب سے معظم و مکرم اور سب سے افضل اور امانت اسرار الٰہی انہی کے سپرد ہے۔ بل انھم عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون یہی ہدایت کا نشان بلند ہیں۔ اور یہی وہ طریق اقوم ہیں۔ جس میں کسی طرح کی کجی اور کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم اور یہ قرآن ہدایت کرتا ہے۔ ایک ایسے راہ کی جو خود اس سے بھی مستقیم تر ہے۔ یہ کتاب صامت ہے۔ اس کو جو چاہے اپنے مقصد کے موافق تاویل کر سکتا ہے۔ اور اپنے مطلب کی طرف پھیر سکتا ہے۔ مگر یہ ائمہ کلام اللہ ناطق ہیں۔ اور صاحب اختیار و ارادہ و حکم و تصرف ہیں۔ ان میں کسی قسم کا تصرف نہیں ہو سکتا۔ ان میں کسی قسم کی کجی نہیں ہو سکتی۔ جس نے ان کو پہچان لیا۔ اور ان سے اپنے دین اور معارف قرآن کو لیا۔ بس وہ ان کی جماعت میں سے ہے۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اس قول میں ومن تبعنی فانہ منی جس نے میری پیروی کی۔ وہ مجھ سے ہے۔ اور میری جماعت میں داخل ہے۔ اللہ نے ان کو اپنے نور عظمت سے خلق کیا ہے۔ اور ان کو اپنی مملکت کے امور کا والی و حاکم بنایا ہے۔

پس وہی خداوند عالم کے پوشیدہ اور محفوظ راز ہیں۔ اور اس کے اولیاء مقرب ہیں۔ اور وہی وہ عجیب امر مکنون و مخزون ہیں۔ جو لفظ کُن سے ظاہر ہُوا۔ اور عجیب و غریب صنعت الٰہی ہیں بلکہ حقیقت لفظ کلمہ کُن فیکون وہی ہیں۔ اور وہ دراصل وہ کلمہ وجودیہ الٰہیہ ہیں جن سے خدا نے زمین و آسمان کو اس کلمہ تامہ سے خلق کیا ہے۔ وبکلماتک التی خلقت بہا السموات و الارض خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر اور اسی کی طرف سے بولتے ہیں۔ اور اسی کا کلام پہنچاتے ہیں۔ اور اسی کے امر پر عمل کرتے ہیں۔ وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا تمام انبیاء کا علم ان کے علم کے مقابل اور تمام اوصیاء کا راز ان کے راز کے مقابل اور ان کی عزت کے مقابل اولیاء کی عزت مثل ایک قطرے کے ہے دریا میں سے اور مثل ایک ذرے کے ہے صحرا میں سے۔ زمین اور آسمان امام کے نزدیک مثل اس کے ہاتھ اور ہتھیلی کے ہیں۔ یعنی زمین و آسمان اس کے نزدیک ایسے ہیں۔ کہ جیسے ہاتھ میں ہتھیلی۔ وہ ان کے ظاہر و باطن کو پہچانتا ہے۔ اور نیک و بد کو جانتا ہے۔ اور ان کے ہر ایک رطب و یابس کا علم رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو گزشتہ و آئندہ کا علم تعلیم دیا تھا۔ اور اس سرمکنون مصون کے اس کے اوصیاء منتجبین وارث ہوئے۔ **اور جو اس بات کا انکار کرے۔ وہ بدبخت ملعون ہے** اور اس پر خدا لعنت کرتا ہے **اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں**۔ اور کیوں ایسا نہ ہو۔ اس لئے کہ خدا کس طرح اپنے بندوں پر ایسے شخص کی طاعت فرض کر سکتا ہے۔ جس سے باطن زمین و آسمان پوشیدہ رکھے۔ اطاعت مطلقہ اسی شخص کی فرض ہے۔ جو تمام زمین و آسمان کے ظاہر و باطن کا عالم ہے اور ان پر احاطہ علمی رکھتا ہے۔ اور شان محمدؐ و آل محمدؐ میں ایک ایک نقطہ ستر ستر توجیہیں رکھتا ہے۔ اور جہاں کہیں اس ذکر حکیم (قرآن) کتاب کریم اور اس کلام قدیم میں کوئی آیت ہے جس میں وجہ۔ عین۔ ید اور جنب کا ذکر ہے۔ پس ان سب سے مراد یہی ولی اللہ ہے۔ اس لئے کہ وہی جنب اللہ و وجہ اللہ یعنی حق اللہ و علم اللہ و عین اللہ و ید اللہ ہے۔ پس وہی جنب اللہ اعلےٰ۔ وجہ اللہ مرضے اور سیراب کرنے والے چشمے اور خدا کی سیدھی راہ ہیں۔ اور وہی خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور اس کے عفو و رضا کا ذریعہ ہیں۔ ابتغوا الیہ الوسیلۃ بلا اس وسیلہ کے خدا نہیں مل سکتا۔ بلا ان کے توسل اور توصل کے بخشش نہیں ہو سکتی۔ بلا محمدؐ و آل محمدؐ کا دامن پکڑے نجات ناممکن ہے۔ یہی خداوند واحد کا راز ہیں۔ پس ان کے ساتھ کسی مخلوق کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہی مخصوصین خدا اور اس کے مخلص بندے ہیں۔ اور یہی سر اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ یہی باب الایمان اور کعبۃ الایمان اور قبلۃ الانام ہیں۔ یہی حجت اللہ اور اس کے

صراط مستقیم ہیں۔ یہی علم ہدایت اور اس کا نشان ہیں۔ یہی خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہیں۔ نفس وجود ان کا مجسم فضل و رحمت خدا ہے۔ اور رحمۃ للعالمین کے قائم مقام۔ یہی عین الیقین اور حقیقۃ الایمان ہیں اور یہی صراط حق اور عصمۃ الحق ہیں۔ یہی مبدء وجود و مختتم وجود ہیں۔ بھم فتح اللہ وبھم یختم انہی سے خدا نے دنیا کی ابتداء کی ہے۔ اور انہی پر خاتمہ ہوگا۔ ھم الاولون والاخرون السابقون المقربون اور یہی قدرت پروردگار اور اس کی مشیت ہیں۔ یہی ام الکتاب اور خاتمۃ الکتاب ہیں۔ فاتحہ کتاب تکوین یہی اور خاتمہ مصحف تدوین یہی ہیں۔ ماحصل فصل الخطاب اور اس کی دلالت یہی ہیں۔ ان کا کلام نہیں بلکہ یہ مجسم فصل الخطاب ہیں۔ یہی خزینہ دار وحی الٰہی اور اس کے محافظ ہیں۔ یہی آیہ کتاب اللہ اور اس کے مبین اور مترجمین و ترجمان الٰہی ہیں۔ یہی مبدء و معدن تنزیل ہیں۔ اور یہی اس کا مبتدیٰ و منتہیٰ۔ یہی وہ کواکب علویہ اور انوار علویہ ہیں۔ جو آفتاب عصمت فاطمہؑ سے آسمان عظمت محمدیہ میں چمکے اور روشن ہوتے۔ یہی وہ شاخہائے نبوی ہیں جو شجرہ عالیہ احمدیہ میں اگیں۔ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیئ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء۔ یہی وہ اسرار الٰہی ہیں۔ جو صدور بشریہ میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ صورت ان کی صورت بشری ہے اور باطن ان کا راز الٰہی۔ یہی ذریت زکیہ اور عترت ہاشمیہ ہیں جو [illegible] پس یہی بہترین مخلوقات ہیں کہ ان سے بہتر و افضل کوئی مخلوق نہیں ہے۔ یہی ائمہ طاہرین عترت معصومہ ذریت مکرمہ۔ خلفاء راشدین۔ اوصیاء منتجبین اسباط مرضیین اور ہداۃ مہدیین صدیق اکبر اور آل طٰہ و یٰسین کے مبارک اور درخشاں وجود ہیں۔ اور جملہ اولین و آخرین پر حجت خدا ہیں۔ ان کا نام پاک پتھروں پر۔ درختوں کے پتوں پر۔ پرندوں کے پروں پر۔ دوزخ و جنت کے دروازوں پر۔ عرش اور آسمانوں پر۔ فرشتوں کے بازوؤں پر۔ حجابہائے عظمت و جلال الٰہی اور اسرادقات عز و جمال خداوندی پر لکھے ہوئے ہیں۔ انہی کے نام سے پرندے تسبیح کرتے ہیں۔ اور ان کے شیعوں کے لئے مچھلیاں سمندروں میں استغفار کرتی ہیں۔ اور خدا نے ہر ایک مخلوق سے اپنی وحدانیت اور اس ذریت زکیہ کی ولایت اور ان کے دشمنوں سے بیزاری کا عہد لیا ہے۔ اور عرش قائم نہ ہوتا تھا جب تک اس پر نور سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھا گیا۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد من الازل والابد۔

یہ کلام ہے اس امام ہمام کا جو ترجمان وحی الٰہی اور خدا کی بولتی ہوئی زبان ہے۔ اور ماحصل فصل الخطاب اور آیۃ اللہ ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف معارف و حقائق سے پر ہے۔ اس کلام بلاغت التیام

میں تصدیق ہے ان اوصاف امامت کی جو ہم لکھ چکے ہیں اور ثابت کر چکے ہیں۔ اور ہر ایک وصف کے ساتھ دلیل و برہان کلام امام میں موجود ہے۔ اس کا حرف حرف دال ہے۔ نبوت و رسالت و ولایت و امامت و خلافت الٰہیہ ذریت طیبہ طاہرہ معصومہ اور عترت نبویہ ہاشمیہ علویہ مہدیہ سے مختص و مخصوص ہے۔ اور خلافت الٰہیہ اتصاف باوصاف خدائی، تخلق باخلاق الٰہی اور تادب بآداب ربانی کا نام ہے۔ اور خلفاء اللہ و خلفاء رسول اللہ وہی برگزیدہ بندے ہیں۔ جو نور محمدی کے ٹکڑے ہیں اور جن کو خدا نے اپنے اوصاف و کمالات کا مظہر بنا کر اور اپنے اسرار ودیعت کر کے صورت بشری میں ظاہر کیا ہے۔ اور اپنی قدرت و مشیت کا محل قرار دیا ہے۔ اور روز ازل سے تمام مخلوقات پر ان کی اطاعت کو فرض کیا ہے۔ اور بواطن زمین و آسمان کا علم ان کو عطا کر دیا ہے۔ خلافت الٰہیہ کو اجماع عوام یا شوریٰ رائے خواص یا غلبہ و سلطنت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خاص فضل و رحمت الٰہی ہے۔ جبر و قہر سے چھیننے جھپٹنے سے کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ روزہ نماز سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ ہو حق کرنے سے میسر نہیں ہوتی۔ بلکہ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔ عترت و ذریت نبوی کے سوا دوسروں میں ان اوصاف کا تلاش کرنا تحصیل محال ہے۔ اور اس عترت زکیہ طاہرہ مرضیہ کے سوا کہیں اور امامت۔ خلافت اور عہد و بت کو قرار دینا خداوند رب العالمین کو چھوڑ کر فرعون و نمرود کی خدائی کا قائل ہونا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں شیاطین کو اولیاء بنانا ہے۔

مزید بعض تشخیصات امام مطلق

یہاں ہم بعض وہ اوصاف ظاہریہ امام ذکر کرتے ہیں۔ جن کو عوام بھی سمجھ سکیں۔ اور امام حق و باطل میں تمیز ہو اور امام برحق کی تشخیص کر سکیں۔ وھی ھذہ عن الرضا علیہ السلام عن الحسن بن (علی) فضال عن ابیہ قال للامام علامات یَکُوْنُ اَعْلَمَ النَّاسِ وَاَحْکَمَ النَّاسِ وَاَتْقَی النَّاسِ (وَاَحْلَمَ) النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَاَسْخَی النَّاسِ وَاَعْبَدَ النَّاسِ وَیُوْلَدُ مَخْتُوْنًا وَیَکُوْنُ مُطَهَّرًا وَیَرٰی مِنْ خَلْفِهٖ کَمَا یَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا یَکُوْنُ لَهٗ ظِلٌّ اِذَا وَقَعَ اِلَی الْاَرْضِ مِنْ بَطْنِ اُمِّهٖ وَقَعَ عَلٰی رَاحَتَیْهِ رَافِعًا صَوْتَهٗ بِالشَّهَادَتَیْنِ وَلَا یَحْتَلِمُ وَتَنَامُ عَیْنَاهُ وَلَا یَنَامُ قَلْبُهٗ وَیَکُوْنُ مُحَدَّثًا وَیَسْتَوِیْ عَلَیْهِ دِرْعُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَیَکُوْنُ اَوْلَی النَّاسِ مِنْهُمْ بِاَنْفُسِهِمْ وَاَشْفَقَ عَلَیْهِمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَاُمَّهَاتِهِمْ وَلَا یُرٰی لَهٗ بَوْلٌ وَلَا غَائِطٌ وَوُکِّلَ الْاَرْضُ بِابْتِلَاعِ مَا یَخْرُجُ مِنْهُ وَیَکُوْنُ اَشَدَّ النَّاسِ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَیَکُوْنُ اٰخَذَ النَّاسِ بِمَا یَاْمُرُ بِهٖ وَاَکَفَّ النَّاسِ عَمَّا یَنْهٰی عَنْهُ

وَيَكُوْنُ دُعَائُهُ مُسْتَجَابًا حَتّٰى اَنَّهُ لَوْ دَعَا عَلَى الصَّخْرَةِ لَانْشَقَّتْ بِنِصْفَيْنِ وَيَكُوْنُ عِنْدَهُ سِلَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَسَيْفُهُ ذُوالْفِقَارِ وَيَكُوْنُ عِنْدَهُ صَحِيْفَةٌ فِيْهَا اَسْمَاءُ شِيْعَتِهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَصَحِيْفَةٌ فِيْهَا اَسْمَاءُ اَعْدَائِهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَيَكُوْنُ عِنْدَهُ الْجَامِعَةُ فِيْهَا جَمِيْعُ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ وُلْدُ اٰدَمَ وَيَكُوْنُ عِنْدَهُ الْجَفْرُ الْاَكْبَرُ وَالْجَفْرُ الْاَصْغَرُ اِهَابُ مَاعِزٍ وَاِهَابُ كَبْشٍ فِيْهِمَا جَمِيْعُ الْعُلُوْمِ حَتّٰى اَرْشُ الْخَدْشِ وَحَتَّى الْجَلْدَةُ وَنِصْفُ الْجَلْدَةِ وَثُلُثُ الْجَلْدَةِ وَيَكُوْنُ عِنْدَهُ مُصْحَفُ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ۔

یعنی امام کی چند علامتیں ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ وہ سب لوگوں سے عالم تر۔ سب سے حلیم۔ سب سے پرہیزگار۔ سب سے شجاع۔ سب سے سخی اور سب سے زیادہ عابد ہوتا ہے۔ ختنہ شدہ اور پاک وطاہر پیدا ہوتا ہے۔ وہ پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح آگے سے۔ اور اس کا سایہ نہیں ہوتا۔ اور جب وہ شکم مادر گرامی سے زمین پر آتا ہے۔ تو دونوں ہتیلیاں زمین پر ٹیکتا ہے۔ اور باواز بلند کلمۂ شہادت پڑھتا ہے۔ اور اس کو احتلام نہیں ہوتا۔ اس کی آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا۔ ملائکہ اس سے باتیں کرتے ہیں۔ اور رسول خدا کی زرہ اس کے ٹھیک درست آتی ہے۔ اس کا بول و براز دکھلائی نہیں دیتا۔ زمین میں فوراً جذب ہو جاتا ہے۔ اور وہ نگل جاتی ہے۔ وہ لوگوں کی جانوں کا خود ان کے نفسوں سے زیادہ مالک ہے۔ اور ان پر ان کے ماں باپ سے زیادہ مہربان۔ اور خدا کے لئے سب سے زیادہ متواضع اور فرمانبردار ہوتا ہے۔ اور جو کچھ حکم دیتا ہے اس کا سب سے زیادہ پابند ہوتا ہے۔ اور جس سے منع کرتا ہے سب سے زیادہ اس سے محترز رہنے والا ہے۔ اور اس کی دعا مستجاب و مقبول ہوتی ہے۔ کبھی رد نہیں ہوتی۔ اگر سنگ سخت پر دعا کرے۔ تو دو ٹکڑے ہو جائے۔ اور اس کے پاس اسلحہ رسول اور سیف رسول ذوالفقار ہوتی ہے۔ اور اس کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے۔ جس میں قیامت تک کے شیعوں اور تبعین کے نام ہوتے ہیں۔ اور ایک صحیفہ ہوتا ہے۔ جس میں تمام دشمنوں کے نام ہوتے ہیں۔ اس کے پاس صحیفۂ جامعہ ہوتا ہے۔ جو ایک طولانی طومار کاغذ ستر ہاتھ کا ہوتا ہے اور اس میں کل ما یحتاج عالم علوم ہوتے ہیں۔ اور اس کے پاس جفر اکبر ہے۔ جو بکری کی کھال پر ہے اور جفر اصغر ہے۔ جو مینڈھے کی کھال پر ہے۔ اور ان میں تمام احکام ہیں حتیٰ کہ خراش اور کھرونچ کا بھی حکم ہے۔ ایک کوڑے۔ آدھے کوڑے اور تہائی کوڑے کا حکم ہے۔ اور اس کے پاس صحیفۂ جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا ہوتا ہے۔ یہ کل تیس صفتیں ہیں۔ جو کل کی کل صفات محمدی و اوصاف نبوی ہیں۔ دیکھو خصائص نبوی۔ نہ صرف یہ حدیث بلکہ بہت سی آیات و احادیث سے یہ اوصاف ثابت ہیں۔ کچھ پہلے مذکور ہو بھی چکی ہیں۔ اور کچھ ضمن بیانات آئندہ

میں آئیں گے۔ غرض یہ تمام اوصاف نبویؐ امام کے لئے ضروری ہیں۔ الا یہ کہ وہ نبی ورسول کہلاتا ہے۔ اور یہ محدث ما من نبی ولا رسول ولا محدث اوّل سے سات تک اور اکیس سے تیئیس تک آثار علم وقدرت و عصمت ہیں۔ جو معیار امامت ونبوت ہیں۔ اور آٹھویں نویں۔ چودھویں اور اٹھارھویں صفتیں آثار طہارت۔ اور دسویں گیارھویں اور پندرھویں صفتیں آثار نورانیت وروحانیت خاصہ۔ جیساکہ شہید کی تفسیر وغیرہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور بارھویں تیرھویں اور سولھویں دلائل وشہادات نص امامت۔ تاکہ پہچانا جائے۔ کون برگزیدہ خدا ومنصوص من اللہ اور مختص بعنایۃ اللہ ہے۔ اور باقی تمام اوصاف آثار خلافت۔ نبوتؐ ورسالت ہیں۔ پیغمبر تمام مومنین کی جانوں کا ان سے زیادہ مالک ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔ نبی مومنین کی جانوں کا خود ان سے زیادہ مالک اور ان پر متصرف وحاکم ہے۔ اسی طرح اس کا جانشین وامام وقت۔ اور خدا پیغمبر کی شان میں فرماتا ہے۔ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ تمہارے پاس تمہارے بہترین نفوس میں سے رسولؐ آیا ہے۔ جس کو تمہاری تکلیف نہایت گراں گزرتی ہے۔ اور تمہارے لئے بہت ہی حریص ہے۔ اور چاہتا ہے کہ تمام خیرات تمہارے لئے حاصل ہو جائیں۔ اور مومنین پر نہایت ہی نرم ومہربان ہے۔ پس پیغمبر سب سے زیادہ شفیق ومہربان ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کا قائم مقام۔ اور چونکہ وہ جانشین و قائم مقام رسولؐ ہے۔ تمام تبرکات نبویؐ اور اسلحہ جات اس کے پاس رہتے ہیں۔ تاکہ عوام وکم عقل اور موٹی عقل کے آدمی بھی سمجھ سکیں۔ کہ یہی جانشین رسولؐ ہے۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے۔ کہ کسی کی مخصوص اشیاء اسی کو ملتی ہیں۔ جو اس کا جانشین اور قائم مقام ہوتا ہے۔ اور اسی واسطے زرہ رسولؐ اس کے پوری آتی ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ خلعت خلافت نبویؐ کے یہی موزوں ہے۔ اور باقی تمام صحف علمیہ تبرکات نبویؐ ہیں اور نشان قائم مقامی۔ جب تک یہ صفات اور اوصاف تماماً نہ پائے جائیں۔ دعوئے خلافت نبویؐ قطعاً باطل ہے۔ ان میں سے ایک بھی کم نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک امام وخلیفۂ رسولؐ کا ان اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔ اور جس میں علاوہ تمام دیگر اوصاف وکمالات ومعجزات مذکورہ کے یہ تمام اوصاف نہ پائے جائیں۔ وہ دعوئے مہدویت میں بالکل جھوٹا۔ کاذب محض اور خالص مفتری۔ مردود ورجیم بارگاہ الٰہی ہے۔

تشخیص الائمہ از احادیث

حدیث۔ کتاب المناقب میں جابر بن عبد اللہ الانصاری سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو پسند کیا اور منتخب کیا اور رسول بنایا۔ اور مجھ پر سید الکتب قرآن شریف کو نازل کیا۔ پس میں نے عرض کیا۔

بارالہٰا۔ تو نے موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیجا۔ تو اس نے دعا کی۔ کہ اس کے ساتھ ہارونؑ کو اس کا وزیر بنایا جائے۔ اور اس سے اس کا بازو قوی کیا جائے۔ اور اس سے اس کے قول کی تصدیق کی جائے۔ یعنی اس کا مصدق بنے۔ اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ کہ اے میرے مولا اور میرے معبود میرے اہل بیت میں سے میرا بھی وزیر بنا۔ اور اس کو میرا قوت بازو قرار دے۔ پس علیؑ کو میرا وزیر اور بھائی قرار دے۔ اور اس کے دل میں شجاعت دے۔ اور دشمن پر اس کے لئے ہیبت قرار دے۔ اور آنحالیکہ وہی پہلا شخص ہے۔ جس نے میری تصدیق کی ہے۔ اور مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اور میرے ساتھ سب سے پہلے خدا کی توحید ظاہر کی ہے۔ پس میں نے اپنے پروردگار سے یہ دعا کی۔ تو اس نے قبول فرمائی۔ اور یہ مجھ کو دے دیا۔ پس علیؑ سید الاوصیاء ہے۔ اس سے ملحق ہونا سعادت ہے۔ اور اس کی اطاعت میں مرنا شہادت۔ اور اس کا نام توریت میں میرے نام کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور اس کی بیوی صدیقۂ کبریٰ میری بیٹی ہے اور اس کے دونوں بیٹے سرداران اہل بہشت میرے بیٹے ہیں۔ اور وہ اور وہ دونوں اور ان کے بعد کے ائمہ سب بعد انبیاءؑ کے خلق خدا پر حجت خدا ہیں۔ اور وہی میری امت میں ابواب علوم ہیں۔ جو ان کے ساتھ ہو گیا۔ جہنم سے نجات پا گیا۔ اور جس نے ان کی اقتداء کی۔ صراط مستقیم پر پہنچ گیا۔ جس کو اللہ ان کی محبت عطا کر دے۔ پس وہ جنت ہی میں داخل ہو گیا۔

حدیث ۔ اسی کتاب المناقب میں ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا اے علیؑ تو میرا وصی ہے۔ تیری لڑائی میری لڑائی ہے اور تجھ سے صلح مجھ سے صلح۔ وَاَنْتَ الْاِمَامُ وَاَبُو الْاَئِمَّۃِ الْاَحَدَ عَشَرَ الَّذِیْنَ ھُمُ الْمُطَھَّرُوْنَ الْمَعْصُوْمُوْنَ وَمِنْھُمُ الْمَھْدِیُّ یَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا الخ اور تو امام ہے۔ اور تو ان گیارہ اماموں کا باپ ہے جو مطہر و معصوم ہیں۔ اور انہی میں سے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پر کرے گا۔

حدیث ۔ علامہ الحموینی نے خود حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ خوشحال اس کا جو تجھے دوست رکھے۔ اور تیری تصدیق کرے اور وائے بر حال آنکہ جو تجھے دشمن رکھے اور تیری تکذیب کرے۔ تیرے دوست اہل آسمان میں معروف ہیں۔ اور وہی اہل دین و پرہیزگار اور متواضع اور اچھے نشان والے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں خشوع و خضوع ہوتا ہے اور دل خوف خدا سے بھرے ہوئے۔ اور وہ تیرے حق دارین کو پہچانتے ہیں۔ اور ان کی زبانیں تیری فضیلت میں ناطق ہیں۔ اور تیرے اوپر رقت قلب سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری رہتی

ہیں تجھ پر اور تیری اولاد کے ائمہ پر۔ اور وہ عمل کہتے ہیں اس پر جو خدا نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے۔ اور جو کچھ کہ میں نے امر کیا ہے اور جو کچھ کہ تیری اولاد کے اولوالامر قرآن و سنت کا حکم دیتے ہیں۔ اور وہ آپس میں صلہ رحم بجا لاتے اور ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں۔ ملائکہ ان پر صلوات بھیجتے ہیں۔ اور ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اور ان کے گنہگار کے لئے استغفار کرتے ہیں :

حدیث ۔ حدیث مشہور و معروف نخل صیحانی ہے۔ کہ اس نے آواز دی۔ ھٰذَا مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْاَنْبِیَآءِ وَھٰذَا عَلِیٌّ سَیِّدُ الْاَوْصِیَآءِ وَاَبُو الْاَئِمَّۃِ الطَّاھِرِیْنَ یہ محمد سردار انبیاء ہیں۔ اور یہ علی سردار اوصیاء اور ائمہ طاہرین کے باپ :

حدیث ۔ علامہ حموینی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ اے علیؑ! میں شہر حکمت ہوں۔ اور تو اس کا دروازہ ہے۔ اور شہر میں نہیں داخل ہوا جا سکتا مگر دروازے سے۔ وہ جھوٹا ہے جو کہتا ہے۔ کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے درآنحالیکہ تیرا دشمن ہے۔ کیونکہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ میرا گوشت و پوست و ظاہر و باطن تیرا گوشت و پوست و ظاہر و باطن ہے۔ وَاَنْتَ اِمَامُ اُمَّتِیْ وَوَصِیِّیْ ۔ تو ہی میری امت کا امام اور میرا وصی ہے۔ تیرا مطیع سعید ہے اور تیرا منکر شقی۔ تیرا دوست نفع میں ہے اور تیرا دشمن خسارے میں۔ رستگار ہے وہ جس نے تیرا اتباع کیا۔ اور ہلاک ہوا وہ جس نے تجھے چھوڑ دیا۔ اور تیری اور تیری اولاد کے اماموں کی مثال مثل کشتی نوحؑ کے ہے۔ الخ :

حدیث ۔ حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں ابو برزۃ الاسلمی سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ کے باب میں مجھ سے عہد کیا ہے۔ اِنَّ عَلِیًّا رَایَۃُ الْھُدٰی وَاِمَامُ اَوْلِیَآئِیْ وَنُوْرُ مَنْ اَطَاعَنِیْ ۔ یعنی علیؑ رایت ہدایت اور میرے دوستوں کا اور میرے مطیعوں کا نور ہے :

حدیث ۔ حافظ موصوف نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ حضرت علیؑ آپ کے پاس آئے۔ تو فرمایا۔ مَرْحَبًا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ مرحبا اے سردار انبیاء سلف و امام متقیان :

حدیث ۔ انس بن مالک سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ اے انس وضو کا پانی دے۔ اس نے پانی دیا۔ تو آپ نے وضوء کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا۔ اے انس اول جو دروازے سے داخل ہوگا۔ وہ سیدا امام المتقین وسید المسلمین و یعسوب الدین و خاتم الوصیین و قائد الغر المحجلین

ہے۔ انس کہتے ہیں۔ کہ میں نے کہا۔ خدایا یہ کوئی انصاری ہو۔ پس اتنے میں علیؑ داخل ہو گئے۔ حضرت خوشی سے کھڑے ہو گئے۔ اور گلے میں باہیں ڈال دیں۔ اور چہرے سے پسینہ پونچھنے لگے۔ الخ ؛

حدیث۔ محدث خوارزمی نے ابو سلیمان راعی رسول اللہ سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے رسول اللہؐ کو سنا۔ کہ آپ فرما رہے تھے۔ کہ جب شب معراج مجھے آسمان پر لے گئے۔ تو خداوند جل جلالہ نے مجھے فرمایا۔ کہ ایمان لایا رسولؐ اس پر جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل کیا گیا۔ میں نے عرض کیا۔ اور مومنین بھی۔ فرمایا۔ اے ہمارے حبیبؐ تم نے سچ کہا۔ پھر کہا۔ اے حبیبؐ میں نے ایک دفعہ زمین کی طرف نظر کی۔ تو اہل زمین سے تجھے منتخب کر لیا۔ اور تیرے لئے اپنے ناموں میں سے نام مشتق کیا۔ پس جہاں میں ذکر کیا جاتا ہوں۔ تیرا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ پس میں محمود ہوں۔ اور تو محمدؐ۔ پھر میں نے دوسری دفعہ توجہ کی۔ تو ان میں سے علیؑ کو پسند کیا۔ اور اس کو اپنے نام سے موسوم کیا۔ اے حبیبؐ میں نے تجھ کو اور علیؑ کو اور فاطمہؑ کو اور حسنؑ و حسینؑ اور ائمہ اولاد حسینؑ کو اپنے نور سے خلق کیا۔ پھر میں نے تمہاری ولایت کو اہل آسمان و زمین پر پیش کیا۔ جس نے قبول کیا۔ مومن قرار دیا۔ اور جس نے انکار کیا۔ میرے نزدیک کافر قرار پایا۔ اے حبیبؐ اگر کوئی شخص میری عبادت کرے یہاں تک کہ ہلاک ہو جائے یا سوکھ کر مثل خشک مشک کے ہو جائے۔ اور پھر میرے پاس تمہاری ولایت سے منکر آئے۔ تو میں اس کو ہرگز نہ بخشوں گا۔ کیا تو چاہتا ہے۔ کہ میں ان کو دکھلا دوں۔ میں نے کہا۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ فرمایا۔ عرش کے دائیں طرف دیکھ۔ میں نے دیکھا۔ پس میں نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و علیؑ بن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسےٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسےٰؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ و م ح م د المہدی بن الحسنؑ العسکری کو دیکھا۔ اور دیکھا۔ یہاں میں مثل کوکب دری کے ہے۔ ارشاد باری ہوا۔ کہ اے ہمارے حبیبؐ یہی میری حجت ہیں۔ میرے بندوں پر۔ اور یہی تیرے بعد تیرے اوصیاء ہیں۔ اور ان میں سے مہدی تیری عترت کے قاتلین سے قصاص لے گا۔ اور مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ وہی میرے دشمنوں سے انتقام لے گا۔ اور میرے دوستوں کی مدد کرے گا۔ اس کو علامہ الحموینی نے بھی درج کیا ہے ؛

حدیث۔ علامہ الحموینی ہی نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا نے ابن عباسؓ سے فرمایا۔ کہ میرے بعد میرے اوصیاء بارہ ہیں۔ اور وہی خلق خدا پر اس کی حجت ہیں۔ اول ان کا میرا بھائی اور آخر ان کا میرا ہی بیٹا ہے۔ دریافت کیا گیا۔ کہ آپ کا بھائی کون ہے۔ فرمایا

علیؑ۔ عرض کیا گیا۔ کہ آخری بیٹا کون ہے۔ فرمایا۔ مہدیؑ۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ جیسا کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو نبی۔ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ کہ اگر نہ باقی رہے دنیا کی عمر میں سے مگر ایک ہی دن۔ تو اللہ اس کو طولانی کر دے گا تا ایں کہ اس میں میرا بیٹا خروج کرے۔ پس عیسیٰ بن مریمؑ اترے اور میرے بیٹے کے پیچھے نماز پڑھے۔ اور زمین نور مربی زمین سے چمک اٹھے اور اس کی سلطنت مشرق و مغرب عالم تک پھیل جائے؛

حدیث[۱۱]۔ اسی محدث جلیل نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں سید النبیین ہوں اور علیؑ سید الوصیین۔ وَاِنَّ اَوْصِیَائِیْ مِنْ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ اَوَّلُھُمْ عَلِیٌّ وَّ اٰخِرُھُمْ مَھْدِیٌّ۔ میرے بعد میرے اوصیاء بارہ ہیں۔ اوّل ان کا علیؑ ہے اور آخر مہدیؑ؛

حدیث[۱۲]۔ ابن المغازلی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ علیؑ میری امت کا امام ہے۔ اور اسی کی اولاد سے امام القائم المنتظر ہے۔ جب وہ ظہور فرمائے گا۔ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنایا ہے کہ اس زمانے میں اس امام غائب کی امامت پر ثابت اور اس کے قائل رہنے والے کبریت احمر سے عزیز تر ہیں۔ یہ سن کر جابر بن عبداللہ الانصاری نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا آپ کے فرزند مہدیؑ کے لئے غیبت ہے؟ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم تاکہ مومنین چھانٹے جائیں اور کافرین ہلاک ہوں۔ اے جابر یہ ایک امر امر الٰہی ہے اور یہ ایک سر خدا ہے۔ جو بندگان خدا سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ تو اس میں ہرگز شک نہ کرنا۔ فان الشک فی امر اللہ عزوجل کفر۔ کیونکہ خدا کے معاملہ میں شک کرنا کفر ہے۔ **پس غیبت امام مہدیؑ میں شک کرنے والا کافر ہے**؛

حدیث[۱۳]۔ فرائد السمطین حموینی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ نعثل یہودی حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا اے محمدؐ! میں آپ سے چند چیزوں کی بابت سوال کرتا ہوں جو میرے دل میں کھٹک رہی ہیں۔ اگر آپ نے ان کا جواب دے دیا۔ تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ فرمایا۔ اے ابو عمارہ پوچھ۔ کہا۔ آپ اپنے پروردگار کے اوصاف بیان کریں۔ فرمایا۔ اس کی توصیف نہیں کی جا سکتی مگر انہی اوصاف سے جن سے اس نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے۔ اور کیوں کر اس خالق کا وصف بیان کیا جا سکتا ہے جس کو عقول و اوہام ادراک نہیں کر سکتے۔ اور خطرات قلوب اس کی تحدید سے اور ابصار اس کے احاطہ سے عاجز ہیں۔ جل و علی عما یصفہ الواصفون وہ دور ہے باوجود اپنے قریب کے۔ اور قریب ہے باوجود اپنے بعد کے۔ وہ کیف کی کیفیت اور این کی

انیت ہے۔ پس اس کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ کیسا ہے اور کہاں ہے۔ کیفیت اور انیت وہاں منقطع ہیں۔ پس وہ بعد و صمد ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنی توصیف کی ہے۔ اور دوسرے وصف کرنے والے اس کی صفت کو نہیں پہنچ سکتے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس کا کوئی کفو ہمسر ہے۔ قال صدقت یا محمد۔ اب آپ اپنے اس قول کی تفسیر کیجئے کہ وہ واحد ہے اور کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ کیا یہ نہیں ہے کہ اللہ ایک ہے۔ انسان ایک ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا واحد حقیقی احدی المعنی ہے۔ کیونکہ نہ اس کے جز ہیں اور نہ وہ مرکب ہے۔ اور انسان واحد ہے، مگر ثنائی المعنی ہے۔ کیونکہ وہ روح و جسم سے مرکب ہے۔ اس نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا۔ اب آپ اپنے وصی کی خبر دیجئے۔ کہ آپ کے بعد وہ کون ہے۔ کیونکہ ہر ایک نبی کا وصی ضرور ہوتا ہے اور ہمارے نبی موسیٰ بن عمران نے یوشع بن نون کو وصیت کی۔ آپ نے فرمایا۔ میرا وصی علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ اور اس کے بعد میرے فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور ان کے پیچھے نو فرزندان حسینؑ۔ اس نے عرض کیا۔ اے پیغمبر خدا ان کے نام بتلائیے۔ فرمایا۔ بعد حسینؑ ان کا بیٹا علیؑ ابن الحسینؑ۔ اس کے بعد اس کا فرزند محمد بن علیؑ اور اس کے بعد اس کا فرزند جعفرؑ بن محمدؑ۔ پھر اس کا فرزند موسیٰؑ پھر اس کا بیٹا علیؑ بن موسیٰؑ۔ پھر اس کا بیٹا محمد بن علیؑ اور پھر علیؑ بن محمدؑ۔ پھر الحسنؑ۔ اور اس کے بعد م ح م د بن الحسنؑ المہدی۔ پس یہی بارہ اوصیاء ہیں۔ پھر اس نے دریافت کیا۔ کہ علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کیسے شہید ہوں گے اور ان کی جگہ کہاں ہو گی۔ فرمایا۔ علیؑ ضرب شمشیر سے اور حسنؑ زہر سے شہید ہو گا۔ اور حسینؑ ذبح کیا جائے گا۔ اور وہ بہشت میں میرے ہی درجے میں ہوں گے۔ تب اس نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ واشھد انھم الاوصیاء بعدک ۔۔ بیشک میں نے کتب انبیاء میں ایسا ہی پایا ہے۔ کہ آخر الزماں میں ایک نبی مبعوث ہو گا جس کا نام احمد و محمد ہو گا۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہے اس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور اس کے بعد اس کے بارہ وصی ہوں گے۔ اوّل ان میں سے اس کا بھائی اور داماد ہے۔ اور دوسرا تیسرا اور بھائی اس کی اولاد سے۔ امت نبی اوّل کو شمشیر سے اور دوسرے کو زہر سے اور تیسرا مع اپنے کنبے کے میدان غربت میں پیاسا قتل کیا جائے گا۔ اور بکری کے بچے کی طرح ذبح ہو گا۔ اور وہ اس پر صبر کرے گا۔ تاکہ اس کے اور اس کے اہل بیت کے درجات بلند ہوں۔ اور اس کے دوست اور پیرو آتش جہنم سے بچیں۔ اور باقی نو تیسرے کی اولاد سے ہوں گے۔ پس یہ بارہ بموافق عدد اسباط بنی اسرائیل۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو اسباط کو پہچانتا ہے۔ عرض کیا۔ ہاں وہ بارہ ہی ہیں۔ اول لاوی بن برخیا۔ اور وہ وہی ہے۔ جو بنی اسرائیل سے ایک

مدت تک غائب رہا۔ اور پھر ظاہر ہوا۔ پس اللہ نے مٹ جانے کے بعد اپنی شریعت کو اس سے ظاہر کیا۔ اور شاہ فرسطیا سے مقاتلہ کیا۔ اور اس کو قتل کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ میری امت میں وہی ہونے والا ہے جو بنی اسرائیل میں ہوا۔ بالکل حذ والنعل بالنعل والقذة بالقذة برابر سرابر۔ اور میری اولاد میں سے بارھواں امام غائب ہوگا اور دکھلائی نہ دے گا۔ ویاتی علی امتی زمن لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ اور میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں اسلام کا نام اور قرآن کی رسم اور نشان ہی باقی رہ جائے گا۔ اس وقت خدا اس کو خروج کا حکم دے گا اور اسلام کو اس کے ذریعہ سے تازہ اور ظاہر فرمائے گا۔ خوشحال اس کا جو انہیں دوست رکھے اور ان کی پیروی کرے۔ اور وائے بر آنکہ ان سے دشمنی رکھے اور ان کی مخالفت کرے۔

حدیث ۔ مناقب المغازلی میں جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے۔ کہ جندل بن جنادہ بن جبیر یہودی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے دریافت کیا۔ اے محمدؐ جواب دو کہ وہ کیا چیز ہے۔ جو اللہ کے لئے نہیں ہے۔ اور کیا ہے جو اللہ کے پاس نہیں ہے۔ اور وہ کیا ہے۔ جس کو اللہ نہیں جانتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ خدا کے لئے شریک نہیں ہے۔ اور اللہ کے پاس بندوں کے لئے ظلم نہیں ہے۔ اور اللہ یہ نہیں جانتا۔ جو تم یہودی کہتے ہو کہ عزیر ابن اللہ ہیں۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ اس کی مخلوق ہیں اور اس کے بندے ہیں۔ کہا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ حقا وصدقا نیز اس نے عرض کیا۔ میں نے شب گذشتہ موسٰیؑ کو دیکھا۔ کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ اس پیغمبرؐ خاتم الانبیاء پر اسلام لا۔ اور اس کے اوصیاء سے متمسک ہو جا۔ الحمدللہ کہ میں آپ کی وجہ سے مسلمان ہو گیا۔ اب یا حضرتؐ یہ بتلائیے۔ کہ آپؐ کے بعد کے اوصیاء کون کون ہیں۔ تاکہ میں ان سے متمسک ہوں آپؐ نے فرمایا۔ میرے اوصیاء بارہ ہیں۔ عرض کیا۔ اسی طرح ہم نے توریت میں پایا ہے۔ اب ان کے نام بتلائیے۔ فرمایا۔ اول ان میں سے سید الاوصیاء وابوالائمہ علیؑ ہے۔ پھر اس کے فرزند حسنؑ وحسینؑ۔ پس ان سے تمسک کر۔ اور تجھ کو جاہلین کی جہالت مغرور نہ کر دے۔ پس جب علیؑ زین العابدین فرزند حسینؑ متولد ہوگا۔ تو تیری اجل آجائے گی۔ اور دنیا سے تیرا آخری توشہ دودھ کا گھونٹ ہوگا۔ اس نے عرض کیا۔ ہم نے توریت میں ایلیاؑ وشبرؑ وشبیرؑ کے نام پڑھے ہیں۔ اور یہ علیؑ وحسنؑ وحسینؑ ہیں۔ پس بعد حسینؑ کون ہے۔ فرمایا۔ ان کا فرزند علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا محمدؑ بن علیؑ۔ بعد ان کے جعفرؑ بن محمدؑ جس کو صادقؑ کہیں گے۔ پھر موسیٰ الکاظمؑ پھر علیؑ الرضاؑ پھر محمدؑ التقیؑ پھر علیؑ النقیؑ پھر حسنؑ العسکریؑ پھر اس کا فرزند م ح م د المہدیؑ القائم والحجۃ۔ جو غائب ہوگا۔ پھر خروج کرے گا۔ اور جب خروج کرے گا۔ تو زمین کو

عدل وداد سے بھر دے گا۔ خوشا حال ان کا جو اس کی غیبت میں صبر کریں اور ان کی محبت پر قائم رہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے کہ کہا کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ قَالَ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ یعنی یہ قرآن ہدایت ہے ان متقین کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں"۔ اور کہا۔ کہ "یہی جماعت خدا ہیں آگاہ ہو۔ کہ خدا ہی کی جماعت غالب ہونے والی ہے" والحمد للہ رب العالمین۔

بعض احادیث باب اول میں الیہ الامر وہادی وغیرہ کی بحث میں آچکی ہیں۔ یہاں ائمۂ اثنا عشر کی تشخیص میں صرف یہ چودہ حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے بعض میں آنحضرتؐ اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کا بھی ذکر ہے۔ اور ان چہاردہ معصومین سے مناسبت رکھتی ہیں۔ ان تمام احادیث سے بالصراحت ثابت ہے۔ کہ امامت مخصوص ہے علیؑ اور اولادِ علیؑ خاص اولادِ حسینؑ سے۔ اور بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ائمہ خلق یہی ہیں۔ اور اس سلسلے میں امام دوازدہم وخاتم الائمۃ وآخر الاوصیاء مہدی دوران والامام صاحب العصر والزمان ہیں۔ اور یہ سب کے سب منصوص من اللہ ہیں۔ اور ان کے سوا جو دعوئے امامت کرے۔ خواہ ہاشمی و فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔ مفتری و کذاب ہے۔

حدیثِ نور۔ یہاں تبرکاً ایک حدیث نور محمدی اور ذکر کرتے ہیں۔ تا کہ قلوب اہل ایمان نور ایمان سے پُر ہو جائیں اور اطمینان کلی حاصل۔ اخرج صاحب المناقب حدثنا الحسن بن محمد بن سعد حدثنا فرات بن ابراہیم الکوفی حدثنا محمد بن احمد الہمدانی حدثنی ابو الفضل العباس بن عبد اللہ البخاری حدثنا محمد بن القاسم بن ابراہیم حدثنا عبد السلام بن صالح الہروی عن علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن آبائہ عن علیؑ بن ابی طالب سلام اللہ علیہم یعنی بسلسلہ مذکورہ مروی ہے۔ کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ المکرم کو رسول خدا نے فرمایا۔ کہ خدا نے کوئی مخلوق مجھ سے اکرم و افضل خلق نہیں کی۔ تو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپؐ افضل ہیں یا جبرئیلؑ۔ فرمایا۔ اے علیؑ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء مرسلین کو ملائکہ مقربین پر فضیلت دی ہے۔ اور مجھ کو تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ وغیر مرسلین سے افضل بنایا ہے۔ اور میرے بعد یہ فضیلت اے علیؑ تیرے اور تیری اولاد کے اماموں کے لئے ہے (کہ انبیاء سابقین و جملہ ملائکہ مقربین سے افضل ہیں) کیونکہ ملائکہ ہمارے خادم اور ہمارے دوستوں کے خادم ہیں۔ اے علیؑ حاملان عرش اور جو گرد عرش ہیں وہ اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے ہیں اور ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ جو ہماری ولایت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے تو خدا نہ آدمؑ کو خلق کرتا نہ حوا کو۔ نہ جنت کو

نہ نار کو۔ زمین کو نہ آسمان کو۔ پس ہم کس طرح ملائکہ سے افضل نہ ہوں۔ حالانکہ ہم خدا کی معرفت و تقدیس و تسبیح و تہلیل میں ان سے سابق ہیں (والسابقون السابقون اولئک المقربون) کیونکہ سب سے پہلے جو چیز خدا نے پیدا کی۔ وہ ہماری روحیں ہیں۔ پس ان کو اپنی تحمید و توحید میں ناطق کیا۔ پھر ملائکہ کو خلق کیا۔ پس انہوں نے ہماری ارواح کو ایک ہی نور دیکھا۔ تو ہماری شان کو بہت بڑا خیال کیا۔ پس ہم نے تسبیح کی۔ تاکہ ملائکہ جان لیں۔ کہ ہم خدا نہیں مخلوق خدا ہیں۔ اور خدا ہماری صفات سے منزہ ہے۔ تو ملائکہ نے بھی تسبیح خدا ادا کی۔ پس جب انہوں نے پھر ہماری شان عظیم کو مشاہدہ کیا۔ تو ہم نے خدا کی تہلیل کی۔ اور لا الہ الا اللہ کہا۔ تاکہ ملائکہ جان لیں۔ کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور ہم اس کے عبد ہیں۔ اور ہم خدا نہیں ہیں۔ کہ اس کے ساتھ یا اس کو چھوڑ کر ہماری عبادت کی جائے۔ پس ملائکہ نے بھی کہا۔ لا الہ الا اللہ۔ پھر جب انہوں نے ہمارے مقام و مرتبہ بزرگ کا مشاہدہ کیا۔ تو ہم نے خدا کے لئے تکبیر کہی۔ تاکہ وہ سیکھ جائیں۔ ان اللہ ھو الاکبر۔ اور کوئی مخلوق کسی مقام بزرگ پر نہیں پہنچ سکتا مگر اسی کبیر المتعالی کے ذریعہ سے پس انہوں نے ہماری عزت و قوت عطیہ الٰہی مشاہدہ کی۔ تو ہم نے کہا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ تاکہ ملائکہ جان لیں۔ کہ کوئی قوت و طاقت نہیں ہے مگر خدا ہی سے۔ پھر جب انہوں نے ان نعمتوں کا مشاہدہ کیا۔ جو خدا نے ہمیں عنایت کی تھیں مثلاً تمام مخلوق کے اوپر ہماری اطاعت کا فرض ہونا وغیرہ۔ تو ہم نے کہا۔ الحمد للہ۔ تاکہ ملائکہ سیکھ جائیں۔ کہ حمد اللہ ہی کے لئے ہے اس کی نعمات پر۔ پس ملائکہ نے کہا۔ الحمد للہ۔ پس ملائکہ نے ہمارے ہی ذریعہ سے خدا کی توحید و معرفت و تسبیح و تہلیل و تقدیس و تکبیر و تحمید کی ہدایت پائی۔ ورنہ وہ نہ جانتے (بیشک یہی بزرگوار معلم الملائکہ و استاد جبرئیلؑ و میکائیلؑ ہیں) ؂

اور اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو خلق کیا۔ اور ان کی پشت میں ہمارے نور کو ودیعت کیا۔ اور ملائکہ کو حکم دیا۔ کہ اس نور کی تعظیم کے لئے آدمؑ کو سجدہ کریں۔ پس ان کا سجدہ خدا کے لئے نشان عبودیت تھا۔ اور آدمؑ کی تعظیم و تکریم۔ کیونکہ ہم ان کی پشت میں تھے۔ پس ہم کیوں کر ملائکہ سے افضل نہ ہوں درآنحالیکہ کل کے کل ملائکہ نے آدمؑ کو سجدہ کیا۔ اور جب حضرتؐ کو آسمان پر معراج کے لئے خدا لے گیا۔ تو جبرئیلؑ نے اذان کہی اور اقامت کہی۔ اور پھر کہا۔ اے محمدؐ آگے بڑھو۔ میں نے کہا۔ اے جبرئیلؑ کیا میں تم پر مقدم ہوں۔ کہا۔ ہاں اللہ تعالےٰ نے انبیاء و مرسلین کو تمام ملائکہ پر فضیلت دی ہے۔ اور آپؐ کو خاص کر تمام فرشتوں سے افضل کیا ہے۔ پس میں آگے بڑھا۔ اور سب کو نماز پڑھائی "ولا فخر"۔ پس جب میں حجابہائے نور تک پہنچا۔ تو جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا اے محمدؐ! تم آگے بڑھو۔ اور وہ خود مجھ سے

پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ میں نے کہا۔ اے جبرئیلؑ کیا ایسی جگہ مجھے تنہا چھوڑتے ہو۔ عرض کیا۔ یہ منتہا ہے اس حد کی جو خدا نے میرے لئے قرار دی ہے۔ اگر اس سے ایک پر بھر تجاوز کروں۔ تو بسبب حدود الٰہی سے تعدی کرنے کے میرے پر جل جائیں۔ پھر مجھ کو نور نے اٹھایا۔ یہاں تک کہ میں ایک اعلےٰ مقام ملک الٰہی پر پہنچ گیا۔ پس ندا آئی اے محمدؐ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب۔ پس میری ہی عبادت کر اور مجھی پر توکل رکھ۔ میں نے تجھے اپنے نور سے خلق کیا ہے۔ اور اپنی خلقت پر رسول بنایا ہے۔ اور اپنی مخلوقات پر حجت قرار دیا ہے۔ تیرے اور تیرے پیروؤں کے واسطے جنت خلق کی ہے۔ اور تیرے دشمنوں اور مخالفوں ہی کے لئے جہنم بنایا ہے۔ اور تیرے اوصیاء کے لئے اپنی کرامت واجب کر دی ہے۔ میں نے کہا۔ اے پروردگار میرے اوصیاء کون ہیں۔ پس ندا آئی۔ کہ تیرے اوصیاء میرے سرادق عرش پر لکھے ہوئے ہیں۔ پس میں نے نگاہ کی۔ تو بارہ نور دیکھے۔ اور ہر ایک نور میں ایک سبز سطر تھی۔ جس میں اس وصی کا نام لکھا تھا۔ اوّل ان کا علیؑ ہے۔ اور آخر ان کا القائم المہدیؑ۔ میں نے عرض کیا۔ خدایا میرے بعد یہ میرے اوصیاء ہیں۔ پس ندا آئی! اے محمدؐ یہی میرے اولیاء۔ میرے دوست میرے اصفیاء اور میری مخلوق میں میری حجت ہیں۔ اور یہی تیرے اوصیاء ہیں۔ اور مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے۔ کہ میں زمین کو ان کے آخرین کے ذریعہ ظلم و جور سے پاک کروں گا۔ اور اس کو مشارق ومغارب زمین پر قدرت دوں گا۔ اور اس کے لئے ہواؤں کو مسخر کر دوں گا اور بادلوں کو مطیع بنا دوں گا! اس کو اسباب میں ترقی دوں گا۔ ہر قسم کے اسباب مہیا کر دوں گا۔ اور اپنے لشکر سے اس کی نصرت کروں گا۔ اور ملائکہ سے مدد دوں گا۔ تاکہ میری دعوت بلند ہو۔ اور میری تمام مخلوق توحید پر متفق وجمع ہو۔ پھر اس کے ملک کو دوام دوں گا۔ اور اس سلطنت کو اپنے ان اولیاء میں روز قیامت تک یکے بعد دیگرے جاری رکھوں گا۔

فالحمد للہ رب العالمین۔

خلافت

بیانات سابقہ سے اہل بصیرت پر مخفی نہیں رہا۔ کہ حدیث معروف اثنا عشر خلیفۃ انہی ائمہ اہلبیتؑ پر صادق آتی ہے۔ اور خلفاء رسولؐ کا مصداق سوائے ان کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور ان احادیث مذکورہ میں سے بعض میں تصریح بھی آچکی ہے کہ خلفاء رسولؐ یہی ہیں۔ مزید اطمینان کے لئے یہاں کچھ اور لکھتے ہیں؛

حدیث۔ کتاب المناقب میں ایک طولانی حدیث کے ذیل میں مذکور ہے۔ کہ آنحضرت نے علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔ اے علیؑ جس نے تجھ کو قتل کیا اس نے مجھ کو قتل کیا جس نے تجھ کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔ جس نے تجھ کو برا کہا اور گالی دی۔ اس نے مجھ کو برا کہا اور گالی دی۔ کیونکہ تو بمنزلہ میرے نفس کے ہے۔ اور تیری روح میری روح سے ہے۔ اور تیری طینت میری طینت سے۔ اور اللہ تعالےٰ نے مجھ کو اور تجھ کو اپنے نور سے خلق کیا ہے۔ اور مجھ کو اور تجھ کو منتخب و مصطفےٰ بنایا پس مجھ کو نبوت کے لئے اختیار کیا اور تجھ کو امامت کے لئے۔ جس نے تیری امامت کا انکار کیا اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ یا علیؑ تو ہی میرا وصی اور میرا وارث اور میری بیٹی کا شوہر ہے۔ تیرا حکم میرا حکم ہے۔ اور تیری نہی میری نہی۔ میں قسم کھاتا ہوں اس کی جس نے مجھ کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور بہترین خلق بنایا۔ یقیناً تو خلق خدا پر اس کی حجت اور اس کے بھید کا امین اور اس کے بندوں پر اس کا جانشین ہے

خلیفۃ اللہ علی عبادہ

حدیث۔ بخاری و مسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکون بعدی اثنا عشر امیراً کلھم من قریش میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ جو کل کے کل قریش سے ہوں گے:

حدیث۔ کتاب مودۃ القربیٰ میں مروی ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ تو ہی مجھ کو قرضوں وغیرہ سے بری الذمہ کرے گا۔ اور تو ہی میری امت میں میرا خلیفہ ہے:

حدیث۔ اسی کتاب میں انسؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو تمام انبیاءؑ سے برگزیدہ بنایا۔ پس مجھے پسند کیا اور میرے لئے ایک وصی پسند کیا۔ پس میں نے اپنے بھائی علیؑ کو اپنا وصی اختیار کیا۔ تاکہ میرا بازو قوی ہو۔ جیسا کہ موسےٰؑ کا بازو ہارونؑ سے قوی ہوا۔ اور وہی میرا خلیفہ اور میرا وزیر ہے۔ اور اگر میرے بعد نبوت ہوتی۔ تو علیؑ بھی نبی ہوتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔ اس لئے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا:

حدیث۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ جب حضرتؐ نے اصحاب کو صیغۂ اخوت پڑھایا اور ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا۔ تو فرمایا۔ یہ علیؑ میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں اور میرا خلیفہ ہے میرے اہل میں اور وصی ہے میری امت میں۔ میرے علم کا وارث ہے اور میرے دین کا ادا کرنے والا۔ جو میرا ہے وہ اس کا ہے اور جو اس کا ہے وہ مجھ سے ہے۔

میرا نفع اس کا نفع ہے اور میرا ضرر اس کا ضرر ہے۔ جس نے اس کو دوست رکھا۔ اس نے مجھ کو دوست رکھا۔ اور جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا ؛

حدیث۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ میرا بھائی میرا وزیر میرا خلیفہ اور میرے بعد بہترین خلق اور میرے دین کو ادا کرنے والا علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے ؛

حدیث۔ اسی کتاب مذکور میں عمر بن قیس سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک اعرابی آیا۔ اور اس نے دریافت کیا۔ کہ تم میں عبداللہ بن مسعود کون ہے۔ اس نے کہا۔ میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔ اس نے کہا۔ کیا تمہارے نبیؐ نے تم سے بیان کیا ہے۔ کہ اس کے خلفاء کتنے ہوں گے۔ اس نے کہا۔ ہاں بیان کیا ہے۔ کہ بارہ خلیفہ ہوں گے مثل عدد نقباء بنی اسرائیل۔ چند طریق سے یہی مضمون ابن مسعودؓ سے مروی ہے ؛

حدیث۔ جابر بن سمرہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ خدمت رسولؐ میں حاضر تھا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ خلفاء میرے بعد بارہ ہوں گے۔ پھر آواز کو مخفی کر دیا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا۔ کہ اس کے بعد آنحضرتؐ نے کیا فرمایا۔ اس نے کہا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کلھم من بنی ھاشم یعنی میرے کل خلفاء بنی ہاشم سے ہوں گے ؛

حدیث۔ کتاب جمع الفوائد میں حدیث جابر بن سمرہ یوں مذکور ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا لا یزال ھذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم تجتمع علیہ الامۃ یہ دین برابر قائم رہے گا یہاں تک کہ اس میں تم پر بارہ خلیفہ ہوں۔ جن میں سے ہر ایک پر کل امت کا اتفاق ہو گا۔ پھر آپ نے کچھ فرمایا۔ جس کو میں نہیں سمجھا۔ تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کہ رسول خداؐ نے کیا فرمایا۔ کہا آپ نے فرمایا ہے۔ کہ کل کے کل قریش سے ہوں گے۔ جیسا کہ بخاری مسلم۔ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے ؛

حدیث۔ اور صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ کی روایت بواسطہ عامر بن سمرہ یوں مذکور ہے۔ کہ اس نے بیان کیا۔ کہ جمعہ کے دن الاسلمی کے سنگسار ہونے کی شام کو میں نے رسول خداؐ سے سنا کہ آپ نے فرمایا۔ تا قیام قیامت یہ دین برابر قائم رہے گا۔ اور ان میں بارہ خلیفہ ہوں گے۔ جو کل کے کل قریش سے ہوں گے ؛

یہ حدیث باختلاف بعض الفاظ صحیح بخاری میں تین طریق سے اور صحیح مسلم میں نو طریق سے اور

ابو داؤد میں تین طریق سے اور ترمذی میں ایک طریق سے اور حمیدی میں تین طریق سے مروی ہے۔ اور دیگر کتب میں متعدد طرق سے مروی ہے۔ اور ان میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چند مرتبہ یہ حدیث آنحضرتؐ نے فرمائی ہے۔ کبھی صرف قریش فرمایا ہے اور کبھی قریش میں سے بھی تخصیص و تشخیص فرما دی۔ کہ قریش میں سے صرف بنی ہاشم خلیفہ ہوں گے۔ اور یہی وجہ اخفاء صورت کی ہے۔ کیونکہ بنی ہاشم کے اکثر مخالف تھے۔ اور نہ چاہتے تھے کہ نبوت کے ساتھ خلافت بھی انہی میں رہے۔ جیسا کہ محققین علماء اہل السنت نے اس کی تصریح فرما دی ہے۔ اور صاحب ینابیع نے اپنی کتاب میں مفصل درج کیا ہے۔

ان احادیث مذکورہ ونیز دیگر احادیث سے یہ تو بخوبی ثابت ہے۔ کہ خلفاء رسولؐ مقرر و معین ہیں کہ وہ بارہ ہی ہوں گے۔ اور انہی بارہ پر قیام دین محمدی ہے تا روز قیامت۔ لہذا اس خلافت حقہ نبوی کا مصداق سوائے ائمہ اہل بیتؑ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اصحاب رسول جو خلیفہ کہلائے بارہ نہ تھے۔ اور بنی امیہ علاوہ ان کے اکثر ین کے فاسق و فاجر و ظالم ہونے کی تعداد میں بارہ سے زیادہ ہیں۔ اور نہ یہ خلافت شاہان بنی عباس پر صادق آسکتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی تعداد میں بارہ سے کہیں زیادہ ہیں۔ اور اگر بعض اصحاب رسول اور بعض بنی امیہ سے انتخاب کر کے بارہ کی تعداد پوری ہی کر لی جائے۔ جیسا کہ بعض حضرات نے یہ کیا ہے۔ تو علاوہ اس کے ان خلفاء میں آپس میں بحیثیت اوصاف کوئی مماثلت نہیں ہے۔ ایک طرف بخیال بعض اہل السنت حضرت ابو بکرؓ جیسے افضل انسان ہیں۔ اور دوسری طرف اسی مسند خلافت پر یزید جیسے فاسق و فاجر و ظالم ممکن ہیں۔ ایک طرف حضرت علیؑ جیسے افضل الناس و خیر البریہ و نفس رسولؐ نفس قدسی ہیں، دوسری طرف ولید جیسے بزرگ وار۔ اور اس لئے خلافت کی کوئی حد قائم نہیں ہو سکتی۔ کہ خلیفہ کن اوصاف سے متصف ہونا چاہیئے۔ علاوہ ازیں اگر ائمہ اہلبیتؑ کو اس کا مصداق نہ مانا جائے۔ اور بنی امیہ وغیرہ خلفاء قرار دئے جائیں۔ تو لازم آتا ہے کہ آج دین اسلام دنیا سے کبھی کا اُٹھ گیا ہو۔ کیونکہ بقائے اسلام انہی بارہ پر دائر ہے۔ اور قیامت تک مدار اسلام یہی بارہ ہیں۔ اور ان کے خیال کے مطابق کبھی کے گزر چکے۔ لہذا اسلام بھی دنیا سے اُٹھ چکا۔ پس یہ خلافت کسی طرح ان حضرات پر صادق نہیں آسکتی۔ پس صحیح یہی ہے۔ کہ یہ صرف بنی ہاشم ہی میں ہے۔ اور وہ ائمہ اہلبیتؑ ہیں۔

حدیث منزلت جو مسلمہ اہل اسلام ہے اور غزوہ تبوک پر فعلاً حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا بلکہ اوّل روز اظہار نبوت و دعوت ذوالعشیرہ علیؑ کی اوّل تصدیق نبوت پر فرمانا کہ تو ہی میرا بھائی میرا خلیفہ اور میرا

وصی ہے۔ جس کو تمام مؤرخین مسلمین وغیر مسلمین نے نقل کیا ہے۔ دلیل روشن ہے کہ علیؑ ہی خلیفہ رسولؐ ہیں۔ اور روز غدیر خم اقرار اولویت علیؑ اور اس کا عہد فوق خلافت ہے۔ کیونکہ خلافت تحت ولایت مطلقہ ہے۔

اور حدیث ثقلین بہترین تصریح و تشریح ہے۔ کہ خلافت اہل بیت نبویؐ سے مخصوص ہے۔ اور تمام ائمۂ اہل بیتؑ خلیفہ رسولؐ ہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں کبھی تو آپؐ نے "انی مخلف فیکم" سے اشارہ کیا ہے۔ اور کبھی "انی تارك فیکم خلیفتی کتاب الله وعترتی اهلبیتی" سے اور کبھی "انی تارك فیکم الخلیفتین" سے تصریح فرمائی ہے۔ کہ اہل بیت نبوت و رسالت جو دوازدہ امام علیہم السلام ہیں۔ خلفاء رسولؐ ہیں۔ پس خلافت و امامت ایک ہی ہے۔ جو امام ہے وہ خلیفہ ہے۔ اور چونکہ امامت بنص آیۂ ذریت ابراہیمؑ کے غیر ظالمین یعنی معصومینؑ کے لئے ہے اس لئے یہ خلافت بھی معصومین ہی کے لئے ہوئی۔

بعبارۃ اخریٰ ۔ منصب آنحضرتؐ شامل ہے نبوت و رسالت و امامت و ولایت و خلافت الٰہیہ کو۔ آیت سے صرف نبوت اور رسالت کا ختم ہونا ثابت ہے۔ اور اس لئے منصب امامت و ولایت آنحضرتؐ و خلافت الٰہیہ باقی ہے۔ لہذا آنحضرتؐ کا جانشین انہی مناصب کے اندر جانشین ہو سکتا ہے۔ لہذا جانشین رسولؐ امام و ولی ہی ہوگا۔ ہاں اگر نبوت ختم نہ ہوتی۔ تو مثل ہارونؑ وہ نبی بھی ہوتا۔ اور چونکہ منصب خلافت الٰہیہ مطلقہ بھی منصب ختم نبوت ہے۔ لہذا آنحضرتؐ کے جملہ خلفاء خلفاء اللہ کہلائیں گے۔ چنانچہ بعض احادیث مرویہ مذکورہ میں جناب امیرؑ کو آنحضرتؐ نے صاف لفظوں میں خلیفۃ اللہ کہا ہے۔ اور مہدی آخرالزمانؑ کے لئے ندا اسی لفظ سے ہوگی۔ جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ اور اسی واسطے یہ فرماتے ہیں۔ کہ نحن خلفاء الله فی ارضه "خدا کی زمین پر ہم ہی اس کے خلیفہ و جانشین ہیں۔ کیونکہ خلافت اتصاف باوصاف الٰہی کا نام ہے۔ اور خلیفہ آئینہ اوصاف مستخلف ہوتا ہے۔ اور خلافت اولیٰ یعنی خلافت آدمؑ اسی معنی میں تھی۔ اور معیار خلافت علم موہبتی ہی قرار دیا گیا تھا۔ اور اسی میں ملائکہ فیل ہوئے تھے۔ بحار جلد ۱۴ میں مروی ہے۔ کہ جس وقت خدا نے خلافت کا اعلان کیا۔ تو ملائکہ نے کہا کہ کیا ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا۔ جو خون بہائے گا اور فساد برپا کرے گا۔ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں۔ ہم کو بنا۔ ارشاد ہوا۔ میں وہ جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔ میں اپنے ہاتھ سے ایک مخلوق خلق کروں گا۔ اور اس کی ذریت میں سے انبیاء و مرسلین بناؤں گا۔ اور عباد صالحین و ائمۂ مہتدین پیدا کروں گا۔ اور ان کو اپنی مخلوقات میں زمین پر اپنا خلیفہ بناؤں گا۔

وہ معاصی سے روکیں گے۔ اور نیکی کا حکم کریں گے۔ اور میرے عذاب سے ڈرائیں گے۔ اور میری طاعت کی ہدایت کریں گے۔ اور میری راہ پر چلیں گے۔ اور انہی کو میں اپنی حجت قرار دوں گا الخ۔ پس حضور ائمہ ہدیٰ خلفاء اللہ کہلاتے ہیں (حدیث از علیؑ) محی الدین العربی فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے خلافت آدمؑ ثابت کرنے کا ارادہ کیا۔ اور چاہا۔ کہ ملائکہ جان لیں۔ کہ آدمؑ ان سے خلافت الٰہیہ کا زیادہ مستحق ہے۔ تو کہا۔ اے آدمؑ ان کو ان چیزوں کے نام بتلا۔ جب آدمؑ نے ان کو اسماء جمیع مسمیات تعلیم دیئے۔ تو ملائکہ اس مسئلہ میں عاجز رہے۔ جو ان سے پوچھا گیا تھا۔ اور حضرت آدمؑ اپنے علم ہی کی وجہ سے خلافت کے مستحق ثابت ہوئے۔ پس جو اس فضیلت پر پہنچ جاتا ہے۔ خدا تبارک وتعالےٰ اس کو اپنے فضل سے مختص فرماتا ہے۔ اور اس کو تمام اہل زمانہ سے افضل بنا دیتا ہے۔ بلاشک ولاریب خلافت آدمؑ بر ملائکہ وغیرہم اتصاف باوصاف الٰہی تھی۔ جن میں سے اوّل علم ہی ہے۔ پس یقیناً آنحضرتؐ جو علم میں سب سے افضل ہیں افضل خلفاء رب العالمین ہیں۔ اور بعد آنحضرت اس عہدے پر مامور وہی ہوگا۔ جو علم میں تمام اہل زمانہ سے افضل ہو۔ قال محمد بن طلحہ الشافعی۔ جاننا چاہیئے۔ کہ آنحضرتؐ صورت عنصر اعظم (او امام الامکان) ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ صورت عقل کل اور وہ قلم اعلےٰ ہے اس عالم کا۔ اور فاطمہؑ صورت نفس کلیہ ہے۔ اور وہی لوح محفوظ ہے۔ اور حسنؑ صورت عرش ہے اور حسینؑ صورت کرسی۔ اور کل ائمہ اثنا عشر صورت دوازدہ بروج افلاک عالم امکان اور امام المہدی صورت العالم۔ اور جاننا چاہیئے۔ کہ کل اسرار الٰہی کتب سماویہ میں ہیں۔ اور جو کچھ کل کتب آسمانی میں ہے۔ سب قرآن میں ہے (مع زیادتی کثیر) اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ تمام اسرار سورۂ فاتحہ میں ہیں۔ اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے کل بسم اللہ میں ہے۔ اور جو کچھ بسم اللہ ہے باء بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ باء بسم اللہ میں ہے نقطہ باء بسم اللہ میں ہے۔ وقال الامام کرم وجہہ انا النقطۃ تحت الباء یعنی وہ نقطہ باء میں ہی ہوں۔ اور کل اسرار الٰہی میرے اندر ہیں۔ انا سر الاسرار وانا امام ارباب الفتوۃ وکنز اسرار النبوۃ میں بھیدوں کا بھید ہوں۔ میں امام ہوں ارباب فتوت کا اور خزانہ ہوں اسرار نبوت کا۔ اور فرمایا اس امام عالی مقام نے۔ العلم نقطۃ نشرھا الجاھلون علم ایک نقطہ ہے۔ جس کو جاہلوں نے پھیلا دیا ہے۔ والالف واحدۃ عرفھا الراسخون والباء مدۃ تطعمھا العارفون والجیم خضرۃ قائلھا الواصلون والدال درجۃ قد سھا الصادقون وقال اللہ تبارک وتعالیٰ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین اور فرمایا۔ کہ علی کرم اللہ وجہہ کو علم اسرار حروف (الاسم الاعظم) آنحضرتؐ سے بوراثت پہنچا۔ اور ان سے

وہ معاصی سے روکیں گے۔ اور نیکی کا حکم کریں گے۔ اور میرے عذاب سے ڈرائیں گے۔ اور میری طاعت کی ہدایت کریں گے۔ اور میری راہ پر چلیں گے۔ اور انہی کو میں اپنی حجت قرار دوں گا الخ۔ پس حضور ائمہ ہدے خلفاء اللہ کہلاتے ہیں (حدیث از علیؑ) محی الدین العربی فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے خلافت آدمؑ ثابت کرنے کا ارادہ کیا۔ اور چاہا۔ کہ ملائکہ جان لیں۔ کہ آدمؑ ان سے خلافت الہیہ کا زیادہ مستحق ہے۔ تو کہا۔ اے آدمؑ ان کو ان چیزوں کے نام بتلا۔ جب آدمؑ نے ان کو اسماء جمیع مسمیات تعلیم دئے۔ تو ملائکہ اس مسئلہ میں عاجز رہے۔ جو اُن سے پوچھا گیا تھا۔ اور حضرت آدمؑ اپنے علم ہی کی وجہ سے خلافت کے مستحق ثابت ہوئے۔ پس جو اس فضیلت پر پہنچ جاتا ہے۔ خدا تبارک وتعالےٰ اسس کو اپنے فضل سے مختص فرماتا ہے۔ اور اس کو تمام اہل زمانہ سے افضل بنا دیتا ہے۔ بلاشک ولاریب خلافت آدمؑ بر ملائکہ وغیرہم اتصاف باوصاف الٰہی تھی۔ جن میں سے اوّل علم ہی ہے۔ پس یقیناً آنحضرتؐ جو علم میں سب سے افضل ہیں افضل خلفاء رب العالمین ہیں۔ اور بعد آنحضرت اس عہدے پر مامور وہی ہوگا۔ جو علم میں تمام اہل زمانہ سے افضل ہو۔ قال محمد بن طلحہ الشافعی۔ جاننا چاہیئے۔ کہ آنحضرتؐ صورت عنصر اعظم (اور امام الامکان) ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ صورت عقل کل اور وہ قلم اعلےٰ ہے اس عالم کا۔ اور فاطمہؑ صورت نفس کلیہ ہے۔ اور وہی لوح محفوظ ہے۔ اور حسنؑ صورت عرش ہے اور حسینؑ صورت کرسی۔ اور کل ائمہ اثنا عشر صورت دوازدہ بروج افلاک عالم امکان اور امام المہدی صورت العالم۔ اور جاننا چاہیئے۔ کہ کل اسرار الٰہی کتب سماویہ میں ہیں۔ اور جو کچھ کل کتب آسمانی میں ہے۔ سب قرآن میں ہے (مع زیادتی کثیر) اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ تمام اسرار سورۂ فاتحہ میں ہیں۔ اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے کل بسم اللہ میں ہے۔ اور جو کچھ بسم اللہ ہے باء بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ باء بسم اللہ میں ہے نقطہ باء بسم اللہ میں ہے۔ وقال الامام کرم وجہہ انا النقطۃ تحت الباء یعنی وہ نقطہ باء میں ہی ہوں۔ اور کل اسرار الٰہی میرے اندر ہیں۔ انا سر الاسرار وانا امام ارباب الفتوۃ وکنز اسرار النبوۃ میں بھیدوں کا بھید ہوں۔ میں امام ہوں ارباب فتوت کا اور خزانہ ہوں اسرار نبوت کا۔ اور فرمایا اس امام عالی مقام نے۔ العلم نقطۃ نشرھا الجاھلون علم ایک نقطہ ہے۔ جس کو جاہلوں نے پھیلا دیا ہے۔ والالف واحدۃ عرفھا الراسخون فی البناء مدۃ تطعمھا العارفون فی الجیم خضرۃ قائلھا الواصلون فی الدال درجۃ قد سعھا الصادقون وقال اللہ تبارک وتعالیٰ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین اور فرمایا۔ کہ علی کرم اللہ وجہہ کو علم اسرار حروف (الاسم الاعظم) آنحضرتؐ سے بوراثت پہنچا۔ اور ان سے

عہد عتیق میں عبرانی اور سریانی میں ان بارہ سرداروں کے یہ نام ہیں۔ جیسا کہ کتاب الاحبار سے مروی ہیں۔ کلقویث۔ قبندوا۔ دبیرا۔ مفسورا۔ مسموعاہ۔ دوموہ۔ میثو۔ ہذار۔ شیموا۔ بطور۔ نوقد۔ قبذموا۔ اور سریانی میں مع رسولؐ اس طرح سے ہیں۔ شموعل۔ شماعیحوا۔ دہتی سرجی زبحوا۔ بامدیثم۔ عوشوودبستم۔ بوقید۔ ویشیرا ثبودی۔ قوم ثوم۔ کرودوہ۔ عان کاندبود۔ دہتومال نام امام دحاز دہیم۔ فقط۔ اور معلوم ہے۔ کہ ان بارہ سرداروں سے وادِ ہی اوصیاءِ رسولؐ ہیں۔ چنانچہ اکثر روایات میں عدد نقباء بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ اوساں روایات میں تصریح ہے۔ اور وہ یہی بارہ امام ہیں۔ پس ان کے غیر کوئی وصی وامام نہیں ہو سکتا۔ اور نہ بارہ سے زیادہ ان کی تعداد بڑھ سکتی ہے۔ تیرھویں خلیفہ رسول تیرھویں امام اور تیرھویں وصی رسولؐ کا وجود محال ہے اور جو دعوے کرے۔ وہ جھوٹا دجال ہے۔

کلام حمید مجید میں بوجہ اس کے کہ نبوت آنحضرتؐ نبوتِ تعریفی ہے نہ تصریحی۔ اور اکثر امور و مواعید کنایات واشارات میں بیان ہوئے ہیں۔ اور مقامات واوصاف امامت و ولایت کو بھی زیادہ تر اشاروں ہی میں بیان کیا گیا ہے۔ اور کتابوں سے بتلایا گیا ہے۔ "والکنایۃ ابلغ من التصریح"۔ علاوہ سرداران بنی اسمٰعیل اور ائمہ ہدیٰ واوصیاء رسولؐ کو بھی استعارات وکنایات میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔ "بیشک مہینوں کی تعداد خدا کے نزدیک خدا کی کتاب میں جس دن کہ زمین وآسمان کو خلق کیا بارہ ہے۔ اور ان میں سے چار خاص طور سے ذی حرمت ہیں۔ اور یہی دین مستقیم ہے۔ پس ان کے باب میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو"۔ سبحان اللہ! کیا شان کلام ہے۔ کہ اول سیاق کلام اس طرح شروع کیا گیا ہے۔ کہ صورت تنزیلی میں صاف معلوم ہے۔ کہ یہاں سال کے بارہ مہینوں کا ذکر ہے۔ پھر ایک جملہ ایسا زیادہ کر دیا جاتا ہے۔ کہ جس سے ذہن فوراً دوسری طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اور وہ "ذٰلِکَ الدین القیم" ہے خواہ مخواہ صاحب عقل کے دل میں خیال گزرتا ہے۔ کہ ماہ ہائے سال میں سے چار کو محترم سمجھنے سے کیونکر تمام دین ہوا۔ نہیں صرف یہی احترام دین قیم کس طرح کہلایا۔ کیا مدار دین محمدی ودین الٰہی صرف انہی مہینوں پر ہے۔ اور اصول دیانت یہی ہے۔ اگر ایک غیر معتقد وغیر مسلم اس کو دیکھے اور غور کرے۔ تو بیساختہ ہنس پڑے گا۔ کہ مسلمانوں کا عجب دین ہے۔ کہ صرف احترام ماہ ہائے اربعہ ذیقعدہ وذی الحجہ ومحرم الحرام اور رجب پر مبنی ہے۔ پھر بعد ازاں اور ترقی دے دی اور فرمایا۔ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ "ان کے باب میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو"۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ظلم برنفس انہی مہینوں میں محدود ہے۔

یہاں سے انسان صاحب بصیرت اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ دراصل اس میں کسی ایسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ان بارہ سے ایسے نفوس مراد ہیں۔ جو واقعی مدار اسلام اور دین قیم ہیں۔ اور حقیقت امر یہ ہے۔ کہ جس چیز کے جتنے اوصاف ہوتے ہیں۔ اتنے ہی اس کے نام ہوتے ہیں۔ جتنے اوصاف زیادہ ہوں گے اتنے ہی اسماء زیادہ ہوں گے۔ آنحضرتؐ جامع الکمالات کے علاوہ اوصاف قرآن شریف میں دس نام خاص ہیں۔ محمدؐ[1]۔ احمدؐ[2]۔ عبداللہؐ[3]۔ طٰہٰؐ[4]۔ یٰسینؐ[5]۔ ذکرؐ[6]۔ نٓؐ[7]۔ قلمؐ[8]۔ مدثرؐ[9]۔ مزملؐ[10]۔ آپؐ نے خود احادیث میں کہیں اپنے کو نور کہا ہے کہیں روح۔ کہیں نورح۔ کہیں قلم اور کہیں عقل۔ حالانکہ حقیقت ایک ہی ہے۔ اسی طرح اسماء وصی میں کہیں حضرت کو نبی کہا ہے کہیں رسول۔ کہیں ولی کہیں نور۔ کہیں برہان کہیں سراج منیر اور شمس مضئی وغیر ذالک۔ اسی طرح قرآن شریف کو کہیں قرآن کہا ہے کہیں فرقان۔ کہیں کتاب کہیں نور اور کہیں کتاب مبین۔ حالانکہ حقیقت ایک ہی ہے۔ اسی طرح ان اوصیاء رسولؐ کو کہیں ولی کہا ہے اور کہیں صاحب کتاب۔ کہیں صاحب علم کہیں نفس رسولؐ۔ کہیں مسلمین کہیں امت وسط۔ کہیں شہداء کہیں اولوالامر وغیرہا۔ اور یہاں ایک نشاء اور ایک عالم میں ان کی خاص حقیقت وصورت کے لحاظ سے بارہ مہینے کہا ہے۔ اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مدار حساب عالم امکان دہی نفوس قدسیہ ہیں۔ جو مخلوق الٰہی ہیں۔ اور آفتاب عالم ایجاد حضرت محمد مصطفےٰ انہی میں اپنے اوصاف مختلفہ دکھاتا اور ظاہر فرماتا ہے۔ کسی میں علم۔ کسی میں حلم کسی میں تحمل۔ کسی میں تحمل۔ کسی میں شجاعت۔ کسی میں قناعت۔ کسی میں عبادت۔ کسی میں جلال اور کسی میں جمال۔ کسی میں رحمانیت اور کسی میں قہاریت وغیر ذالک۔ اور اسی طرح ان کو بارہ بروج آسمان رسالتؐ ولایت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ نور محمدؐی انہی بارہ سے ظہور کرتا ہے۔ اور ان سب کا نور وہی ایک ہے۔ صرف صورتیں بارہ ہیں۔ اور یہ تمام بارہ مظاہر نور محمدی عرض میں واقع ہیں نہ طول میں۔ ترقی طولی بعد ختم نبوت مسدود بلکہ محال ہے۔ جیسا کہ سابقاً محمد بن طلحہ شافعی کی تصریح گزر چکی ہے۔ اور یہی بارہ ابواب علوم محمدی ہیں۔ ہر ایک در سے علم نبوی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور آپ شہر علم ہیں۔ اور اسی شہر علم کی تشبیہ استعارے سے ثابت ہے۔ کہ اسی قسم کے استعارات وتشبیہات لسان قرآن واخبارات میں ذرائع وشائع ہیں۔ جس طرح آپؐ کو بسبب عموریت از علوم شہر علم کہا گیا ہے۔ اسی طرح ان بارہ سرداروں اور بارہ اجزاء نور محمدی کو بسبب ان کے مدار قیام ونظام عالم ہونے کے شہور الٰہی کہا گیا ہے۔ اور یقیناً یہی دین قیم ہے۔ بیشک انہی پر مدار دیانت ہے۔ اور ان میں سے چار بزرگوار جن کے اسماء گرامی علیؑ ہیں خاص طور سے محترم ہیں۔ کیونکہ نام علیؑ نام خداوند تبارک وتعالےٰ علی اعلےٰ سے مشتق ہے۔ اور وہ ضرور زیادہ ذی حرمت وواجب

الاحترام ہے۔ جناب محمد بن علیؑ بن الحسینؑ ابو حمزہ سے ایک حدیث کے ذیل میں مہدی آخر الزمانؑ کا
ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ نہایت واضح بیان کتاب اللہ میں ائمہ اثنا عشرؑ کی بابت یہ آیت ہے۔
ان عدۃ الشھور۔ کیونکہ ان مہینوں کی معرفت دین قیم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہود، نصاریٰ، مجوس اور
دوسرے ملل و مذاہب والے سب ہی ان مہینوں کو جانتے اور ان کے ناموں کو پہچانتے ہیں۔ سوائے
اس کے معنی ہے کہ ان سے مراد بارہ امام ہیں۔ جو سرداران دین اور اس کو قائم رکھنے والے
ہیں۔ اور علیؑ بن ابی طالبؑ و علیؑ بن الحسینؑ و علیؑ بن موسیٰؑ الرضا و علیؑ بن محمد التقی ماہ ہائے حرم ہیں
کیونکہ ان کا اسم مبارک اسم باری تعالےٰ سے مشتق ہے۔ اور بھی متعدد حدیثیں اسی مضمون کی معادن
علوم و معالم التاویل سے مروی ہیں۔ پس خلافت و امامت و ولایت و وصایت نبوت انہی بارہ میں
منحصر ہے۔ اور بارہ سرداران بنی اسمٰعیل مثل عدد نقباء بنی اسرائیل ہیں۔ وھو المطلوب۔

استخلاف

یہیں سے بکمال وضاحت یہ بھی ثابت ہو گیا۔ اور کسی دلیل و برہان جدید کا محتاج نہیں
کہ وعدہ الٰہی۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم
فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم
و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئاً۔ اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں
سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لائے ہیں وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ ان کو اپنی زمین میں
خلیفہ بنائے گا۔ اور ان کو ان کے اس دین پر قدرت دے گا جو ان کے لئے پسند کیا ہوا ہے۔ اور بعد خوف
کے ان کے لئے امن کو بدل دے گا۔ اور وہ پھر بلا خوف اس کی خالص عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ
کسی کو شریک نہ گردانیں گے۔ کیونکہ یہی وہ اہل ایمان ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسولؐ کی تصدیق
کی ہے جس کی تفصیل بحث آیہ مجیدہ۔ یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم
الخ میں آ چکی ہے۔ ایمان و عمل دونوں فرع علم ہے۔ اور وارث علوم نبی یہی ہیں۔ اور یہی افضل المومنین
مستحق خلافت اور ان کا علم و طہارت و عصمت دال ہے۔ کہ انہی نے تمام اعمال صالحہ کئے ہیں۔ اور
صالح المومنین کا خطاب پایا ہے۔ اور کوئی عمل بد ان سے کبھی صادر نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ آخر میں تمکین
بر دین اور تبدیل خوف کا بھی وعدہ ہے۔ اس لئے ظہور اس وعدے کا کاملاً زمانہ ظہور آخر الخلفاء میں ہو گا۔
جبکہ روئے زمین پر سوائے اس دین محمدی کے اور کوئی دین نہ رہے گا۔ اور دنیا میں کسی قسم کا شرک ظاہری و
باطنی و خوف و خطر مخالفین نہ پایا جائے گا۔ اس سر سے اس سرے تک خدا ہی کا نام لیا جائے گا۔
اور اسی کی عبادت کی جائے گی۔ پس من حیث الجمل و التحقیق یہ وعدہ الٰہی پورا ہو لیا مگر من حیث الظہور

عنقریب ہو گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ (تفصیل خلافت الٰہیۃ میں دیکھو۔ اور کچھ آئندہ آئے گی) ۞

بابِ سوم

بیان بعض اختلافات و ابطال دعاوی باطلہ ائمۂ ضلال و تشخیص امام علیہ السلام

فصل

ذکر اختلافِ مذاہب کی یہ مسلم ہے۔ کہ تمام ملل و مذاہب آسمانی آخر الزمان میں ایک آنے والے کے منتظر ہیں۔ کیونکہ انسان بالفطرۃ اس کو جانتا اور محسوس کرتا ہے کہ نتیجہ تعلیمات الٰہی و بعثت انبیاء و تدوین قوانین تمدن و تدین بالخیال بعض اس کا اپنے بعض مظاہر میں ہدایت خلق اور اس کی نجات کے لئے جستم بیلنے کا یہی ہے۔ کہ تمام بنی نوع انسان ایک ہو جائیں۔ اور جس طرح اصل خلقت ایک اور ایک ہی ماں باپ (آدمؑ و حواؑ) کی اولاد ہیں عمل اور دین اور عبادت میں بھی ایک ہو جائیں۔ اور سب اسی ایک خدا کی ایک ہی طریق الٰہی سے پرستش کریں۔ جو سب کا خالق اور سب کا رازق اور سب کا مربی ہے۔ بغض حسد فتنہ و فساد دنیا سے بالکل اُٹھ جائے۔ اور بالاتفاق انسان حقیقی اور اصلی ترقی حاصل کر سکے۔ اور کمال جسمانی و روحانی پر پہنچ جائے۔ مگر مشاہدہ کرتے اور دیکھتے ہیں۔ کہ ان تعلیمات کا آخری نتیجہ ابھی تک حاصل نہیں ہوا۔ جس بات کو عقل فطرت اور غرض بعثت

مقتضی تھی۔ وہ بنی نوع انسان اور اس عالم میں پیدا نہیں ہوئی۔ لہٰذا سب کے سب بحکم تعلیمات مذہبی و فطرت انسانی ابھی ایک آخری آنے والے آخری ہادی آخری پیغامبر آخری مصلح عالم کے منتظر ہیں۔ اور ہر ایک مذہب و ملت میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ باختلاف السنہ اس کا نام بتلایا گیا ہے۔ اور اس کی صفات مذکور ہیں۔ اور ہر ایک مذہب باقتضاء مذہبیت و فطرت انسانی یہی چاہتا ہے۔ کہ وہ خدا کا آخری ہادی اسی میں سے ہو۔ اور اسی واسطے مثلاً نصاریٰ نے آخری ہادی حضرت عیسیٰ کو مانتے ہیں۔ اور یہود حضرت عزیر کو۔ اور اہل ہنود دیرا ہمہ کلکی اوتار کو۔ مگر جس طرح تمام اصول و فروع و حدود دیانت میں اسلام اپنی تفصیلات و تشریحات تصریحات اور تکمیل بیانات میں سب سے سبقت رکھتا ہے۔ اور ہر ایک امر کلی و جزوی جو انسان کے روز ولادت سے تا روز مرگ اور خلقت آدم سے تا یوم المعاد و باز گشت جملہ حرکات و سکنات انسانی اور جملہ ضروریات انفرادی و اجتماعی انسانی و غیر انسانی کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس آخری آنے والے کے بیان میں بھی حد سے زیادہ اہتمام کیا ہے۔ اور اس بات میں دیانت اسلام میں اتنی کثرت سے آیات و احادیث مروی ہیں۔ کہ ایک ایک بیان میں ایک کتاب مکمل درست ہوتی ہے۔ اور کوئی مذہب اس کی بابت ہرگز ایسی تفصیل پیش نہیں کر سکتا۔ حسب و نسب۔ خلق و خُلق۔ شکل و صورت۔ قد و قامت۔ شمائل و خصائل۔ نقش و نگار۔ اوصاف عامہ و خاصہ۔ روز ولادت و احوال ولادت سے لے کر تا ایام ظہور و خروج کے مفصل حالات۔ علائم ظہور و نشانات خروج مذکور و ماثور ہیں۔ اور خداوند عالم نے ابتدا سے اس کی شناخت اور اس کے ظہور و خروج کے لئے اتنی اور ایسی آیات و نشانیات مقرر کی ہیں۔ کہ من حیث المجموع ہرگز محل شک و شبہ نہیں ہیں۔ اور یہ بھی تفصیل و تشریح و تصریح کر دی ہے۔ کہ وہ آخری آنے والا خاص اسی سلسلہ ذریت انبیاء اور جزو نور ہدایت کلیہ اور اہل اسلام ہی سے ہے۔

بعض اختلافات کا

مگر بد قسمتی سے پیغمبرؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی جس طرح امر خلافت و وصایت و امامت میں اختلاف پڑ گیا یا ڈالا گیا۔ اس میں بھی ڈالا گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے بعد اختلاف جزئیہ شروع ہو گئے۔ اور تشخیص ہادی آخری میں شبہات ہونے لگے۔ اور پھر باقتضاء حسن ظن بعض اشخاص اپنے اس معتقد اور یا پیشواء کو مہدی کہنے لگے۔ جس سے وہ بہت زیادہ اعتقاد رکھتے تھے۔ مگر تاہم بمقابل امر خلافت امر مہدی میں اختلاف جزوی اور محدود رہا۔ اور جنہوں نے کیا۔ وہ قابل اعتبار نہ تھے۔ اور باستثناء بعض نہ ہی ان فرق باطلہ کا وجود رہا۔ پس اول تو حسب و نسب میں اختلاف کیا۔ بعض قائل ہوئے کہ وہ اولاد حضرت عباسؓ عم رسول اللہؐ سے ہوں گے۔ بعض

نے کہا۔ وہ اولاد امام حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے ہیں۔ اور اکثر و بیشتر علماء محققین اسلام قائل ہیں۔ اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ وہ اولاد جناب امام حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے ہیں۔ دوم آنحضرتؑ کے پدر بزرگوار کے نام میں اختلاف ڈال دیا۔ بعض کہنے لگے۔ کہ ان کے باپ کا نام وہی ہے جو آنحضرتؐ کے پدر بزرگوار کا تھا۔ یعنی عبداللہ۔ اور بعض قائل ہیں۔ کہ آپ کے پدر گرامی کا اسم گرامی الحسنؑ العسکری بن محمدؑ بن علیؑ ہے۔ سوم تشخیص شخص امام مہدی آخر الزمانؑ میں اختلاف پڑا۔ چنانچہ فرقہ کیسانیہ کے بعض لوگ کہنے لگے۔ کہ محمد بن حنفیہ مہدی ہے۔ اور چند ان کے بیٹے ابو ہاشم عبداللہ کو۔ اور بعض اصحاب مغیرہ بن سعید بعد وفات جناب محمد باقر علیہ السلام محمد بن عبداللہ بن حسن بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو کہنے لگے۔ یہ بزرگوار مدینہ میں قتل کئے گئے۔ تواریخ ان کے قصوں سے پُر ہیں۔ ناؤسیہ حضرت صادق آل محمدؑ کی وفات کے منکر اور ان کے مہدی ہونے کے قائل ہو گئے۔ اسمٰعیلیہ اسمٰعیل بن صادقؑ کو مہدی کہتے ہیں اور ان کی وفات کے منکر ہیں۔ مبارکیہ جو اسمٰعیلیہ ہی میں سے ہیں۔ محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الصادقؑ کو مہدی کہتے ہیں۔ اور صرف سات اماموں کے قائل ہیں۔ واقفیہ موسیٰ بن جعفرؑ کو مہدی کہنے لگے۔ محمدیہ محمد بن امام علی النقیؑ کو جو آنحضرتؑ کی حیات ہی میں انتقال فرما گئے تھے مہدی کہنے لگے۔ اور ان کی موت کے منکر ہیں۔ حالانکہ ان کی قبر قریب سامرہ موجود ہے اور مشہور و معروف۔ عسکریہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو مہدی کہنے لگے۔ یہ اشخاص معدودے چند تھے۔ اور اب ان فرق باطلہ میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر نے ان اختلافات کی تعداد اٹھارہ تک پہنچائی ہے۔ اور تمام امامیہ اور اکثر و بیشتر محققین اہل السنت والجماعت معتقد ہیں۔ کہ امام مہدی آخر الزمانؑ حضرت حجت م ح م د بن الحسن العسکری علیہما السلام حی و قائم و منتظر غائب از انظار و ساتر ور اقطار والابصار ہیں۔ اور یہی حسن و صدق ہے۔ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے اور آئندہ ہو گا۔

معلوم ہے کہ خداوند عالم نے اپنے حبیبؐ سے ایک وعدہ کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ۔۔ (توبہ ع ۵) وہی خدا تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام ادیان (جنس دین) پر غلبۂ ظاہری عطا کرے۔ اگرچہ مشرکین پر گراں گزرے۔ اور سورۂ صف میں فرماتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ یعنی لوگ

چاہتے ہیں۔ کہ نور خدا کو پھونکیں مار مار کر گل کر دیں۔ حالانکہ خدا ضرور اپنے نور کو درجہ تمام و کمال پر پہنچانے والا ہے اگرچہ کافرین کو ناگوار گزرے۔ اور وہ وہی خدا تو ہے۔ جس نے اپنے رسول کو دین حق و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام ادیان پر غلبہ دے۔ اگرچہ مشرکین اس کو ناگوار سمجھیں اور ان پر گراں گزرے "

ظواہر آیات دال ہیں۔ کہ یہ وعدہ جس حیثیت اور جس شان سے کیا گیا ہے۔ آنحضرتؐ کے زمانے اور زمانہ خلفاء میں تو کیا آج تک بھی پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ معنی یہی ہیں۔ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ " جو کچھ کہ زمین و آسمان میں ہے۔ وہ سب اس پر بطوع و رغبت یا بکراہیت اسلام لائے گا۔ اور تم سب اسی کی طرف رجوع کرو گے " یہ یقیناً ابھی نہیں ہوا۔ دنیا میں کروڑوں غیر مسلم اور ہزاروں مذاہب موجود ہیں۔ اور دین اسلام تمام ادیان پر غلبہ نہیں رکھتا۔ بعض حضرات یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اس غلبہ سے غلبۂ حجت و برہان و حقانیت اسلام مراد ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ خدا وعدہ فرماتا ہے۔ کہ اے پیغمبرؐ ہم تجھ کو ایسی دلائل و براہین عطا کریں گے۔ جس سے تو تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ پس اگر اس سے مدعا یہ ہے۔ کہ ان دلائل و براہین کو تمام ملل و ادیان قبول کر لیں گے۔ اور تیری حقانیت و صداقت کو مان لیں گے۔ تو یہی ہمارا مقصود ہے۔ مگر یہ وعدۂ الٰہی ہرگز ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ اور اگر مطلب یہ ہے۔ کہ خواہ لوگ مانیں یا نہ مانیں۔ وہ دلائل و براہین فی حد ذاتہ غالب ہوں گی۔ اور حقانیت اسلام کی دلیل روشن حجت۔ تو یہ بھی صحیح۔ لیکن اس سے آنحضرتؐ کے لئے کوئی خصوصیت پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ دین اسلام ہمیشہ سے ہے۔ تمام انبیاءؑ اسی کو لائے ہیں۔ اور سب اسی کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ اور دین خدا صرف اسلام ہی ہے۔ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ۔ خدا کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔ اور دین اسلام اور دین الٰہی ہمیشہ بلحاظ دلائل و براہین و بینات و شہادات کے غالب رہا ہے۔ کبھی کوئی پیغمبر مخالفین سے محاجہ میں مغلوب نہیں ہوا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اسلام کو غلبہ و دلائل و براہین صرف آنحضرتؐ کے زمانے میں حاصل ہوا ہے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ پہلے دین اسلام اور دلائل و براہین اسلام ناقص اور قابل حجیت نہیں تھیں۔ اور یہ نفس دیانت اسلام سے انکار ہے۔ پس معنی غلبہ وہی ہیں۔ کہ کل ادیان پر غالب آئے گا۔ اور غیر از اسلام روئے زمین پر کوئی دین باقی نہ رہے گا۔ سب ایک ہو جائیں گے۔ اور یہی لِيُظْهِرَهُ کا منشا ہے کہ اسلام اسلام کا ظہور ہوگا۔ حیف صد حیف کہ مسلمان کہلا کر اسلام کی ایسی بڑی فضیلت اور شان کو اپنے جھوٹے مقصد کے لئے مٹاتے اور انکار کرتے ہیں۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ غلبہ بعد فتح مکہ حضرتؐ کو حاصل ہو گیا۔ مشرکین عرب پر غالب آ گئے۔

لیکن یہ بدیہی البطلان ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ پیغمبرؐ صرف عرب ہی کے لئے مبعوث نہیں ہوئے ہیں بلکہ جنس ناس کے لئے۔ "وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ"۔ بلکہ تمام عوالم کے لئے۔ "لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا"۔ لہٰذا صرف عرب و مشرکین عرب اور مخالفین قریش پر غلبہ تمام روئے زمین اور تمام ادیان پر غلبہ نہیں کہلا سکتا۔ دوم اس لئے کہ اسی سورے میں خدا پھر اس وعدے کو دہراتا ہے یعنی سورۂ فتح میں۔ اور فرماتا ہے۔ "هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا"۔ اگر فتح مکہ پر یہ وعدہ پورا ہو جاتا۔ تو اس کی تجدید نہ کی جاتی۔ یہ وعدہ بعد ذکر فتح ہے۔ سوم اس لئے کہ یہ وعدہ تمام موالفین و مخالفین میں مشہور تھا۔ کہ ایک دن دین اسلام کو تمام عالم کی فتح کلی حاصل ہوگی۔ اور اس لئے مخالفین بطور استہزا پیغمبرؐ سے سوال کرتے تھے۔ اور مسلمانوں سے پوچھتے تھے۔ "مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" (سورہ سجدہ) اے مسلمانو! اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ۔ کہ وہ فتح جس کے تم امیدوار ہو۔ کب ہے"؟ جواب اس کا بارگاہِ الٰہی سے یہ دیا گیا۔ "قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ" اے پیغمبرؐ! ان سے کہہ دو۔ کہ اس فتح کے دن کفاروں کا ایمان لانا کچھ بھی نفع نہ بخشے گا۔ اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔" پس اس سے معلوم ہوا۔ کہ وہ روز فتح محمدی وہ دن ہے۔ کہ جس دن کافروں کو ان کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا۔ اور اس دن ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔ انتقام لیا جائے گا۔ اور سزا دی جائے گی۔ اور اس فتح کی تفسیر یہ ہے "لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ إِيْمَانِهَا خَيْرًا"۔ "اس وقت کسی ایسے نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا۔ جو پہلے سے مومن نہ تھا۔ یا اس نے اپنے ایمان میں کسب خیر اور عمل نیک نہ کیا تھا۔" اور فتح مکہ میں یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں۔ یعنی مشرکین قریش و دیگر اہل مکہ کا ایمان اس دن مفید ثابت ہوا۔ اور پیغمبرؐ نے ان کے اسلام کو قبول کیا۔ اس دن سب کو "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" کہہ کر معاف کر دیا گیا اور انتقام نہ لیا گیا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ یوم فتح مکہ وہ یوم الفتح نہیں ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ابھی تک وہ وعدۂ غلبۂ کلی پورا نہیں ہوا لیکن ہونا ضرور ہے۔ کیونکہ "إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ"۔ خدا کبھی خلاف وعدہ نہیں کرتا۔ جیسا کہا ہے ویسا ہی ضرور کرے گا! اور ضرور تمام عالم پر اپنے دین کو غلبہ دے گا۔ چاہیئے کہ ضرور وعدہ پورا اور پیغمبرؐ ہی کے ہاتھ پر ہو۔ اگر کسی اور نسل کسی اور خاندان کے ہاتھ پر ہوا۔ تو وہ وعدہ پیغمبرؐ کی نہ ہوا۔ اور خلاف وعدگی لازم آئی۔ لیکن پیغمبرؐ موجود نہیں بس یا تو وہ خود پھر تشریف لائیں یا اس کے ہاتھ پر یہ وعدہ پورا ہو۔ جو نفس پیغمبرؐ اس کی روح اس کا جسم اس کا نور اور اس کا جزو ہو۔ اور جس کا فعل عین فعل رسولؐ جس کا غلبہ عین غلبہ رسولؐ ہو۔ اور ایسا شخص فرزند رسولؐ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ بیٹا

باپ کا جزو ہوتا ہے۔ اور اولاد پیغمبرؐ جو بطن فاطمہؑ سے ہے جزو پیغمبرؐ۔ جزو نور پیغمبرؐ۔ نفس پیغمبرؐ ہے۔ اور ان کا گوشت پوست روح و نفس و جسم و ظاہر و باطن ایک ہے۔ اور وہ سب کے سب ایک نور واحد ہیں۔ اور سب کے سب محمدؐ ہیں۔ لہٰذا ضرور بالضرور یہ وعدہ فرزند رسولؐ اور اولاد بتولؑ کے ہاتھ پر پورا ہو گا جن کا فعل عین فعل رسولؐ اور جن کا غلبہ عین غلبۂ رسولؐ ہے۔ اور وہ بزرگوار جن کے ہاتھ پر یہ وعدہ پورا ہو گا اب غیر مہدی آخر الزمانؑ اور کوئی نہیں۔ کیونکہ وہی حضرت تمام دنیا کو نجاست شرک و کفر سے پاک کریں گے۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کریں گے۔ بنابریں مہدی آخر الزمانؑ آپ ہی کی اولاد سے ہوں گے۔ اور آپ کی اولاد اولاد علیؑ ہے۔ اور اولاد علیؑ میں امام مہدی آخر الزمانؑ حضرت حجتؑ ابن الحسن العسکریؑ ہیں۔ وہو المطلوب ۞

نیز ظاہر و باہر ہے۔ کہ دعوت آنحضرتؐ ابتدائے اسلام میں دعوت مطلق اسلام تھی۔ جو کوئی زبان سے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہہ دیتا۔ تو اس کو مسلمانوں میں داخل کر لیا جاتا۔ اور حقوق اسلامی میں شریک ہو جاتا۔ خواہ ابھی اس کے دل میں ذرا بھی ایمان و یقین داخل نہ ہوا ہو۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ خود خبر دیتا ہے۔ اِذْ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ الخ۔ یہ دیہاتی تجھ سے آ کر کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ تو ان سے کہہ دو۔ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ لیکن یہ کہو۔ کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔" درجہ ایمان فوق درجہ مطلق اسلام ہے۔ لیکن آپ کے جگر بند حضرت سیدنا و مولانا امام حسینؑ کے ہاتھ سے دعوت محمدیؐ دعوت ایمان شروع ہوئی بلکہ دعوت ایمان کامل۔ کیونکہ حضرت ان لوگوں کو اپنے ساتھ بلاتے اور دعوت دیتے تھے۔ جو راہ خدا میں جان و مال دینے سے ذرا دریغ نہ کرے۔ اور ایمان کامل کا نمونہ ہو۔ ہر ایک شے کے مقابلہ میں خوشنودی خدا و رسولؐ کو مقدم رکھے۔ کیونکہ کامل اہل ایمان کی یہی نشانی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۔ اللہ نے مومنین کے جان و مال کو بہشت کے عوض خرید لیا ہے۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتے۔ لڑتے اور دشمنوں کو قتل کرتے اور آخرکار شہید ہو جاتے ہیں۔ اپنے جان و مال کو خدا کا سمجھنا۔ اس کی راہ میں لڑنا۔ دشمنان خدا کو قتل کرنا اور لڑ کر شہید ہو جانا مومنین کی خاص علامات ہیں۔ اور یہی کمال ایمان ہے۔ حسینؑ نے اس دعوتِ ایمان کی بنا ڈالی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ دعوت دعوتِ کاملہ ہے۔ بہ نسبت اولیٰ کے۔ لہٰذا اس کامل کے بعد ناقص دعوت نہ ہوگی۔ بلکہ اب یہی دعوت ہو گی۔ اور آخری داعی اللہ یہی دعوت دے گا۔ پس ضروری ہے۔ کہ یہ سلسلہ

باپ کا جزو ہوتا ہے۔ اور اولاد پیغمبرؐ جو بطن فاطمہؑ سے ہے جزو پیغمبرؐ۔ جزو نور پیغمبرؐ نفس پیغمبرؐ ہے۔ اور ان کا گوشت پوست روح و نفس و جسم و ظاہر و باطن ایک ہے۔ اور وہ سب کے سب ایک نور واحد ہیں۔ اور سب کے سب محمدؐ ہیں۔ لہٰذا ضرور بالضرور یہ وعدہ فرزند رسولؐ اور اولاد بتولؑ کے ہاتھ پر پورا ہوگا جن کا فعل عین فعل رسولؐ اور جن کا غلبہ عین غلبۂ رسولؐ ہے۔ اور وہ بزرگوار جن کے ہاتھ پر یہ وعدہ پورا ہوگا اب غیر مہدی آخر الزمانؑ اور کوئی نہیں۔ کیونکہ وہی حضرت تمام دنیا کو نجاست شرک و کفر سے پاک کریں گے۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کریں گے۔ بنا بریں مہدی آخر الزمانؑ آپ ہی کی اولاد سے ہوں گے۔ اور آپ کی اولاد اولاد علیؑ ہے۔ اور اولاد علیؑ میں امام مہدی آخر الزمانؑ حضرت حجتؑ ابن الحسنؑ العسکری ہیں۔
وہو المطلوب ۞

نیز ظاہر و باہر ہے۔ کہ دعوت آنحضرتؐ ابتدائے اسلام میں دعوت مطلق اسلام تھی۔ جو کوئی زبان سے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہہ دیتا۔ تو اس کو مسلمانوں میں داخل کر لیا جاتا۔ اور حقوق اسلامی میں شریک ہو جاتا۔ خواہ ابھی اس کے دل میں ذرا بھی ایمان و یقین داخل نہ ہوا ہو۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ خود خبر دیتا ہے۔ اِذْ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ الخ۔ یہ دیہی تجھ سے آکر کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ تو ان سے کہہ دو۔ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ لیکن یہ کہو۔ کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ درجہ ایمان فوق درجہ مطلق اسلام ہے۔ لیکن آپ کے جگر بند حضرت سیدنا و مولانا امام حسینؑ کے ہاتھ سے دعوت محمدیؐ دعوت ایمان شروع ہوئی بلکہ دعوت ایمان کامل۔ کیونکہ حضرت ان لوگوں کو اپنے ساتھ بلاتے اور دعوت دیتے تھے۔ جو راہ خدا میں جان و مال دینے سے ذرا دریغ نہ کرے۔ اور ایمان کامل کا نمونہ ہو۔ ہر ایک شے کے مقابلہ میں خوشنودی خدا و رسولؐ کو مقدم رکھے۔ کیونکہ کامل اہل ایمان کی یہی نشانی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ۔ اللہ نے مومنین کے جان و مال کو بہشت کے عوض خرید لیا ہے۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتے۔ لڑتے اور دشمنوں کو قتل کرتے اور آخرکار شہید ہو جاتے ہیں۔ اپنے جان و مال کو خدا کا سمجھنا۔ اس کی راہ میں لڑنا۔ دشمنان خدا کو قتل کرنا اور لڑ کر شہید ہو جانا مومنین کی خاص علامات ہیں۔ اور یہی کمال ایمان ہے۔ حسینؑ نے اس دعوتِ ایمان کی بنا ڈالی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ دعوت دعوتِ کامل ہے۔ بہ نسبت اوّلیہ۔ لہٰذا اس کامل کے بعد ناقص دعوت نہ ہوگی۔ بلکہ اب یہی دعوت ہوگی۔ اور آخری داعی اللہ یہی دعوت دے گا۔ پس ضروری ہے۔ کہ یہ سلسلہ

نفس نبیؐ یا وصیِ نبیؐ ہو سکتا ہے۔ جو مربی عالم وجہات عام ہے۔ اور جس کا قتل کل نوع انسان کا قتل کر دینا ہے۔ چنانچہ بعد ذکر قتل نفسہ حضرت ہابیلؑ فرماتا ہے۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا (مائدہ ع ۵) یعنی پس اسی واسطے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا۔ کہ جس نے ایک نفس کو بلا وجہ اور بلا فساد فی الارض قتل کر دیا۔ تو اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ پس ایک نبی یا وصی نبی کا قتل کرنا گویا تمام لوگوں کو قتل کر دینا ہے۔ اس لئے اس کے عوض جتنے دشمن بھی جو اس میں شریک یا اس فعل سے خوش ہیں قتل کئے جائیں کم ہیں۔ اور اسی واسطے حضرت یحییٰؑ کے عوض ستر ہزار یعنی ایک تعداد غیر محدود قتل کئے گئے۔ جب تک کہ خون حضرت یحییٰؑ کا جوش کم نہ ہوا۔ برابر قتل ہوتے رہے۔ اور یقینی طور پر فرزند رسول الثقلین وصی برحق شہید مظلوم سید الشہداء امام حسینؑ مظلوم ترین شہداء ہیں۔ اور ایسے نفس زکیہ ہیں۔ کہ ان کے قتل کے عوض جتنے بھی ظالمین شرکاء قتل اور اس سے خوش ہونے والے قتل کئے جائیں کم ہیں۔ پس ضرور اس امت محمدیؐ میں وہ ولی منصور فرزند حسینؑ ہی ہوگا۔ جو خون حسینیؑ کا انتقام لے گا۔ اور اول روز خروج پکارے گا یَا لَثَارَاتِ الْحُسَیْن۔ کہاں ہیں خون حسینیؑ کا بدلہ لینے والے۔ چلیں" جس کا نام ثائر اور ناصر و منصور ہے اور اولاد حسینؑ میں۔ یہ منتقم مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ جو نہ صرف خون حسینیؑ بلکہ خون جمیع انبیاء مظلومین کا بدلہ لے گا۔ کیونکہ وہ آخر وارث الانبیاء ہے۔ جیسا کہ عنقریب ذکر آئے گا۔ پس ضرور مہدی آخر الزمانؑ اولاد حسینؑ ہی سے ہوگا نہ کسی اور سے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ مہدیؑ بنی عباس سے نہیں بلکہ بنی فاطمہؑ و اولاد علیؑ سے ہے۔ اور اولاد امام حسنؑ سے نہیں بلکہ ضرور اولاد حسینؑ ہی سے ہے۔ اور ان دلائل قطعیہ کے مقابل کوئی روایت قابل سند نہیں ہو سکتی۔ اب ہم خاص تخصیص و تشخیص مہدیؑ میں خاص احادیث کا ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ یقین کلی حاصل ہو جائے۔ کہ وہ مہدیؑ اولاد امام حسینؑ ہی سے ہے۔

فصل

(احادیث مشخصہ)

حدیث ۱ الطبرانی والبزاز نے ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ زمین ضرور ایک دن ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی۔ پس جب وہ ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ اس

وقت خدا مجھ میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا۔ جس کا نام میرا نام (یعنی محمدؐ) ہو گا۔ پس وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اور آسمان اپنی بارش سے اور زمین اپنی نباتات سے کچھ باقی نہ رکھ چھوڑے گی۔ وہ ان میں سات یا آٹھ یا زیادہ سے زیادہ نو سال قیام کرے گا۔

حدیث ۲ قرۃ المزنی نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ضرور زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی۔ پھر میرے اہلبیتؑ میں سے ایک شخص خروج کرے گا۔ اور اس کو عدل و داد سے بھر دے گا۔

حدیث ۳ ابن عباس۔ انس۔ جابر۔ ابن ابی اوفےٰ وغیرہ سے ابن ماجہ و احمد بن حنبل وغیرہما نے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اگر دنیا میں سے صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو بھی ضرور اللہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔

حدیث ۴ ابن عباس و ابن الزبیر اور ابو ذر سے حاکم و ابو نعیم وغیرہما نے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ مِنَّا الَّذِیْ یُصَلِّیْ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ خَلْفَہٗ ہم میں سے ہی وہ امام مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ جس کے پیچھے عیسےٰ بن مریم نماز پڑھیں گے۔

حدیث ۵ حاکم نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اَبْشِرِیْ یَا فَاطِمَۃُ اَلْمَھْدِیُّ مِنْکِ اے فاطمہؑ خوش ہو۔ کہ مہدی تجھ سے ہے۔ یعنی تیری اولاد سے ہے۔

حدیث ۶ احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اَلْمَھْدِیُّ طَاؤُسُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَلْمَھْدِیُّ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ یُصْلِحُہُ اللّٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ۔ مہدی طاؤس اہل جنت ہے۔ اور مہدی ہم اہل بیتؑ میں سے ہے۔ خدا ایک رات میں اس کا کام درست کر دے گا۔

حدیث ۷ طبرانی نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اَلْمَھْدِیُّ مِنَّا یُخْتَمُ بِنَا کَمَا فُتِحَ بِنَا۔ مہدی ہم اہل بیتؑ میں سے ہے۔ ہم پر دنیا کا خاتمہ ہو گا جس طرح کہ ہم ہی سے افتتاح ہوا۔

حدیث ۸ ابو داؤد نے روایت کی ہے۔ کہ جناب رسالت پناہ حضرت محمد مصطفےٰ اور مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مہدی مجھ سے ہے۔ اور روشن پیشانی و بلند بینی ہے۔ اور فرمایا۔ مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے۔

حدیث ۹ ابوداؤد۔ ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ مَهْدِيٌّ مِنْ عِتْرَتِيْ وُلْدِ فَاطِمَةَ ۔ مہدی میری عترتؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے:

حدیث ۱۰ ابوداؤد اور حاکم نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا مہدیؑ مجھ سے ہے روشن پیشانی بلند بینی۔ وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کردے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ وہ سات سال تک مالک زمین رہے گا:

حدیث ۱۱ ام سلمہؓ سے احمد بن حنبل و ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ مہدی ہم اہل بیتؑ سے ہے۔ خدا اس کا کام ایک رات میں درست کردے گا:

حدیث ۱۲ ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اَلْمَهْدِيُّ رَجُلٌ مِنْ وُلْدِيْ وَجْهُهُ كَالْكَوْكَبِ الدُّرِّيِّ ۔ مہدی میری اولاد میں سے ایک شخص ہے۔ اس کا چہرہ مثل ستارہ درخشاں ہے:

حدیث ۱۳ ابن مسعودؓ سے ابوحاتم و ابن حبان نے نقل کیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ نے ہم اہلبیتؑ کے لئے دنیا پر آخرت کو پسند کیا ہے۔ اور میرے بعد میرے اہلبیتؑ بڑی بڑی سختیاں جھیلیں گے۔ دربدر پھریں گے۔ یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے کچھ سیاہ علموں والے لوگ آئیں گے۔ وہ اپنا حق طلب کریں گے۔ اور ان کو نہ دیا جائے گا۔ اور دو تین مرتبہ ایسا ہی ہو گا۔ کہ پھر وہ جو کچھ چاہیں گے ملے گا۔ پس وہ اس سلطنت کو قبول نہ کریں گے۔ تا اینکہ وہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کے سپرد کر دیں گے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کردے گا۔ پس جو اس کو پالے۔ وہ ان کے پاس آجائے۔ اگرچہ برف کے اوپر گھٹنوں کے بل چل کر پہنچے۔ ذخائر العقبےٰ۔ کنوز الدقائق۔ جامع الصغیر۔ مودۃ القربےٰ۔ مشارب الاذواق وغیرہا:

حدیث ۱۴ ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ دنیا ختم نہ ہو گی۔ تا اینکہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص مالک عرب ہو۔ جس کا نام میرا نام ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی۔ مشکاۃ المصابیح): وَفِيْ رِوَايَةٍ ۔ اور ایک روایت میں یوں ہے۔ کہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو دراز کردے گا۔ یہاں تک کہ خدا میرے اہلبیتؑ اور مجھ سے ایک شخص کو کھڑا کرے۔ جس کا نام میرا نام ہو گا۔ اور اس کے باپ کا

نام میرے باپ کا نام۔ اور وہ زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔

حدیث ۱۵ حاکم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے بیان کیا۔ کہ رسول خدا نے ذکر کیا۔ کہ میری امت پر ایسی بلا نازل ہو گی۔ جس میں ان کو کہیں پناہ نہ ملے گی۔ پس اس وقت خدا میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا۔ وہ زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اس سے ساکنان زمین و آسمان سب خوش ہوں گے۔ آسمان اپنی بارش تمام برسا دے گا۔ اور زمین کل نباتات کو نکال دے گی۔ یہاں تک کہ زندہ آرزو کریں گے کہ ان کے مُردے زندہ ہوتے اور یہ دیکھتے۔

حدیث ۱۶ ام سلمہؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مہدی میری عترتؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے۔ (کما رواہ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ البیہقی۔ وصاحب المصابیح وغیرہم)۔

حدیث ۱۷ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ضرور ضرور خدا میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا۔ جو کشادہ پیشانی اور کھلے کھلے دانتوں والا ہے۔ وہ زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا۔ اور مال کو پانی کی طرح بہائے گا۔

حدیث ۱۸ احمد بن حنبل حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ قیامت نہ آئے گی۔ یہاں تک کہ زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے۔ پھر میری عترتؑ میں سے ایک شخص خروج کرے گا۔ اور وہ اس کو عدل وداد سے بھر دے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔

حدیث ۱۹ ابن عساکر سے منقول ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ جب قائم آل محمدؐ خروج کرے گا۔ تو اللہ اس کے پاس اہل مشرق و اہل مغرب کو جمع کر دے گا۔ اور وہ اس طرح اکٹھے ہو جائیں گے جس طرح بادل کے ٹکڑے۔ لیکن اس کے رفقاء پس وہ اہل کوفہ ہوں گے اور ابدال شام سے آئیں گے

حدیث ۲۰ طبرانی نے کتاب الاوسط میں ابوایوب الانصاری سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا۔ کہ ہم ہی میں سے بہترین انبیاءؑ ہے۔ اور وہ تیرا باپ ہے۔ اور ہم ہی میں سے بہترین اوصیاءؑ۔ اور وہ تیرا شوہر ہے۔ اور ہم ہی میں سے

بہترین شہداء ہے۔ اور وہ تیرے باپؐ کا چچا حمزہؓ ہے۔ اور ہم ہی میں سے ہے۔ دو بازوؤں سے جنت میں پرواز کرتا ہے۔ اور وہ تیرے باپؐ کے چچا کا بیٹا جعفرؓ ہے۔ اور ہم ہی میں سے سبطین امت ہیں اور وہ تیرے فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور ہم ہی میں سے مہدیؑ ہے۔ اور وہ تیری ہی اولاد سے ہے ۞

حدیث ۲۱ حافظ ابو نعیم۔ ثعلبی۔ حاکم۔ حموینی اور دیلمی نے انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ ہم بنی عبد المطلب سرداران اہل جنت ہیں یعنے۔ میںؐ۔ حمزہؓ۔ علیؑ۔ جعفرؓ۔ الحسنؑ۔ الحسینؑ اور مہدیؑ ۞

حدیث ۲۲ ابن المغازلی نے مناقب میں اور علامہ الحموینی نے فرائد السمطین میں ابو ایوب الانصاریؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب رسول خداؐ بیمار پڑے۔ تو فاطمہؑ ان کے پاس آئیں اور رونے لگیں۔ تو حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اے فاطمہؑ تیرا شوہر خدا کی طرف سے تیرے لئے کرامت ہے۔ جو سب مسلمانوں سے اسلام لانے میں مقدم ہے۔ اور علم میں سب سے زیادہ۔ بتحقیق کہ اللہ تعالےٰ نے ایک مرتبہ اہل زمین کو دیکھا۔ تو اہل زمین سے مجھ کو پسند کیا۔ پس مجھے پیغمبر بنایا۔ پھر دوبارہ نظر کی۔ تیرے شوہر علیؑ کو پسند کیا۔ اور مجھے وحی کی کہ میں تجھے اس سے بیاہ دوں۔ اور اس کو وصی بناؤں اے فاطمہؑ ہم میں سے ہی بہترین انبیاءؑ ہے۔ اور وہ تیرا باپؐ ہے۔ الخ (جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔ سیاقِ کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حدیث مکرر صادر ہوئی ہے۔ اور چند مرتبہ حضرتؐ نے ایسا فرمایا ہے) ۞

حدیث ۲۳ عبد الرحمٰن بن ابو لیلی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ رسول خداؐ نے ایک طولانی حدیث کے ذیل میں حضرت علیؑ سے فرمایا...... اے علیؑ! ان کینوں سے بچتے رہنا۔ جو لوگوں کے سینوں میں ہیں۔ اور وہ ان کو ظاہر نہ کریں گے مگر میری موت کے بعد۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں پھر حضرتؐ رونے لگے۔ اور فرمایا۔ کہ جبرئیلؑ نے خبر دی ہے۔ کہ وہ لوگ علیؑ پر میرے بعد ظلم کریں گے۔ اور یہ ظلم باقی رہے گا تا اینکہ قائم آل محمدؐ قیام فرمائے۔ اور کلمۃ الٰہی بلند ہو۔ اور لوگ اہلبیتؑ کی محبت پر جمع ہوں۔ اور ان کے دشمن کم ہو جائیں۔ اور ان سے کراہت کرنے والے ذلیل ہوں۔ اور مدح کرنے والے زیادہ ہو جائیں۔ اور یہ اس وقت ہوگا۔ جبکہ شہر متغیر ہو جائیں گے۔ اور بندگان خدا ضعیف اور فراخ عیشی سے مایوس۔ پس اس وقت میری اولاد میں سے مہدی القائم ایسے لوگوں کے ساتھ ظہور کرے گا۔ جن سے خدا حق کو ظاہر کرے گا۔ اور ان کی تلواروں سے باطل کو مٹائیگا اور ان کا

اتباع کریں گے یا ان سے ڈر کر یا ان کی طرف رغبت کر کے۔ پھر فرمایا۔ اے لوگو! خوش ہو اس فرج سے کیونکہ وعدۂ خدا حق ہے۔ اس میں خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور قضاء الٰہی لوٹ نہیں سکتی۔ اور وہی خدائے حکیم و خبیر ہے۔ اور بیشک فتح خدائی قریب ہے۔ بارالٰہا یہی میرے اہل ہیں۔ ان سے رجس کو دور کر اور پاک رکھ۔ جو حق پاک رکھنے کا ہے۔ بارالٰہا ان کی حفاظت و نگرانی فرما۔ اور تو ان کا ہو جا اور ان کی نصرت کر۔ اور ان کو عزت دے۔ اور ذلیل نہ کر۔ اور ان پر میرے بعد میرا جانشین ہو ذٰلِکَ عَلٰی مَا تَشَاءُ قَدِیْرٌ کَمَا نَقَلَہٗ موفق بن احمد خوارزمی ؎

حدیث ۲۴ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے سید علی ہمدانی بسلسلہ رواۃ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا۔ کہ دنیا نہیں ختم ہو گی۔ تاوقتیکہ ایک شخص اولاد حسینؑ سے میری امت میں خروج فرمائے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ بعد اس کے کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی ؎

حدیث ۲۵ حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ ناگاہ میں نے دیکھا۔ کہ حسینؑ ان کے زانو پر۔ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور حضرتؐ ان کے رخساروں پر بوسہ دیتے اور منہ چومتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ تو سردار فرزندِ سردار۔ برادرِ سردار ہے۔ تو امام۔ فرزندِ امام و برادرِ امام ہے۔ تو حجت۔ فرزندِ حجت و برادرِ حجت اور نو حجتوں کا باپ ہے۔ جن میں سے نواں مہدی قائمؑ ہے۔ (اس کو حموینی و موفق بن احمد نے بھی نقل کیا ہے) ؎

حدیث ۲۶ ابن عباس سے کتاب فرائد السمطین میں روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میرے خلیفہ میرے اوصیاء اور حجج اللہ میرے بعد بارہ ہیں۔ اوّل ان کا علیؑ اور آخر میرا فرزند مہدیؑ ہے۔ عیسےٰ بن مریمؑ روح اللہ نزول فرمائیں گے۔ اور اس مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور زمین اپنے مربی کے نور سے چمک اٹھے گی۔ اور اس کی سلطنت مشرق و مغرب عالم تک پہنچے گی ؎

حدیث ۲۷ انہی سے اسی کتاب میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میں سید النبیینؐ ہوں اور علیؑ سید الوصیینؑ۔ اور میرے اوصیاء میرے بعد کل بارہ ہیں۔ اوّل علیؑ ہے اور آخر ان کا مہدیؑ۔ اور اسی کتاب میں ابو امامۃ الباہلی سے مروی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ تمہارے اور روم کے درمیان سات دن ہیں۔ پس حضرتؐ سے دریافت کیا گیا۔ کہ اس وقت

امام وقت کون ہوگا۔ فرمایا۔ مہدی ہے میرا فرزند۔ جو چالیس سال کے سن میں ہوگا۔ اور اس کا چہرہ مثل کوکب درخشاں اور اس کے دائیں رخسار پر خال سیاہ ہے۔ اور اس پر دو عبائیں ہوں گی۔ گویا کہ وہ رجال بنی اسرائیل سے ہے۔ بیس سال مالک رہے گا۔ اور وہ خزائن زمین کو نکالے گا اور شرک کے شہروں کو فتح کرے گا (یہی مضمون کتاب الاصابہ میں بھی ہے)۔

حدیث ۲۸ اسی کتاب میں انہیں سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ علیؑ میرا وصی ہے۔ اور اسی کی اولاد سے القائم المنتظر المہدی ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کردے گا۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو نبی بنا کر بھیجا ہے کہ اس زمانے میں اس کی امامت پر قائم اور اس کے قائل رہنے والے کبریت احمر سے زیادہ کمیاب اور عزیز تر ہوں گے۔ یہ سن کر جابرؓ کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا آپ کے فرزند قائمؑ کے لئے غیبت ہے؟ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم ہے۔ تاکہ خدا مومنین کو چھانٹ کر نکالے اور کافرین کو ہلاک کرے۔ اور فرمایا اے جابرؓ یہ خدا کے بھیدوں میں سے ایک بھید اور اس کے پردوں میں سے ایک پردہ ہے۔ تو اس میں ہرگز شک نہ کرنا۔ کیونکہ امر الٰہی میں شک کرنا کفر ہے۔ مہدیؑ کے باب میں شک کرنے والا یقیناً کافر ہے۔

حدیث ۲۹ اسعاف الراغبین میں علامہ محمد الصبان المصری بسلسلہ رواۃ طبرانی و رویانی وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مہدیؑ میری اولاد سے ہے۔ اس کا چہرہ مثل ستارۂ درخشاں ہے۔ اور رنگ عربی ہے اور جسم جسم اسرائیلی یعنی طویل وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ اور اس کی خلافت پر تمام اہل زمین و اہل آسمان خوش ہوں گے ایضاً وہ نوجوان سرمگین چشم ملے ہوئے ابروؤں۔ اُٹھی ہوئی ناک اور گھنی ڈاڑھی والا ہے۔ اس کے دائیں رخسار پر خال سیاہ ہے اور بائیں ہاتھ پر خال سیاہ ہے۔

حدیث ۳۰ اسی کتاب میں طبرانی کی روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے خبر دی ہے۔ کہ مہدی ادھر اُدھر دیکھتا ہوگا۔ کہ ناگاہ عیسٰے بن مریمؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ گویا کہ ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہوگا۔ اور مہدی ان سے کہیں گے۔ کہ آگے بڑھیئے اور لوگوں کو نماز پڑھائیے۔ پس عیسٰے فرمائیں گے۔ کہ مہدی نماز تیرے لئے قائم کی گئی ہے۔ تب عیسٰے میرے فرزند مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے (یہی مضمون مسلم وغیرہ میں بھی مروی ہے)۔

حدیث ۳۱ احمد بن حنبل اور ماوردی نے نقل کیا ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ کہ بشارت ہو تمہیں **مہدی** کی۔ جو ایک مرد قریش ہے میری عترت سے۔ وہ لوگوں کے اختلاف و اضطراب و زمین کے لرزنے کی حالت میں خروج کرے گا۔ پس وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کردے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔ اس سے ساکنان زمین و آسمان خوش ہوں گے وہ مال کو مساوی حصص میں تقسیم کرے گا۔ اور اس وقت امت محمدی کے دل تونگری سے پُر ہو جائیں گے اور ان پر اس کا عدل چھا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا۔ کہ جس کو مال کی حاجت ہو۔ وہ آئے۔ تو سوائے ایک شخص کے کوئی اس کے پاس مال لینے نہ آئے گا۔ اس سے مہدی فرمائیں گے۔ تو محافظ مال دربان کے پاس جا۔ وہ تجھے دے دے گا۔ وہ اس کے پاس آئے گا اور کہے گا۔ کہ میں مہدی کا قاصد ہوں۔ تیرے پاس آیا ہوں۔ کہ تو مال عطا کرے۔ وہ کہے گا بھر لے۔ وہ بھر لے گا یہاں تک کہ اس سے اٹھ نہ سکے گا۔ پھر وہ کم کرے گا۔ اور اٹھا کر لے چلے گا۔ اور پھر شرمندہ ہو کر کہے گا۔ کہ امت محمدی میں سے کوئی طالب مال نہ ہوا۔ اور میں مال لینے آیا اور واپس ہو گا۔ اور خزانچی سے کہے گا۔ یہ واپس لے لو۔ وہ جواب دے گا۔ کہ جو چیز ہم دے دیں۔ پھر واپس نہیں لیتے ۔

حدیث ۳۲ کتاب غایت المرام میں حذیفہ یمانی سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے ایک خطبے میں آئندہ آنے والے واقعات و حادثات کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو دراز کردے گا۔ تا اینکہ میری اولاد سے ایک شخص کو مبعوث کرے۔ جس کا نام میرا نام ہوگا۔ سلمان فارسیؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلعم کس کی اولاد سے ہوگا۔ آپؐ نے حسینؑ کے اوپر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اس کی اولاد سے ہوگا۔ اسی کتاب میں عبدالرحمٰن بن عوف سے قریب قریب یہی مضمون مروی ہے ۔

حدیث ۳۳ اسی کتاب میں جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مہدی میری اولاد سے ہے۔ اس کا نام میرا نام ہے اور اس کی کنیت میری کنیت یعنی ابوالقاسم محمد وہ تمام لوگوں کی نسبت خلق و خُلق و صورت و سیرت میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں بہت سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ مثل شہاب ثاقب آئے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کردے گا ۔

حدیث ۳۴ ابوامامہ الباہلی سے حافظ ابو نعیم نے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؐ نے ایک خطبے میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ پھر مدینہ صاف کیا جائے گا جس طرح لوہا صاف کیا جاتا ہے۔ اور وہ دن یوم الخلاص (رہائی و رستگاری کا دن) کہلائے گا۔ ام شریک نے عرض کیا۔ اس وقت عرب کس حال میں ہوں گے۔ فرمایا۔ وہ اس وقت بہت تھوڑے ہوں گے۔ اور وہ کل خانہ مقدس میں ہوں گے۔ اور ان کا امام مہدیؑ ہوگا۔ اور وہ مرد صالح ہے

اور حذیفہ یمانی سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اے حذیفہ تباہ ہو اس امت کے ملوک جبابرہ کا کس طرح سے یہ لوگوں کو قتل کریں گے اور ان کو وطن سے نکالیں گے۔ الا اس شخص کو جو ان کی اطاعت کرے۔ پس اس وقت مومن متقی ان سے زبانی محبت ظاہر کرے گا۔ اور دل سے بھاگے گا۔ پس جب اللہ چاہے گا۔ کہ اسلام کی عزت کو دوبارہ لوٹائے۔ تو ہر ایک بادشاہ جبار کی گردن توڑ دے گا۔ اور ذلیل کر دے گا۔ اور وہ ہر ایک شے پر قادر ہے۔ اور بعد خرابی کے اس امت کی اصلاح کرے گا۔ اے حذیفہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو بڑھا دے گا۔ یہاں تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص بادشاہ و مالک زمین ہو۔ لڑائیاں اس کے ہاتھ ہوں گی۔ اور وہ اسلام کو ظاہر کرے گا۔ اور خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

حدیث ۳۵ ابوسعید خدری سے کتاب عقد الدرر میں مروی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ کہ آخرالزماں میں بادشاہ کی طرف سے بلا شدید نازل ہوگی۔ جس سے سخت کبھی سننے میں نہیں آئی۔ یہاں تک کہ زمین ان کے لئے تنگ ہو جائے گی۔ اور زمین ظلم و جور سے پر ہو جائے گی۔ پس مومن کہیں جائے پناہ نہ پائے گا۔ پس اللہ میری بقیہ عترت و اہلبیتؑ سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا۔ اور وہ زمین کو عدل و داد سے پر کر دے گا جیسا کہ ظلم و جور سے پر ہو گئی ہوگی۔ اہل آسمان و اہل زمین اس سے خوش ہوں گے۔ زمین اپنی نباتات نکال دے گی۔ اور آسمان بارش سے کچھ باقی نہ رکھے گا۔ زندہ تمنا کریں گے کہ مردے زندہ ہوتے تو دیکھتے۔ کہ خدا نے اہل زمین کے لئے کیسی خیر حتیائی ہے (اس کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے)

حدیث ۳۶ ابوسعید خدری ہی سے بغوی نے اخراج کیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد بہت فتنے اٹھیں گے۔ اور ان میں مارپیٹ و بھاگ دوڑ ہوگی۔ پھر ان کے بعد اور ان سے بھی شدید فتنے ہوں گے۔ جس وقت کہا جائے گا کہ اب ختم ہو گئے۔ وہ اور بڑھ جائیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی گھر عرب کا بغیر فتنہ کے باقی نہ رہے گا اور ہر ایک مسلم کو پہنچے گا۔ یہاں تک کہ

ایک شخص میری امت میں سے خروج کرے گا۔

حدیث ۳۷ کتاب البیان میں علی الہلالی سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے اپنے مرض الموت میں جناب فاطمہؑ سے حالات آخرالزمان اور اپنے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس نے مجھ کو نبی بنایا ہے۔ انہی دونوں (حسنینؑ) سے مہدی امت ہے۔ جب دنیا ہرج و مرج بن جائے گی اور فتنے غالب آجائیں گے۔ اور راستے بند ہو جائیں گے۔ اور لوگ ایک دوسرے کو لوٹیں گے بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں گے۔ اور چھوٹے بڑوں کو تعظیم نہ دیں گے۔ تو اس وقت اللہ انہی دونو میں سے اس شخص کو مبعوث کرے گا۔ جو ضلالت کے قلعوں کو فتح کرے گا اور دلوں کے قفل توڑے گا اور آخرالزمان میں اسی طرح دین کو قائم کرے گا۔ جس طرح میں نے اول اسلام میں قائم کیا تھا۔ اور وہ دنیا کو عدل و داد سے پُر کر دے گا الخ۔ اسی طرح اس کو صاحب حلیۃ نے ذکر کیا ہے۔

حدیث ۳۸ ابوسعید خدری ہی سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ مہدی ہم اہل بیتؑ میں سے وہ بلند بینی ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔

حدیث ۳۹ تمیم الداری سے ثعلبی نے کتاب العرائس میں روایت کیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ انطاکیہ میں ایک غار ہے۔ جس میں الواح موسےٰؑ ہیں۔ اور ہر ایک بدلی جو اس پر سے گزرتی ہے اپنی برکت نازل کرتی ہے اور زمانہ ختم نہ ہو گا۔ تاآنکہ میرے اہل بیتؑ میں سے اس کا مالک ہو۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔

حدیث ۴۰ ابوسعید خدری سے کتاب الفتن میں مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہم ہی میں سے ہے وہ جس کے پیچھے عیسےٰ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔ اور وہ مہدی ہی ہے جس کی اقتدا عیسےٰ کریں گے۔

ابوہریرہ سے حافظ ابونعیم نے روایت کی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص مالک زمین نہ ہو لے۔ جو قسطنطنیہ اور جبل دیلم کو فتح کرے گا۔ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو بڑھا دے گا۔ کہ وہ قسطنطنیہ کو فتح کرے۔

یہ تمام احادیث بطریق اہل سنت کتب اہلسنت میں مروی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی احادیث

ہیں۔ جن کو بوجہ طوالت درج نہیں کیا گیا۔ چنانچہ ایک ایک مفصل و مطول کتاب اس جناب کے باب میں لکھی گئی ہے۔ مثلاً محمد ابن محمد شافعی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں فرماتے ہیں۔ کہ میں نے یہ کتاب اس طرز سے لکھی ہے۔ کہ اس میں کوئی حدیث بطریق شیعہ درج نہیں کی گئی۔ تاکہ استدلال محکم ہو۔ اور محل اعتراض باقی نہ رہے۔ اور محدث موصوف نے اس کتاب میں حالات مہدیؑ آخر الزماں میں پچیس باب حسب ذیل ترتیب دیئے ہیں۔ باب اول خروج مہدی آخر الزماںؑ کے ذکر میں۔ باب دوم اس بات کے ثبوت میں کہ مہدی عترت رسولؐ و اولاد علیؑ و بتولؑ ہی سے ہے نہ اور کوئی۔ باب سوم اس بیان میں کہ مہدیؑ سادات اہل بہشت سے ہے۔ باب چہارم اس امر کے بیان میں کہ پیغمبرؐ نے مہدی آخر الزماںؑ کی بیعت کا حکم دیا ہے۔ باب پنجم اس بیان میں کہ اُس کے خاص انصار اہل مشرق ہوں گے۔ باب ششم اس امر کے بیان میں کہ مدت سلطنت آنجناب کس قدر ہے۔ باب ہفتم اس امر میں کہ عیسٰی ابن مریمؑ اُس کے پیچھے نماز پڑھیں گے باب ہشتم نشانات مہدیؑ کے بیان میں۔ باب نہم اس کے ثبوت میں کہ مہدیؑ خاص اولاد امام حسینؑ سے ہے نہ اولاد امام حسنؑ سے۔ باب دہم کرم مہدیؑ کے بیان میں۔ باب یازدہم اُن لوگوں کے خیال کی رد میں ہے جو کہتے ہیں کہ مہدیؑ عیسٰی بن مریمؑ ہیں۔ باب دوازدہم اس حدیث کی شرح کہ پیغمبرؐ اول امت ہیں اور مہدیؑ وسط امت اور عیسٰی آخر امت۔ باب سیزدہم کنیت و نام مہدیؑ اور آنحضرتؐ سے شباہت کے بیان میں۔ باب چہاردہم اُس مقام کے بیان میں جہاں سے مہدی آخر الزماںؑ خروج فرمائیں گے۔ باب پانزدہم اس امر کے بیان میں کہ مہدیؑ آخر الزماں پر مثل رسول خداؐ ابر سایہ فگن ہو گا۔ باب شانزدہم اس بیان میں کہ ایک فرشتہ آپ کے سر پر مؤکل ہو گا جو ندا کرے گا۔ باب ہفتدہم رنگ و جسم و اوصاف مہدیؑ کے بیان میں۔ باب ہیجدہم خال رخسار کے بیان میں۔ باب نوزدہم کیفیت ندا، وقت ظہور و خروج کے بیان میں۔ باب بستم قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے بیان میں۔ باب بست ویکم اس بیان میں کہ خروج مہدی بعد ملوک جبابرہ ہے۔ باب بست و دوم اس بیان میں کہ مہدیؑ امام صالح ہے۔ باب بست و سوم اس بیان میں کہ امت محمدی عہد مہدی آخر الزماں میں نعمتہائے گوناگوں سے متنعم ہو گی۔ باب بست و چہارم اس بیان میں کہ مہدیؑ خلیفہ خدا ہے۔ باب بست و پنجم اس امر کے بیان میں کہ مہدیؑ روز ولادت سے غائب اور زندہ و موجود ہے۔ اور یہ کہ کوئی استحالہ عقلی یا نقلی اس کے زندہ موجود رہنے میں نہیں ہے وغیرہ کچھ ان ابواب میں مذکور ہے۔ تقریباً

کل کا کل بیانات سابقہ واحادیث مذکورہ میں ثابت ہو چکا ہے) ٭ حافظ ابو نعیم نے کتاب الاربعین میں چالیس حدیثیں مہدی آخرالزمانؑ کے باب میں درج کی ہیں۔ اور مضمون سب کا تقریباً یہی ہے جو ہم نے مختلف کتب سے ان چالیس حدیثوں میں نقل کیا ہے۔ سید ابن طاؤس نے ایک سو دس حدیثیں اپنی کتاب مسمیٰ کشف المخفی میں نقل کی ہیں بایں تفصیل۔ صحیح بخاری سے تین۔ صحیح مسلم سے گیارہ جمع بین الصحیحین حمیدی سے دو۔ جمع بین الصحاح عبدری سے گیارہ۔ فضائل الصحابہ سے سات۔ ثعلبی سے پانچ۔ غریب الحدیث دینوری سے چھ۔ کتاب الفردوس سے چار مسند فاطمہؑ دار قطنی سے چھ۔ مسند علیؑ دار قطنی سے تین۔ مبتدا کسائی سے دو۔ مصابیح حسین بن مسعود فراء سے پانچ۔ ملاحم منادی سے چونتیس۔ کتاب ابن مطبق سے تین۔ کتاب الفتح ابوالفتح فرغانی سے تین استیعاب نمری سے دو۔ یہ ایک سو دس ہوئیں۔ جزو ثانی سنن محمد بن یزید ماجہ میں سات۔ اور حدیثیں سید موصوف نے دیکھیں اور حافظ ابو نعیم کی چالیس مل کر ایک سو ستاون ہوئیں۔ گویا سید موصوف کی نظر سے بطریق اہل سنت ایک سو ستاون حدیثیں مہدی آخرالزمانؑ کے باب میں گزری ہیں۔ مگر احادیث امامت و خلافت و ولایت ائمہؑ اثنا عشر واحادیث تشخیص اہل بیت ملا کر دو سو سے بھی زیادہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں ہے ٭

فصل

احادیث مرویہ از اہلبیت علیہم السلام

حدیث ۱ ابن عباسؓ سے کتاب اکمال الدین میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جب مجھ کو معراج ہوئی۔ اور میں اپنے پروردگار کے پاس پہنچا۔ تو مجھ کو ندا آئی۔ اے محمدؐ! میں نے کہا۔ لبیک یارب العظمۃ۔ پس وحی ہوئی۔ کہ اے محمدؐ کس لئے میں نے تجھ کو اس مقام ملاء اعلےٰ سے مخصوص کیا۔ عرض کیا۔ یاالٰہی مجھ کو اس کا علم نہیں۔ پھر ندا آئی۔ اے محمدؐ! تو نے آدمیوں

میں سے کس کو اپنا بھائی۔ وزیر اور اپنے بعد وصی بنایا؟ میں نے عرض کیا۔ اے میرے معبود تو ہی مجھے خبر دے۔ کہ میں کس کو اپنا وصی بناؤں۔ تب مجھ کو وحی ہوئی۔ کہ اے محمدؐ میں نے تیرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب کو اختیار کیا ہے۔ اے محمدؐ میں نے اس کو تیرا اور تیرے علم کا وارث اور روز حساب صاحب لواء الحمد قرار دیا ہے۔ اور اسی کو تیرے حوض کا ساقی بنایا ہے۔ جو تیری امت کو سیراب کرے گا۔ اے محمدؐ! میں نے اپنے اوپر قسم کھائی ہے۔ کہ اس حوض سے تیرا اور تیرے اہل بیت اور ذریت طیبین طاہرین کا دشمن ہرگز سیراب نہ ہوگا۔ اور نہ پی سکے گا۔ اور اے محمدؐ! میں ضرور تیری امت کو بہشت میں داخل کروں گا۔ مگر اس کو جو خود انکار کرے۔ میں نے عرض کیا۔ اے پروردگار کیا کوئی ہے جو دخول جنت سے انکار کرے۔ پس مجھ کو وحی ہوئی۔ کہ کیوں نہیں۔ اے محمدؐ! اپنی مخلوقات میں سے میں نے تجھ کو اختیار کیا ہے۔ اور تیرے بعد تیرے لئے وصی اختیار کیا ہے۔ اور اس کو تجھ سے وہ منزلت ہے جو ہارونؑ کو موسےٰ سے ہے۔ مگر تیرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور تیرے دل میں اس کی محبت ڈال دی ہے۔ اور اس کو تیری اولاد کا باپ بنایا ہے پس تیرے بعد تیری امت پر اس کا وہی حق ہے۔ جو تیری زندگی میں تیرا ہے پس جس نے اس کے حق سے انکار کیا۔ اس نے تیرے حق سے انکار کیا۔ اور جس نے اس کی دوستی سے انکار کیا اس نے تیری دوستی سے انکار کیا۔ اور جس نے تیری دوستی سے انکار کیا اس نے دخول جنت سے انکار کیا۔ یہ سن کر میں سجدۂ شکر میں گر گیا۔ پس ندا آئی۔ کہ اے محمدؐ! سر اٹھا اور مجھ سے سوال کر میں عطا کروں گا۔ میں نے عرض کیا۔ الٰہی میری امت کو ولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ پر جمع کر دے۔ تاکہ سب کے سب روز قیامت میرے حوض پر وارد ہوں۔ پس وحی ہوئی۔ کہ اے محمدؐ میں نے اپنے بندوں کو خلق کرنے سے پہلے ہی ان میں ایک حکم جاری کر دیا ہے۔ اور میری تقضا ضرور ان میں جاری ہو کر رہے گی تاکہ اس کے ذریعہ سے جس کو چاہوں ہلاک کروں اور جس کو چاہوں ہدایت دوں۔ امتحان روز الست میں ہو چکا ہے۔ میں نے علیؑ کو تیرے بعد تیرا علم دے دیا ہے۔ اور تیرے اہل وامت پر خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور عہد کر لیا ہے۔ کہ جو اس کو دوست رکھے گا اس کو بہشت میں داخل کروں گا۔ اور اس کو ہرگز داخل بہشت نہ کروں گا جو اس کو دشمن رکھے۔ اور تیرے بعد اس کی ولایت سے انکار کرے۔ پس جس نے اس کو دشمن رکھا۔ اس نے تجھ کو دشمن رکھا۔ اور جس نے تجھ کو دشمن بنایا اس نے مجھ کو دشمن بنایا۔ جس نے اس سے عداوت کی اس نے تجھ سے عداوت کی۔ اور جس نے تجھ سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی جس نے اس کو دوست بنایا۔ اس نے تجھ کو دوست بنایا۔ جس نے

تجھ کو دوست بنایا۔ اس نے مجھ کو دوست بنایا پس مَیں نے اس کے لئے یہ فضیلت قرار دے دی ہے اور تجھ کو یہ دیا ہے۔ کہ اس کے صلب سے گیارہ ہادی مہدی نکالوں۔ جو کل کے کل تیری دختر بتولؑ عذراؑ کے بطن سے ہوں گے۔ اور ان میں آخری وہ شخص ہوگا۔ جس کے پیچھے عیسٰےؑ بن مریمؑ نماز پڑھے گا اور وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔ اس کے ذریعہ سے مَیں لوگوں کو ہلاکت سے بچاؤں گا۔ اور ضلالت سے ہدایت کروں گا۔ اندھوں کو اچھا کروں گا۔ اور مریض کو شفا بخشوں گا۔ مَیں نے عرض کیا۔ الٰہی ایسا کب ہوگا؟ وحی ہوئی۔ کہ یہ اس وقت ہوگا۔ جبکہ علم دنیا سے اُٹھ جائے گا۔ جہل غالب آجائے گا۔ عمل کم ہو جائے گا اور قتل زیادہ ہدایت کرنے والے فقہاء کم ہوں گے اور خائن و گمراہ کنندہ فقہاء بہت۔ اور شعراء بکثرت لوگ قبروں کو مسجد بنا لیں گے۔ قرآن کو مزین کیا جائے گا اور مسجدوں کو زیب و زینت سے آراستہ۔ جور و فساد بہت بڑھ جائے گا۔ فعل قبیح غالب ہوگا۔ اور تیری امت بجائے امر بالمعروف نہی عن المعروف اور امر بالمنکر کرے گی۔ اچھے کاموں سے روکے گی اور بُرے کاموں کا حکم دے گی۔ مرد مردوں سے حاجت پوری کریں گے اور عورتیں عورتوں سے۔ امراء کافر ہو جائیں گے اور اولیاء فاجر۔ ان کے اعوان و انصار ظالم اور اہل الرائے فاسق۔ اس وقت زمین میں تین خسف واقع ہوں گے (زمین اندر دھس جائے گی) ایک مشرق میں۔ ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں۔ اور بصرہ تیری ذریت کے ایک شخص کے ہاتھ سے خراب ہوگا۔ جس کے ساتھ زنگی ہوں گے۔ اور ایک شخص اولاد حسینؑ سے خروج کرے گا۔ اور دجال سجستان سے خروج کرے گا۔ اور سفیانی خروج کرے گا۔ مَیں نے عرض کی۔ یا الٰہی میرے بعد کب سے فتنے شروع ہوں گے۔ پس مجھ کو بلائے بنی امیہ و بنی عباس اور جو کچھ کہ روز قیامت تک ہونے والا ہے۔ سب کی وحی کی گئی۔ پس یہ سب باتیں مَیں نے اپنے ابن عم علیؑ سے کہہ دیں۔ جبکہ مَیں وہاں سے اُتر کر زمین پر آیا اور پیغام الٰہی پہنچایا۔ و للہ الحمد علی ذالک کما حمدہ النبیون و کما حمدہ کل نبی قبلی وما هو خالقه الی یوم القیامة۔

حدیث ۲ اسی کتاب میں حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ کہ رسول خداؐ نے خبر دی ہے۔ کہ جب مجھ کو آسمان پر لے گئے۔ تو میرے پروردگار جل جلالہ نے وحی کی۔ کہ اے محمدؐ! مَیں نے ایک مرتبہ زمین کی طرف نظر کی۔ تو تجھ کو پسند کیا۔ اور نبی بنایا۔ اور اپنے نام سے تیرا نام مشتق کیا۔ پس مَیں محمود ہوں اور تو محمدؐ۔ پھر دوبارہ دیکھا۔ تو علیؑ کو پسند کیا اور اس کو

تیرا وصی اور خلیفہ بنا دیا۔ اور تیری دختر کا شوہر اور تیری ذریت کا باپ قرار دیا۔ اور اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا۔ پس میں علیٰ اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ۔ اور تمہارے دونوں کے نور سے فاطمہؑ وحسنینؑ کو خلق کیا۔ اور ان کی ولایت کو ملائکہ پر پیش کیا۔ جس نے قبول کیا اس کو مقرب بنا لیا۔ اے محمدؐ اگر کوئی بندہ میری یہاں تک عبادت کرے کہ سوکھ کر مثل خشک مشک کے ہو جائے۔ اور پھر ان کی ولایت کا منکر ہو کر میرے پاس آئے۔ تو میں ہرگز اس کو جنت میں جگہ نہ دوں گا اور اپنے عرش کے سایہ میں نہ لوں گا۔ اے محمدؐ کیا تم دوست رکھتے ہو کہ ان کو دیکھو؟ میں نے کہا۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ پس حکم ہوا کہ سر اٹھا۔ پس میں نے سر اٹھایا۔ ناگاہ میں نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و علی بن الحسینؑ و محمد بن علیؑ و جعفرؑ بن محمد و موسیٰ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و محمد بن علیؑ و علیؑ بن محمد و حسنؑ بن علیؑ و محمد بن الحسنؑ القائمؑ کے نور دیکھے۔ اور محمد بن الحسنؑ العسکری القائمؑ ان کے بیچ میں مثل کوکب درخشاں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ یہ کون ہیں۔ وحی ہوئی۔ یہ ائمہؑ ہیں۔ اور یہ جو کھڑا ہوا ہے (القائمؑ) اسی سے اپنے حلال کو حلال اور حرام کو حرام کروں گا۔ اور اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا۔ اور وہ میرے اولیاء کے لئے راحت ہے۔ اور وہ تیرے شیعوں کے دلوں کو ظالمین کافرین و جاحدین سے شفا دے گا۔ وہ لات وعزیٰ کی لاشوں کو تازہ نکالے گا اور جلائے گا۔ پس اس دن لوگوں کا امتحان گوسالہ سامری کے امتحان سے زیادہ سخت ہوگا۔

حدیث ۳ عبدالرحمان بن سمرہ سے اسی کتاب میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جو لوگ دین خدا میں جھگڑتے اور مجادلہ کرتے ہیں۔ ان پر ستر نبی اللہ لعنت کرتے ہیں۔ اور جو آیات الٰہی میں مجادلہ کرے۔ وہ کافر ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ وَمَا یُجَادِلُ فِیْ آیَاتِ اللّٰہِ اِلَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْکَ تَقَلُّبُھُمْ فِی الْبِلَادِ۔ اور جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے۔ وہ خدا پر افترا کرتا ہے۔ اور جو بلا علم کے فتوے دیتا ہے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ہر ایک بدعت ضلالت ہے۔ اور ہر ایک ضلالت کا راستہ جہنم۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ مجھ کو ہدایت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جب کہ خواہشات مختلف اور رائیں متفرق ہو جائیں تو تجھ پر لازم ہے۔ کہ علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ ہو۔ کیونکہ وہی میری امت کا امام اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اور وہی وہ فاروق امت ہے جو حق و باطل میں تمیز دیتا ہے۔

جو اس سے پوچھے اسے جواب دے گا۔ جو اس سے ہدایت چاہے اسے راہ راست دکھلائے گا۔ اور جو حق اس کے پاس تلاش کرے تو پائے گا۔ جو اس کے پاس ہدایت ڈھونڈے لے لے گا۔ جو اس سے پناہ لے امن میں رہے گا۔ جو اس سے تمسک کرے وہ اس کو نجات دے گا۔ جو اس کی اقتداء کرے اس کو ہدایت کرے گا۔ اے ابن سمرہ تم میں سے وہی سالم رہے گا۔ جس نے اس کو مان لیا۔ اور اس سے محبت کی۔ اور ہلاک ہو گا وہ جس نے اس کی بات کو رد کیا۔ اور اس سے دشمنی کی۔ اے ابن سمرہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے۔ میری روح اس کی روح ہے اور اس کی طینت میری طینت۔ وہ میرا بھائی ہے اور میں اس کا بھائی۔ وہ میری بیٹی فاطمہؑ سیدۃ النساء العالمین کا شوہر ہے۔ اور اسی سے امام دو میرے فرزند سید شباب اہل جنت حسنؑ و حسینؑ اور نو فرزندان حسینؑ ہیں۔ ان کا نواں امام قائم الزمان ہے۔ جو زمین کو عدل وداد سے پُر کر دے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔

حدیث ۴ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اوّل مرتبہ زمین کی طرف توجہ کی تو مجھ کو پسند کیا اور نبی بنایا۔ دوبارہ نظر کی۔ تو علیؑ کو اختیار کیا۔ اور اس کو امام بنایا۔ اور مجھ کو حکم دیا۔ کہ میں اس کو اپنا بھائی ولی۔ وصی خلیفہ اور وزیر بناؤں۔ پس میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہے۔ اور وہی میری دختر کا شوہر ہے۔ اور میرے نواسوں حسنؑ و حسینؑ کا باپ ہے۔ آگاہ رہو۔ کہ مجھ کو اور ان کو خدا نے اپنے بندوں پر اپنی حجت قرار دیا ہے۔ اور خدا نے اولاد حسینؑ سے امام بنائے۔ جو میرے امر پر قائم ہوں گے۔ اور میری وصیت کی نگہداشت کریں گے۔ ان میں سے نواں قائم اہلبیتؑ و مہدی امتؑ ہے۔ جو جملہ شمائل و افعال و اقوال میں سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے شباہت رکھتا ہے۔ وہ غیبت طویلہ و حیرت مضلہ کے بعد ظاہر ہو گا۔ تاکہ امر الٰہی کا اعلان کرے۔ اور دین خدا کو ظاہر کرے۔ وہ نصرت خدا سے مؤید ہو گا۔ اور ملائکہ اس کی مدد کریں گے۔ فیملا الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا۔

حدیث ۵ ابو حمزہ ثمالی نے اپنے باپ سے اور اس نے بواسطہ صادق آل محمدؐ حضرت رسولؐ مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جبرئیل نے رب العزت کی طرف سے خبر دی۔ کہ اس نے ارشاد فرمایا۔ جس نے یہ اعتقاد رکھا۔ کہ میں ہی معبود وحدہٗ لاشریک ہوں۔ اور محمدؐ میرا بندہ و رسول ہے۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ میرا خلیفہ اور

اس کی اولاد کے ائمہ میری حجت ہیں۔ میں اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کروں گا۔ اور اپنے عفو سے آتش جہنم سے نجات دوں گا۔ اور اپنی ہمسائیگی اس کے لئے مباح کروں گا۔ اور اپنی کرامت اس کے لئے واجب کر دوں گا۔ اور اپنی نعمت اس پر تمام کر دوں گا۔ اور اس کو اپنے مقربین مخصوصین سے بنا لوں گا۔ اگر وہ مجھ کو ندا کرے گا۔ تو میں لبیک کہوں گا۔ اگر وہ دعا کرے گا۔ تو میں قبول کروں گا۔ اگر وہ سوال کرے گا۔ تو میں عطا کروں گا۔ اگر وہ خاموش رہا اور نہ مانگا۔ تو میں ابتداء کروں گا اور خود دوں گا۔ اگر اس سے بدی سرزد ہو جائے تو میں رحم کروں گا۔ اگر وہ مجھ سے بھاگے تو میں اس کو بلاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف رجوع کرے تو میں اس کو قبول کروں گا۔ اگر وہ میرا دروازہ کھٹکھٹائے تو میں کھول دوں گا۔ اور جو یہ شہادت نہ دے کہ میں معبود وحدۂ لاشریک ہوں اور محمدؐ میرا بندہ ورسولؐ ہے۔ یا یہ شہادت دے مگر یہ شہادت نہ دے کہ علیؑ ابن ابی طالب میرا خلیفہ ہے۔ یا یہ بھی شہادت دے مگر یہ شہادت نہ دے کہ اس کی اولاد کے امام میری حجت ہیں۔ تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا ہے۔ اور میری عظمت کو حقیر جانا ہے۔ اور میری آیات کی تکذیب کی ہے۔ پس اگر وہ میرا قصد کرے۔ تو میں اس سے محجوب نہ ہوں گا۔ اگر وہ سوال کرے۔ تو اس کو محروم نہ رکھوں گا۔ اگر وہ مجھ کو پکارے تو اس کی ندا نہ سنوں گا۔ اگر دعا کرے تو اس کی دعا قبول نہ کروں گا۔ اگر وہ مجھ سے امیدوار ہو۔ تو اس کو ناکام رکھوں گا۔ یہ اس کی میری طرف سے جزا ہے۔ اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔ پس یہ سن کر جابر بن عبداللہ الانصاری کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ اولاد علیؑ سے ائمہ کون ہیں؟ فرمایا۔ الحسنؑ والحسینؑ سید شباب اہل الجنہ سید العابدین علیؑ ابن الحسینؑ۔ الباقرؑ محمد بن علیؑ۔ اے جابرؓ تو اس کو عنقریب دیکھے گا۔ پس میرا سلام پہنچا دینا۔ الصادق جعفرؑ بن محمدؑ۔ الکاظم موسےؑ بن جعفرؑ۔ الرضاء علیؑ بن موسےؑ۔ التقی محمدؑ بن علیؑ۔ النقی علیؑ بن محمدؑ۔ الزکی الحسنؑ بن علیؑ۔ پھر اس کا فرزند قائم بالحق مہدی امت جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اے جابرؓ۔ یہی میرے اوصیاء، خلفاء، میری اولاد اور میری عترت ہیں۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا۔ انہی سے خدا آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے۔ اور زمین کو ہلنے سے حفاظت کئے ہوئے ہے۔ وہ ارکان ارض و اقطاب سماء ہیں ۞

حدیث ۶ یحییٰ بن قاسم نے بحوالہ صادق آل محمدؑ آنحضرتؐ ہی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میرے بعد امام بارہ ہوں گے۔ اوّل ان کا علیؑ ہے۔ اور آخر ان کا مہدی قائمؑ۔ یہی میرے خلفاء اور اوصیاء اور حجج اللہ ہیں۔ ان کا مقر مومن ہے اور ان کا منکر کافر۔

حدیث ۷ اصبغ بن نباتہ نے حضرتؐ سے روایت کی ہے۔ ایک روز جناب امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب ہمارے پاس آئے در آنحالیکہ حضرت حسنؑ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں تھا۔ اور فرماتے تھے کہ رسول خداؐ ایک دن ہمارے پاس آئے۔ در آنحالیکہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میرے بعد بہترین خلق اور سردار خلق یہ میرا بھائی ہے اور وہ امام ہے ہر مسلم کا اور مولا ہے ہر ایک مومن کا۔ اور آگاہ رہو۔ کہ میں کہتا ہوں۔ کہ میرے بعد بہترین خلق اور سردار خلق یہ میرا فرزند حسنؑ ہے۔ اور ہر مومن کا امام و ربطے ہے۔ اور میرے بعد اس پر ظلم کیا جائے گا جس طرح بعد رسولؐ مجھ پر ظلم کیا گیا۔ اور بعد حسنؑ بہترین خلق و سردار خلق اس کا بھائی حسینؑ مظلوم ہے۔ جو زمین کربلا پر قتل کیا جائے گا۔ لیکن وہ اور اس کے اصحاب روز قیامت سرداران شہداء ہیں۔ اور بعد حسینؑ اس کی اولاد سے نو امام ہیں جو خلفاء اللہ و حجج اللہ و امین وحی خدا و ائمۃ المسلمین و قادۃ المومنین و سادۃ المتقین ہیں۔ ان کا نواں مہدی قائمؑ ہے۔ جس کے سبب سے خدا زمین کو بعد تاریکی نور سے پُر کر دے گا۔ اور بعد جور عدل سے اور بعد جہل علم سے بھر دے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو نبی اور مجھ کو امام بنایا ہے۔ اس باب میں آسمان سے جبرئیل امین کی زبانی وحی نازل ہوئی ہے۔ اور بیشک رسول خداؐ سے ائمہ کی بابت پوچھا گیا۔ جبکہ میں آپؐ کے ساتھ تھا۔ تو آپؐ نے سائل سے فرمایا۔ والسماء ذات البروج ان عدد ہم بعدد البروج۔ قسم ہے برجوں والے آسمان کی کہ ان کی تعداد بروج آسمان کی تعداد کے برابر ہے۔ اور قسم ہے پروردگار لیل و نہار و ایام و شہور کی کہ ان کی تعداد عدد ماہ ہائے سال کے برابر ہے۔ سائل نے پوچھا۔ وہ کون ہیں؟ تو میرے اوپر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اوّل ان کا یہ ہے۔ اور آخر مہدیؑ۔ جس نے ان کو دوست رکھا۔ اس نے مجھ کو دوست رکھا۔ انہی سے خدا اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ اور انہی سے بارش نازل فرماتا ہے۔ اور انہی کی برکات سے نبات اُگاتا ہے الخ۔

حدیث ۸ حسین بن خالد نے بحوالہ جناب موسیٰ بن جعفرؑ آنحضرتؐ سے روایت کی ہے۔

کہ آپ نے ایک حدیث میں حضرت علیؑ کی وصایت و امامت و ولایت کا ذکر کرتے ہوئے۔ آخر میں فرمایا حسنؑ و حسینؑ اپنے باپ کے بعد میری امت کے امام ہیں اور سردار اہل جنت۔ اور ان کی ماں تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہے۔ اور ان کا باپ سید الاوصیاء ہے۔ اور حسینؑ ہی کی اولاد سے نو امام ہیں۔ جن کا نواں میری اولاد میں امام قائمؑ ہے۔ ان کی اطاعت میری اطاعت ہے اور ان کی معصیت میری معصیت۔ میں ہی کی فضیلت کے منکرین کی خدا ہی سے شکایت کرتا ہوں۔ وکفی باللہ ولیا ناصرًا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

حدیث ۹ ـ الحسین بن خالد نے بحوالہ علی بن موسی الرضاؑ آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں سردار ہوں جملہ مخلوقات کا۔ اور کل ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین سے افضل ہوں۔ اور میں ہی صاحب شفاعت و صاحب حوض کوثر ہوں۔ اور میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں۔ جس نے ہم کو پہچان لیا۔ اُس نے خدا کو پہچان لیا۔ اور جس نے ہمارا انکار کیا اُس نے خدا کا انکار کیا۔ علیؑ ہی کی اولاد سے سبطین امت سید شباب اہل جنت حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور اولاد حسینؑ سے نو امام۔ ان کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور ان کی معصیت میری معصیت۔ ان کا نواں قائم زماں و مهدی امت ہے ۞

حدیث ۱۰ ـ علی ابن الحسن السائح نے بحوالہ الحسن العسکریؑ آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک طولانی حدیث میں حضرت علیؑ و اپنی عترت و ذریت کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ علیؑ بن ابی طالبؑ میرے بعد امام ہے۔ اور بعد اس کے حسنؑ اور بعد اس کے حسینؑ۔ پھر نو امام اس کی اولاد سے یکے بعد دیگرے تمہارے امام و خلفاء اللہ ہیں۔ اور ان کا نواں قائمؑ امت ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ آگاہ رہو۔ کہ ان کو وہی دوست رکھے گا۔ جن کی ولادت طیب ہے۔ اور ان کو وہی دشمن رکھے گا۔ جس کی ولادت خبیث ہے۔ .... الی ان قال اے ابن مسعود تو میرے اس کہنے سے اپنے دل میں تنگ نہ ہونا۔ میں اپنی خواہش نفس اور بناوٹ سے نہیں کہ رہا ہوں مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی تو ایسا کہے گا تو پروردگار عزت دار کا منکر ہو گا۔ پھر ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر دعا کی اور فرمایا۔ اللّٰهم وال من والاہ وعاد من عاداہ الخ

حدیث ۱۱ ـ سلمان فارسیؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے مرض الموت میں جناب فاطمہؑ سے خطاب کر کے ایک طولانی حدیث فرمائی۔ جس کا اکثر مضمون پہلے آ چکا ہے۔

جو بطریق اہل سنت مروی ہے)۔ اور آخر میں فرمایا۔ اور بعد ازاں اوصیاء ائمہ اسی حسینؑ کی اولاد سے ہیں۔ اور ہم اہل بیتؑ میں ہی سے مہدیؑ ہے . . . . پھر فرمایا اے علیؑ تو میرے بعد باقی رہے گا۔ اور قریش سے شدت و ظلم دیکھے گا۔ پس جو ان میں سے تیرے خلاف تیرے دشمنوں کی ظلم میں مدد دے۔ تو اگر تجھ کو ان کے خلاف اعوان و انصار مل جائیں۔ تو ان سے جہاد کرنا۔ اور اپنے موافقین کو لے کر مخالفین سے لڑنا۔ اور اگر تجھ کو انصار و مددگار نہ ملیں۔ تو تو صبر کر۔ اور اپنا ہاتھ روک رکھ۔ اور اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈال۔ کیونکہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ ہارونؑ موسیٰؑ سے۔ اور تجھ کو ہارونؑ کی پیروی ضروری ہے۔ جب کہ ان کی قوم نے ان کو ضعیف بنا دیا۔ اور قریب تھا کہ ان کو قتل کر دیں۔ پس قریش کے ظلم پر صبر کر۔ تو بمنزلہ ہارونؑ ہے۔ اور وہ لوگ بمنزلہ گوسالہ۔ اے علیؑ اختلاف و افتراق امت کی بابت قضا جاری ہو چکی ہے۔ اور اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ اور مخالفین پر جلد عذاب نازل کر دیتا۔ مگر اس نے دنیا کو دارالاعمال اور آخرت کو دارالقرار بنایا ہے۔ تاکہ بندوں کو ان کی بدی کا بدلہ دے اور نیکوں کو ان کی نیکی کی جزاء۔ فقال علیہ السلام شکراً علی نعمائہ وصبراً علی بلائہ ۔

حدیث ۱۲ علی بن عاصم نے بحوالہ جناب امام محمد بن علی التقیؑ آنحضرتؐ سے ایک بہت طولانی حدیث نقل کی ہے۔ جس کے بعض فقرات یہ ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ حسینؑ کی شان بہ نسبت زمین کے آسمان میں بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اور اس کے صلب میں خدا نے ایک نطفہ طیبہ مبارکہ زکیہ قرار دیا ہے۔ بعد ازاں ائمہ اولاد حسینؑ کے نطفوں اور ان کے فضائل خاصہ کے ذکر کے بعد فرمایا۔ کہ اور اللہ تعالےٰ نے اس کے صلب میں نطفہ مبارکہ زکیہ طیبہ طاہرہ مطہرہ قرار دیا ہے۔ جس سے ہر ایک مومن خوش و راضی ہوگا۔ اور جاحد و منکر اس کا انکار کرے گا اور ناراض ہوگا۔ اور وہ امام تقی نقی مرضی ہادی مہدیؑ ہے۔ جس کا اول بھی عدل ہے۔ اور آخر بھی عدل ہے۔ وہ اللہ کی تصدیق کرے گا اور اللہ اس کی تصدیق کرے گا۔ وہ ارض مکہ سے خروج کرے گا۔ یہاں تک کہ دلائل و علامات ظاہر ہوں گی۔ اور اس کے لئے طالقان میں خزانے ہیں۔ جو نہ سونے کے ہیں نہ چاندی کے بلکہ دراز قد گھوڑے اور شاندار سوار ہیں۔ جن کو خدا دور دراز ملکوں سے بتعداد اصحاب بدر جمع کر دے گا یعنی تین سو تیرہ۔ اور اس کے ساتھ ایک صحیفہ سربمہر ہوگا۔ جس میں اس کے اصحاب کے

درج ہوں گے مع ان کے حسب و نسب وجائے سکونت و صنعت و حرفت اور ان کی زبان اور
کی کنیت ۔ جو کمار غیر قرار اور اس کی اطاعت میں سعی کرنے والے ہوں گے ۔ اُبی نے کہا۔
رسول اللہؐ! وہ دلائل و علامات کیا ہیں؟ فرمایا۔ ایک علم ہے کہ جب اس کے خروج کا وقت قریب
ا۔ تو وہ علم آپ ہی آپ کھل جائے گا۔ اور خدا اس کو گویائی عطا فرمائے گا۔ اور وہ علم اسی جناب
ے مناجات کرے گا۔ اور کہے گا۔ اے ولی خدا خروج کر اور دشمنان خدا کو قتل کر۔ اور اس کے دو رایت
رو علامت ہیں۔ اور اس کی ایک تلوار ہے جو نیام میں ہوگی۔ پس جب وقت خروج قریب ہوگا۔
خود نیام سے باہر آجائے گی۔ اور خدا اسے گویا کرے گا اور تلوار پکارے گی۔ خروج کر۔ اے ولی خدا اب
تجھے حلال نہیں ہے کہ دشمنان خدا کے قتل سے بیٹھ رہے۔ پس وہ خروج کرے گا۔ اور دشمنان خدا کو جہاں
ئے گا قتل کرے گا۔ اور حدود الٰہی کو قائم کرے گا اور بحکم خدا حکم کرے گا۔ وہ خروج کرے گا در آنحالیکہ
جبرئیلؑ اس کے دائیں طرف ہوں گے۔ اور میکائیلؑ بائیں طرف۔ اور شعیبؑ و صالحؑ اس کے مقدمہ پر
ہوں گے۔ . . . . خوشحال اس کا جو اس کو دیکھے اور اس سے محبت کرے۔ اسے خدا
ہلاکت سے نجات دے گا۔ اس کا اور ائمہ کا اور رسول اللہؐ کا اقرار باب جنت کھولتا ہے۔ اور ان
کی مثال زمین میں مشک کی سی ہے جس کی مہک پھیلتی رہتی ہے۔ اور آسمان میں مثل اس ماہتاب
کے جس کی روشنی کبھی گل نہیں ہوتی ۔

حدیث ۱۳ ابو حمزہ ثمالی نے بحوالہ امام محمد باقرؑ اور انہوں نے اپنے جد حسینؑ سے
روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا . . . . اے حسینؑ تیرے
صلب سے خدا نے نو امام چنے ہیں اور اختیار کئے ہیں۔ اور نواں ان کا قائم مہدیؑ ہے
وکلکم فی الفضل عند اللہ سواء۔ اور خدا کے نزدیک فضیلت میں تم سب مساوی ہو۔

حدیث ۱۴ جابرؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں حضرت زہراؑ کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ تو دیکھا کہ ان کے آگے ایک لوح ہے۔ جس میں ان کی اولاد کے اوصیاءؑ و
ائمہؑ کے نام ہیں۔ میں نے گنا۔ تو بارہ نام تھے۔ اور بارھواں ان کا مہدیٔ امت ہے تین ان
میں محمد تھے اور چار علیؑ ۔

حدیث ۱۵ ثابت ابن دینار نے بحوالہ سید العابدینؑ روایت کیا ہے۔ کہ رسول خداؐ نے
فرمایا۔ کہ میرے بعد امام بارہ ہوں گے۔ اوّل ان کا علیؑ ہے اور آخر ان کا
مہدی قائم الزمانؑ۔ جس کے ہاتھ پر خدا مشارق و مغارب عالم کو فتح کرے گا ۔

حدیث ۱۶ سلیم بن قیس ہلالی نے جناب امیرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ایک طولانی حدیث بیان فرمائی۔ جس کا آخر یہ ہے۔ جملہ ائمۂ اولاد حسینؑ کو نام بنام ذکر کرکے فرمایا۔ اے برادر بنی ہلال مہدئ امت بھی محمد (ابن الحسن العسکری) ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا بعد اس کے کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اور خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ کون کون درمیان رکن و مقام اس سے بیعت کرے گا۔ ان کے نام اور حسب و نسب پہچانتا ہوں۔

حدیث ۱۷ جابر بن عبداللہ الانصاری آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ مہدی میری اولاد سے ہے۔ اس کا نام میرا نام ہے۔ اور اس کی کنیت میری کنیت۔ اور تمام لوگوں سے خلق و خلق میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہو گی۔ جس میں بہت سی امتیں گمراہ ہو جائیں گی۔ پھر وہ مثل شہاب ثاقب آئے گا اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔

حدیث ۱۸ ابو حمزہ نے بحوالہ محمد الباقرؑ آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا خوشا حال اس کا جو میرے قائم اہل بیتؑ کو پائے۔ اور وہ وہی ہے۔ جس کی غیبت میں قبل قیام اقتداء کی جائے گی۔ اور اس کے اولیاء سے دوستی کی جائے گی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کی جائے گی۔ یہ میرے رفقاء اور اہل مودت میں سے ہے۔ اور یہ روز قیامت مجھ پر سب سے مکرم ہے۔

حدیث ۱۹ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد میرے اوصیاء اور خلفاء اور حجت خدا بارہ ہیں۔ اول ان کا میرا بھائی ہے اور آخر میرا بیٹا۔ آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ بھائی کون ہے۔ فرمایا۔ علیؑ۔ دریافت کیا گیا۔ کہ بیٹا کون ہے فرمایا مہدی جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو نبی۔ بشیر و نذیر بنایا ہے۔ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو بڑھا دے گا یہاں تک کہ اس میں میرا بیٹا مہدی خروج کرے۔ پس عیسٰے بن مریمؑ نزول فرمائیں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور زمین اس کے (حضرت محمد مہدی ابن الحسن العسکری علیہم الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ) نور سے چمک اٹھے گی۔ اور اس کی سلطنت مشرق و مغرب عالم تک پھیل جائے گی۔

حدیث ۲۰ — سدیر نے بحوالہ حضرت صادقؑ بیان کیا ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ خوشا حال اس کا جو میرے قائم اہل بیت کو پائے۔ اور اس کے قیام سے پہلے اس کی اقتداء کرے۔ اور اس کو اور ائمہ اہل بیتؑ کو امام جانے۔ اور اس کے دشمنوں سے بیزار ہو۔

حدیث ۲۱ — ابو بصیر صادق آل محمدؐ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ مہدی میرا بیٹا ہے۔ اس کا نام میرا نام ہے۔ اور اس کی کنیت میری کنیت۔ وہ تمام لوگوں سے زیادہ خلق و خُلق میں مجھ سے مشابہ ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں لوگ اپنے دین سے پھر جائیں گے۔ پھر وہ مثل شہاب ثاقب آئے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔

حدیث ۲۲ — صالح بن عقبہ نے اپنے باپ سے اور اس نے بحوالہ باقر العلومؑ آنحضرتؐ سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ مہدی میری اولاد سے ہے اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں امتیں گمراہ ہو جائیں گی۔ وہ ذخائر انبیاء کو لائے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ اور بہترین عبادت اس کی فرج کا انتظار کرنا ہے۔

حدیث ۲۳ — ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ میری امت کا امام ہے۔ اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اور اسی کی اولاد سے امام قائم منتظر ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس نے مجھ کو نبی بنایا ہے۔ کہ اس کے زمانۂ غیبت میں اس کی امامت پر قائم رہنے والے کبریت احمر سے زیادہ عزیز ہوں گے (کما متو)۔

حدیث ۲۴ — اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے۔ کہ میں ایک دن جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ بیٹھے ہوئے زمین کرید رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا حضرتؑ کیا آپ کو اس کی خواہش ہے؟ فرمایا نہیں اے ابن نباتہ میں نے کبھی زمین اور دنیا میں رغبت نہیں کی۔ لیکن ایک بچے کی بابت غور کر رہا ہوں۔ جو میری اولاد سے ہوگا۔ اور وہ جو میری اولاد سے گیارھواں ہے۔ اور وہی وہ مہدی ہے، جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اور اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں کچھ لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ اور کچھ دوسرے ہدایت پر آئیں گے۔ راوی نے عرض کیا۔ کیا ایسا ہونے والا ہے

فرمایا۔ ہاں گویا وہ پیدا ہو چکا ہے۔ اور تمہیں اس امر کا علم کہاں ہے۔ اے اصبغ یہی لوگ بہترین امت ہیں۔ جو بہترین عترت کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے کہا۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔ فرمایا جو کچھ کہ خدا چاہے ؂

حدیث ۲۵ عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی نے بحوالہ جناب امام محمد تقیؑ جناب امیرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ ہم ہیں سے امام قائمؑ کے لئے غیبت ہے۔ جس کی مدت طویل ہے۔ گویا کہ میں شیعوں کو اس کی غیبت کے زمانے میں دیکھ رہا ہوں۔ چوپایوں کی طرح پھرتے ہیں اور پناہ نہیں پاتے۔ اور چراگاہ میں نہیں پہنچتے۔ آگاہ رہو۔ کہ جو شخص اس وقت دین پر قائم رہے اور طول غیبت کی وجہ سے اس کے دل میں قساوت نہ پیدا ہو جائے۔ تو وہ روز قیامت میرے درجے میں ہوگا۔ پھر فرمایا۔ کہ جب قائم آل محمدؐ قیام فرمائے گا۔ تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہوگی۔ پس اسی واسطے اس کی ولادت پوشیدہ رہے گی۔ اور اس کا وجود ظاہری غائب ہوگا ؂

حدیث ۲۶ حسین بن خالد نے علی بن موسی الرضاؑ کے حوالے سے روایت کی ہے۔ کہ جناب امیرؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔ اے حسینؑ تیرا نواں فرزند ہی امام قائمؑ بالحق ہے۔ وہ دین کو ظاہر کرنے والا اور عدل کو پھیلانے والا ہے۔ آپ نے عرض کیا یا امیرالمومنینؑ کیا یہ ہونے والا ہے۔ فرمایا۔ ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو نبی بنایا ہے اور تمام مخلوقات پر برگزیدہ کیا ہے۔ یہ ضرور ہونے والا ہے۔ لیکن بعد غیبت وحیرت جن میں وہ مخلص ہی ثابت رہیں گے جو روح یقین رکھتے ہیں۔ اور اللہ نے ان سے ہماری ولایت کا عہد لیا ہے۔ اور ان کے دلوں پر ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی ایک روح سے ان کی تائید فرمادی ہے ؂

حدیث ۲۷ اور جابر بن عبداللہ سے بطریق متعددہ مروی ہے۔ کہ انہوں نے صحیفہ جناب فاطمہؑ میں اسماء چہاردہ معصومینؑ لکھے ہوئے دیکھے۔ اور اس کے آخر میں یہ تھا۔ ابوالقاسم محمد بن الحسن ھو حجۃ اللہ علی خلقہ القائمؑ امہ جاریۃ اسمھا نرجس یعنی بعد حسن العسکریؑ (امام بارھواں) ابوالقاسم محمد بن الحسن العسکریؑ ہے۔ اور وہی حجۃ اللہ القائم ہے۔ اس کی والدہ کا نام نرجسؑ ہے۔ تمام عبارت بوجہ طول درج نہیں کی گئی ؂

حدیث ۲۸ ابو سعید عقیصا سے مروی ہے۔ کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی۔ تو لوگ حضرتؑ کو ملامت کرنے لگے۔ اس وقت آپؑ نے ایک طولانی بیان کے

بعد فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ ہم میں سے کوئی امام نہیں ہے۔ مگر اس کی گردن میں طاغیۂ زماں کی بیعت ہوگی۔ سوائے امام مہدی قائم ۔جس کے پیچھے عیسٰے بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔ کیونکہ خدا ان کی ولادت کو پوشیدہ رکھے گا اور ان کو نظروں سے غائب۔ تاکہ جب وہ خروج کرے۔ تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو۔ اور وہ میرے بھائی حسینؑ کی اولاد میں سے نواں ہے ذریتِ فاطمہؑ سیدۃ نساء العالمین سے۔ زمانۂ غیبت میں اس کی عمر طولانی ہوگی۔ پھر وہ بقدرتِ خدا تقریباً چالیس سالہ جوان کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور یہ اس لئے ہے کہ لوگ جان لیں کہ خدا ہر شے پر قادر ہے۔ بیعت معنی معاہدہ خاص ہے جیسا اس روایت سے ثابت ہے۔

حدیث ۲۹ عبدالرحمن بن الحجاج نے بحوالہ جناب صادق آلِ محمدؑ بیان کیا ہے۔ کہ امام حسینؑ نے فرمایا۔ کہ میرے نویں فرزند میں سنتِ یوسفؑ و سنتِ موسٰےؑ ہے اور وہی مہدی قائم اہلبیت ہے۔ خدا اس کا کام ایک رات میں درست کردے گا۔ اور فرمایا۔ قائم امتِ محمدی میرا نواں فرزند ہے۔ اور وہی صاحبِ غیبت ہے۔ اس کی میراث تقسیم کی جائے گی حالانکہ وہ زندہ ہوگا۔

حدیث ۳۰ ابو خالد سے ایک طولانی حدیث کے ذیل میں حضرت زین العابدینؑ سے مروی ہے۔ کہ آپؑ نے جعفر کے حالات بیان کرتے ہوئے کہ وہ ناحق دعوئے امامت کرے گا۔ فرمایا۔ کہ غیبت ولی اللہ کے وقت بادشاہ وقت اس کی تفتیش کرے گا تاکہ اس کو قتل کردے۔ یہاں تک کہ سائل نے اس سوال کے جواب میں کہ پھر کیا ہوگا فرمایا۔ ہمارے بارھویں وصیؑ اور بارھویں امامؑ کے لئے ایک طولانی غیبت ہوگی۔ اے ابو خالد اس کے زمانۂ غیبت میں اس کی امامت کے قائل اور اس کے ظہور کے منتظر تمام زمانوں کے مومنین سے بہتر ہیں۔ ان کو اللہ نے وہ عقل و فہم و معرفت عطا کی ہے کہ ان کے نزدیک غیبت امام بمنزلہ حضور و شہود ہے۔ اور وہ مثل ان لوگوں کے ہیں۔ جو زمانۂ رسولؐ میں آنحضرتؐ کے ساتھ مجاہدہ کرتے تھے۔ یہی مخلصین ہیں۔ اور یہی سچے شیعہ و داعی حق۔ اور فرمایا۔ انتظارِ فرج بہترین عمل ہے۔

حدیث ۳۱ ثابت ہلالی سے مروی ہے۔ کہ جناب سید العابدینؑ نے فرمایا۔ کہ آیہ مجیدہ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ۔ ہمارے باب میں نازل ہوئی ہے۔ اور ہماری ہی شان میں نازل ہوئی ہے۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ اور امامت روز قیامت تک اولادِ حسینؑ میں ہے۔ اور ہم میں سے امام قائمؑ کے لئے دو غیبتیں

ہیں۔ ایک دوسری سے طولانی ہے۔ لیکن غیبت اوّل[1] پس چھ دن چھ ماہ اور چھ سال ہے۔ اور دوسری کی مدت بہت طولانی ہوگی۔ اکثر وہ لوگ جو اس امام کے قائل ہیں پھر جائیں گے۔ اور نہیں باقی رہے گا امامت پر مگر وہی جس کا ایمان قوی ہوگا۔ اور اس کی معرفت صحیح ہوگی۔ اور ہمارے بیان سے دل میں تنگی نہ دیکھے گا اور ہم اہل بیتؑ کو تسلیم کرے گا۔

حدیث ۳۲ محمد بن مسلم الثقفی سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ جناب امام محمد باقرؑ فرماتے تھے۔ کہ مہدی قائم ہم اہل بیت میں سے ہے۔ جو رعب سے منصور اور نصرت الٰہی سے مؤید ہے۔ اس کے لئے طے الارض ہوگا۔ اور خزائن زمین اس کے لئے ظاہر ہو جائیں گے۔ اور اس کی سلطنت مشرق و مغرب عالم تک پہنچ جائے گی۔ اور اسی کے ذریعہ سے خدا اپنے دین کو تمام ادیان باطلہ پر غلبہ ظاہری عطا کرے گا۔ اگرچہ مشرکین کو ناگوار گزرے۔ پس زمین پر کوئی جائے خراب باقی نہ رہے گی مگر یہ کہ آباد ہو جائے گی۔ اور عیسٰے بن مریمؑ روح اللہ آسمان سے اتریں گے۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ وہ کب خروج کرے گا۔ فرمایا۔ جب مرد عورتوں سے اور عورتیں مردوں سے مشابہت پیدا کر لیں گی۔ اور مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے حاجت روائی کریں گی۔ اور عورتیں زین پر سوار ہوں گی۔ جھوٹی شہادتیں اس وقت قبول ہوں گی اور سچی رد۔ اور لوگ خونریزی کو نہایت سبک اور خفیف خیال کریں گے اور زنا کے باسانی مرتکب ہوں گے اور سود حلال سمجھا جائے گا اور لوگ شریروں سے ان کی زبان کے خوف سے ڈریں گے۔ اور سفیانی ملک شام سے خروج کرے گا۔ اور یمانی یمن سے۔ اور زمین بیدا متخسف ہو جائے گی۔ اور ایک لڑکا اولاد رسولؐ سے خانہ کعبہ میں درمیان رکن و مقام قتل کیا جائے گا جس کا نام محمد بن الحسن نفس زکیہ ہوگا۔ اور آسمان سے صیحہ ہوگا۔ کہ حق اس امام زماں اور اس کے پیروؤں کے ساتھ ہے۔ پس اس وقت ہمارے قائم کا خروج ہوگا۔ جب خروج کرے گا تو کعبہ سے تکیہ کر کے کھڑا ہوگا۔ اور تین سو تیرہ مرد اس کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ اور وہ اول یہ آیت تلاوت کرے گا بَقِيَّةُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔ یعنی باقی ماندہ خدا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ پھر فرمائے گا۔ أَنَا بَقِيَّةُ اللهِ وَخَلِيفَتُهُ وَحُجَّتُهُ۔ میں بقیہ خدا و خلیفہ خدا و حجت خدا ہوں۔ پھر ایک مسلمان اس کو اس طرح سلام کرے گا۔ السلام علیک یا بقیۃ اللہ فی ارضہ۔ پھر جس وقت

---

[1] اوّل چھ دن خاص غیبت ہوگی۔ کہ سوائے مخصوصین کے کوئی نہ دیکھے گا پھر چھ ماہ اور بعض مومنین دیکھیں گے۔ اور پھر چھ سال تک اور لوگ بھی۔ بعد ازاں غیبت کبریٰ واقع ہو جائے گی۔ تیسری غیبت کا اس میں ذکر نہیں ہے جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔

اس کے لشکر کی تعداد پوری ہو جائے گی یعنی دس ہزار اصحاب جمع ہو جائیں گے۔ تو خروج کرے گا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے خدا کے اور کوئی معبود باقی نہ رہے گا۔ اور کسی بُت کا نام نہ ہو گا۔ اور ہر ایک بُت جل کر خاک سیاہ ہو جائے گا۔ اور یہ سب ایک طولانی غیبت کے بعد ہو گا۔ تا کہ اللہ تمیز کر دے۔ کہ کون اطاعت بالغیب کرتا ہے اور غیب پر ایمان لاتا ہے اور کون نہیں؛

حدیث ۳۳ صفوان بن مہران نے حضرت صادق سے روایت کی ہے۔ کہ اس جناب نے فرمایا۔ کہ جو تمام ائمہ کا اقرار اور مہدی کا انکار کرے۔ وہ ایسا شخص ہے۔ جس نے تمام انبیاء سابقین کا اقرار کیا اور محمد مصطفےٰ اور ان کی نبوت کا انکار کیا۔ آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ آپ کی اولاد میں سے مہدی کون ہے؟ فرمایا۔ ساتویں امامؑ کی پانچویں اولاد۔ جو بظاہر غائب رہے گا۔ اور اس زمانہ غیبت میں اس کا نام لینا جائز نہیں ہے؛

حدیث ۳۴ مفضل بن عمران نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے چودہ نور خلقت زمین و آسمان سے چودہ ہزار برس پہلے خلق فرمائے۔ اور وہ ہمارے نور ہیں۔ راوی نے پوچھا۔ یا ابن رسول اللہ وہ چودہ کون کون ہیں۔ فرمایا۔ محمد و فاطمہ و علیؑ والحسنؑ والحسینؑ اور نو اولاد حسینؑ جن کا آخر وہ امام قائمؑ ہے جو بعد غیبت خروج کرے گا اور دجال کو قتل کرے گا۔ اور زمین کو ہر ایک ظلم و جور سے پاک کر دے گا؛

حدیث ۳۵ ابن محمد الحمیدی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے سائل کے جواب میں فرمایا۔ کہ غیبت میری اولاد میں چھٹے کے لئے ہو گی۔ اور وہ بارھواں امامؑ ان ائمہ ہدیٰ سے ہے۔ جن کا پہلا علیؑ ہے اور آخر وہ امامؑ قائم بالحق بقیۃ اللہ فی الارض صاحب الزمان۔ خدا کی قسم اگر وہ اپنی غیبت میں بقدر زمانہ نوحؑ بھی رہے۔ تب بھی وہ ضرور ظاہر ہو گا۔ یہاں تک کہ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا؛

حدیث ۳۶ یونس بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے موسےٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا ابن رسول اللہ کیا آپ امام قائمؑ ہیں؟ فرمایا ہم سب امام قائم بالحق ہیں۔ لیکن وہ امام قائم جو زمین کو دشمنان خدا سے پاک کرے گا اور اس کو عدل و داد سے پُر کر دے گا وہ میری نسل سے پانچواں فرزند ہے۔ جس کی غیبت طولانی ہو گی۔ کچھ

لوگ اس زمانے میں مرتد ہو جائیں گے۔ اور کچھ ثابت رہیں گے۔ خوشحال ہمارے ان شیعوں کا جو اس زمانے میں ہماری موالات پر قائم رہیں۔ اور ہم سے متمسک اور ہمارے دشمنوں سے بیزار ہوں۔ خوشحال ان کا۔ وہ روز قیامت ہمارے درجے میں ہوں گے۔

حدیث ۳۷ حسین بن خالد نے حضرت رضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؑ نے وقتِ معلوم کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ وقتِ معلوم (جس وقت تک شیطان کو مہلت دی ہوئی ہے) ہمارے قائمؑ کے خروج کا وقت ہے۔ پوچھا گیا یا ابن رسول اللہؐ قائم اہل بیتؑ کون ہے؟ فرمایا۔ میری نسل سے چوتھا فرزند۔ فرزند سردار کنیزان خدا اسی کے ذریعہ سے زمین کو ظلم و جور سے پاک کرے گا۔ اور وہ وہی ہے جس کی ولادت میں لوگ شک کریں گے۔ اور وہ خروج سے پہلے غائب رہے گا۔ پس جب وہ خروج کرے گا۔ تو زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور میزان عدل لوگوں میں کھڑی کی جائے گی۔ پس کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے گا۔ اور اس کیلئے طے الارض ہوگا۔ اور اس کا سایہ نہ پڑے گا۔ اور اسی کے لئے منادی آسمان سے ندا کرے گا جس کو تمام اہل زمین سنیں گے۔ اور ندا یہ ہوگی۔ اَلَا اِنَّ حُجَّةَ اللهِ قَدْ ظَهَرَ عِنْدَ بَيْتِ اللهِ۔ آگاہ ہو جاؤ۔ کہ حجتِ خدا نے خانہ کعبہ میں ظہور کیا ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ کیونکہ حق اس کے ساتھ ہے۔ اور اسی میں ہے۔ اور یہی مراد ہے خدا کے اس قول کی۔ وَاِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ۔ یعنی اگر ہم چاہیں۔ تو ایسی آیت آسمانی نازل کریں کہ سب کی گردنیں اس کے لئے جھک جائیں۔

حدیث ۳۸ ریان بن الصلت سے مروی ہے۔ کہ اس نے جناب رضاؑ سے پوچھا۔ کہ کیا تم صاحب الامر ہو؟ فرمایا۔ ہاں میں امام صاحب الامر ہوں۔ لیکن میں وہ امام صاحب الامر نہیں ہوں۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا جبکہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔ اور میں کیونکر وہ صاحب الامر ہو سکتا ہوں۔ حالانکہ تو میرے جسم کی لاغری اور ضعف دیکھ رہا ہے۔ اور وہ جب خروج کرے گا۔ تو جوان رعنا ہوگا۔ حتےٰ کہ اگر وہ زمین کے سب سے بڑے درخت کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ تو اس کو جڑ سے اکھیڑ دے گا۔ اور اگر وہ پہاڑوں کے درمیان چلائے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اس کے ساتھ عصائے موسیٰؑ و انگشتری سلیمانؑ ہوگی۔ اور میری نسل سے وہ چوتھا فرزند ہے۔ خدا اس کو اپنے حجاب قدرت میں غائب رکھے گا۔ پھر ظاہر کرے گا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

حدیث ۳۹ عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے محمدؑ بن علی التقیؑ سے دریافت کیا۔ کہ میں یہ امید کرتا ہوں۔ کہ آپؑ ہی قائمؑ اہل بیتؑ ہیں جو زمین کو عدل وداد سے پُر کر دیں گے؟ فرمایا اے ابوالقاسم ہم اہل بیتؑ میں سے ہر ایک امام قائم بامر خدا ہادی دین ہے۔ لیکن وہ قائمؑ جس سے خدا زمین کو اہل کفر و جحود سے پاک کرے گا اور عدل سے پُر کرے گا۔ وہ ہے جس کی ولادت لوگوں پر پوشیدہ رہے گی۔ اور وہ ان سے غائب ہو گا۔ اور اس کا نام لینا حرام ہو گا۔ اور وہ ہمنام و ہم کنیت رسولؐ (محمد ابوالقاسمؑ ہے) اسی کے لئے زمین لپیٹی جائے گی۔ اور ہر ایک سخت شے نرم و مطیع ہو جائے گی۔ اور اس کے پاس بقدرِ تعداد اصحاب بدر اصحاب جمع ہو جائیں گے۔ اور وہ تین سو تیرہ ہیں۔ جو دور دراز کے ملکوں سے اکٹھے ہوں گے۔ اور یہی مراد ہے خدا کے اس قول سے أَيْنَمَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ تم جہاں کہیں ہو گے خدا تم کو اکٹھا کر لائے گا۔ اور وہ ہر شے پر قادر ہے جب یہ اصحاب جمع ہو جائیں گے۔ تو اس کے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور جب دس ہزار کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ تو وہ باذنِ خدا خروج کرے گا۔ اور برابر دشمنانِ خدا کو قتل کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ خدا راضی ہو جائے۔ راوی نے پوچھا۔ آقا وہ کیوں کر معلوم کرے گا کہ خدا راضی ہو گیا؟ فرمایا۔ خدا اس کے دل میں رحم ڈال دے گا۔ وہ اپنے شہر میں داخل ہو گا۔ اور لات وعزیٰ کو نکال کر جلائے گا۔

حدیث ۴۰ داؤد بن قاسم الجعفری نے امام علیؑ بن محمد التقیؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ کہ میرا قائم مقام میرے بعد میرا فرزند ہے۔ مگر تمہارا کیا حال ہو گا اس فرزند کے ساتھ جو میرے فرزند کا لختِ جگر ہے۔ راوی نے کہا۔ کیوں؟ فرمایا۔ کہ وہ امام غائب ہے اور زمانہ غیبت میں اس کا نام لینا جائز نہیں ہے۔ عرض کیا۔ اور کیا کہیں فرمایا۔ الحجۃ من آل محمدؐ۔ اور فرمایا۔ کہ صاحب الامر وہ ہے۔ جس کی بابت لوگ کہیں گے۔ کہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور صقر بن دلف سے فرمایا۔ کہ امام میرے بعد میرا بیٹا حسنؑ ہے۔ اور اس کے بعد اس کا فرزند القائمؑ جو زمین کو عدل وداد سے پُر کردے گا۔

حدیث ۴۱ اسحٰق بن سعد الاشعری سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں ابو محمد الحسنؑ العسکری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تا کہ اس کے جانشین کی بابت سوال کروں۔ تو آپؑ نے میرے سوال سے پیشتر ہی فرمایا۔ کہ جب سے خدا نے آدمؑ کو خلق کیا ہے زمین کو کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں چھوڑا۔ اور نہ روز قیامت تک اس کو خالی چھوڑے گا۔ اسی کے

ذریعے سے خدا بلاء اہل زمین سے دفع فرماتا ہے۔ اور بارش نازل کرتا ہے اور برکات زمین سے نکالتا ہے۔ راوی نے پوچھا۔ اے مولا آپ کے بعد امام کون ہے؟ پس آپ جلدی سے اُٹھے اور اندر گئے اور کندھے پر ایک لڑکے کو لے کر آئے۔ جو مثل ماہ شب چہاردہ کے تھا اور قریب تین یا چار سال کے سن تھا۔ اور فرمایا اے اسحاق اگر تو عند اللہ مکرم نہ ہوتا۔ تو اس حجتِ خدا اپنے بیٹے کو تجھے نہ دکھاتا۔ جو ہمنام وہم کنیتِ رسولؐ ہے۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اے اسحاق اس کی مثال اس امت میں مثل خضرؑ و ذوالقرنینؑ ہے۔ ایک طولانی غیبت اس کے لئے ہے۔ جس میں سوائے مومنین کاملین اور کوئی ہلاکت سے نہ بچے گا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے عرض کیا۔ کہ کوئی علامت ہے جس سے میرا اطمینان کامل ہو پس اُس کردہ بچہ خود گویا ہوا۔ اور بزبان فصیح فرمایا۔ اَنَا بَقِیَّةُ اللّٰہِ فِی اَرْضِہٖ وَالْمُنْتَقِمُ مِنْ اَعْدَائِہٖ لَا تَطْلُبُ اَثَرًا بَعْدَ عَیْنٍ یعنی میں بقیۂ خدا ہوں اس کی زمین میں۔ اور میں ہی اس کے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہوں۔ اس عینی شہادت کے بعد میرے نشان کی تلاش نہ کر۔ الخ۔

اس طرح کی احادیث اس کثرت سے ہیں۔ کہ اگر سب کو لکھا جائے۔ تو ایک مکمل کتاب بن جائے ان احادیث کا مضمون بالکل اُن احادیث کے مطابق و موافق ہے۔ جو بطریق اہل سنت درج کی گئی ہیں۔ صرف بعض الفاظ کا فرق و کمی بیشی ہے۔ اور اس لئے یہ اثنی حدیثیں تشخیص مہدی آخرالزماں میں متفق علیہ بین الفریقین ہیں۔ اور کوئی مسلمان سُنی یا شیعہ از رُوئے دیانتِ اسلامیہ انکار نہیں کر سکتا۔ اور تشخیص زمین و تخصیص مہدی کے لئے کافی سے بھی زیادہ ہیں۔ لیکن چونکہ ان احادیث میں جابجا لفظ اہل بیت آیا ہے کہ مہدی اہل بیتؑ نبوی سے ہے۔ اور اگرچہ انہی احادیث سے واضح ہے کہ اہلبیتؑ کا مصداق ائمہ طاہرینؑ و حضرات معصومینؑ ذریتِ ابراہیمؑ و عترتِ خاتم النبیینؐ ہیں۔ لیکن مزید توضیح کے لئے ہم ایک مفصل بحث اہل بیتؑ کی تشخیص میں درج کرتے ہیں۔ تاکہ پھر کسی شبہ کی گنجائش تشخیص مہدیؑ میں نہ رہے۔

فصل

فِی اَھْلِ الْبَیْتِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِیْ

بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا (احزاب)

ترجمہ: اے نبیؐ کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح تو نہیں ہو۔ اگر تمہیں پرہیزگاری منظور ہے۔ تو تم اجنبی سے کلام کرنے میں نرم نرم باتیں نہ کیا کرو۔ تاکہ جس کے دل میں مرض بے ایمانی ہے۔ وہ کہیں کچھ اور طمع نہ کرے۔ اور صاف صاف و شائستہ بات کرو۔ اور اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہو۔ اور اگلے زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگار دکھاتی پھرو۔ نماز پڑھا کرو۔ اور زکوٰۃ دیا کرو۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ اے اہل بیتؑ خدا چاہتا ہے کہ تم کو ہر ایک قسم کی آلودگی اور پلیدی سے پاک و طاہر رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ اور اے بیویو! تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں۔ ان کو یاد رکھو۔ بیشک خدا بڑا باریک بین اور واقف کار ہے۔

سیاقِ کلام سے صاف مفہوم ہوتا ہے۔ کہ ان آیات میں جملہ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ الخ" بالکل اُوپر اور ان سب سے الگ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام صیغے جمع مؤنث مخاطب کے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس آیت میں "علیکم" جمع مذکر مخاطب ہے۔ اور اسی طرح "یطہرکم" اگر جملے کو بیچ میں سے علیحدہ کر لیا جائے۔ تو اسلوب کلام بالکل درست اور عبارت بالکل موزون ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ آیت ان آیات میں اسی طرح سے داخل کی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کے مفہوم کے معلوم کرنے میں نفس الجملہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ بعض مثلاً ابن قتیل زمخشری اور عکرمہ کا تو یہ خیال ہے۔ کہ یہ آیت بھی ازواج نبیؐ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اہل بیتؑ سے مراد صرف حضرتؐ کی بیویاں ہی ہیں۔ اور بعض کا خیال ہے۔ کہ ان کے ساتھ حسنینؑ و فاطمہؑ و علیؑ بھی داخل ہیں۔ لیکن یہ دونوں خیال بہت شاذ و نادر ہیں۔ اور اکثر و بیشتر مؤرخین و مفسرین و محدثین کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ اہل بیتؑ سے مراد پنجتن پاک حضرت رسولؐ، علیؑ مرتضےٰ، فاطمۃ الزہراء اور حسنینؑ اور ان کی اولاد کے ائمہؑ ہیں تا مہدی آخر الزمانؑ۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ متقدمین میں یہ مسئلہ ایک حد تک متفق علیہ تھا۔ اور اہل بیتؑ نبیؐ مشہور و معروف تھے اکثر علماء محققین نے صرف فضائل و مناقب اہل بیتؑ میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور ان میں صرف انہی چہاردہ معصومین یعنی رسول مقبولؐ۔ فاطمۃ الزہراء اور ان کی اولاد کے بارہ اماموں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل نے کتاب المناقب اور امام نسائی نے کتاب المناقب اور حافظ ابو نعیم اصفہانی نے نزول القرآن فی مناقب اہل بیتؑ شیخ محمد ابن ابراہیم الجوینی الحموینی الشافعی الخراسانی نے

فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والزہراء والسبطین ۔ علی بن عمر الدار قطنی نے مسند فاطمہؑ ۔ ابو مؤید موفق ابن احمد خطیب خوارزمی الحنفی نے فضائل اہل البیتؑ علی بن محمد خطیب فقیہ الشافعی ابن المغازلی نے المناقب علی بن احمد المالکی نے فصول المہمہ علامہ السمہودی المصری نے جواہر العقدین سید علی بن شہاب الہمدانی نے مؤدۃ القربیٰ اور شیخ سلیمان الحسینی البلخی القندوزی نے ینابیع المودۃ وغیرہا بیشمار کتابیں فضائل اہل بیتؑ یعنی پنجتن پاکؑ اور ان کی اولاد طاہرینؑ کی شان میں لکھی گئی ہیں۔ محدث فاضل شیخ ابن محمد الہیثمی الشافعی نے صواعق محرقہ میں شیخ حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعی نے کتاب الاصابہ اور شیخ حافظ مجد الدین ابی السعادات المبارک بن محمد الاثیر الجزری الموصلی نے جامع الاصول میں حافظ نور الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی نے مجمع الزوائد میں شیخ عبد الرؤف المناوی المصری نے کنوز الدقائق میں۔ ابو عثمان عمرو بن بحر ابی الجاحظ المصری المعتزلی نے کتاب البیان والتبیین میں۔ سید محدث فاضل کامل محمد خواجہ پارسا البخاری نے فصل الخطاب میں شیخ امام عبد الرحمن بن محمد بن علی بن احمد البسطامی نے درۃ المعارف میں شیخ امام کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ الحلبی الشافعی نے الدر المنظم ۔ میں شیخ محی الدین العربی الطائی الحاتمی الاندلسی نے کتاب الدر المکنون والجواہر المصون میں اور شیخ علامہ ہاشم بن سلیمان بن اسمٰعیل الحسینی البحرانی نے کتاب المحجۃ میں شیخ جلال الدین السیوطی المصری نے جامع الصغیر میں وغیرہم جملہ محققین نے فضائل اہل بیتؑ کا ذکر کیا ہے۔ اور اہل بیتؑ سے مراد یہی بزرگوار لئے ہیں۔ اسی طرح صحاح ستہ۔ مسلم و بخاری و نسائی۔ ترمذی۔ ابو داؤد و موطا، یا ابن ماجہ نے اہلبیتؑ کی شان میں احادیث جمع کی ہیں۔ اور ان میں انہیں بزرگواروں کے فضائل ہیں۔ اور بہت سی کتب ہیں مثل المطالب العالیہ و ذخائر العقبیٰ و مشارق الاذواق وغیرہا میں اہلبیت نبیؐ یعنی پنجتن پاک اور ان کی اولاد طاہرینؑ کا ذکر ہے۔ اور اہل التشیع کے علماء متقدمین و متاخرین نے بیشمار کتابیں فضائل اہل بیتؑ میں لکھی ہیں۔ اور احادیث جمع کی ہیں۔ ان علماء مذکورین و غیر مذکورین میں سے کسی ایک نے بھی اپنی کتاب میں اہل بیتؑ سے مراد ازواج نبیؐ نہیں لی ہے۔ اور ان کی شان میں کتاب نہیں لکھی ہے۔ تاکہ کہا جا سکے۔ کہ اہل بیتؑ سے ان کی مراد ازواج تھی یا ازواج بھی تھی۔ متقدمین میں شاذ و نادر ہی کوئی اس کا قائل ہوا ہے کہ ازواج اہلبیت نبی میں داخل ہیں یا اہل بیت وہی ہیں۔ یہ اختلاف کچھ متاخرین ہی میں پیدا ہوا ہے۔ اور اس اختلاف کا باعث جس وقت سے بھی یہ فرض کیا جائے خود شان و فضائل و مناقب اہل بیتؑ ہی ہیں۔ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ جہاں انسان کا علم محیط نہیں ہوتا اور اس کا طائر

وہم وہاں تک نہیں پہنچتا۔ وہ اس کی تکذیب کرتا ہے۔ وَ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔ لوگ حسد کرتے ہیں اس چیز سے جو خدا نے ان کو اپنے خاص فضل و کرم سے دے رکھی ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ لَقَدْ اٰتَیْنَا اٰلَ اِبْرَاھِیْمَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت دی ہے اور ان کو ملک عظیم عطا کیا ہے۔

سیاقِ کلام ملک العلام اور آیات بینات فرقان حمید مجید سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اہل بیت ازواج نبی ہیں یا ازواج نبی ان میں داخل ہیں۔

اوّل اس لئے کہ اگر مراد ازواج ہوتیں۔ تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ خداوند عالم اس مقام پر اپنے اسلوبِ کلام کو بدل لیتا۔ اور بجائے "عَنْکُنَّ" "وَیُطَھِّرَکُنَّ" کے "عَنْکُمْ" "وَیُطَھِّرَکُمْ" فرماتا عورت کے لئے ضمیر جمع مذکر مخاطب "عَلَیْکُمْ" کبھی استعمال نہیں ہو سکتی۔

دوم اگر مراد اس سے ازواج نبی ہوتیں۔ تو چاہئے تھا۔ کہ "اہل البیوت" کہا جاتا۔ کیونکہ قرآن میں ایسا ہی ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ الخ (احزاب پ ۲۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو نبیؐ کے گھروں اور نبیؐ کی بیویوں کے پاس بلا اجازت نہ جاؤ۔ مگر جب تمہیں کھانے پر بلایا جائے۔ تو برتنوں کی طرف نہ دیکھتے رہو۔ مگر جب بلائے جاؤ۔ داخل ہو جاؤ۔ اور کھا چکو۔ تو فوراً اٹھ کر چلے جاؤ۔ باتوں میں نہ لگ جاؤ۔ کیونکہ یہ بات نبیؐ کے لئے ایذا رساں ہے۔ اور تمہارے لحاظ سے وہ تمہیں نہیں کہتا۔ لیکن خدا حق کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں رکھتا۔ اور جب تم ان بیویوں سے کچھ مانگو۔ تو پس پردہ سے مانگو۔ یہی تمہارے اور ان کے لئے بہتر ہے" ان آیات میں ازواج نبیؐ کے لئے بیوت استعمال ہوا ہے نہ کہ بیت۔ کیونکہ وہ متعدد تھیں۔ اور نیز آیۂ مذکورۃ الصدر میں وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ آیا ہے نہ بَیْتِکُنَّ پس اگر اہل البیت سے مراد یہ ازواج نبیؐ ہوتیں تو اہل البیوت بلکہ اہل بیوت النبی یا بیوت النبی کہا جاتا۔ جیسا کہ یہاں کہا گیا ہے۔

سوم لغتِ عرب اور محاوراتِ عرب میں لفظ اہل البیت ہرگز بیویوں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ بیت تو بیوی کے لئے آیا ہے مگر اہل البیت خاص بیوی کے لئے ہرگز نہیں آیا۔ اس لئے کہ اگر بیت سے بیت سکنے مراد ہو یعنی گھر اور رہنے کی جگہ۔ تو اس کے لحاظ سے اہل البیت تمام گھر

میں بسنے والے کہلائیں گے نہ صرف بیویاں۔ اور بیت سے مقصود بیت نسب ہو۔ تو اہل البیت سے مراد اہل نسب اور نسبی رشتہ دار ہوں گے نہ سببی رشتہ دار اور بیویاں۔ چہ جائیکہ خاص بیویاں ہی مراد ہوں۔ اور اگر بیت سے بیت شرف مقصود ہو۔ تو اہل البیت وہ تمام افراد و نفوس ہوں گے۔ جو اس شرف بیت میں صاحب بیت کے شریک ہوں۔ پس اہل بیتؑ نبیؐ وہ ہوں گے جو اس شرفِ نبوت میں شریک نبیؐ ہوں۔ اور اس لئے اہل البیتؑ سے مراد صرف بیویاں ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ **اگر** یہ کہا جائے۔ کہ اہل بیتؑ میں ازواج نبیؐ اور پنجتن دونو شریک ہیں۔ اور سب مراد ہیں۔ اور لفظ علیکم بصیغہ جمع مذکر مخاطب بقاعدہ تغلیب آیا ہے۔ یعنی چونکہ ان عورات میں جناب امیرؑ اور حسنینؑ مرد بھی شریک ہیں۔ لہذا مردوں کو غلبہ دے کر مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ لیکن یہ بھی غلط و باطل ہے۔ کیوں کہ تغلیب کا قاعدہ یہاں مقتضی ہے۔ کہ اگر علیؑ و حسنینؑ بھی شریک ہوں۔ تب بھی صیغہ جمع مؤنث ہی استعمال کیا جائے۔ کیوں کہ اس صورت میں نو بیویاں اور ایک بیٹی جناب فاطمہؑ دس عورتیں اور تین چار مرد ہوئے۔ لہذا غلبہ عورتوں ہی کو رہا۔ پس چاہیئے کہ مؤنث ہی کا صیغہ استعمال کیا جائے نہ مذکر کا۔ اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ہے۔ اور وجہ یہی ہے کہ چونکہ اہل البیتؑ اور صاحبان تطہیر میں عورت صرف ایک فاطمۃؑ الزہرا ہیں۔ اور مرد چار نہیں بلکہ تیرہ ہیں یعنی تا حضرت مہدی آخر الزمانؑ۔ لہذا غلبہ مردوں کو ہے۔ اس لئے صیغہ مذکر ہی کا استعمال کیا گیا۔ اور یہی صحیح و درست ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب اہل بیتؑ سے مراد آیہ مذکورہ میں ازواج نبی نہیں ہیں پنجتنؑ پاک ہیں مثلاً۔ تو پھر آیت اس طرح سے کیوں نازل ہوئی ہے۔ کہ ادھر ادھر دونو طرف تو ازواج نبیؐ ہی کا ذکر ہے۔ اور بیچ میں اور لوگوں کا ذکر آ گیا۔ تو جواباً ہماری طرف سے بھی یہی کہا جائے گا۔ کہ اگر ازواجِ نبیؐ ہی کی تطہیر کا اس میں ذکر ہے۔ تو اسلوب کلام و عبارت بدل کر اور خراب کر کے مؤنث کے صیغوں میں مذکر کا صیغہ کیوں بلا وجہ لگا دیا گیا۔ دوسرے اس کے جواب دہ جامع قرآن ہیں یا منزّل قرآن۔ کیونکہ اگر خدا نے اسی طرح نازل کی ہے تو اعتراض اس پر ہے۔ اور اگر جامع قرآن نے یہاں لگا دی ہے یا لگ گئی ہے۔ تو جواب دہ وہ ہیں۔ تیسرے اگر قرآن شریف موجودہ میں تدبر و تامل کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ بات صرف اس آیت سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اور جگہ بھی قرآن میں ایسا ہے۔ کہ ابھی کسی ایک چیز کا ذکر ہو رہا ہے۔ اتنے میں کوئی اور بات بیان ہونے لگ گئی۔ حالانکہ بظاہر اور ہمارے خیال میں اس کو بیان سابق سے کوئی ربط و وصل نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے مفسرین نے ایسی آیات میں وجہ اتصال معلوم کرنے میں بہت کچھ ہاتھ پیر مارے ہیں۔ اور بہت کچھ طبیعت کی جولانیاں دکھلائی ہیں۔ مگر نتیجہ ہیچ۔ مثلاً

سورۂ مائدہ میں اوّل ہی خدا فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَکُمْ
بَھِیْمَۃُ الْاَنْعَامِ الخ۔ اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ تمہارے لئے چوپائے جانور
سوائے ان کے جو پڑھ کر سنائے جائیں گے حلال کر دیے گئے۔ اُحِلَّتْ لَکُمْ بَھِیْمَۃُ الْاَنْعَامِ کا تعلق
واتصال اوفوا بالعقود سے قابل غور ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَ
لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ وَالْمُنْخَنِقَۃُ وَالْمَوْقُوْذَۃُ وَالْمُتَرَدِّیَۃُ وَالنَّطِیْحَۃُ وَمَآ
اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ
اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ
وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ
لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَآ اُحِلَّ لَھُمْ قُلْ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَمَا
عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُکَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ فَکُلُوْا مِمَّآ اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ
وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَ
طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ الخ۔ ترجمہ: حرام کیا گیا ہے تم پر مردار خون سور کا گوشت اور جو
خدا کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اور گردن مروڑا جانور اور چوٹ کھا کر مرا ہوا
اور کنوئیں وغیرہ میں گر کر مرا ہوا۔ اور جانوروں کے سینگوں سے مرا ہوا۔ اور جس کو درندوں نے
پھاڑا ہو۔ مگر وہ جسے تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو۔ اور وہ جو بتوں پر ذبح کیا گیا ہو۔ اور ان پر
چڑھایا گیا ہو۔ اور جو تم جوئے کے تیروں سے تقسیم کرتے ہو۔ یہ سب حرام ہیں۔ اور گناہ کی بات
ہے۔ آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے۔ اب تم ان سے مت ڈرو۔ مجھ سے ڈرو۔ آج
میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تمہارے لئے تمام کر دی۔ اور تمہارے
لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ اور اس سے راضی ہو گیا۔ پس جو مضطر و مجبور ہو اور گناہ کی طرف مائل بھی نہ ہو
اور وہ ایسی صورت میں اس میں سے کچھ کھالے۔ تو خدا اس کو معاف کر دے گا۔ کہ وہ مہربان ہے۔
تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے۔ کہہ دو۔ کہ طیب اور پاک چیزیں حلال
کی گئی ہیں۔ اور وہ شکار بھی جو تمہارے شکاری جانور جن کو تم نے شکار کے لئے سدھایا ہے۔
اور تعلیم خدا کے مطابق ان کو سکھایا ہے اور وہ جو تمہارے پاس پکڑ کر لائیں۔ اس کو کھا لو۔ اور
ان کو شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ کہو اور خدا کا نام لو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ جلد حساب
لینے والا ہے۔ آج طیب چیزیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔ اور اہل کتاب کے غذا جات

تمہارے لئے حلال ہیں۔ اور تمہارے ان کے لئے ان سے لین دین کر سکتے ہو۔ الخ " ان آیات کے اوّل و آخر میں برابر اور مسلسل حلت و حرمت اشیاء خصوصاً جانوروں کا ذکر ہے۔ مگر بیچ میں "اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔" بالکل بے ربط اور بے جوڑ ہے۔ اور پھر "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" اس سے زیادہ بے ربط۔ اور پھر آخر میں "اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ۔" اگر پہلے دو جملے "اَلْيَوْمَ يَئِسَ الخ" اور "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ الخ" بیچ میں سے نکال لئے جائیں۔ تو عبارت بالکل مسلسل اور مربوط ہو جاتی ہے۔ پھر یہ سورۂ مدنی ہے۔ اور "الیوم احل لکم الطیبات الخ" سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت سے پہلے اور آج سے پہلے طیبات حلال نہ تھیں۔ حالانکہ اس سے پہلی آیت۔ "الیوم اکملت لکم دینکم" کے لئے اکثر و بیشتر مفسرین کی یہی رائے ہے کہ یہ آخری آیت ہے۔ اور حجۃ الوداع کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے بعد کوئی آیت حضرت پر نازل نہیں ہوئی۔ پس جس طرح آیات حرمت و حلت انعام وغیرہ کے بیچ میں آیہ "الیوم یئس الذین کفروا" اور "الیوم اکملت لکم دینکم الخ" گھسی ہوئی ہے۔ اسی طرح ذکر ازواج نبی کے بیچ میں آیۂ تطہیر اہل بیت بلفظ علیکم اہل البیت بصیغہ جمع مذکر مخاطب داخل ہے۔

ایضاً سورۂ نساء میں خداوند عالم فرماتا ہے "وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔"

ترجمہ اور اگر تم ڈرو کہ تم یتیموں میں عدل نہ کر سکو گے۔ تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں۔ ان سے نکاح کر لو۔ دو دو، تین تین، چار چار۔ اور اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم ان میں عدل قائم نہ رکھ سکو گے۔ تو تم ایک ہی عورت کرو۔" بھلا اس جملے کو کہ "اگر تم یتیموں میں عدل نہ کر سکو۔ تو دو دو، تین تین، چار چار عورتوں سے نکاح کر لو" کیا ربط اور کیا اتصال ہے۔

اور بہت سی آیات اس قسم کی ہیں۔ کہ ان میں مفسرین وجہ اتصال اور ربط پیدا کرتے میں متحیر ہیں۔ اور ایک جملہ یا ایک آیت کو دوسری آیت سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس یا تو یہ کہا جائے۔ کہ خدا کی عادت ہی ایسی ہے۔ کہ کچھ بیان کرتے کرتے بیچ میں اور ذکر شروع کر دیتا ہے۔ یا یہ کہ یہ موجودہ ترتیب ترتیب نزولی نہیں ہے۔ اور آیات جو ان آیات کے بیچ میں پھنسی ہوئی ہیں کہیں اور کی ہیں۔ جو یہاں داخل ہو گئی ہیں یا کر دی گئی ہیں۔ بہر کیف آیۂ تطہیر کا ذکر ازواج میں مذکور ہونا اور قرآن میں اس طرح سے پایا جانا اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ بھی ازواج ہی کی شان میں ہے۔ خواہ لغۃً و محاورۃً صحیح ہو یا نہ ہو۔ فافہم۔

چہارم باتفاق علماء محققین و مفسرین آیہ مبارکہ میں تطہیر سے مراد تطہیر خاص و تطہیر کامل ہے۔ یعنی اس کے مصداق نفوس کو خدا نے ہر ایک قسم کے نقص و عیب و آلودگی سے پاک کر دیا ہے۔ اور اکثر مفسرین نے رجس کی تفسیر میں لکھا ہے۔ طَهَّرَهُمْ مِنْ جَمِيعِ الْفَوَاحِشِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔ یعنی ظاہر و باطن ہر ایک قسم کے فواحش سے پاک کر دیا ہے۔ اور نیز یہ کہ شک و شبہ سے بھی پاک کیا ہے ان کو خدا اور اس کے صفات اور اس کے افعال اور اس کے احکام کسی امر کی بابت شک نہیں ہوتا۔ اور تفسیر اہل بیت میں بھی یہی مذکور ہے۔ ورنہ معمولی تطہیر نجاسات وغیرہ تو خدا ہر ایک سے چاہتا ہے اور اسی طرح فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (مائدہ ع ۲) اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو۔ تو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں اور پیروں کا ٹخنوں تک مسح کر لو۔ اور اگر تم جنابت سے ہو۔ تو غسل کر لو۔ اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع ضرورت کر کے آئے یا عورتوں سے مس کرے اور تمہیں پانی نہ ملے۔ تو پاک مٹی لو۔ اور اپنے منہ اور ہاتھوں کو اس سے مسح کر لو۔ اللہ یہ نہیں چاہتا۔ کہ تم پر کوئی تنگی ہو۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے۔ اور وہ اپنی نعمت کو تم پر کامل کرے۔ ممکن ہے کہ تم شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ" اس آیہ مبارکہ میں خدا تمام مسلمانوں کی تطہیر کے ارادے کا ذکر فرماتا ہے۔ لیکن یہ تطہیر تطہیر عام ہے۔ اور یہ وہ تطہیر ہے۔ جو طہورات پانی و مٹی وغیرہ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۂ انفال میں اس کی توضیح میں فرماتا ہے۔ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ اور خدا تمہارے اوپر آسمان سے پانی برساتا ہے۔ تاکہ اس سے تمہیں پاک کرے۔ اور شیطانی گندگی کو تم سے دور کرے۔ اور تمہارے دلوں کو مضبوط کرے۔ اور تمہارے قدموں کو جمائے رہے" اس میں بالتصریح بیان ہے۔ کہ خدا طہارت کے لئے پانی برساتا ہے۔ اور تطہیر نجاسات کا حکم دیتا ہے۔ اور اس آیت کی شان نزول خاص ہے۔ کہ جنگ بدر کے موقع پر ابو جہل نے اول بہتر مورچہ لے لیا تھا۔ اور تالاب کے کنارے لشکر اتار دیا تھا۔ اور مسلمان ایک گہری ریت میں تھے کہ پاؤں دھسے

جاتے تھے۔ ان کو کچھ خوف سا طاری ہوا۔ تو خدا نے ان پر نیند بھیجدی۔ نیند آئی۔ تو شیطان نے اکثروں کو محتلم کر دیا۔ تب خدا نے بہت سا پانی برسایا۔ انہوں نے اپنے آپ کو پاک کیا اور زمین بھی سخت ہو گئی الخ۔ لہٰذا یہاں تطہیر سے تطہیر عام اور تطہیر ظاہری مراد ہے۔ اور رجز شیطان اسی قسم کی پلیدی مثل جنابت وغیرہ ہے۔ چنانچہ لفظ رجز سے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ رجز اکثر و بیشتر ظاہری نجاست اور پلیدی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اور رجس عام ہے۔ اور ظاہری و باطنی پلیدی دونوں کو شامل ہے۔ چنانچہ اس آیۂ مبارکہ "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ" بتوں کی پلیدی سے بچو سے باطنی پلیدی مراد ہے۔ اور نجاست کفر و شرک و الحاد ہے۔ اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ ان آیات میں ارادۂ باری تعالےٰ ارادۂ تکلیفی ہے۔ یعنی خدا نے بندوں کو یہ تکلیف اور یہ حکم دیا ہے۔ کہ وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کر کے مطہر بنیں۔ اور یہ فعل ان کے اختیار میں ہے۔ خواہ کریں یا نہ کریں جیسا کہ مثلاً بغرض تطہیر غسل جنابت کا حکم دیا ہے۔ مگر بہت سے لوگ بجا نہیں لاتے۔ وعلےٰ ہذا القیاس۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ یہاں "یرید" سے ارادۂ تکلیفی مراد ہے۔ ارادۂ تکوینی مراد نہیں ہے جس کے یہ معنی ہیں۔ "إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ" سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کا امر یہ ہے کہ جب اس نے کسی چیز کا ارادہ کیا۔ تو اس نے کُن کہا۔ اور وہ ہو گئی۔" یعنی ارادہ متعلق ہوتے ہی وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ ممکن نہیں کہ وہ نہ ہو اور وجود میں نہ آئے۔ پس اگر ان آیات میں جہاں تطہیر عام کا ارادہ ہے ارادہ تکوینی ہوتا اور وجود میں لانا منظور ہوتا۔ تو ممکن نہیں تھا کہ کوئی فرد بشر با طہارت رہتا اور پاک نہ ہوتا۔ حالانکہ ہزاروں لاکھوں ایسے ہیں۔ جو مطہر نہیں ہوتے اور تطہیر وجود میں نہیں آتی۔ لہٰذا یہ تطہیر تطہیر تکوینی اور تطہیر کامل نہیں ہے۔ اور تطہیر اہل بیتؑ نبیؐ ضرور تطہیر خاص و تطہیر کامل و تطہیر تکوینی ہے۔ یعنی ارادۂ باری متعلق ہوتے ہی تطہیر واقع ہو گئی۔ اور وہ پاک و پاکیزہ بن گئے۔ باطناً و وجوداً ظاہراً۔ اور یہ امر لفظ "إِنَّمَا" اور خصوصاً "تَطْهِيرًا" کی تاکید سے بھی ظاہر ہے۔ کہ باتفاق علماء محققین "تطہیرا" کی قید تطہیر کامل کے لئے زیادہ کی گئی ہے۔ اور تطہیر کامل یہی ہے۔ جو تطہیر باطنی اور تطہیر تکوینی وجودی ہے نہ معمولی غسل و وضو اور تیمم۔ چنانچہ شریف السمہودی فرماتے ہیں۔ "كلمة انما للحصر تدل ان ارادته تعالىٰ منحصرة على تطهيرهم وتاكيده بالمفعول المطلق (تطهيرا) دليل على ان طهارتهم طهارة كاملة فى اعلى مراتب الطهارة" یعنی کلمۂ انما حصر کے لئے ہے۔ جو دلالت کرتا ہے کہ ارادۂ باری تعالےٰ انہی بزرگواروں کی تطہیر میں منحصر ہے۔ اور یہ تطہیر انہی کے لئے ہے پس

معلوم ہوا۔ کہ یہ ارادہ ارادۂ تکوینی ہے جو تکوین وایجاد وجود سے تعلق رکھتا ہے نہ ارادۂ تکلیفی۔ کیونکہ ارادہ تکلیفی ان بزرگواروں میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ عام ہے۔ اور شامل ہے تمام افراد بنی نوع یا تمام افراد اہل اسلام کو) اور اس کی تاکید مطلق (تطہیراً) سے دلیل ہے اس بات پر کہ ان کی طہارت کامل اعلےٰ مراتب طہارت میں ہے۔ اور طہارت کامل وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ پس یہ ثابت اور محقق ہے کہ یہ طہارت طہارت کامل اور طہارتِ تکوینی ہے اور وقتِ تکوین وایجاد سے ہے۔ تو یہ مطہرین وہ وجود ہوں گے۔ جو شکم مادر ہی سے طاہر ومطہر پیدا ہوں گے۔ اور کسی وقت میں نہ طفولیت اور نہ صباوت اور نہ فتوت نہ کہولت نہ شیخوخت کسی حال میں کسی شیطانی آلودگی اور ادنے واعلےٰ سے ملوث نہیں ہوں گے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ ازواج نبی اس تطہیر میں ہرگز شریک نہیں ہیں۔ کیونکہ ازواج میں وہ بھی ہیں۔ جو ایک مدت تک مسلمان نہ تھیں اور نجاستِ کفر وشرک میں رہ چکی تھیں۔ اور یہ تطہیر اس کے منافی ہے۔ پھر بعض ازواج نبیؐ سے زوجیت نبی کی حالت میں ایسی باتیں ظاہر اور ایسے امور سرزد ہوئے ہیں جو منافی تطہیر ہیں۔ چنانچہ خدا بعض ازواج نبیؐ کی بابت فرماتا ہے۔ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ ..... یعنی" اگر تم دونوں توبہ کرو (تو تمہارے لئے بہتر ہے مگر تم ایسا نہ کرو گی) کیونکہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ اور اگر تم دونوں رسولؐ کے برخلاف ایک دوسری کی مدد کرتی رہو گی (تو کچھ پروا نہیں) کیونکہ خدا اور جبرئیلؑ اور سارے مومنین میں سے نیکوکار شخص اس کے مددگار ہیں۔ اور بعد ازاں سارے ملائکہ"۔ حضرت اُمّ المومنین قصّہ شہد اور شکِ ماریہ قبطیہ اور پیغمبرؐ کا افشاء راز وغیرہ مشہور ومعروف ہے۔ چنانچہ تفسیر درمنثور جلد ۶ مطبوعہ مصر اور تفسیر کشاف و بخاری ومسلم وسنن ابوداؤد وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ کہ یہ متظاہران اور جن کو توبہ کی تنبیہ کی گئی ہے حضرت کی دو نو بیبیاں ہی ہیں۔ چنانچہ حافظ ابونعیم ثعلبی نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ کہ اے علیؑ میں تم کو بشارت دوں کہ تم جبرئیل کے ساتھ ملائے گئے ہو۔ اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور کہا۔ تم اور تمہارے اہل بیت میں سے مومنین صالحین اس کے مصداق ہیں۔ اور امام بخاری اور علامہ موصلی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے حضرت عمر سے دریافت کیا۔ کہ یہ متظاہرہ دو عورتیں کون ہیں جن کا یہ ذکر ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ عائشہ وحفصہ۔ اور یہی مضمون موفق بن احمد نے مجاہد اور ابو صالح اور ضحاک سے روایت کیا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ توبہ کا

حکم کسی گناہ ہی کے لئے ہوتا ہے بلکہ بڑے گناہ کے لئے۔ کیونکہ معمولی لغزشیں تو خدا یوں ہی معاف کر دیتا ہے۔ بلکہ سیئات تک کو بخش دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں" چنانچہ مروی ہے۔ کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک جو مومن کوئی سیئہ کرتا ہے۔ تو جس وقت دوسری نماز پڑھتا ہے اور اس حسنہ کو بجالاتا ہے۔ تو خدا اس سیئہ کو دور کر دیتا ہے۔ بلکہ فرماتا ہے۔ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ الخ "اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے خدا نے منع کیا ہے اور نہی فرمائی ہے تو تمہاری سیئات کا ہم خود ہی کفارہ کر دیں گے اور تمہیں بخش دیں گے" پس معلوم ہوا۔ کہ یہ بات ضرور کوئی ایسی تھی۔ جو سیئات سے بڑھ کر ہے۔ اور جس کا کفارہ یوں ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس سے توبہ نہ کی جائے۔ پھر توبہ کا کرنا بھی آیت سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے۔ کہ وہ توبہ نہ کرے گی اور نہ کی۔ بلکہ تفاسیر میں موجود ہے۔ کہ اسی وجہ سے حضرتؐ نے ایک کو طلاق بھی دے دی تھی۔ پھر اسی آیت میں اصغاءِ قلب (دل کی کجی) کا بھی ذکر ہے۔ اور ان کو دھمکایا بھی گیا ہے اور یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ وہ دونوں پشت بہ پشت رسولؐ کے برخلاف ایک دوسرے کی مدد کرتی تھیں۔ پس موجب توبہ فعل کا سرزد ہونا اور دل کی کجی اور رسولؐ کے برخلاف مظاہرہ۔ یہ تمام باتیں تطہیر کے مخالف و منافی ہیں۔ جب ان نفوس سے جو تطہیر الٰہی و تطہیر تکوینی مطہر ہوں اور اعلےٰ مراتب تطہیر میں محق کئے گئے ہوں۔ ان سے بھی ایسے فعل سرزد ہو سکتے ہیں۔ جو موجب توبہ اور گناہ کبیرہ ہیں تو پھر یہ تطہیر لغو محض ہے۔ اور اس میں کوئی فائدہ مطہرین کو نہ پہنچا۔ وہ بھی مثل عوام ہی رہے۔ پھر جناب ام المومنین کا خچر پر چڑھ کر اور چالیس بنی امیہ کو مروان کے کہنے سے ہمراہ لے کر جناب فرزند رسولؐ امام حسنؑ کے جنازے کو روضۂ رسولؐ میں دفن سے منع کرنے کے لئے آنا اور جگر بند رسولؐ کو رسولؐ کے پاس دفن نہ ہونے دینا اور پھر بصرہ میں جنگ جمل کی فوج کی کمان حضرت علیؑ کے برخلاف لینا اور مدینہ سے شتر پر سوار ہو کر مکہ اور مکہ سے بصرہ جانا اور پھر جنگ میں گرفتار ہونا۔ حالانکہ آنحضرتؐ نے پہلے خبر دے دی تھی کہ میری بیویوں میں سے ایک بیوی علیؑ سے لڑنے کے لئے نکلے گی اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ اے حمیرا! وہ تو نہ ہونا۔ اور حوآب کے کتوں کے بھونکنے کی بھی خبر کر دی تھی۔ یہ تمام باتیں خلافِ شانِ اہلِ تطہیر ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے اکثر و بیشتر فرمایا ہے۔ کہ علیؑ سے جنگ مجھ سے جنگ ہے اور مجھ سے جنگ خدا سے جنگ کرنا ہے۔ اور علیؑ سے صلح رکھنا مجھ سے صلح رکھنا ہے۔ چنانچہ ابو طفیل عامر بن واثلہ صحابی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ

حکم کسی گناہ ہی کے لئے ہوتا ہے بلکہ بڑے گناہ کے لئے۔ کیونکہ معمولی لغزشیں تو خدا یوں ہی معاف کر دیتا ہے۔ بلکہ سیئات تک کو بخش دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں" چنانچہ مروی ہے۔ کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک جو مومن کوئی سیئہ کرتا ہے۔ تو جس وقت دوسری نماز پڑھتا ہے اور اس حسنہ کو بجالاتا ہے۔ تو خدا اس سیئہ کو دور کر دیتا ہے۔ بلکہ فرماتا ہے۔ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ الخ "اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے خدا نے منع کیا ہے اور نہی فرمائی ہے تو تمہاری سیئات کا ہم خود ہی کفارہ کر دیں گے اور تمہیں بخش دیں گے" پس معلوم ہوا۔ کہ یہ بات ضرور کوئی ایسی تھی۔ جو سیئات سے بڑھ کر ہے۔ اور جس کا کفارہ یوں ہی نہیں ہو سکتا جب تک اس سے توبہ نہ کی جائے۔ پھر توبہ کا کرنا بھی آیت سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے۔ کہ وہ توبہ نہ کرے گی اور نہ کی۔ بلکہ تفاسیر میں موجود ہے۔ کہ اسی وجہ سے حضرتؐ نے ایک کو طلاق بھی دے دی تھی۔ پھر اسی آیت میں اصغاءِ قلب (دل کی کجی) کا بھی ذکر ہے۔ اور ان کو دھمکایا بھی گیا ہے اور یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ وہ دونوں پشت بہ پشت رسولؐ کے برخلاف ایک دوسرے کی مدد کرتی تھیں۔ پس موجب توبہ فعل کا سرزد ہونا اور دل کی کجی اور رسولؐ کے برخلاف مظاہرہ۔ یہ تمام باتیں تطہیر کے مخالف و منافی ہیں۔ جب ان نفوس سے جو تطہیر الٰہی و تطہیر تکوینی مطہر ہوں اور اعلےٰ مراتب تطہیر میں محق کئے گئے ہوں۔ ان سے بھی ایسے فعل سرزد ہو سکتے ہیں جو موجب توبہ اور گناہ کبیرہ ہیں تو پھر یہ تطہیر لغو محض ہے۔ اور اس میں کوئی فائدہ مطہرین کو نہ پہنچا۔ وہ بھی مثل عوام ہی رہے۔ پھر جناب ام المومنین کا خچر پر چڑھ کر اور چالیس بنی امیہ کو مروان کے کہنے سے ہمراہ لے کر جناب فرزند رسولؐ امام حسنؑ کے جنازے کو روضۂ رسولؐ میں دفن سے منع کرنے کے لئے آنا اور جگر بند رسولؐ کو رسولؐ کے پاس دفن نہ ہونے دینا اور پھر بصرہ میں جنگ جمل کی فوج کی کمان حضرت علیؑ کے برخلاف لینا اور مدینہ سے شتر پر سوار ہو کر مکہ اور مکہ سے بصرہ جانا اور پھر جنگ میں گرفتار ہونا۔ حالاں کہ آنحضرتؐ نے پہلے خبر دے دی تھی کہ میری بیویوں میں سے ایک بیوی علیؑ سے لڑنے کے لئے نکلے گی اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ اے حمیرا! وہ تو نہ ہونا۔ اور حوآب کے کتوں کے بھونکنے کی بھی خبر کر دی تھی۔ یہ تمام باتیں خلافِ شان اہلِ تطہیر ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے اکثر دبیشتر فرمایا ہے۔ کہ علیؑ سے جنگ مجھ سے جنگ ہے اور مجھ سے جنگ خدا سے جنگ کرنا ہے۔ اور علیؑ سے صلح رکھنا مجھ سے صلح رکھنا ہے۔ چنانچہ ابو طفیل عامر بن وائلہ صحابی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ

کتب احادیث و تواریخ و سیر میں مذکور اور اہل اسلام میں معروف ہے۔ اور انہی امور کی طرف اشارہ کر کے ابن عباسؓ نے فرمایا تھا۔ سہ

لکِ التسع من الثمنِ وبالکل تصرفت تبغلت تجملت ولو عشت تفیلت

یعنی اے ام المومنین ورثہ نبی میں تمہارا آٹھویں حصے میں سے نواں (۹/۱) حصّہ تھا۔ اور تم نے کل حجرۂ رسولؐ پر قبضہ کر لیا۔ تم خچر پر چڑھیں۔ اونٹ پر چڑھیں۔ اور اگر زندہ رہتیں تو ہاتھی پر بھی چڑھتیں بہرحال یہ واقعات خواہ کسی نوعیت اور حیثیت کے کیوں نہ ہوں۔ مگر شان تطہیرِ کامل کے بالکل خلاف ہیں۔ جس کے معنی عصمتِ مطلقہ ہے۔ اور ؔ وقرن فی بیوتکنّ اور واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکنّ کے بالکل منافی ہیں۔ اس لئے اہل بیتؑ کا مصداق اور صاحبان تطہیر ازواج نبی نہیں ہو سکتیں۔ اور انہی باتوں کی وجہ سے جناب ام المومنین جب جنگ جمل کو یاد کرتی تھیں۔ تو اتنی روتی تھیں۔ کہ چادر آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی (ملاحظہ ہو تفسیر در منثور)

پنجم اگر یہ کہا جائے کہ اہل بیت کے معنی ازواج ہی ہیں اور تطہیر کا مصداق صرف وہی ہیں۔ تو اس صورت میں آنحضرتؐ بھی تطہیر سے خارج ہوئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضرتؐ ازواج میں داخل نہیں ہیں۔ حالانکہ آنحضرتؐ کی طہارت و عصمت مسلمۂ اہل اسلام ہے۔ اور آپ کا اسم مبارک مطہرؔ یعنی طیب وطاہر ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ میں ازواج نبی داخل نہیں ہیں۔ اور اہل البیتؑ کے معنی بیویاں نہیں ہیں:

اور یہ خیال بھی بالکل غلط ہے۔ کہ سورۂ ھود میں جو اہل البیت کا لفظ آیا ہے۔ وہاں بھی مراد اہل البیت سے حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ہیں۔ کیونکہ یہ اوّل نزاع ہے۔ کہ اہل البیت کا اصلی مصداق کیا ہے اور اس کے حقیقی معنی کیا ہیں۔ اور لفظ اہل البیت جس طرح اس آیۂ مذکورہ سورۂ احزاب میں مطلق و عام ہے۔ اس میں بھی ہے۔ اور جس طرح یہاں عورتوں کے ذکر میں اہل بیت سے خطاب بصیغہ جمع مذکر مخاطب ہے۔ اسی طرح یہاں بھی۔ پس قبل تحقیق معنی اہل البیت اور تحقیق مصداق اس آیت سے دلیل لانا مثل مصادرہ علی المطلوب ہے۔ اور گویا نفس دعوے ہی کو دلیل قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ باطل ہے۔ چنانچہ وہ آیت یوں ہے۔ وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ

أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهٰذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۔ ترجمہ: "اور ہمارے قاصد ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ تو کہا سلام علیک۔ اور ابراہیمؑ نے بھی جواب سلام دیا۔ اور فوراً بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پس جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے۔ تو ان سے بدگمان ہوئے اور جی ہی جی میں ان سے ڈرے۔ انہوں نے کہا۔ ڈرو نہیں ہم قوم لوطؑ کے ہلاک کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس گفتگو کے وقت ابراہیمؑ کی بیوی پاس کھڑی تھی۔ وہ ہنسی۔ اور ہم نے اس کو اسحاقؑ اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کے آنے کی خوشخبری سنائی۔ تو وہ کہنے لگی۔ اے وائے تعجب۔ کیا اب میں جنوں گی۔ حالانکہ میں بڑھیا ہو گئی۔ اور یہ میرا شوہر بھی بوڑھا ہے۔ بیشک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا۔ کیا تم امر الٰہی سے تعجب کرتی ہو۔ اے اہل بیت تم پر خدا کی خاص رحمت و برکات ہیں۔ اور وہ محمود اور صاحب مجد و علا ہے" یہ

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس آیت میں لفظ اہل البیت کی وہی حالت ہے۔ جو آیۂ سابقہ میں۔ اور نفس لفظ اہل البیت سے ہرگز اس کا مفہوم معلوم نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ اہل بیت سے مراد حضرت ابراہیمؑ کی بیوی حضرت سارہ ہیں۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ لفظ واحد مؤنث ہوتا جیسا کہ اس سے پہلے "تَعْجَبِينَ" واحد مؤنث ہی حضرت سارہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں "علیکِ" ہونا چاہیئے تھا نہ کہ "علیکم" اور اگر حضرت ابراہیمؑ و حضرت سارہ مراد ہیں۔ تو تثنیہ چاہیئے تھا۔ اور "علیکما" ہوتا۔ اور یہاں تغلیب کا بھی کوئی قاعدہ جاری نہیں ہوتا۔ کیوں کہ تثنیہ مؤنث و مذکر کی صورت یکساں ہے۔ اور جمع کا یہاں محل نہیں ہے۔ اور اگر یہی کہا جائے۔ کہ حضرت سارہ اس اہل البیت میں ضرور داخل ہیں۔ تب بھی اس سے یہ مدعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ اہل بیت کا مصداق اور معنی بیویاں ہوتی ہیں۔ کیونکہ اگر سارہ داخل ہیں۔ تو وہ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ہونے سے داخل نہیں ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ حضرت کے چچا کی بیٹی اور حضرتؑ ہی کے خاندان اور بیت نسب سے تھیں۔ اور خاندان نبوت میں ان کا شمار تھا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے۔ کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے خالہ کی بیٹی اور حضرت لوطؑ کی ہمشیرہ تھیں۔ پس اس صورت میں وہ بیت نسب نبی میں داخل ہیں۔ اور اس معنی سے اہل البیت میں شمار ہیں۔ کہ خاندان نبوت و دودمان رسالت اور ذریت انبیاءؑ سے ہیں نہ بیت سکنے اور حضرت ابراہیمؑ کے گھر میں ہونے کی وجہ سے۔ اور نہ صرف وہ بیت نسب میں داخل ہیں۔ بلکہ وہ مرتبہ رکھتی ہیں کہ فرشتے ان سے ہم کلام ہوتے تھے اور ان کے پاس آتے تھے۔

پس وہ ذریتِ انبیاء سے ہیں اور شرف نبوت میں شریک ہیں۔ پس اس صورت میں بھی اس آیت سے آیہ سابقہ سورۂ احزاب پر استشہاد کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ازواج نبی کی یہ شان نہ تھی۔ اور وہ خاص ذریتِ انبیاء میں سے نہ تھیں۔ تاکہ بیت نسب نبی اور خاندان رسولؐ میں شامل ہوں۔ پس اگر جناب سارہ داخل ہو سکتی ہیں۔ تو اس صورت سے داخل ہو سکتی ہیں۔ جس صورت سے جناب فاطمہؑ داخل ہیں۔ یعنی خاندان نبوت و رسالت اور ایک اصل۔ ایک نور ہونے سے اور شرف نبوت میں شرکت رکھنے سے۔ نہ بیوی کی حیثیت سے۔ اور اس لئے آیت سے یہ استدلال ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ اہل البیت سے مراد بیوی یا بیویاں ہوتی ہیں۔

تحقیق مفہوم آیہ

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دراصل اس سورۂ ہُود میں اہل بیت سے کون مراد ہے۔ اور اس کے لئے اوّل اس رحمت و برکت خاص کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ جو ان اہل بیت سے مخصوص ہے۔ کیونکہ رحمتِ خدا تو عام ہے۔ اور کوئی وجود رحمتِ رحمانیہ سے محروم نہیں ہے۔ "ورحمتی وسعت کل شیٔ" پھر یہ کونسی رحمت و برکت ہے۔ جو خاص اہل بیت سے مخصوص ہے۔ اور جس سے ان کے لئے اظہار فخر کیا گیا ہے اور صاف لفظوں میں اس رحمت و برکت کا انہی میں انحصار کیا گیا ہے۔ پس آیت میں ادنے تامل کرنے سے صاف واضح ہے۔ کہ وہ رحمت و برکت خاص جس کا بیان ذکر ہے وہ خلقت انبیاء ہی ہے۔ بلا اسباب و آلات ظاہریہ مادیہ۔ یعنی باوجودیکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ دونوں سن توالد و تناسل سے گزر چکے تھے۔ حضرت سارہ کی عمر نوّے یا چورانوے سال کی تھی اور حضرت ابراہیمؑ کی ایک سو بیس سال کی۔ اور اس وقت تک حضرت سارہؑ کے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ اور جب ان کو حضرت اسحاقؑ کی اور ان کے بعد حضرت یعقوبؑ کی خوشخبری دی گئی۔ تو اسی وجہ سے حضرت سارہؑ نے تعجب کیا۔ پس یہ امر مخصوص خاندان نبوت و ذریت رسالت سے ہے۔ کہ ان کی خلقت عالم امری سے ہوتی ہے۔ جہاں محض ارادہ باری تعالےٰ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اسباب و آلات ظاہریہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور مواد ارضیہ کو اس میں مدخلیت نہیں ہے۔ "انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون" پس اس کا امر تو یہی ہے۔ کہ جب اس نے کسی چیز کا ارادہ کیا۔ تو کہا۔ کہ ہو جا۔ پس وہ ہو گئی۔ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔" یہی بات حضرت سارہؑ کو جتلائی گئی ہے۔ کہ اگر تم قابل اولاد نہیں ہو۔ اور تمہارے میاں بھی "ن" الدو تناسل سے گزر چکے ہیں۔ تو ایسی حالت میں تمہارے بچہ ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیا تم امر خدا سے تعجب کرتی ہو۔ حالانکہ امر خدا تو یہی

ہے۔ کہ اس کا ارادہ ہوا۔ اور وہ شے ہو گئی۔ اور خلقتِ انبیاء تو اسی طریق سے ہوتی ہے۔ ان کی خلقت تو
عالمِ امر اور امرِ الٰہی سے ہے۔ پس وہاں تو صرف ارادۂ باری کی ضرورت ہے نہ تمہارے قابلِ حمل ہونے
کی حاجت ہے۔ اور نہ تمہارے شوہر کے قابلِ تولید ہونے کی ضرورت۔ اور یہ خاص رحمت و برکتِ خدا
خاندانِ نبوت و ذریتِ رسالت ہی پر ہے۔ اور بیشک ایسا ہی ہے۔ نہ صرف حضرت اسحٰقؑ کی
خلقت اس طرح امرِ الٰہی سے ہوئی ہے بلکہ اگر حالاتِ ولادتِ انبیاءؑ کی تحقیق کی جائے۔ تو یقیناً ثابت
ہے۔ کہ ان سب کی خلقت عام خلقتِ انسانی سے جدا ہی ہے۔ اور اس کا تعلق عالمِ امری ہی سے
ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کی خلقت کا حال معلوم ہی ہے یا اِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ
بنا کر روح پھونک دی۔ نبی بن گئے۔ حضرت یحیٰؑ اور حضرت عیسٰیؑ کی خلقت کا حال قرآن میں مذکور
ہی ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ اِسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ
سَمِیًّا قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ
عِتِیًّا قَالَ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا الخ
اے زکریاؑ ہم تجھ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جس کا نام یحیٰؑ ہے۔ اور اس سے پہلے ہم نے
کسی کا یہ نام نہیں رکھا ہے۔ حضرت زکریاؑ نے عرض کیا۔ پروردگارا میرے لڑکا کیونکر ہوگا حالانکہ میری
بیوی بانجھ ہے اور میں حد سے زیادہ بڑھاپے کو پہنچ گیا ہوں۔ (ارشادِ خدا ہوا) بیشک ایسا ہی ہے۔
جو تم کہتے ہو۔ اور تمہارا پروردگار کہتا ہے۔ کہ یہ بات یعنی ایسی حالت میں بچہ پیدا کرنا میرے اوپر بہت
آسان ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے۔ کہ میں نے تم کو خلق کیا ہے۔ درآنحالیکہ تم کچھ نہ تھے۔ میں نے عدم
سے وجود دیا اور لاشے کو شے کیا۔ تو اس صورت میں کہ تولد کے اسبابِ ظاہریہ موجود نہیں ہیں میرے
لئے بچہ دینا اور لڑکا پیدا کرنا کوئی دشوار نہیں ہے۔" یہاں حضرت زکریاؑ نے بھی وہی تعجب ظاہر کیا
ہے جو حضرت سارہؑ نے اور انہی اسباب کی وجہ سے۔

پھر ملاحظہ ہو قصۂ ولادت حضرت عیسٰیؑ۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَھْلِھَا
مَکَانًا شَرْقِیًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِھِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا
قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا قَالَ اِنَّمَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا
قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ
ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَلِنَجْعَلَہٗ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَۃً مِّنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا فَحَمَلَتْہُ فَانْتَبَذَتْ
بِہٖ مَکَانًا قَصِیًّا یعنی خدا اپنے حبیب سے فرماتا ہے "اے رسولؐ اس کتاب میں مریمؑ کے قصہ کو تو یاد کرو کہ جب

وہ اپنے کنبے والوں سے علیحدہ ہو کر مشرق کی جانب والے مکان میں (غسل کے لئے) جا بیٹھی۔ اور ان کی طرف سے پردہ ڈال دیا۔ پس ہم نے رُوح الامینؑ کو اس کے پاس بھیجا۔ وہ اچھے خاصے انسان کی صورت میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوُا۔ اس نے اس کو دیکھ کر کہا۔ مَیں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ اگر تو پرہیزگار ہے۔ اس نے کہا۔ مَیں تو تیرے پروردگار کا قاصد ہوں۔ اس لئے آیا ہوں۔ کہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹا دوں۔ مریمؑ نے کہا۔ میرے کیوں کر لڑکا ہوگا۔ حالانکہ نہ تو میرا شوہر ہے جس نے مجھ کو مس کیا ہو۔ اور نہ مَیں بدکار ہوں۔ اس نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ (لیکن) تمہارے پروردگار نے کہا ہے۔ کہ یہ امر اس پر آسان ہے (کہ اس حالت میں بلا شوہر بچہ دیدے) اور اس لئے ایسا کیا ہے۔ کہ اس بچے کو ہم لوگوں کے لئے نشانی قرار دیں۔ اور اس کے لئے اپنی خاص رحمت۔ اور یہ بات طے شدہ ہے۔ ضرور ایسا ہی ہوگا۔ اسی گفتگو کی حالت میں وہ حاملہ ہوگئی۔ اور اس کو لے کر ایک دور کے مکان میں چلی گئی" یہاں بھی حضرت مریمؑ نے اسی قسم کا تعجب ظاہر کیا ہے۔ اور انہی اسباب ظاہریہ کے نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور ان کو بھی وہی جواب دیا گیا ہے۔ اور پھر خداوند عالم حضرت آدمؑ اور حضرت عیسٰیؑ کی نسبت فرماتا ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ تحقیق کہ عیسٰیؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدمؑ جیسی ہے۔ کہ اس کو تراب سے خلق کیا ہے۔ پھر اس کو کہا۔ کہ ہو جا۔ وہ ہو گیا" اور یہی معنی خلقت امری کے ہیں۔ کہ اس میں صرف "کُن" کہنے اور ارادۂ باری متعلق ہونے کی ضرورت ہے۔ اسباب و آلات ظاہریہ کی ضرورت نہیں۔ اس خلقت میں تدریج نہیں ہوتی۔ کہ اول چالیس روز نطفہ رہے۔ پھر چالیس دن علقہ رہے۔ اور پھر مضغہ۔ اور پھر ہڈیاں اور پھر گوشت پوست بنے اور پھر چھٹے درجے میں جا کر نو ماہ کے بعد خلقتِ انسانی مکمل ہو۔

لہٰذا معلوم ہوُا۔ کہ یہ خدا کی خاص رحمت و برکت شجرۂ نبوت ہی کے لئے ہے۔ کہ ان کی خلقت اسباب ظاہریہ پر موقوف نہیں ہے۔ اور دوسرے انسان اس میں شریک نہیں ہیں۔ اور یہی مخصوص ہے اہلبیت سے۔ پھر ازواج انبیاءؑ کو اس میں شرکت و مدخلیت نہیں۔ ہاں ذریتِ انبیاءؑ کی اس میں شرکت ہو سکتی ہے۔ لیکن حالاتِ انبیاء سے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ یہ خصوصیت خاص انبیاءؑ ہی کے لئے ہے اور ان کے لئے جو وارثِ نبوت و وصیٔ نبی ہوں۔ اس سلسلے کے سوا دوسری اولادِ انبیاءؑ بھی اس خلقتِ امری اور اس رحمتِ خاصہ میں شریک نہیں ہیں۔ اور انہی مخصوصین کو خدا نے اس رحمتِ خاصہ و برکت مخصوصہ کے لئے برگزیدہ کیا ہے۔ اور انہی کے حق میں ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ یعنی اللہ نے

آدم اور نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ وآلِ عمرانؑ کو تمام عوالم میں برگزیدہ قرار دیا ہے۔ جو ذریت یکدیگر ہیں۔ اور خدا ہرایک بات کا سُننے والا اور ہرایک امر کا جاننے والا ہے۔" اور اس سلسلۂ ذریتِ انبیاءؑ میں سے جو رحمتِ خاصہ سے مخصوص تر ہیں رہی ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے وارثِ نبی اور علمِ نبی اور صاحبِ کتاب ہے ہیں۔ یعنی وہ نفوس جن کے وجود کے ساتھ کتاب یعنی علم وجود دیا جاتا ہے۔ اور بجعل الٰہی ان میں ہمیشہ کتاب رہتی ہے۔ چنانچہ خدا حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی نسبت ارشاد فرماتا ہے وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ "ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کی ذریت میں نبوت وکتاب قرار دی ہے" اور پھر حضرت ابراہیمؑ کے لئے علیحدہ بھی فرمایا ہے جَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ پھر ان کی تخصیص کرتے ہوئے فرمایا۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا "پھر ہم نے وارث بنایا ہے کتاب کا اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو جن کو ہم نے برگزیدہ ومصطفےٰ بنایا ہے" لہٰذا وارثِ کتاب نبی وعلوم نبوتی خدا کے مصطفےٰ بندے ہیں؛

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ خاندان انبیاء میں یہ رحمت خاصہ وبرکت مخصوصہ خدا کے ان مصطفےٰ بندوں سے مختص ومخصوص ہے جو وارثِ کتاب نبی وعلوم نبوتی ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہی اہل بیتِ شرف نبوت ورسالت ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہوا۔ کہ اہل بیت سے اہل بیت شرف مراد ہیں۔ نہ اہل بیت سکنی یا اہل بیت نسب تو اس صورت میں اہل بیت کا مصداق اور رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ کا مورد خاص ومورد جناب ابراہیمؑ نہیں ہیں۔ بلکہ خاندان نبوتی کے وہی بندگانِ مصطفےٰ مراد اور مقصود اور اس کا مورد ہیں۔ جو بیت شرف نبی میں داخل اور اوصاف نبوتی سے متصف وموصوف ہیں؛

اور جب یہ محقق ہوگیا۔ تو یہ ثابت ہوگیا۔ کہ چونکہ نبوت وکتاب ہمیشہ ہمیشہ ذریتِ ابراہیمؑ میں ہے۔ اور اس کو کبھی انقطاع نہیں ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں نسل حضرت اسمٰعیلؑ سے جناب محمد مصطفےٰ ہیں۔ پس وہ ضرور بیت شرف نبوت میں داخل ہیں۔ نہیں بلکہ خود شرف بیت نبوت وخانہ رسالت ہیں۔ تشرفت النبوة بوجوده وتمجدت الرسالة ببيته۔ پس وہ ضرور داخل بیتِ شرف ہیں۔ اور ان کے بعد ان کی عترت جو ذریتِ ابراہیمؑ ونسل اسمٰعیلؑ سے ہے۔ اور وارث علم کتاب وعلم نبوتی و باب شہر علم الٰہی ہے۔ لہٰذا اہل بیت کا مصداق محمد وآل محمد ہوئے۔ اور اسی اہل بیت میں بندگانِ مصطفےٰ از ذریتِ ابراہیمؑ۔ ہوئے وبیٹے ویکھئے محمد وآل محمد سب داخل ہوئے۔ اور یہی اہل بیت طہارت وعصمت ہیں ازواج کو یہاں کوئی مدخلیت نہیں۔ اور وہ ہرگز ہرگز اہل بیتؑ کا مصداق نہیں ہوسکتیں۔ اور نہ دوسرے عزیز و رشتہ دار اس کا مصداق ہوسکتے ہیں۔ یاد رہے کہ جو تذکیر وتانیث ضمیر عليكم ويطهركم کی بحث کی گئی ہے۔ بنا بر

مشہور ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ لفظ "اھل" قرآن شریف میں اکثر جگہ جمع مذکر استعمال ہوا ہے۔ مثلاً قال لاھلہ امکثو حضرت موسےٰ نے اپنے اہل سے کہا۔ کہ ٹھیر جاؤ۔ یہاں اہل کے لئے "امکثوا" جمع مذکر استعمال ہوا ہے۔ نیز یہ کہ شخص واحد پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آیۂ مبارکہ میں صرف حضرت موسےٰ کی بیوی کے لئے اہل کہا گیا ہے۔ قال لاھلہ جب مدائن سے چلے ہیں۔ ان کی بیوی ہمراہ تھی اسی طرح اھل بیت یکفلونہ میں یکفلونہ اہل کے لئے جمع مذکر کا صیغہ آیا ہے۔ اسی طرح اور چند جگہ پر۔ پس لفظ اہل کے لئے ضمیر جمع مذکر کا لانا ٹھیک ہے۔ اگرچہ اس کا مصداق ایک فرد ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا اصل تذکیر ضمیر علیکم اور یطہرکم میں لفظ اہل کے لحاظ سے ہے۔ اور جائز ہے نہ کہ بلحاظ مصداق۔ اور لفظ اہل سے ہرگز نہیں معلوم ہو سکتا۔ کہ مصداق کون ہیں۔ مذکر ہیں یا مؤنث ہیں۔ ایک ہیں یا دو ہیں۔ یا زیادہ۔ لفظ اہل یا اہل البیت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کا مصداق ازواج نبی ہیں۔ اہل میں ازواج داخل ہو سکتی ہیں۔ مگر یہ نہیں ہے کہ ازواج ہی اہل ہوتی ہیں۔ آئندہ احادیث اس کو صاف کر دے گی۔ جب پیغمبر کو خدا نے حکم دیا۔ وامر اھلک بالصلوٰۃ۔ اپنے اہل کو صلوٰۃ کا حکم دو۔ تو حضرتؐ خانۂ فاطمہؑ پر جا کر پکارا کرتے تھے۔ کہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا اہل بیت النبوۃ۔ جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا۔ پس لفظ اہل سے مصداق اہل البیت کی تشخیص نہیں ہو سکتی۔ اور نہ تذکیر و تانیث ضمیر کی بحث یہاں ضروری ہے۔ ہاں اضافت اہل طرف البیت اور معانی بیت حصر انما۔ تاکید، تطہیراً اور دیگر دلائل قطعیہ تخصیص و تشخیص مصداق اہل البیت پر دال ہیں۔ کما سیجیٔ:

فصل

تحقیق معنیٰ بیت

معانی بیت لغت میں بیت کے معنی گھر۔ نسب۔ شرف۔ اور بیوی ہیں۔ جیسا کہ منتہی الارب مجمع البحرین۔ اساس البلاغۃ میں ہے۔ گھر مشہور و معروف چیز ہے۔ اور محاورات عرب میں بالہ بیت سے مراد بیوی بھی ہوتی ہے۔ کہ اس کے بیوی نہیں ہے۔ تو بیت کا لفظ بیوی کے لئے

بھی بولا گیا۔ مگر اہل البیت یہی کے لئے نہیں ہے۔ بیت اور شئے ہے۔ اہل البیت۔ اور نیز کہتے ہیں "فُلَانٌ مِنْ بَيْتٍ كَرِيْمٍ" فلاں شخص بیت کریم سے ہے" یعنی خاندان کریم و خاندان بزرگ سے۔ صاحب حسب و نسب۔ یہاں بیت سے بیت نسب مراد ہوتا ہے۔ اور جب بولتے ہیں کہ وَهُمْ فِيْ بَيْتٍ وَاحِدٍ اَوْ فِيْ مَكَانٍ وَاحِدٍ" وہ سب ایک گھر اور ایک ہی جگہ میں ہیں" اس سے مطلب یہی ہوتا ہے۔ کہ ایک درجے اور ایک مرتبے اور ایک ہی رتبے کے آدمی ہیں۔ اور یہ بیت بیتِ شرف ہے۔ اور شرافت مختلف و متفاوت درجات رکھتی ہے۔ شرافت ذاتی شرافت نسبی وغیرہا۔ مگر شرافت نسبی اور بیتِ نسب مرتبہ خاندانی ایک ہی چیز ہے۔ پس بیت شرف میں شرافت ذاتی ہی زیادہ تر ملحوظ ہوتی ہے۔ مثل علم و فضل و شجاعت و سخاوت و تحمل و تجمل و نبوت و رسالت و امامت و ولایت و نقیبیت۔ اور مقام خاتمیت آخری مراتب شرافت و فضیلت سے ہے۔

بیتِ سکنےٰ

قرآن شریف اور احادیث نبوی میں بھی تینوں قسم کے بیت بیت سکنےٰ بیتِ نسب اور بیتِ شرف کا ذکر ہے۔ جیسا کہ مثلاً آیاتِ ذیل میں بیت سے مراد بیتِ سکنےٰ اور رہنے کا گھر ہے۔ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا۔ (سورہ یوسفؑ) اور یوسفؑ کو اس عورت نے بہلایا پھسلایا جس کے گھر میں وہ تھے" وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ۔ بوسیدہ ترین گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے" وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا آمِنِيْنَ" اور وہ پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر گھر بناتے تھے" وَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً "یہ ان کے گھر اُکھڑے پکھڑے پڑے ہیں" (نحل) يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ "وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے خراب کرتے ہیں" وَاَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ "اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کہ تم غیر آباد گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جاؤ" وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ۔ "تم اپنے گھروں میں ٹکی بیٹھی رہیں" یا ایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا "اے ایمان والو! اپنے سوا دوسروں کے گھر میں داخل نہ ہو۔ جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔ اور ان کے رہنے والوں پر سلام کر لو" وغیرہا من الآیات) ان تمام آیات میں بیت اور بیوت سے بیتِ سکنےٰ یعنی رہنے کا گھر مراد ہے۔

بیتِ نسب

اور بیت نسب کا ان آیات میں خدا ذکر فرماتا ہے۔ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ۔ (قصۂ حضرت موسےٰؑ) حضرت موسےٰ کی

ہمشیرہ نے فرعون اور اس کی بیوی وغیرہ سے جبکہ وہ حضرت موسےٰ کی پرورش کی فکر میں تھے اور حضرت کسی دایہ کا دودھ نہ پیتے تھے کہا۔ کہ میں تجھے ایک ایسے اہل بیت کی خبر دوں۔ جو اس بچے کی کفالت کریں اور پرورش کریں (سورۂ قصص) فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ پس سوائے مسلمانوں کے ایک خاندان کے اور کوئی مسلمان نہ پایا۔ قصہ حضرت لوطؑ (سورۂ ذاریات) اور ان اہل بیت میں صرف حضرت لوطؑ اور ان کی دو بیٹیاں تھیں۔ چنانچہ جب ان کو حکم ہوا فَاسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ۔ رات میں اپنے اہل کو لے کر نکل جاؤ۔ تو حضرت دونوں لڑکیوں کو لے کر نکل گئے ان کی بیوی انہی معذبین میں رہی۔ وہ اس بیت مسلمین میں داخل نہ تھی۔ لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ مسلمین سے مراد یہاں مسلم باسلام نبوتی ہے۔ کیونکہ حضرت لوطؑ نبی اللہ ہیں۔ اس صورت میں یہاں بیت سے شرف نبوت مراد ہے۔ کما لا یخفی علی المتامل ۞

بیتِ شرف

جن آیات میں خاص بیتِ شرف ہی کا ذکر ہے۔ وہ بھی آیات متنازعہ ہیں۔ جیسا کہ ہم اشارہ کر آئے ہیں۔ اور پھر بالتفصیل ذکر کر کے ثابت کرتے ہیں اور کلام مجید میں لفظ البیت الف لام کے ساتھ صرف دو معنوں میں خصوصیت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ ایک تو انہی دونوں آیتوں میں جہاں "عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ" آیا ہے اور ایک خانہ کعبہ کے لئے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ خدا نے کعبہ کو خانۂ محترم قرار دیا ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا اور ان لوگوں پر خدا کے لئے حج بیت اللہ واجب ہے۔ جو اس کی استطاعت رکھتے ہیں۔ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اور چاہئے کہ اس پرانے خانہ خدا کا طواف کریں۔ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۔ چاہئے کہ اس خانۂ محترم کے پروردگار کی عبادت کریں۔ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ اور یاد کرو اے پیغمبر اس وقت کو جبکہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ خانہ خدا کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت کی یہ تشریح فرمائی ہے۔ مطلب بن وداعہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عباسؓ رسول خداؐ کے پاس آئے۔ اور شائد وہ مخالفین سے حضرتؐ کے خلاف کچھ سن کر آئے تھے۔ پس آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا میں کون ہوں۔ سب نے کہا آپ رسول خدا ہیں۔ فرمایا۔ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبِيلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَخَيْرِهِمْ

نفشار المشکاۃ وغیرہ) یعنی میں محمد بن عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ ہوں۔ اللہ تعالٰے نے مخلوقات کو خلق کیا۔ اور مجھ کو بہترین مخلوقات میں سے قرار دیا۔ پھر ان کو فرقہ فرقہ کیا۔ اور مجھ کو بہترین فرقے میں قرار دیا۔ پھر ان کو قبیلہ قبیلہ بنایا۔ اور مجھ کو ان کے بہترین قبیلے میں قرار دیا۔ پھر ان قبائل کو بیت بیت بنایا۔ اور مجھ کو از روئے بیت اور از روئے نفس بہترین انسان قرار دیا" اور شرح الکبریت الاحمر میں ترمذی۔ طبرانی۔ بیہقی اور حافظ ابو نعیم کے حوالے سے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ خدا نے اپنی مخلوق کو دو قسم پر خلق کیا۔ اور مجھ کو بہترین قسم میں خلق فرمایا اور اس کا ذکر خدا کے اس کلام میں ہے "اصحاب الیمین واصحاب الشمال" اور میں اصحاب یمین سے ہوں۔ اور میں تمام اصحاب یمین (نکوکار) سے بہتر ہوں۔ پھر ان قسموں کو تین ٹکڑے کیا۔ اور مجھ کو بہترین ثلث میں قرار دیا۔ چنانچہ اس کا بیان خدا کے اس قول میں ہے۔ اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یعنی ایک اصحاب میمنہ ہیں دوسرے اصحاب مشئمہ تیسرے سابقین و مقربین۔ اور میں سابقین میں سے ہوں اور بہترین سابقین ہوں۔ پھر ان اثلاث (تینوں ٹکڑوں) کو قبیلہ قبیلہ بنایا۔ اور مجھ کو بہترین قبیلہ میں قرار دیا۔ اور اس بات کا بیان خدا کے اس قول میں ہے۔ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ یعنی خدا فرماتا ہے۔ کہ ہم نے تم کو فرقے اور قبیلے قبیلے بنایا۔ تاکہ تم پہچانو۔ کہ مکرم و محترم تر خدا کے نزدیک وہی ہے۔ جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور میں تمام اولاد آدمؑ میں خدا کے نزدیک متقی تر ہوں۔ اور میں اس پر کوئی فخر نہیں جتاتا ہوں۔ پھر قبائل کو خدا نے بیت بیت بنایا۔ پس مجھ کو بہترین بیت میں قرار دیا۔ فذالک قولہ تعالٰی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا پس میں اور میرے اہل بیتؑ گناہوں سے پاک اور مطہر ہیں۔ یہ حدیث شفاء میں بھی مذکور ہے۔ ثعلبی نے اس کو درج کیا ہے۔ اور ان کی روایات کا سلسلہ بھی ابن عباس تک منتہی ہوتا ہے۔ اور حذیفہ یمانی و سلمان فارسی سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ اور عبداللہ بن عمر بھی اس کے راوی ہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا۔ کہ بیت قبیلہ کی تقسیم اور اس کے اجزاء کا نام ہے۔ مثلاً عام بنی ہاشم ایک قبیلہ کہلاتے ہیں۔ اور پھر اولاد عبدالمطلب ایک بیت۔ اور پھر اسی طرح اولاد عبداللہ ایک بیت ہو سکتی ہے۔ اور اولاد ابوطالب ایک بیت۔ اور یہ دونوں ایک بیت عبدالمطلب ہیں۔ پھر اس بیت میں اولاد یا بھائی اور چچا زاد بھائی ہوتے ہیں۔ ازواج کو بیت میں دخل نہیں۔ کیونکہ وہ اکثر دوسرے قبائل و بیوت سے ہوتی ہیں۔ ہاں اگر نسب و سبب

دونوں جمع ہوجائیں اور منفرد اسی خاندان میں ہو۔ تو ایسی بیری بیت میں آجائے گی۔ جس طرح کہ حضرت فاطمہؑ (کہ وہ حضرت علیؑ کے چچازاد بھائی کی بیٹی ہیں۔ اور حضرت عبدالمطلبؑ ہی کی اولاد سے ہیں (اس حدیث کو ناظرین ملحوظ خاطر رکھیں۔ اس کے آخر میں حضرتؐ نے اپنی شرافت خاصہ بھی دکھلا دی ہے۔ اور اہل بیتؑ کی طرف اشارہ فرمادیا ہے)۔ اور بیت شرف کی نسبت بطور تمثیل آنحضرتؐ کا یہ ارشاد ہے۔ علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس آیہ مبارکہ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ" (وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور تمام صالحات کو بجالائے ہیں۔ ان کے لئے طوبےٰ اور اچھی بازگشت ہے) کی تفسیر میں حضرت محمد بن علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ طوبےٰ جنت میں ایک درخت ہے۔ جس کی جڑ میرے گھر میں ہے۔ اور شاخیں اور چوٹی اہل جنت پر۔ پس ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا حضرتؐ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اس کی جڑ علیؑ کے گھر میں ہے اور شاخیں اہل بہشت پر۔ فَقَالَ اِنَّ دَارِیْ وَدَارَ عَلِیٍّ وَدَارَ فَاطِمَۃَ وَاحِدٌ غَدًا فِیْ مَکَانٍ وَّاحِدٍ الخ فرمایا "میںؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ ایک ہی گھر میں ہیں جو ایک ہی جگہ میں واقع ہے" ارباب معرفت علوم دینیہ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ دراصل یہ اشارہ اتحاد اور وحدیت دار اور مکان بلحاظ مرتبہ و مقام کے ہے نہ بلحاظ مکانیت وحیز۔ یعنی مطلب یہی ہے۔ کہ میںؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ ایک مقام شرف میں ہیں۔ اور بطور تمثیل اس کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ عادت ہادیان دین ہے۔ جیسا کہ مثلاً فرماتے ہیں۔ اَلنَّاسُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰی وَاَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ ۔ لوگ مختلف و متفرق درختوں سے ہیں۔ اور میںؐ اور علیؑ ایک ہی درخت سے ہیں۔ ایک ہی شجر کے دو پھل ہیں۔ (کمافی جمع الفرائد عن المجائزؒ) یا مثلاً فرماتے ہیں۔ یَا عَلِیُّ، خُلِقْتُ اَنَا وَاَنْتَ مِنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ اَنَا اَصْلُهَا وَاَنْتَ فَرْعُهَا وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اَغْصَانُهَا فَمَنْ تَعَلَّقَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِهَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ یعنی یا علیؑ میںؐ اور تو ایک ہی درخت سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں اس کی جڑ ہوں اور تو فرع اور حسنینؑ شاخیں۔ جس نے اس درخت کی کوئی شاخ پکڑلی۔ جنت میں داخل ہوگیا۔ اور یہ تمثیل ہے "انا و علی من نور واحد" کہ میںؐ اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔ اور اسی طرح بہت سی تمثیلوں سے آنحضرتؐ نے اپنے بیت شرف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور یہ شجرہ ہی شجر ہے۔ جس کو خداوند عالم نے بطور تمثیل یوں بیان کیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

دونوں جمع ہو جائیں اور عقد اسی خاندان میں ہو۔ تو ایسی بیوی بیت میں آجائے گی۔ جس طرح کہ حضرت فاطمہؑ کہ وہ حضرت علیؑ کے چچا زاد بھائی کی بیٹی ہیں۔ اور حضرت عبدالمطلبؑ ہی کی اولاد سے ہیں (اس حدیث کو ناظرین ملحوظ خاطر رکھیں۔ اس کے آخر میں حضرتؐ نے اپنی شرافت خاصہ بھی دکھلا دی ہے۔ اور اہل بیتؑ کی طرف اشارہ فرما دیا ہے)۔ اور بیت شرف کی نسبت بطور تمثیل آنحضرتؐ کا یہ ارشاد ہے۔ علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس آیہ مبارکہ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ" (وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور تمام صالحات کو بجا لائے ہیں۔ ان کے لئے طوبےٰ اور اچھی بازگشت ہے) کی تفسیر میں حضرت محمد بن علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ طوبےٰ جنت میں ایک درخت ہے۔ جس کی جڑ میرے گھر میں ہے۔ اور شاخیں اور چوٹی اہل جنت پر۔ پس ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا حضرتؐ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اس کی جڑ علیؑ کے گھر میں ہے اور شاخیں اہل بہشت پر۔ فَقَالَ اِنَّ دَارِیْ وَدَارَ عَلِیٍّ وَدَارَ فَاطِمَةَ وَاحِدٌ غَدًا فِیْ مَکَانٍ وَّاحِدٍ الخ فرمایا "میںؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ ایک ہی گھر میں ہیں جو ایک ہی جگہ میں واقع ہے"۔ ارباب معرفت علوم دینیہ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ دراصل یہ اشارہ اتحاد اور واحدیت دار اور مکان بلحاظ مرتبہ و مقام کے ہے نہ بلحاظ مکانیت و حیز۔ یعنی مطلب یہی ہے۔ کہ میںؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ ایک مقام شرف میں ہیں۔ اور بطور تمثیل اس کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ عادت ہادیان دین ہے۔ جیسا کہ مثلاً فرماتے ہیں۔ اَلنَّاسُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰی وَاَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ ۔ لوگ مختلف و متفرق درختوں سے ہیں۔ اور میںؐ اور علیؑ ایک ہی درخت سے ہیں۔ ایک ہی شجر کے دو پھل ہیں۔ (کما فی جمع الفرائد عن المجابرؒ) یا مثلاً فرماتے ہیں۔ یا علیؑ۔ خُلِقْتُ اَنَا وَاَنْتَ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ اَنَا اَصْلُهَا وَاَنْتَ فَرْعُهَا وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اَغْصَانُهَا فَمَنْ تَعَلَّقَ بِغُصْنٍ مِّنْ اَغْصَانِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ یعنی یا علیؑ میںؐ اور تو ایک ہی درخت سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں اس کی جڑ ہوں اور تو فرع اور حسنینؑ شاخیں۔ جس نے اس درخت کی کوئی شاخ پکڑ لی۔ جنت میں داخل ہو گیا۔ اور یہ تمثیل ہے "انا و علی من نور واحد" کہ میںؐ اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔ اور اسی طرح بہت سی تمثیلوں سے آنحضرتؐ نے اپنے بیت شرف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور یہ شجرہ ہی شجر ہے۔ جس کو خداوند عالم نے بطور تمثیل یوں بیان کیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

اور ایک جز علیؑ ہے۔" اور فرائد السمطین میں آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ نَحْنُ مِنِّی وَاَنَا مِنْهُ لَحْمُهٗ لَحْمِیْ وَدَمُهٗ دَمِیْ یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ اور اس کا گوشت پوست میرا گوشت پوست ہے۔"

اور کتاب المناقب میں جناب امیرؑ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے آنحضرتؐ کے اس قول کی تفسیر میں کہ "خدا نے مخلوق کو ظلمت میں خلق کیا۔ پھر اپنے نور کا چھینٹا دیا۔ جس پر وہ نور پہنچ گیا ہدایت پا گیا۔ اور جس کو نہ پہنچا گمراہ رہا فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جب چاہا۔ کہ مخلوق کو خلق کرے درآنحالیکہ وہ عالم لاہوت میں وحدہ لاشریک تھا۔ تو مخلوقات کو ذروں کی صورت میں خلق کیا اور اپنے نور سے ایک نور چمکایا۔ پس وہ روشن ہوا اور چمکا۔ اور اس کی ضوء پھیلی۔ پھر اس نور کو ان صُوَرِ خفیہ کے وسط میں جمع کیا۔ تو وہ ہمارے پیغمبرؐ کی صورت کے موافق بن گیا۔ پس خدا نے فرمایا اَنْتَ الْمُخْتَارُ الْمُنْتَخَبُ عِنْدَكَ ثَابِتٌ نُوْرِیْ وَاَنْتَ کُنُوْزُ هِدَایَتِیْ "تو ہی مختار و منتخب ہے۔ اور تیرے ہی پاس میرا نور ثابت و قائم ہے۔ اور تو ہی کنوز ہدایت ہے۔" پھر چھپا دیا مخلوقات کو جنبش اور پوشیدہ کر دیا اپنے مکنون علم میں۔ پھر عالم کو وسیع کیا اور زمان کو پھیلایا۔ پانی کو مواج کیا۔ اور جھاگ کو اٹھایا۔ اور ہوا کو برانگیختہ کیا۔ پس عرش الٰہی پانی پر آیا اور زمین سطح آب پر مسطح ہوئی۔ پس ملائکہ کو اس نور سے خلق کیا۔ اور اپنی توحید کے ساتھ نبوت محمد مصطفےٰؐ کو بصورت ظہور ملایا۔ فَهُوَ اَبُو الْاَرْوَاحِ وَیَعْسُوْبُهَا کَمَا اَنَّ اٰدَمَ اَبُو الْاَجْسَادِ وَسَبَبُهَا "پس وہ ابو الارواح اور سرِ ارواح ہیں جس طرح کہ آدمؑ ابو الاجسام و سبب اجساد ہیں۔" پھر وہ نور عالم بعالم و طبق در طبق و قرن بعد قرن منتقل ہوتا آیا یہاں تک کہ ظاہر ہوا صورت و معنی میں آخر الزماں میں۔ وَاِنَّ نَبِیَّنَا بِسِرِّ رُوْحَانِیَّتِهٖ یَسْتَمِدُّ مِنَ الْفَیْضِ الْاَقْدَسِ الْاَعْلٰی وَیَمُدُّ الْعَالَمَ اَجْمَعَ پس ہمارے پیغمبرؐ بسرِّ روحانیت سے فیض اقدس اعلائے الٰہی کا استفادہ کرتے اور اس کرتے ہیں۔ اور باقی تمام عالم اور ماسوائے اللہ کو فیض و امداد پہنچاتے ہیں۔ اور ان کے اوّل مخلوق و اوّل العابدین ہونے کی دلیل قرآن میں "قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ" ہے۔ فَاَوَّلُ حَقِیْقَةٍ ظَهَرَتْ هَادِیَةً جَامِعَةً مُحِیْطَةً نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ پس اوّل حقیقت ہادیہ جامعہ محیطہ جو مبدء فیض سے ظاہر ہوئی۔ نور محمد مصطفےٰ ہے۔ وَبَاقِی الْاَنْبِیَاءِ هِدَایَتُهُمْ وَمَنْزِلَتُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بِحَسَبِ جَامِعِیَّتِهِمْ وَسِعَةِ دَائِرَةِ کَمَالِهِمْ فِی الْهِدَایَةِ اور باقی انبیاءؑ کی ہدایت اور عند اللہ منزلت ان کی جامعیت اور وسعت دائرہ کمال ہدایت کے لحاظ سے ہے۔ اور جابرؓ بن عبد اللہ الانصاری

سے کتاب ابکار الافکار میں ابن الصلاح حلبی نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "اے جابرؓ! اوّل جو چیز خدا نے خلق کی وہ تیرے نبیؐ کا نور تھا۔ پھر اس نور میں خدا نے ہر ایک خیر کو پیدا کر دیا۔ اور اس کے بعد ہر ایک شے کو خدا نے خلق کیا۔ اور جب خدا نے اس نور کو خلق کیا۔ تو اس کو مقام قرب میں بارہ ہزار سال تک کھڑا کیا۔ اور پھر اس کو چار قسم پر تقسیم کیا۔ پس ایک حصہ نور سے عرش کو خلق کیا اور ایک حصہ نور سے کرسی کو۔ اور حاملان عرش اور خازنان کرسی کو ایک حصۂ نور سے۔ اور چوتھے جزو کو مقام حُبّ میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اور پھر اس کو چار جزو کیا۔ ایک جزو سے قلم کو پیدا کیا ایک جزو سے لوح کو ایک جزو سے جنت کو۔ اور جزو چہارم کو مقامِ خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اور پھر اس کو چار جزو کیا۔ ایک جزو سے ملائکہ کو خلق کیا۔ اور ایک جزو سے آفتاب اور ایک جز سے چاند اور ستارے۔ اور جزو چہارم کو مقام رجا میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پھر اس کو چار حصے کیا۔ ایک حصے سے عقل کو اور ایک سے علم و حلم کو اور ایک سے عصمت و توفیق کو خلق کیا۔ اور جزو چہارم کو مقام حیاء میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پس اس نور کی طرف ایک نگاہ کی۔ پس اس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرات عرق ٹپکے۔ پس خدا نے ہر ایک قطرے سے ایک نبی و رسول کی روح کو خلق کیا۔ پھر ارواح انبیاءؑ نے سانس لیا۔ تو ان کے انفاس سے ارواح اولیاء و شہداء و صالحین و مطیعین پیدا ہوئیں۔ پس عرش و کرسی و حاملانِ عرش و خازنانِ کرسی میرے ہی نور سے ہیں۔ اور لوح و قلم و کروبین و روحانیین اور بہشت اور اس کی نعمتیں میرے ہی نور سے ہیں۔ اور ملائکہ آسمان و زمین و شمس و قمر و ستارے و سیارے میرے نور سے ہیں۔ اور عقل و علم و حلم و عصمت و توفیق میرے نور سے ہیں اور ارواح انبیاء و اولیاء و سعداء و شہداء و صالحین میرے ہی نور کے آثار و نتائج ہیں۔ پھر خدا نے بارہ حجاب پیدا کئے۔ اور ہر ایک حجاب میں میرے نور کے جزو رابع کو ایک ہزار سال رکھا۔ اور وہ حجابِ۱ کرامت۔ حجابِ۲ سعادت۔ حجابِ۳ ہیبت۔ حجابِ۴ رحمت۔ حجابِ۵ رفعت۔ حجابِ۶ علم۔ حجابِ۷ حلم۔ حجابِ۸ وقار۔ حجابِ۹ سکینہ۔ حجابِ۱۰ صبر۔ حجابِ۱۱ صدق۔ حجابِ۱۲ یقین ہے۔ پس خدا نے ان حجابوں سے میرے نور کو نکالا۔ تو میرے نور سے مشرق سے مغرب تک زمین روشن ہو گئی۔ جس طرح شب تاریک میں شمع روشن کی جاتی ہے۔ پھر خدا نے آدمؑ کو خلق کیا۔ اور اس نور کو ان کے صلب میں ودیعت رکھا۔ وہ نور ان کی پیشانی اور انگشت شہادت میں چمکا۔ آدمؑ نے دریافت کیا۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ یہ تیرے بیٹے محمدؐ کا نور ہے۔ پھر وہ نور صلب شیثؑ میں منتقل ہوا۔ وَ هٰكَذَا اَنْتَقَلَهُ اللّٰهُ مِنْ طَيِّبٍ اِلٰى طَيِّبٍ وَ مِنْ طَاهِرٍ اِلٰى طَاهِرٍ۔ یعنی اسی طرح سے خدا ہمیشہ اصلاب طیبہ و

سے کتاب ابکار الافکار میں ابن الصلاح حلبی نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "اے جابرؓ! اول جو چیز خدا نے خلق کی وہ تیرے نبیؐ کا نور تھا۔ پھر اس نور میں خدا نے ہر ایک خیر کو پیدا کر دیا۔ اور اس کے بعد ہر ایک شے کو خدا نے خلق کیا۔ اور جب خدا نے اس نور کو خلق کیا۔ تو اس کو مقام قرب میں بارہ ہزار سال تک کھڑا کیا۔ اور پھر اس کو چار قسم پر تقسیم کیا۔ پس ایک حصہ نور سے عرش کو خلق کیا اور ایک حصہ نور سے کرسی کو۔ اور حاملان عرش اور خازنان کرسی کو ایک حصۂ نور سے۔ اور چوتھے جزو کو مقام حُب میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اور پھر اس کو چار جزو کیا۔ ایک جزو سے قلم کو پیدا کیا ایک جزو سے لوح کو ایک جزو سے جنت کو۔ اور جزو چہارم کو مقامِ خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اور پھر اس کو چار جزو کیا۔ ایک جزو سے ملائکہ کو خلق کیا۔ اور ایک جزو سے آفتاب اور ایک جزو سے چاند اور ستارے۔ اور جزو چہارم کو مقام رجا میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پھر اس کو چار حصے کیا۔ ایک حصے سے عقل کو اور ایک سے علم و حلم کو اور ایک سے عصمت و توفیق کو خلق کیا۔ اور جزو چہارم کو مقام حیاء میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پس اس نور کی طرف ایک نگاہ کی۔ پس اس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرات عرق ٹپکے۔ پس خدا نے ہر ایک قطرے سے ایک نبی و رسول کی روح کو خلق کیا۔ پھر ارواح انبیاءؑ نے سانس لیا۔ تو ان کے انفاس سے ارواح اولیاء و شہداء و صالحین و مطیعین پیدا ہوئیں۔ پس عرش و کرسی و حاملانِ عرش و خازنانِ کرسی میرے ہی نور سے ہیں۔ اور لوح و قلم و کروبین و روحانیین اور بہشت اور اس کی نعمتیں میرے ہی نور سے ہیں۔ اور ملائکہ آسمان و زمین و شمس و قمر و ستارے و سیارے میرے نور سے ہیں۔ اور عقل و علم و حلم و عصمت و توفیق میرے نور سے ہیں اور ارواح انبیاء و اولیاء و سعداء و شہداء و صالحین میرے ہی نور کے آثار و نتائج ہیں۔ پھر خدا نے بارہ حجاب پیدا کئے۔ اور ہر ایک حجاب میں میرے نور کے جزو رابع کو ایک ہزار سال رکھا۔ اور وہ حجابؒ کرامت۔ حجابؐ سعادت۔ حجابؑ ہیبت حجابؓ رحمت حجابؓ رفعت۔ حجابؒ علم۔ حجابؓ حلم۔ حجابؒ وقار۔ حجابؐ سکینہ۔ حجابؒ صبر۔ حجابؒ صدق۔ حجابؒ یقین ہے۔ پس خدا نے ان حجابوں سے میرے نور کو نکالا۔ تو میرے نور سے مشرق سے مغرب تک زمین روشن ہو گئی۔ جس طرح شب تاریک میں شمع روشن کی جاتی ہے۔ پھر خدا نے آدمؑ کو خلق کیا۔ اور اس نور کو ان کے صلب میں ودیعت رکھا۔ وہ نور ان کی پیشانی اور انگشت شہادت میں چمکا۔ آدمؑ نے دریافت کیا۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ یہ تیرے بیٹے محمدؐ کا نور ہے۔ پھر وہ نور صلب شیثؑ میں منتقل ہوا۔ وَ هٰكَذَا اَيْنَقِلُهُ اللّٰهُ مِنْ طَيِّبٍ اِلٰى طَيِّبٍ وَمِنْ طَاهِرٍ اِلٰى طَاهِرٍ۔ یعنی اسی طرح سے خدا ہمیشہ اصلاب طیبہ و

مکۃ اللہ میں ہے۔ درآنحالیکہ وہ مبارک ہے اور تمام عالمین کے لئے ہدایت۔ کیونکہ جو صفات اس آیۂ مبارکہ میں اس اوّل بیت کے مذکور ہوئی ہیں۔ وہ سوائے حقیقت نوریہ محمدیہ اور کسی کے لئے صادق نہیں آسکتی ہیں۔ اوّل یہاں "وُضِعَ" آیا ہے نہ "بُنِیَ" اور وضع و بنا میں فرق ہے۔ کسی مکان کے بنانے کو بنا کہتے ہیں نہ وضع۔ جیسا کہ خدا فرعون کے قول کو حکایۃً بیان فرماتا ہے۔ یٰاھَامَانُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا۔ اے ہامان مجھے ایک قصر بنادے۔ پس اگر اس بیت سے یہ عمارت خانہ کعبہ مراد ہوتی۔ تو چاہیئے تھا۔ لفظ بُنی استعمال ہوتا۔ کہ اوّل بیت جو بنایا گیا۔ اور وضع کے معنی یہ ہیں۔ کہ ایک شے موجود کو دوسری کے مقابل رکھ دینا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا۔ پس یہ اوّل بیت جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا یہی بیت، حقیقتِ محمدیہ ہے ؛

دوم اس کی صفت مبارک اور صاحب برکت ہے۔ حالانکہ اس کی برکت نے خود مکہ میں بھی اثر نہ دکھایا۔ پس وہ بیت خانہ کعبہ نہیں ہے بلکہ صاحب خانہ ہے ؛

سوم اس کی صفت "ھدی للعالمین" ہے۔ یعنی کہ یہ بیت تمام عوالم جملہ ماسوئے اللہ کے لئے ہدایت یا موجب ہدایت ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خانہ کعبہ نے ایک مشرک کو بھی ہدایت نہ کی۔ اور خود اسی خانہ محترم میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ علاوہ ازیں ہر ایک صاحب عقل سمجھ سکتا ہے۔ کہ ایک عمارت بحیثیت عمارت ہونے کے کارِ ہدایت انجام نہیں دے سکتی۔ اور کسی کو ہدایت نہیں کر سکتی۔ چہ جائیکہ تمام عوالم اور جملہ ماسوئے اللہ کے لئے ہدایت ہو۔ یہ صفت اس کی ہو سکتی ہے۔ جس کی شان رحمۃ للعالمین ہے۔ اور تمام عوالم کے لئے ہدایت وہ وجود ہو سکتا ہے۔ جس کی شان یہ ہو۔ تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ بزرگ و برتر ہے وہ ذات پاک جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے تمام عوالم اور جملہ ماسوے اللہ کے لئے بشیر و نذیر اور پیغمبر ہو۔ پس وہ اوّل بیت جو تمام عوالم کے لئے ہدایت ہے یہی حقیقت نوریہ محمدیہ ہے۔ نہ اور کوئی وجود۔ جیسا کہ احادیث میں اس کی تشریح آچکی ہے۔ کہ ہر ایک موجود کو فیض الٰہی اسی وجود اقدس سے پہنچا ہے۔ اور یہی نور محمدی واسطہ فیضان مطلق ہے۔ خدا سے لیتا ہے اور مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ اگر خانہ کعبہ کو باعث ہدایت مجازاً کہا جا سکتا ہے۔ تو اس وجہ سے کہ یہ اوّل مخلوق وہاں سے ظاہر ہوا۔ اور اس عالم جسمانی میں ہدایت ظاہری کو وہاں سے شروع کیا۔ اگر خانہ کعبہ باعث برکت ہے۔ تو اس وجود مقدس کے قدم مبارک سے۔ اگر خانہ کعبہ کو شرف حاصل ہے۔ تو اسی اشرف المخلوقات کی شرافت سے۔

عزت وشرافت مکان مکین سے ہے نہ کمین کی مکان سے۔ ولذا قال عزوجل لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَ
اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ۔ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی درآنحالیکہ اے حبیبؐ تو اس میں ہے۔
پس شرف بیت اللہ محل بیت شرافت نبی دحقیقت نوریہ نبویہ محمدیہ سے ہے۔ اگر اس خانۂ مطہر کو
عزت حاصل ہے تو اس جزو نور محمدی کی شرافت وکرامت وسعادت سے جو اس میں متولد ہوا۔ کما قال
عزوجل لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد و والد وما ولد۔ نہ قسم ہے
اس شہر کی درآنحالیکہ تو اس میں ہے۔ اور قسم ہے باپ کی اور اس بچے کی جو اس نے اس خانہ محترم میں
جنا۔ اور انہی کے لئے خدا نے تطہیر خانہ کعبہ کا حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا تھا۔

تمثیل نور اور بیت نور

اس نور کو جو اصل شجرۂ عالم امکان ومرکز عالم واوّل مخلوق ہے۔
دوسری تمثیل میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ
دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ
وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اللہ نور زمین وآسمان ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چراغ دان یا
قندیل ہو اور اس میں چراغ ہو۔ اور چراغ ایک شیشے کے اندر ہو (یعنی اس پر گلوب چڑھا ہوا ہو)۔
اور شیشہ ایسا ہو کہ گویا ایک ستارہ درخشاں ہے۔ جو روشن ہوتا ہے شجرۂ مبارکہ زیتونہ سے۔ جو نہ
شرقی ہے نہ غربی ہے۔ اور اس کا زیت آپ ہی آپ روشن ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کو آگ بھی مس
نہ کرے۔ پس وہ نورٌ علےٰ نور ہے۔ کیونکہ خود نور ہے۔ اور ظرف بھی نورانی ہے۔ اور خدا جس کو چاہتا
ہے اپنے نور کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ اور اللہ لوگوں سے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور اللہ ہر
چیز کا عالم ہے۔" پھر اس نور کا محل بتلاتا ہے کہ کہاں ہے۔ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ
یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ یہ نور ان بیوت میں ہے جہاں کہ خدا
نے اجازت دی ہے۔ کہ ان میں خدا کا نام لیا جائے۔ اور ذکر بلند ہو۔ اور ان میں صبح وشام اس کی
تسبیح کی جاتی ہے۔ وہی بیت اس مقصد کے لئے انتخاب کئے گئے ہیں۔ کہ ان سے ذکر خدا عالم میں
بلند ہو اور نام خدا لیا جائے۔ اور وہیں سے لوگ ہدایت پائیں۔ اب چونکہ بعض جہال کو یہ شبہ
ہو سکتا ہے۔ کہ شاید ان بیوت سے اینٹ پتھر ہی کے گھر مراد ہوں۔ مساجد وغیرہ۔ خدا نے اس
شبہ کو رفع کرنے کے لئے اس کی توضیح فرما دی۔ کہ بیوت کون ہیں۔ اور کیسے ہیں فَقَالَ رِجَالٌ

لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ یعنی وہ بیوت جن میں نور خدا ہے کچھ مرد ہیں۔ جن کو ذکر خدا اور اقامہ نماز اور ادائے زکوٰۃ سے نہ تجارت غافل کر سکتی ہے اور نہ بیع وشرا (خرید وفروخت۔ یعنی کوئی معاملہ دنیاوی۔ دین اور اقامہ دین سے ان کو غافل نہیں کر سکتا۔

اس آیۂ نور سے یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ یہ نور اس عالم امکان میں کہاں سے ظاہر ہوا۔ اور کون سے شجرۂ مبارکہ سے چمکا۔ یعنی شجرۂ مبارکہ زیتونیہ سے چمکا جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ یعنی نہ یہودی ہے۔ اور نہ نصرانی۔ شرقیہ فرقہ نصاریٰ ہے۔ کہ جو مشرق کی طرف کو نماز پڑھتے تھے۔ اور غربیہ فرقہ یہود ہے جو مغرب کی طرف کو پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی شان میں آیا ہے مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی نہ ابراہیم یہودی تھے۔ اور نہ نصرانی تھے۔ بلکہ وہ خالص و مخلص مسلمان تھے۔ اور مشرکین میں سے نہ تھے۔" پس معلوم ہوا۔ کہ یہ نور شجرۂ طیبہ ابراہیمیہ سے چمکا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ یہ نور نہ کبھی اصلاب یہود میں رہا اور نہ اصلاب نصاریٰ میں اور نہ اصلاب مشرکین میں۔ پس اس نور کا محل اور بیوت نورانی۔ وہ لوگ تو کبھی ہو ہی نہیں سکتے۔ جن کے آباؤ اجداد نصاریٰ و یہود و مشرکین تھے۔ بلکہ وہ نفوس قدسیہ ہوں گے۔ جو ہمیشہ اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ ہی میں رہے ہیں۔ اور ہمیشہ متصف بصفت اسلام جیسا کہ آنحضرتؐ کے متعلق احادیث نقل کر چکے ہیں۔ کہ ہمیشہ ارحام طاہرہ و اصلاب طیبہ میں منتقل ہوتے آئے۔ اور خدا فرماتا ہے۔ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اے ہمارے حبیبؐ تو ہمیشہ مسلمین و مومنین راکعین ساجدین میں منقلب و منتقل ہوتا آیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ بیوت نور و محل انوار الٰہی شجرۂ مبارکہ طیبہ ابراہیمیہ کی شاخیں ہیں۔ جو کبھی یہودیت۔ نصرانیت و مشرکیت سے متصف نہیں ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ مسلم مطلق رہے ہیں۔ پس یہ وہ امت مسلمہ ہے۔ جس کی بابت حضرت ابراہیمؑ نے یوں دعا کی ہے۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ .... رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ الخ "اے ہمارے پروردگار مجھ کو اور اسمٰعیلؑ دونوں کو اپنا خاص مطیع و منقاد و مسلم مطلق بنا کر رکھ۔ اور ہماری ذریت میں سے بھی ایک ایسی جماعت قرار دے جو اسی صفت سے متصف ہو۔ اور ہماری طرح مسلم مطلق اور مطیع و منقاد محض ہو۔ اور اے پروردگار اس امت مسلمہ میں انہی میں سے ایک کو پیغمبر بنا۔ جو اس امت پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔" اور یہ معلوم ہے۔ کہ یہ امت مسلمہ جہاں سے پیغمبر ظاہر ہوا۔ اور جس میں سے پیغمبرؐ نکلا۔ اور جن کا

ایک فرد پیغمبرؐ ہے۔ وہی امت مسلمہ بنی ہاشم و عبدالمطلب ہے۔ جو شجرۂ ابراہیمیؑ اور اصل طیب و طاہر ہے اور وقت ظہور پیغمبرؐ محمد مصطفےٰ اسلم باسلام نبوتی اسی نور کا جز اور اسی اصل کی شاخ یا فرع حضرت علیؑ موجود تھے۔ جیسا کہ ہم مفصل ذکر اور ثابت کر چکے ہیں۔ لہذا یہی بیوت نور و محل انوار الٰہی ہیں۔ اور بعد ان کے وہ بیوت جن میں یہ نور محمدیؐ منتقل ہوا۔ اور انہی مسلمین کی نسبت سورۂ قصص میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ اور وہ لوگ جن کو کتاب وجود دی ہے۔ اور نور علم کے وجود کے ساتھ عطا کیا ہے۔ وہ سب اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے بالکل حق و صدق ہے۔ ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں اور اسلام رکھتے ہیں۔ پس بیوت نورانی اور محل انوار الٰہی یہی افرادِ امت مسلمہ ہیں۔ جو کبھی صفتِ یہودیت و نصرانیت و مشرکیت سے متصف نہیں ہوئے۔

بہرحال اوّل بیت جو عالمِ امکان میں وضع ہوا۔ اوّل شجرۂ طیبہ مبارکہ جو عالمِ ایجاد میں لگایا گیا۔ حقیقتِ نوریہ روحانیہ نبویہ ہے۔ اور اوّل محلِ نور و بیت نور جس میں یہ نور روحانی آیا وجود نورانی جسمانی محمدیؐ ہے اور وہ اوّل شجرۂ امامت جہاں سے یہ ظاہر ہوا شجرۂ مبارکہ ابراہیمیؑ ہے۔ اور اوّلی خانہ محترم جہاں سے اس عالم جسمانی زمانی میں اس نور اولیٰ اور اس بیت نبوت و رسالت کا ظہور ہوا خانہ کعبہ ہے۔ اور بعد محمد مصطفےٰ اس نور کے محل اور ان انوار الٰہیہ کے بیوت وہ افراد نورانیہ و نفوس قدسیہ ہیں۔ جو اسی آفتاب نور محمدیؐ کی شعاعیں اسی شجرۂ نبوت کی شاخیں اور اسی بیت نور کے دروازے ہیں۔ یعنی علیؑ اور اولاد علیؑ۔ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ وَّمِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ "وَّفِيْ دَارٍ وَّاحِدٍ وَّفِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ" وَقَالَ اَنَا وَعَلِيٌّ وَّفَاطِمَةُ "وَحَسَنٌ وَّحُسَيْنٌ فِيْ دَارٍ وَّاحِدٍ غَدًا فِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ" پس یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں۔ جو اہلِ بیتؑ شرف نبوت و رسالت و وارثِ ولایت و امامت ہیں۔ اور اس تقریر کے بعد کہ یہ محل انوار الٰہی وہ نفوس ہیں جو شجرۂ مبارکہ ابراہیمؑ ہی سے ظاہر ہوئے ہیں یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق دونوں مقام پر ایک ہی ہے۔ یہی وہ اہل بیتؑ ہیں۔ جو مورد رحمت و برکت خاصۂ الٰہیہ ہیں۔ اور یہی عترۂ اہلبیت نبوت و رسالت ہیں۔ جو مطہر بتطہیر الٰہی جملہ گناہوں سے پاک اور معصوم مطلق ہیں۔ اور یہ سلسلہ نبوت ہمیشہ ایک رہا ہے ازواج کو اہلبیت میں کوئی مدخلیت نہیں۔ اور ان کو اس شرف سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ جناب محمد ابن علی ابن الحسینؑ سے مروی ہے۔ کہ اسی آیۂ نور کی تفسیر میں آپؑ نے فرمایا۔ کہ یہ نور یکے بعد دیگرے

امامؑ میں ہوتا ہے۔ جو روشن ہوتا ہے شجرۂ مبارکۂ ابراہیمی ہے۔ اور یہی مطلب ہے قول خداوند عالم رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید۔ (یہ رحمت و برکت خدا خاص تم اہلبیت نبوت پر ہے) کا اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اللہ تعالٰے نے آدمؑ و نوحؑ و آل ابراہیمؑ و آل عمرانؑ کو تمام عوالم پر برگزیدہ کیا ہے جو ذریت یکدیگر ہیں۔ اور خدا سب کچھ جانتا اور سنتا ہے۔" جناب باقر العلومؑ حالات وفات و وصیت حضرت آدمؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ حضرت آدمؑ نے اپنے بیٹے شیثؑ ہبۃ اللہ کو فرمایا۔ کہ پھر جب تمہاری وفات کا وقت قریب آجائے۔ تو اپنے بہترین و افضل ترین اولاد کو اپنا وصی بنانا۔ کہ میں نے تم کو اپنا وصی بنایا ہے۔ **اور زمین کو ہم اہل البیت کے وجود سے خالی نہ چھوڑنا۔** اے بیٹے مجھے خدا نے زمین پر اتارا۔ اور اس میں مجھے اپنا خلیفہ بنایا۔ اور اپنی مخلوق پر مجھے حجت قرار دیا۔ اور میں نے تم کو امر خدا کی وصیت کی۔ اور تجھے اس کی زمین میں اس کی حجت قرار دیا۔ پس تو دنیا سے بلا حجت اور وصی مقرر کئے نہ جانا۔ یہاں تک کہ حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ وصیت ختم ہو گئی۔ ملک الموت آیا۔ آپؑ نے ملک الموتؑ سے فرمایا۔ کہ ذرا مجھے مہلت دو کہ میں کلمۂ شہادت پڑھ لوں اور اپنے خالق کی حمد و ثنا بجالاؤں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کروں۔ ملک الموتؑ نے کہا۔ اے آدمؑ کہو۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد انی عبدہ و خلیفتہ فی ارضہ۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدائے وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ میں بندۂ خدا اور اس کی زمین میں اس کا خلیفہ ہوں۔" جب حضرت آدمؑ دفن ہوئے۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے بعد دفن فرمایا۔ کہ اپنے مُردوں کو اسی طرح دفن کیا کرو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت اور سلام ہو تم پر اور اس کی رحمت و برکت اے **اہل بیت۔**" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظ اہل البیت ذریت انبیاءؑ کے خاص افراد یا وارثانِ نبوت و رسالت کے لئے ہمیشہ سے بولا جاتا رہا ہے۔ اور لفظ علیکم کے تکرار اور اہل البیت پر تقدیم دلالت کرتی ہے۔ کہ یہ رحمت و برکت خاصۂ الٰہیہ منحصر ہے اہل البیت میں یعنی وارثان نبوت و رسالت میں۔ پس غیر معصوم پر اہل البیت کا اطلاق قطعاً بعید ہے۔ ہمیشہ معصومین ذریت انبیاءؑ اہل البیت کہلاتے ہیں۔ اور فی الحقیقت یہ سب ایک ہی بیت سے ہیں۔ ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا من بعض واللہ سمیع علیم حضرت آدمؑ سے تا خاتمؑ و اولاد خاتمؑ سب ذریت یکدیگر ہیں۔ اور خلافت الٰہیہ و نبوت و رسالت و امامت و ولایت اسی سلسلہ ذریت انبیاءؑ میں ہے۔ اس سے خارج نہیں ہو سکتی۔